مسجد کورس

نمازوں کے بعد سنانے کے لئے اصلاحی
فکری اور دعوتی نقطۂ نظر سے تیار کیا گیا مختصر
مضامین کا مستند اور قیمتی مجموعہ

مؤلف

محمد اسلم امروہی

استاذ جامعہ اسلامیہ عربیہ جامع مسجد امروہہ

معاونین

مفتی محفوظ صاحب پرتاپگڈھی ● مفتی محمد جنید صاحب امروہی



یکم رمضان المبارک ۱۴۴۳ھ سے ہر روز ائمۂ مساجد کی خدمت میں بھیجے گئے
قرآن وحدیث اور آثارِ صحابہ سے ماخوذ، مستند، مختصر مضامین کا قیمتی مجموعہ

جامع منتخب مضامین:
مفتی محمد اسلم امروہی
استاذ جامعہ اسلامیہ عربیہ جامع مسجد، امروہہ

ناشر:
المرکز العلمی للنشر والتحقیق امروهه

اشاعت کی عام اجازت ہے

- کتاب کا نام: مسجد کورس
- جامع منتخب اصلاحی مضامین: مفتی محمد اسلم امروہی
- معاونین: مفتی محفوظ صاحب پرتاب گڑھی
  مفتی جنید صاحب امروہی
- کمپیوٹر کتابت: ہلال اشہر
- سنّ اشاعت: شعبان ۱۴۴۳ھ - مارچ ۲۰۲۲ء
- صفحات: ۶۰۰
- ناشر: المرکز العلمی للنشر والتحقیق
  محلّہ ملانہ، امروہہ [9837544287]
- قیمت:

صدقۂ جاریہ

تبلیغِ اسلام فرض ہے، اِس کی ادائیگی دین اور دنیا کی بھلائی اور آخرت کے لیے اجرِ عظیم کا باعث ہے، موجودہ دور میں ذہنی، فکری گمراہی اور بد عملی کے بڑھتے ہوئے طوفان کو روکنے کے لیے، دین کی دعوت وتبلیغ میں حسبِ توفیق حصہ لیں اور اِس کتاب کو یا اِس کے بعض حصے کو مختلف زبانوں میں چھپوا کر تقسیم کریں اور اپنے لیے، اپنے والدین اور اعزا اقرباء کے لیے صدقۂ جاریہ کا انتظام فرمائیں۔ (مرتب)

ملنے کے پتے:

○ مدنی کتب خانہ، جامع مسجد، امروہہ ○ المکتبۃ الفلاح، ان شاء اللہ مسجد، چوہان بانگر، دہلی

○ دیوبند کے ہر بڑے کتب خانے میں دستیاب

فہرست مضامین

تقریظات اکابر

امام ومؤذن کا مقام ومرتبہ اور اُن کی ذمے داریاں

رمضان المبارک کام کرنے کا بہترین زمانہ

❑ یکم رمضان

❑ رمضان کا دوسرا دن

❑ رمضان کا تیسرا دن

رمضان کا چوتھا دن

رمضان کا پانچواں دن

رمضان کا چھٹا دن

❑ رمضان کا ساتواں دن

❑ رمضان کا آٹھواں دن

❑ رمضان کا نواں دن

❑ رمضان کا دسواں دن

❑ رمضان کا گیارہواں دن

❑ رمضان کا بارہواں دن

❑ رمضان کا تیرہواں دن

❑ رمضان کا چودھواں دن

❑ رمضان کا پندرہواں دن

❑ رمضان کا سولہواں دن

❑ رمضان کا سترہواں دن

❑ رمضان کا اٹھارہواں دن

❑ رمضان کا انیسواں دن

❑ رمضان کا بیسواں دن

رمضان کا اکیسواں دن

رمضان کا بائیسواں دن

رمضان کا تئیسواں دن

❑ رمضان کا چوبیسواں دن

❑ رمضان کا پچیسواں دن

❑ رمضان کا چھبیسواں دن

❑ رمضان کا ستائیسواں دن

❑ رمضان کا اٹھائیسواں دن

اپنی اولاد کا اکرام کریں

وقت کی قدر و قیمت

صحت کی حفاظت کیجیے

برادرانِ وطن تک اسلام کا پیغام پہنچانا

ذی الحجہ

محرم

الیکشن

خواتین

امت میں اتحاد پیدا کریں

طلبہ کے لیے اُستاذ کا کردار

شراب اور نشے والی چیزوں کی اشاعت، قابلِ لعنت عمل

عرضِ مرتب

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلّي عَلىٰ رَسُوْلِهِ الْكَرِيْم...أَمَّا بَعْدُ!

اللہ رب العزت کی شان بھی کیا خوب ہے کہ خود ہی کام کی توفیق عطا فرماتے ہیں اور خود ہی اُس کو قبولیت سے بھی نواز تے ہیں، کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے:

إِنَّ الْمَقَادِرَ إِذَا سَاعَدَتْ ۔ اَلْحَقَتِ الْعَاجِزَ بِالْقَادِرِ

قدرتِ الٰہی جب کسی کی مددگار ہوتی ہے، تو عاجز اور کم علم کو بھی کسی قابل بنا دیتی ہے۔

میرے رب کا کرم:

آج احقر کا رُواں رُواں شکر سے معمور ہے کہ اُس نے محض اپنے فضل و کرم سے رمضان المبارک میں ہر نماز کے لیے آپ حضرات کی خدمت میں مختصراً اصلاحی، فکری اور دعوتی مضامین تیار کر کے بھیجنے کی توفیق عطا فرمائی اور خود ہی اُس کو شرفِ قبولیت سے نوازا، ملک بھر کے اکابر علماء، ائمہ کرام نے جن گراں قدر کلمات اور دعاؤں سے نوازا اور حوصلہ افزائی فرمائی وہ اِس حقیر کے لیے بڑی سعادت کی بات ہے، اللہ آپ تمام حضرات کو اپنی شایانِ شان بدلہ نصیب فرمائے۔

رمضان المبارک کام کرنے کا بہترین زمانہ ہے:

رمضان المبارک کام کرنے کا بہترین زمانہ ہے، تمام کتابوں کا رمضان المبارک میں نزول اِس کی بہترین دلیل ہے۔ پورے سال ہم لوگ جلسے جلوس اور بڑے بڑے اجتماعات کرتے ہیں، بعض جگہ اتنے بھی لوگ شریک نہیں ہو پاتے، جتنے اشتہارات اور دعوت نامے تقسیم کیے جاتے ہیں؛ لیکن رمضان میں ہر نماز میں ہر مسجد بھری ہوئی ہوتی ہے اور بڑی بڑی مساجد وسعت کے باوجود نمازیوں کی کثرت سے تنگ محسوس ہونے لگتی ہیں؛ مگر افسوس کہ آج نمازیوں کو کوئی چھوٹے چھوٹے مسائل بتانے والا اور کوئی کتاب ڈھنگ سے سنانے والا بھی نہیں رہتا،

مدرسوں کی ضروریات کی وجہ سے تمام علماء، سفر پر تشریف لے جاتے ہیں، اِس لیے اکثر مساجد میں صرف حفاظ کرام امامت کر رہے ہوتے ہیں، جن کے پاس نہ کتابیں ہوتی ہیں اور نہ وہ صلاحیت اور جرأت ہوتی ہے کہ اپنی بات مقتدیوں کے سامنے پیش کر سکیں، اِس لیے جامعہ اسلامیہ عربیہ، جامع مسجد، امروہہ کے ذمے داران نے شعبان۱۴۴۲ھ میں، یہ طے کیا تھا کہ ہر نماز کے لیے دومنٹ کا ایک پیغام تیار کر کے ائمۂ حضرات کی خدمت میں بھیجا جائے؛ چناں چہ یکم رمضان۱۴۴۲ھ سے یہ سلسلہ شروع کیا گیا تھا، جو الحمدللہ آج تک جاری ہے۔ ملک اور بیرونِ ملک، ائمہ حضرات تک یہ پیغامات مسلسل پہنچ رہے ہیں اور وہ الحمدللہ بڑی پابندی کے ساتھ اُس کو مقتدیوں کو سنا رہے ہیں۔ اَلحَمدُ وَالشُّکرُ کُلُّہٗ لِلّٰہ۔

ائمہ حضرات کا مسلسل اِصرار تھا کہ اِن مضامین کو کتابی شکل میں جمع کر دیا جائے؛ تاکہ مسجد میں سنانے کے لیے ایک بہترین کتاب بن جائے، اصرار زیادہ بڑھا، تو احقر نے اِن سارے مضامین کا پرنٹ نکلوا کر اِس پر دوبارہ نظر ڈالی، تو محسوس ہوا کہ واقعی یہ مضامین ایسے ہیں کہ اِن کو مسلسل پڑھا اور سنا جائے، جس سے ان شاء اللہ ذہنی وفکری پرواز میں بلندی ہوگی اور امت میں بڑھتے ہوئے فکری ارتداد اور معاشرے میں بڑھتی ہوئی بے راہ روی پر بند لگ سکے گا۔

''فکری کج روی'' آج کے دور کا سب سے بڑا المیہ:

آج کے دور کا سب سے بڑا المیہ ''فکری کج روی'' ہے، امّت کا ایک طبقہ تو وہ ہے، جو اپنی مزعومہ نام نہاد روشن خیالی کے زعم میں دین داری کا طوق گلے سے اُتار چکا ہے اور اُس کے نزدیک دین کے خلاف عمل کرنا ہی فیشن ہے اور دین کے مطابق زندگی گذارنے کو وہ اپنے لیے معیوب سمجھتا ہے، اِس کے بالمقابل ایک بڑا طبقہ وہ ہے، جو اپنے آپ کو اگرچہ دین دار کہتا ہے؛ مگر اُس نے دین کو صرف اُس شعبے میں منحصر کر لیا ہے، جس میں وہ خود سرگرم عمل ہے اور دوسرے شعبوں میں محنت کرنے والوں کو وہ کسی خاطر میں نہیں لاتا؛ بلکہ کہیں کہیں تو آپس میں تحقیر و تنکیر تک کی نوبت آجاتی ہے، اس صورتِ حال کی وجہ سے دین دار طبقہ بھی مختلف طبقات اور گروپوں میں بٹ کر آپسی تعاون کے جذبے سے محروم ہوتا جا رہا ہے، ظاہر

ہے کہ یہ بلاوجہ کی کشمکش ملّت کے مستقبل کے لیے حد درجہ تشویش ناک ہے۔

نیز یہ بات بھی کم خطرناک نہیں کہ امّت کا بگاڑ صرف افراد تک محدود نہیں رہا؛ بلکہ اجتماعی زندگی بھی سخت خلفشار کا شکار ہے، جس کی وجہ سے ذہنی یکسوئی، قلبی بشاشت اور عبادات کے ذوق وشوق، سب پر انتہائی بُرا اور منفی اثر پڑ رہا ہے، خودغرضی اور مفاد پرستی کی وبا عام ہے اور اداروں میں اختیارات کا بیجا استعمال، اجتماعیت کو پارہ پارہ کرنے کا سبب بن گیا ہے، اور ہم لوگ خود اپنے فکری واجتماعی زوال کے خاموش تماشائی بنے ہوئے ہیں۔ فإلى الله المشتكي۔

آپ اس مجموعہ مضامین میں ان شاء اللہ، قرآن وحدیث اور آثارِ سلف کی ایسی کرنیں پائیں گے، جس سے حقیقتاً ہماری زندگی کامیاب اور بامراد ہوجائے گی۔ وما ذلك على الله بعزيز۔

شکریہ:

اِس کام کے لیے مدرسہ اسلامیہ عربیہ، جامع مسجد، امروہہ کے ذمے داران شکر کے مستحق ہیں، جنھوں نے اِس ناکارہ پر یہ ذمے داری ڈالی اور ہر طرح کا تعاون پیش کیا، حقیقت یہ ہے کہ اگر ذمے داران کا یہ تعاون نہ ہوتا، تو احقر جیسا سُست اور ناکارہ اِس خدمت کو کبھی انجام نہیں دے سکتا تھا، اللہ تعالیٰ اِن سب کو صحت اور عافیت کے ساتھ تادیر قائم اور دائم رکھے اور ہر طرح کی ہماری سرپرستی کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

ہمارے رفیقِ مکرم جناب مفتی ”محفوظ صاحب پرتاپ گڈھی“ اور جناب مفتی ”جنید صاحب امروہی“ زِيدَ عِلمُهُمَا کو اللہ اپنی شایانِ شان جزائے خیر عطا فرمائے اگر ان حضرات کا تعاون نہ ہوتا، تو احقر کے لیے اتنا قیمتی مواد جمع کرنا مشکل ہوتا، اللہ اِن حضرات کے علم وعمل میں برکت نصیب فرمائے۔ آمین۔

اپنے تمام اکابر کے شکر گذار ہیں، جنھوں نے کتاب پر نظر فرمائی، مفید مشوروں سے نوازا اور گراں قدر تحریری کلمات خیر ارسال فرمائے۔ فجزاهم الله خير الجزاء۔

اے اللہ اِس کتاب کو ہم سب کے حسنات میں اضافے کے باعث بنا۔ آمین۔

آخیر میں قارئین سے عاجزانہ درخواست ہے کہ کسی طرح کی بھی کوئی فروگذاشت دیکھیں، جس کا امکان ہی نہیں؛ بلکہ یقین ہے، تو برائے کرم ضرور مطلع فرمائیں؛ تاکہ اگلے ایڈیشن میں اس کمی کو دور کیا جاسکے۔

ہمارے رفیق مکرم ''الفلاح اکیڈمی'' کے ڈائریکٹر جناب مولانا آصف محمود صاحب قاسمی بھی شکریے کے مستحق ہیں، جنھوں نے اپنے مکتبہ سے اِس کی اشاعت کی ذمے داری قبول کی، اللہ تعالیٰ اپنے شایانِ شان اُن کو بدلہ نصیب فرمائے۔ آمین۔

مفسرِ قرآن جناب حافظ عبدالرحمٰن صاحبؒ کے پرپوتے جناب ''ہلال اشہر صاحب'' بھی شکریے کے مستحق ہیں، جنھوں نے پوری کتاب کی کمپوزنگ اور ڈیزائن کا کام بہترین انداز میں کیا۔ جزاك الله خيراً

اللہ تعالیٰ مضامین کے اس سلسلے کو بے حد قبول فرمائے اور امّت کے لیے نافع بنائے، ہمارے لیے، ہمارے والدین، اساتذہ اور مشائخ اور جن کتابوں سے استفادہ کیا ہے، اُن کے مصنفین کے لیے رفعِ درجات کا ذریعہ بنائے اور ہم سب کو ہر قسم کے ظاہری اور باطنی شرور وفتن سے محفوظ فرمائے۔ آمین۔

فقط والسلام مع الاحترام

محمد اسلم امروہی غفرلہٗ

خادم التدریس جامعہ اسلامیہ عربیہ

جامع مسجد، امروہہ

یکم شعبان ۱۴۴۳ھ/ بہ مطابق ۴/ مارچ ۲۰۲۲ء

❑❖❑

کلمات مبارک:

جگر گوشہ شیخ الاسلام، امیر الہند، استاذ مکرم، حضرت اقدس

مولانا سید ارشد صاحب مدنی دامت برکاتہم

صدر المدرسین واستاذ حدیث دار العلوم دیو بند وصدر جمعیۃ علماء ہند

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علی رسولہ الکریم ،اما بعد!

مختلف دینی ،دعوتی ،اصلاحی وتربیتی مضامین پر مشتمل زیر نظر ''مسجد کورس'' نامی کتاب کو دیکھ کر انتہائی خوشی محسوس ہوئی۔ کتاب میں ذکر کردہ مضامین، انسانی زندگی کے مختلف پہلوؤں کو محیط ہیں، نیز ایک ایک مضمون آیات قرآنیہ، احادیث مبارکہ اور اسلاف کرام کے آثار واحوال سے ماخوذ ومستفاد ہے۔

اس لیے امید ہے کہ کتاب ہر خاص وعام کے لیے نہایت مفید ثابت ہوگی۔ خصوصاً ائمہ مساجد کے لیے، تو یہ کتاب ان شاء اللہ بہت بیش قیمت ہے۔ بعض مرتبہ خطباء ومقررین کے خطبات سے، عوام الناس خاطر خواہ فائدہ نہیں اٹھا پاتے ،ایک تو اس لیے کے خطبات بہت لمبے چوڑے ہوتے ہیں۔ دوسرے عام طور پر مقتدیوں کی نفسیات، ان کی صلاحیت، موقع ومحل اور وقت کا خیال نہیں رکھا جاتا اور سخن سازیوں اور ثقیل زبان وبیان اختیار کی جاتی ہے۔

اس کتاب کے مرتب، عزیزم مولوی محمد اسلم امروہی سلمہٗ استاذ جامع مسجد امروہہ نے اس کتاب میں ان دونوں امور پر خاص توجہ دی ہے۔ ہر مضمون چار پانچ منٹ کا ہے، نیز ہر مضمون کی زبان انتہائی سادہ اور عام فہم ہے۔ نماز کے بعد مقتدیوں کو سنانے کے لائق مضامین اس کتاب میں جمع کر دیے گئے ہیں۔

راقم الحروف بارگاہِ خداوندی میں دست بدعا ہے کہ اللہ تعالیٰ موصوف کی اس کاوش کو مقبول عام فرمائے، اور اس سعی مشکور کے صلے میں اجر جزیل اور ثواب عظیم سے نوازے، امت کے لیے اس کو نافع بنائے، موصوف کو اور ان کے جملہ معاونین کو جزاء خیر عطا فرمائے آمین ثم آمین۔

فقط والسلام

(حضرت مولانا) ارشد مدنی (صاحب)

خادم دار العلوم دیوبند

۲۱/شعبان المعظم ۱۴۴۳ھ

۲۵/مارچ ۲۰۲۲ء

❑❍❒

حوصلہ افزا کلمات

نمونۂ سلف، محدث جلیل حضرت اقدس

مولانا مفتی ابوالقاسم صاحب نعمانی دامت برکاتہم

شیخ الحدیث و مہتمم دارالعلوم دیوبند

باسمہ سبحانہ وتعالیٰ

جناب مولانا مفتی محمد اسلم صاحب امروہی استاذ حدیث جامعہ اسلامیہ عربیہ جامع مسجد، امروہہ کی مرتب کردہ کتاب ''مسجد کورس'' کا مسودہ دیکھا، اور مفتی صاحب سے گفتگو کے دوران، اس کتاب کی ترتیب کا پس منظر اور مقصد معلوم ہوا۔

مسلم معاشرہ میں پھیلی ہوئی عملی و اخلاقی خرابیوں کی اصلاح اور دینی علوم اور معلومات کو عام کرنے کے سلسلہ میں، ان کے جذبات اور مساعی جمیلہ کا علم ہوا۔

''مسجد کورس'' کی شکل میں بہت ہی مختصر اور چند منٹوں پر مشتمل یہ اسباق، زندگی کے تمام اہم شعبوں میں ملت کی رہنمائی کے لیے بہت مفید ہیں۔

دل سے دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ مفتی صاحب کی مساعی کو قبول فرمائے، اور خاص طور پر اس کتاب کو قبول عام بخشے اور ملت کو استفادہ کی توفیق بخشے۔

والسلام

(حضرت مولانا) ابوالقاسم نعمانی (صاحب مدظلہ)

[**شیخ الحدیث ومہتمم**]

دارالعلوم دیوبند

۱۴۴۳/۸/۱۸ھ



کلمات عالیہ

بقیۃ السلف، مخدوم معظم، حضرت اقدس

مولانا سید محمد رابع صاحب حسنی ندوی دامت برکاتہم

ناظم دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنو وصدر آل انڈیا مسلم پرسنل لاء بورڈ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد لله رب العالمين، والصلاة والسلام على سيد المرسلين وخاتم النبيين سيدنا محمد بن عبد الله الأمين، وعلى آله و صحبه أجمعين، وعلى من تبعهم بإحسان ودعا بدعوتهم إلى يوم الدين وبعد!

قرآن مجید میں اللہ رب العزت کا ارشاد ہے: کہ "**وَذَكِّرْ فَإِنَّ الذِّكْرٰى تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِيْنَ.** (سورۃ الذاریات: ۵۵)" کہ توجہ دلاؤ، توجہ دلانا ایمان والوں کو نفع دیتا ہے، اللہ تعالیٰ کی یہ ہدایت بڑی حکمت رکھتی ہے، انسان کو اس کے خالق رب عظیم اللہ تعالیٰ نے بنایا ہے اور اس میں طرح طرح کی صلاحیتیں بھی رکھی ہیں، ان صلاحیتوں میں ایک صلاحیت یہ ہے کہ وہ دوسروں کو دیکھ کر سیکھتا اور ان کی اچھی صفت کو پسند کرتا ہے۔ اس طرح وہ اچھوں کو دیکھتا ہے تو اچھا بنتا ہے، بڑوں کی برائی اگر پُرکشش شکل میں دیکھتا ہے تو اس کو اختیار کر لیتا ہے اور پھر یہی بات سننے میں ہوتی ہے اور وہ پرکشش زبان سے پرکشش بات سنتا ہے، تو اس کو اختیار کرتا ہے، لہٰذا قرآن مجید کا یہ حکیمانہ جملہ "**وَذَكِّرْ فَإِنَّ الذِّكْرٰى تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِيْنَ.** (سورۃ الذاریات: ۵۵)" بہت اثر رکھتا ہے اور مسلمانوں کو جو کہ مومنین میں اپنے کو شمار کرتے ہیں، اس عمل سے ان کو اچھی بات کی طرف توجہ دلائی جائے اور ان میں عام کیا جائے، تو وہ اچھے سے اچھا بن سکتے ہیں۔

اس مصلحت کے تحت پیش نظر مجموعۂ مضامین کے مصنف مولانا محمد اسلم صاحب امروہی نے محسوس کیا کہ یہ عمل آسان اور اختصار کے ساتھ خاص طور سے رمضان کے دنوں میں کیا جائے، تو بہت نفع بخش ہوگا، اس کو سننے والے مختصر انداز میں اچھی بات سن کر فائدہ اٹھائیں گے اور اس طرح اصلاح و دعوت کا کام بھی بخوبی انجام پائے گا؛ چناں چہ موصوف نے یکم رمضان ۱۴۴۲ھ سے ہر نماز کے لیے، دومنٹ کا ایک پیغام تیار کر کے ائمہ حضرات کو بھیجنا شروع کیا اور وہ پابندی کے ساتھ اس کو مقتدیوں کو سنا رہے ہیں اور اب ان مختصر پیغامات و مضامین کو نظر ثانی کے بعد کتابی شکل میں پیش کیا جارہا ہے۔

میں اس کام کو بہت قابل قدر و قابل ستائش سمجھتا ہوں اور اس کی افادیت کو اچھی طرح محسوس کرتا ہوں، اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اس کا فائدہ عام اور مقبول ہو۔

۴رصفر ۱۴۴۴ھ　　　(حضرت مولانا) محمد رابع حسنی ندوی (صاحب مدظلہ)
۲۱رستمبر ۲۰۲۲ء　　　ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ

❑❖❑

تائیدی کلمات

پیکر تواضع، محبوب العلماء و الصلحاء

حضرت مولانا مفتی خورشید انور صاحب نقشبندی مجددی

خلیفہ مجاز حضرت مولانا پیر ذوالفقار صاحب نقشبندی و مہتمم دار العلوم حسن پور

اللہ اللہ اللہ

حامداً و مصلیاً و مسلماً : ماشاء اللہ حضرت مولانا مفتی محمد اسلم صاحب امروہی زید مجدہٗ استاذِ حدیث جامعہ اسلامیہ عربیہ، جامع مسجد، امروہہ نے امتِ مسلمہ کی دینی، اسلامی تعلیم و تربیت پر مختصر اصلاحی مفید مضامین ائمہ مساجد کو واٹ سیپ کے ذریعے رمضان المبارک ۱۴۴۲ھ کو روانہ کیے، جن کو مساجد میں پڑھ کر سنایا گیا، تو ملک و بیرونِ ملک سے اُن کی افادیت کو محسوس کیا گیا اور مفتی صاحب پر اہلِ علم نے اپنی پسندیدگی کے اظہار کے ساتھ اِس کی اشاعت کا اِصرار کیا، جس کو مفتی صاحب شرف قبول سے نواز کر، ذی علم اکابر اور اساتذہ کرام کے مشوروں اور نظروں سے گذار کر شائع فرما رہے ہیں۔

یہ کتاب بنام ''مسجد کورس'' حالاتِ حاضرہ میں عوامی مصروفیتوں اور مخلص ائمہ کرام کی صلاحیتوں کو سامنے رکھ کر مرتب کی گئی ہے، جس کو نہایت مستند و معتبر اور علمی مآخذ سے منتخب کیا گیا ہے۔ جہاں علمی افادیت کا دامن وسیع تر ہے، وہیں ایمان افروز بصیرت افزا ہے۔

اللہ رب العزت بے حد قبول فرما کر علمی صدقۂ جاریہ کا فیض روز افزوں فرمائے۔ آمین ثم آمین۔ والسلام

طالبِ دعاء۔

احقر خورشید انور قاسمی نقشبندی مجدّدی

۱۱/ شعبان ۱۴۴۳ھ/ ۱۵/ مارچ ۲۰۲۲ء

اظہار مسرت

نائب امیر شریعت

حضرت مولانا مفتی محمد سلمان صاحب منصور پوری مدظلہ

استاذ حدیث وفقہ مدرسہ شاہی مرادآباد



نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم،امابعد!

امت کی اصلاح کی فکر، ہر مسلمان خصوصاً ہر عالم دین اور مسجد کے امام پر دینی ذمہ داری ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے نبی اکرم علیہ الصلاۃ والسلام کو حکم دیا ہے کہ ”وَذَکِّرْ فَاِنَّ الذِّکْریٰ تَنفَعُ الْمُؤْمِنِینَ.“ [الذاریات:۵۵] آپ بار بار نصیحت فرماتے رہیے، کیوں کہ نصیحت سے ایمان والوں کو فائدہ ہوتا ہے۔

اسی طرح فرمایا: ”فَذَکِّر اِنَّما اَنتَ مُذَکِّر.“ [الغاشیۃ: ۲۱] کہ آپ نصیحت جاری رکھیے، آپ کو اللہ نے نصیحت کرنے والا ہی بنا کر مبعوث فرمایا ہے۔

اور علماء چوں کہ انبیاء کے وارث ہیں، اس لیے ان کی طرف سے اصلاح ودعوت کا کام مسلسل جاری رہنا چاہیے۔

ہمیں بہت مسرت ہے کہ فاضلِ نوجواں اور فکر مند عالم دین، جناب مولانا مفتی محمد اسلم صاحب امروہی زید علمہٗ وفضلہٗ استاذ جامعہ اسلامیہ جامع مسجد امروہہ، اپنے رفقاء کے ساتھ مسلسل اصلاحی محنت میں لگے ہوئے ہیں اور پورے شہر میں مختلف انداز سے اصلاحی پروگرام چلاتے رہتے ہیں۔

انہیں میں سے ایک اہم انداز یہ بھی اختیار کیا گیا کہ ہر روز حسبِ موقع اور حسبِ ضرورت ایک عنوان پر مختصر مواد جمع کر کے سب ائمہ اور علماء کو بھیج دیا جاتا ہے۔

اب ان سب مضامین کو تحریری شکل میں یکجا کر کے شائع کیا جا رہا ہے۔اس سے اس کا فائدہ مزید وسیع ہوگا۔

دعاء ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ، اس خدمت کو بے حد قبول فرمائے، اور اس مجموعے کو نافعیت سے سرفراز فرمائے، اور موصوف کو اس طرح کی خدمات مسلسل انجام دینے کی توفیق مرحمت فرمائے آمین۔

فقط والسلام

(حضرت مفتی) محمد سلمان منصور پوری (صاحب مدظلہ)

خادم مدرسہ شاہی مرادآباد

۱۹/شعبان ۱۴۴۳ھ/۲۳/مارچ ۲۰۲۲ء



تأثرات

رفیق مکرم، خطیب بے مثال

جناب مولانا مفتی سید محمد عفان صاحب منصور پوری

صدر مدرس واستاذِ حدیث، جامعہ اسلامیہ عربیہ، جامع مسجد، امروہہ

نحمده ونصلي على رسوله الكريم، اما بعد!

دعوت اِلی الخیر، اَمر بالمعروف اور نہی عن المنکر اس اُمت کے امتیازات میں سے ہے اور ہر زمانہ میں ایسے طبقے کا پایا جانا ضروری ہے، جس کے افراد، اس اہم ذمے داری کو بہ حُسن وجوہ انجام دے رہے ہوں، اِس سلسلے کی محنت، معاشرے میں پھیلی ہوئی بدعات وخرافات اور برائیوں کا خاتمہ کرنے میں مؤثر ثابت ہوتی ہیں اور دینی ذہن بنانے میں مددگار ہوتی ہیں۔

اِس وقت ہمارے سامنے ''مسجد کورس'' کے نام سے انسانی زندگی کے مختلف شعبوں سے متعلق نہایت قیمتی نصائح کا مجموعہ ہے، جس کو ترتیب دیا ہے ہمارے رفیق محترم، مدرسہ اسلامیہ عربیہ جامع مسجد امروہہ کے استاذ حدیث اور باتوفیق عالم دین مولانا مفتی محمد اسلم صاحب امروہی زِیْدَ عِلْمُہٗ نے۔

کتاب کے مشمولات کو پڑھنے سے اندازہ ہوگا کہ قرآن وحدیث کی روشنی میں تیار کردہ یہ اصولی اور رہنما ہدایات کس درجہ اہمیت کی حامل ہیں اور ان کے تقاضوں پر عمل انسان کو کس طرح دارین کی سعادتوں کے حصول کا مستحق بنا دیتا ہے۔

مفتی صاحب نے الگ الگ موضوعات پر بہت اہم اور مفید باتیں اختصار کا خاص خیال رکھتے ہوئے جمع کردی ہیں، جس سے کتاب کی افادیت بڑھ گئی ہے؛ اِس لیے کہ مشاہدہ میں یہ آتا ہے کہ زیادہ طویل کلام اور گفتگو، سامعین کی عدمِ رغبت کی وجہ سے نافعیت کا خاص مقام حاصل نہیں کر پاتی۔

حضرات علماء اور ائمہ کرام کے لیے بھی یہ کتاب ایک تحفہ ہے، جس سے اُن کو مختلف موضوعات پر گفتگو کرنے کے لیے مواد دستیاب ہوگا، ہم سمجھتے ہیں کہ اِس کتاب کے اسباق و دروس کا مساجد میں نمازوں کے بعد پڑھا جانا، پڑھنے اور سننے والوں کے لیے یکساں طور پر مفید ثابت ہوگا۔

باری تعالیٰ مفتی صاحب کی اِس علمی اور اصلاحی خدمت کو شرفِ قبول نصیب فرمائیں اور بندگانِ خدا کے لیے اِس کو بے حد نافع بنائیں۔ آمین۔

فقط والسلام

محمد عفان منصور پوری

خادم تدریس مدرسہ اسلامیہ عربیہ جامع مسجد امروہہ

۱۲/شعبان المعظم ۱۴۴۳ھ

۱۶/مارچ ۲۰۲۲ء

❑❖❑

مُقدّمۃ

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّي عَلٰى رَسُوْلِهِ الْكَرِيْم۔۔۔أَمَّا بَعْدُ!

نبوت اور جاہلیت کی جنگ:

بقول مولانا ابوالحسن علی میاں ندویؒ: ”اگر کوئی نا ختم ہونے والی حقیقی اور فیصلہ کُن جنگ ہے، تو وہ نبوت اور جاہلیت کی جنگ ہے۔“ [منصبِ نبوت اور اُس کے عالی مقام حاملین: ص۳]

جاہلیت کی نمائندگی آج کی تمام تر باطل قوتیں کر رہی ہیں اور نبوت کی نمائندگی مسلمان خصوصاً علمائے کرام کر رہے ہیں۔

جاہلیت کا مِشَن:

جاہلیت کے پیشِ نظر معاشرے کو انبیاء علیہم السلام کی ہدایات سے دور کر کے اُس کو خدا بیزار، فسق و فجور، بے حیائی و بدعملی، منشیات و فواحش جیسے انسانیت سوز اور غیر اخلاقی اعمال و افعال میں مبتلا کرنا ہے؛ تاکہ انسانیت کا رشتہ خدا سے بالکل منقطع ہو جائے، یہاں تک کہ انسانی افراد کے دل و دماغ سے خدا، رسول، آخرت، جنت و جہنم جیسے حقائق کا ”کونسیپٹ (تصوّر)“ ہی مٹ جائے، انسان اپنی بداعمالیوں میں اتنے مگن ہو جائیں کہ کبھی اپنی زندگی اور پیدائش کے مقصد کے بارے میں سوچنے اور وِچار کرنے کی فرصت ہی نہ پائیں، حتی کہ وہ اِس دنیا سے اِس حال میں جائیں کہ اپنے خالق و مالک کے باغی و مجرم اور گناہ گار ہوں۔

علمائے کرام کا مِشَن:

جب کہ علمائے کرام معاشرے کی تشکیل، انبیاء اور رُسل کی دی ہوئی ہدایات و تعلیمات پر کرنا چاہتے ہیں، وہ چاہتے ہیں کہ ایک ایسا صالح معاشرہ وجود میں آئے، جس میں چین و سکون کا دور دورہ ہو، ایک ایسا نیک طینت معاشرہ جلوہ افروز ہو، جو خالقِ کائنات کے احکام و نواہی کو پیشِ

نظر رکھ کر دنیا و آخرت کی فلاح و بہبود حاصل کر سکیں، جس معاشرے کے افراد کے درمیان باہمی تعلقات کی مضبوطی و شیفتگی ہو، آپسی خیر خواہی اور ایک دوسرے کے لیے ایثار و قربانی کا جذبہ ہو، ایک ایسا معاشرہ وجود پذیر ہو، جو عقائد و اعمال کی پختگی میں شاگردانِ رسول ﷺ کا عکسِ حقیقی ہو، جو ایک طرف حقوق اللہ کی ادائیگی کرے، تو دوسری طرف اللہ کے بندوں کے حقوق کا پاس دار ہو، ایک ایسا معاشرہ روئے زمین پر جگمگائے جہاں نظم و ضبط کی حکمرانی ہو، جس کا اولین مقصود عقائد، عبادات، معاملات، معاشرت، معاشیات، سیاست، الغرض ہر شعبہ ہائے زندگی میں احکامِ خداوندی کی بجا آوری اور سننِ نبویّہ علی صاحبہا الصلوۃ والسلام کی ادائیگی ہو، قصہ مختصر علماء کے پیشِ نظر ایک اچھے سماج کی بنیاد رکھنا ہے۔

موجودہ ذرائع ابلاغ، جاہلیت کی تبلیغ کا اہم ذریعہ:

باطل اپنے نظریات و اہداف کے معاشرے میں فروغ دینے کے لیے مروجہ جدید ذرائع ابلاغ ٹیوی، موبائل، انٹرنیٹ، میڈیا، اخبار، فلم سازی جیسے ناختم ہونے والے جال کو استعمال کرتا ہے، باطل اِن جدید ذرائع ابلاغ کی مدد سے ہر علاقے، ہر شہر، ہر ملک یہاں تک کہ ہر ہر گھر میں اپنے مخصوص نظریات کی تبلیغ اور نشر و اشاعت کرتا ہے، جس سے وہ بہ آسانی معاشرے کے نظریات، تعلیم، اخلاق، گھر، رہن سہن، معاشرت، معاملات غرض زندگی کے ہر حصے پر منفی اعتبار سے اثر انداز ہوتا ہے، اِس کے علاوہ عصری تعلیم گاہیں بھی اِس وقت باطل کے لیے تبلیغی مراکز کا کام کرتی ہیں۔

جاہلیت کے دُور کرنے میں ائمۂ مساجد کا اہم رول:

علماء کے اِس کارِ نبوت کی ذمے داری کی ادائیگی میں سب سے اہم اور بڑا رول ائمۂ مساجد ہی ادا کر سکتے ہیں، جس طرح باطل کے پاس ذرائع ابلاغ ہیں اُسی طرح ائمۂ مساجد کے پاس معاشرے کی اصلاح و تربیت کے لیے معاشرے کا مقدس ترین ادارہ اور سب سے عمدہ تربیت گاہ، مسجد ہے، گویا مسجد ''گریٹ ایجوکیشنل اِنسٹی ٹیوٹ'' (Great Educational Institute) ہے۔ مساجد اور دیگر عبادت خانوں کے درمیان فرق یہ ہے کہ دیگر مذاہب کے عبادت گھر صرف چند مذہبی

رسوم اور پوجا پاٹھ کے لیے خاص ہوتے ہیں، جب کہ مساجد ایک اسلامی معاشرے میں بہت وسیع کردار رکھتی ہیں، جس کا تعلق صرف صوم وصلاۃ کے ساتھ خاص نہیں؛ بلکہ اسلامی معاشرے کے تمام شعبہ ہائے زندگی سے ہے۔

اِس سچائی سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ قدرت نے مساجد کی صورت میں مسلمانوں کو وہ اجتماعی تربیت گاہیں عطا کی ہیں کہ جس کے سامنے باطل کے تمام ذرائع ابلاغ کوئی وقعت نہیں رکھتے۔

مساجد کی اسلامی حیثیت اور حقیقی پہلو کو انتہائی سنجیدگی سے سمجھنے کی ضرورت ہے، بقول مولانا مناظر احسن گیلانیؒ: ''عمارت کی خاص قسم، جس کا نام ''المسجد'' ہے محمد رسول اللہ ﷺ کا قائم کیا ہوا ایک نظام ہے۔ سب سے پہلی مسجد، جو مدینہ منورہ میں بنائی گئی وہ پانچوں وقت کی نماز کی جگہ بھی تھی، اُس میں صفہ کا مدرسہ بھی تھا، اُسی کے ملحقہ حصے میں مسافر بھی ٹھہرائے جاتے تھے اور زخمیوں کے لیے خیمہ بھی اسی حصے میں گاڑا جاتا تھا، مقدمات بھی اُسی عمارت میں طے ہوتے تھے، بس ہمیں جو کرنا ہے، سب کا نمونہ اُسی پہلی مسجد میں قائم کر دیا گیا تھا۔'' [مقالہ نقاب کشائی]

گویا مسجدِ نبوی عبادت خانہ (Prayer room) بھی تھا، اُسی میں میڈیکل کیمپ (Medicalcamp) بھی تھا، مسجد ہی میں عدالت (Court) بھی تھی الغرض صحابہ جس تفصیلی تعلیم وتربیت کے مرحلے سے گذرے ہیں، اُس کا بیشتر حصہ مسجدِ نبوی میں ہی انجام دیا گیا، اِس کے علاوہ مساجد، میڈیا سیل (Media cell) کا درجہ رکھتی ہیں، مساجد کے ذریعے لاکھوں لوگوں کو، بیک وقت دین کا پیغام پہنچایا جا سکتا ہے، مساجد کے اِس پہلو کو سامنے رکھا جائے، تو یہ سمجھنا دشوار نہیں کہ ائمۂ مساجد معاشرے کی اصلاح و تربیت کے تعلق سے کتنا اہم بنیادی اور بڑا رول ادا کر سکتے ہیں، بس شرط یہ ہے کہ ائمۂ مساجد کو اصلاح العوام کے تعلق سے غفلت شعاری، بے پرواہی اور عدمِ اعتنائی کو ترک کر کے ہمّت و پامردی کا ثبوت دینا پڑے گا۔

مساجد، اُمّت کے ہر فرد تک دین پہنچنے کا ذریعہ:

ہمارے شہر امروہہ میں تقریباً ۲۵۰/ مساجد ہیں، اگر ایک نماز میں تیس نمازی مان لیے

جائیں، تو تیس کو ۲۵۰/ سے ضرب (Multiply) دیا جائے، تو ۷۵۰۰/ نمازی ایک نماز میں مسجد میں آتے ہیں، اب ۷۵۰۰/ کو پانچ (پنج وقتہ نماز) سے ضرب (Multiply) دیا جائے، تو ۳۷۵۰۰/ (سینتیس ہزار پانچ سو) نمازی بنتے ہیں اور اِن اعداد کو سات (ایک ہفتے) سے ضرب دیں، تو ۲۶۲۵۰۰/ (دو لاکھ باسٹھ ہزار پانچ سو) لوگوں تک ایک ہفتے میں پیغام پہنچایا جا سکتا ہے۔

ائمہ مساجد چوں کہ علماء ہیں اور مشنِ نبویہ ﷺ کے حقیقی وارث ہیں، اِس لیے ائمہ مساجد کی ذمے داری ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے مشن کو آگے بڑھائیں اور مساجد میں اِس مشن کو عملی صورت دیں، مذکورہ تخمینی اعداد و شمار کو سامنے رکھا جائے، تو ہر ہفتے مساجد کے ذریعے تقریباً ۲۶۲۵۰۰/ (دو لاکھ باسٹھ ہزار پانچ سو) اور ہر روز پانچوں نمازوں میں تقریباً ۳۷۵۰۰/ (سینتیس ہزار پانچ سو) مسلمانوں کو دین کا پیغام پہنچایا جا سکتا ہے۔

ائمۂ مساجد کی ذمے داری یہ ہوگی کہ لوگوں کے دماغ کو کفر و شرک سے، اُن کی عملی زندگی کو گناہوں سے اور اُن کی عادتوں کو بُرے اخلاق سے پاک کر دیں، اگر ائمۂ مساجد عملی میدان میں محنت کرنے کا عہد کر لیں، تو معاشرے میں ایک انقلاب آ سکتا ہے، ائمہ کے لیے مساجد بہترین میدانِ عمل ہیں، جس میں مسجد کی صورت میں ایک منظّم ادارہ، فضلائے مدارس کی صورت میں اعلیٰ صلاحیت افراد، نمازیوں کی صورت میں طلبہ اور پنج وقتہ نمازوں کی صورت میں اوقاتِ تعلیم ہیں۔

رمضان کام کرنے کا بہترین زمانہ:

اشاعتِ اسلام کے یہ مرکزی ادارے، ماہِ رمضان میں بندگانِ خدا کی موجودگی سے جگمگا جاتے ہیں، حالات کی سازگاری اور دینی ماحول کی فراوانی یہ بتاتی ہے کہ سماج کی اصلاح کا بہترین موقع، ماہِ رمضان ہے؛ کیوں کہ اِس ماہ کی برکت کے سبب خدا کے بندے، شمعِ مساجد کی جانب پروانوں کی مانند کھنچے چلے آتے ہیں، تعلیم کے یہ منظّم اسلامی ادارے، طلبہ کی کثرت سے کھچا کھچ بھرے ہوتے ہیں؛ لیکن افسوس صد افسوس، علماء اپنی مصروفیات اور سفراء اپنے اسفار کی

وجہ سے مساجد میں عوام الناس کے درمیان اُن کی اصلاح وتربیت کی غرض سے وقت نہیں نکال پاتے ہیں اور مساجد میں زیادہ تر مدارس کے طلبہ ہی رہ جاتے ہیں، جن میں سے اکثر عوام کے سامنے بہ ذاتِ خود کسی کتاب سے مواد اخذ کر کے پیش کرنے پر قادر نہیں ہوتے؛ لیکن اُن کے قلوب کام کرنے کے جذبات سے معمور ہوتے ہیں، اگر اُنہیں تیار کردہ مواد دے دیا جائے، تو اُن کے ذریعے ماہِ رمضان المبارک میں اشاعتِ دین کا فریضہ ایک بڑی سطح پر انجام دیا جا سکتا ہے، بس اسی مقصد کے پیشِ نظر ہماری پوری ٹیم نے باہمی مشورے سے ایک منصوبہ بنایا، جس کے تحت ہم نے حتی الامکان ائمہ کے فون نمبرات حاصل کیے اور ''واٹس ایپ'' پر کئی گروپس تشکیل دیے۔

جن میں خاص طور سے ماہِ رمضان المبارک کے اندر ہر نماز میں یہاں تک کہ ہر تروِیحے میں دیدہ زیب ٹائٹل اور دل کش ڈیزائن میں ایمانی، عبادتی، معاملاتی، معاشرتی، سیاسی، سماجی، دعوتی، تربیتی اور اعتقادی مواد پر مشتمل مختصر اور قرآن و حدیث، اکابرین اور بزرگانِ دین کے اقوال واعمال وتجربات سے ماخوذ ومستفاد مضمون تیار کر کے بھیجے گئے، جو ائمہ حضرات، ہر نماز کے بعد اپنے مقتدیان کے سامنے اُس کو پڑھ کر سناتے، رمضان ۱۴۴۳ھ سے تا حال ائمۂ مساجد کے پاس اِن مختصر مضامین کے بھیجنے کا سلسلہ بحمد للہ برابر جاری اور ساری ہے، یہ مضامین صرف امروہہ، یوپی ہی نہیں؛ بلکہ ملک بھر میں پڑھے گئے اور بہی خاہوں کی اطلاعات سے معلوم ہوا کہ یہ مضامین ملک کی سرحدوں کو عبور کر گئے اور دیگر ممالک کی مساجد واصلاحی مجالس میں دلچسپی سے پڑھے اور سنے گئے، ذمے دارانِ مساجد اور ائمہ حضرات کے جو تأثرات ہم تک پہنچے، وہ نہایت مسرّت بخش اور حوصلہ افزا تھے، اِن مضامین کے اثرات بھی ذمے دارانِ مساجد نے کھلی آنکھوں سے مشاہدہ کیے اور بار بار اصرار ہوا کہ اِن مضامین کو کتابی شکل میں مرتب کر دیا جائے، جب اصرار بڑھا، تو میں نے بھی ساتھیوں سے مشورے کے بعد اِس کام کی ہامی بھر لی، خدا کی شان بھی کیا خوب ہے، اُسی نے توفیق بھی دی، ہمّت بھی عطاء کی اور اِس چھوٹی سی کوشش کو مقبولیت سے بھی نوازا، بارگاہِ ایزدی میں مخلصانہ، عاجزانہ اور نیازمندانہ سجدۂ شکر بجا لاتا ہوں کہ اُس نے اِس عاجز، کم علم، معترفِ کم

مائیگی کی دستگیری، مدد ونصرت فرمائی۔

ملک بھر کے اکابر علماء اور ائمۂ کرام نے جن گراں قدر اور حوصلہ افزا کلمات اور مخلصانہ دعاؤں سے نوازا، احقر اُن سب کا تہِ دل سے شکر گذار ہے، اللہ رب العزت اُن سب کو اِس کا بہترین بدلہ عطاء فرمائے، اُن کی یہ ہمّت افزائی، احقر کے لیے بڑی سعادت کی بات ہے۔

کتابِ ھٰذا میں مندرج مضامین کو انتہائی سادہ، عام فہم زبان میں، ادبی تعبیرات و استعارات، لفّاظی اور سُخن سازیوں کے بغیر تیار کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

آخر میں قارئین اور دردمندان ملّتِ بیضا سے دست بستہ، عاجزانہ درخواست ہے، کتاب کے مشمولات میں کوئی علمی، فنّی غلطی دیکھیں، جس کا عین امکان ہے، تو برائے کرم بہ غرضِ اصلاح ہمیں مطلع کریں، ہم ممنون ومشکور رہیں گے۔

اللہ رب العزت ہمیں اور اِس کتاب کو ساری دنیا کے لیے نافع بنائے۔ آمین۔

فقط واللہ الموفق

مفتی محمد اسلم امروہی غفرلہ

خادم تدریس جامع مسجد، امروہہ

۱۰؍شعبان ۱۴۴۳ھ/۱۴؍مارچ ۲۰۲۲ء

❑○❑

اسباق سُنانے سے پہلے ائمہ حضرات یہ کام ضرور کرلیں

کتاب کے مضامین، انتہائی سادہ اور آسان زبان میں لکھنے کی کوشش کی گئی ہے؛ تاکہ ہر عام و خاص کے لیے اُن سے استفادہ ممکن ہو سکے، مضامین کی تیاری میں خالص طور پر مساجد میں آنے والے مقتدیوں کا خاص خیال رکھا گیا ہے، مقتدیانانِ مساجد ذہنی و عملی اعتبار سے مختلف ہوتے ہیں اور اعلیٰ، ادنیٰ ومتوسط درجے کے لوگ مجلس میں ہوں، تو خطاب کرنے والے کی ذمے داری بڑھ جاتی ہے کہ کوئی ایک طبقہ بھی استفادے سے محروم نہ رہے، اسی لیے ائمہ حضرات سے درخواست ہے کہ نمازوں میں اسباق پڑھنے سے قبل چند باتوں کا خیال رکھیں:

(۱) کم از کم ایک بار پوری کتاب کا مطالعہ ضرور فرمالیں؛ تاکہ آپ کے علم میں رہے کہ کتاب میں کیا کیا موجود ہے؛ تاکہ سنانے میں آسانی ہو۔

(۲) اپنی مسجد کے ماحول کو دیکھ کر پنج وقتہ نمازوں میں سے کسی ایک نماز کو سبق پڑھنے کے لیے خاص کرلیں۔

(۳) یہ کون سا مہینہ ہے، کون سا دن ہے اور کس طرح کی مجلس ہیوقت، حالات، حتیٰ کہ گرمی اور سردی تک کا خیال رکھ کر سبق سُنائیں، سبق کے انتخاب کرنے میں ایسا نہ ہو کہ رمضان کے ماہ میں محرم کے فضائل والے اسباق سُنادیں، بہ وقتِ جنازہ، نکاح کی فضیلت سُنادیں۔

(۴) جو سبق سنانے کا ارادہ ہو، پہلے اُس کا اچھی طرح مطالعہ کرلیں؛ تاکہ جو بات سمجھ میں نہ آرہی ہو، تو اُس کو پہلے ہی سمجھ کر حل کرلیں، اگر الفاظ سخت یا بھاری محسوس ہوں، تو اُن کو ہلکے الفاظ میں سمجھا سکیں۔

(۵) کتاب کے مضامین، مساجد کے علاوہ دیگر دینی مجلسوں میں بھی سُنائے جاسکتے ہیں؛ لیکن مجمع کا خاص خیال رکھنا ضروری ہے، مثلاً: نوجوانوں کی مجلس میں عورتوں کے حقوق بتائے جائیں اور عورتوں کی مجلس میں شوہروں کے حقوق!

(۶) کوشش کریں کہ سبق دیکھ کر سُنانے کے بجائے خطاب کے انداز میں سبق کا مضمون سامعین کے سامنے بیان فرمائیں،خواہ یہ بیان تین چار منٹ کا ہو!

(۷)یادرکھیں! کہ یہ کوئی باقاعدہ کتاب نہیں لکھی گئی ہے؛ بلکہ اُن مضامین کا مجموعہ ہے، جو رمضان المبارک میں ہر نماز اور تراویح کے ہر ترویحے کے لیے ائمہ حضرات کی خدمت میں پیش کیے گئے تھے، اِس لیے اِس میں نمازیوں کا خیال رکھا گیا تھا کہ فجر میں لوگوں کی کیا کیفیت ہوتی ہے،ظہر میں،عصر،مغرب اور تراویح میں کیا جلد بازی، اِس لیے بعض سبق بالکل چھوٹے اور بعض تھوڑے بڑے ہیں،آپ حضرات بھی اِن سب باتوں کا خیال رکھتے ہوئے مضامین سنائیں۔

(۸) دورانِ خطاب آسان اور سادہ زبان کا خاص خیال رکھیں، ہمیشہ ادنیٰ درجے کے سامعین کوسامنے رکھ کر بات کریں،اعلیٰ ومتوسط درجے کے سامعین خود فائدہ اُٹھالیں گے۔

(۹)اگر مجمع زیادہ ہواور مُناسب سمجھیں،تو اسباق کھڑے ہوکر سنائیں۔

(۱۰)سلیقے کے ساتھ ٹھہر ٹھہر کر مضمون پڑھیں،جلد بازی بالکل نہ کریں۔

(۱۱) کوئی بات اہم محسوس کریں،تو اُس کو دو سے تین مرتبہ بھی سُنا سکتے ہیں۔

(۱۲)جو اصلاحی کتابیں بھی آپ پہلے سے سُناتے ہیں،اُن کو سناتے رہیں،اگر اُس میں کوئی فائدہ محسوس کریں،تو کسی دوسری نماز کے بعد اُس کو بھی سُنا دیں۔

(۱۳) مدارس کے طلبہ کو انجمن میں یاد کرانے کے لیے بھی یہ مضامین اِن شاء اللہ بہت مفید ثابت ہوں گے؛ اگر ہر ہفتے عُنوان کے مطابق ایک مضمون طالبِ علم کو یاد کرا دیا گیا،تو اِن شاء اللہ دو مہینے میں طالبِ علم کے اندر اپنی بات پیش کرنے کی صلاحیت پیدا ہو جائے گی۔

(۱۴)جس ترتیب سے مضامین آپ حضرات کی خدمت میں بھیجے گئے تھے،ہلکی پُھلکی تبدیلی کے ساتھ اُسی ترتیب کو باقی رکھا گیا ہے۔

(۱۵) دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ مجھے بھی اِن لکھی ہوئی باتوں پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین۔

❑❑❑

شروع اللہ کے نام سے

قرآن کریم کی پیروی کرتے ہوئے ہم بھی اپنی اس کتاب کا آغاز "بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ" ہی سے کرتے ہیں۔

- ❑ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ "كُلُّ امْرٍ ذِىْ بَالٍ لَا يُبْدَأُ فِيْهِ بِبِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ أَقْطَعُ." [كنزالعمال:- ٢٤٩١ عن ابى هريرةؓ]
- ❑ **ترجمہ** : ہر وہ اہم کام جو "بِسْمِ اللّٰهِ" سے شروع نہ کیا جائے، تو وہ ناقص اور ادھورا رہتا ہے۔
- ❑ معلوم ہوا کہ ہر کام "بِسْمِ اللّٰهِ" سے شروع کرنا چاہیے۔ اسی وجہ سے کھانا کھاتے وقت، پانی پیتے وقت، سواری پر سوار ہوتے وقت، گھر میں داخل ہوتے وقت، کوئی خط یا تحریر لکھتے وقت، غرض ہر اچھے کام کے شروع میں اللہ کے نبی ﷺ "بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ" پڑھا کرتے تھے۔ جس کام کا آغاز "بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ" سے نہیں ہوتا، تو اس میں شیطان شریک ہو جاتا ہے اور وہ کام اپنے انجام تک حسنِ خوبی کے ساتھ نہیں پہنچ پاتا۔

اللہ ہمیں ہر کام "بسم اللہ" اور نیت کی درستگی کے ساتھ کرنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین

❑○❑

نیت کی درستگی پر اعمال کی قبولیت کا مدار

دین کے ہر کام میں حسن نیت ضروری ہے۔ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ ''إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ.'' [بخاری: ۲/۱، رقم: ۱-عن عمرؓ] یعنی اعمال کے مقبول ہونے یا نہ ہونے کا مدار نیت پر ہے۔ جیسی نیت ہوگی ویسے ہی اس پر اثرات مرتب ہوں گے۔ یہ حدیث بہت اہم ہے، جسے ہر مسلمان کو ہر وقت یاد رکھنا چاہیے۔

بہت سے محدثین سے منقول ہے کہ وہ اپنی ہر تصنیف و تدریس سے پہلے اس حدیث کی قرات فرمایا کرتے تھے اور حضرت امام بخاریؒ نے اپنی کتاب "بخاری شریف" کو اسی حدیث سے شروع فرمایا ہے؛ تاکہ نیت درست ہو جائے اور ہر دینی محنت خالص رضائے خداوندی کے لیے ہو جائے۔

یاد رکھنا چاہیے کہ نیت کا خلوص بہت سے معمولی کاموں کو نہایت باوزن بنا دیتا جب کہ نیت میں کھوٹ، دِکھنے میں بڑے نظر آنے والے اعمال کو بالکل بے حیثیت کر دیتا ہے۔

- حضرت عمرؓ کا مقولہ ہے "لَا عَمَلَ لِمَنْ لَا نِيَّةَ لَهُ." "یعنی جس کی نیت صحیح نہیں اُس کے عمل کی کوئی حقیقت نہیں۔ [عمدة القاری: ۵۱/۱]
- اِس لیے ہماری نیت، دین کی نشر و اشاعت میں یہ ہونی چاہیے کہ یہ کام ہم خالص اللہ رب العزت کی رضا حاصل کرنے کے لیے کر رہے ہیں، اللہ ہمیں خالص نیتوں کی دولت سے سرفراز فرمائے۔ آمین۔

❑❍❑

امام ومؤذن کا مقام ومرتبہ
اور اُن کی ذمے داریاں

❑❖❑

ائمہ کا مقام اور اُن کا منصب

کسی بھی مسجد کے مصلیان اور سامعین کے دینی مزاج اور علمی معیار پر سب سے گہرا اثر امام کا ہوتا ہے، امامت کا منصب بہت اعلیٰ ہوتا ہے، اِس کو ہلکا ہرگز نہ سمجھیں، آخری حد تک مسجد کو اچھے سے اچھا امام دینے کی کوشش کریں امام کا کتنا بلند اور اونچا مقام ہے، اِس کا اندازہ اِس بات سے بہت اچھی طرح لگایا جاسکتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ پوری زندگی امامت فرماتے رہے اور اپنی زندگی کے بالکل آخر میں اللہ کے رسول نے چند نمازیں حضرت ابوبکر صدیقؓ سے پڑھوائیں۔

اگر امامت کوئی معمولی چیز ہوتی، تو آپ ﷺ کبھی بھی امامت نہ فرماتے۔ امام ترمذیؒ نے ایک حدیث نقل فرمائی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تین قسم کے لوگ قیامت کے دن مُشک کے ٹیلوں پر ہوں گے، اُن میں سے ایک وہ شخص ہے، جس نے لوگوں کی امامت کی اور اس کے مقتدی اس سے خوش رہے۔ عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: " ثَلَاثَةٌ عَلَى كُثْبَانِ الْمِسْكِ - أُرَاهُ قَالَ - يَوْمَ الْقِيَامَةِ: عَبْدٌ أَدَّى حَقَّ اللَّهِ وَحَقَّ مَوَالِيهِ، وَرَجُلٌ أَمَّ قَوْمًا وَهُمْ بِهِ رَاضُونَ، وَرَجُلٌ يُنَادِي بِالصَّلَوَاتِ الْخَمْسِ فِي كُلِّ يَوْمٍ وَلَيْلَةٍ (ترمذی:١٩٨٦)

اس حدیث سے یہ بات بالکل واضح طور پر معلوم ہوتی ہے کہ امامت اللہ کے نزدیک بہت ہی قابلِ عزت عمل ہے اور اللہ تعالیٰ امام کو اپنی خاص رحمت سے نوازیں گے، اِس لیے ائمہ حضرات کی قدر میں کسی طرح کی کمی نہ کریں۔

امام ذمے دار ہے

ایک حدیث میں ہے کہ جو شخص لوگوں کی امامت کرے، تو اُسے اللہ تعالیٰ سے ڈرنا چاہیے اور اسے اچھی طرح جانا چاہیے کہ وہ ذمے دار ہے اور اپنی ذمے داری کے بارے میں اُس سے سوال ہو

گا، اگر وہ (آداب وشرائط کو ملحوظ رکھ کر اچھی طرح امامت کرے گا، تو اسے مقتدیوں کی نمازوں کے بہ قدر ثواب ملے گا، جب کہ اُن نمازیوں کے ثواب میں کوئی کمی نہیں کی جائے گی اور جو بھی امامت میں کوتاہی کرے گا، تو اُس کا وبال امام ہی پر ہوگا۔ (المعجم الاوسط للطبرانی: ۵۹۷؛ الترغیب و الترھیب :۱/ ۱۰

۴۸ -عن عبد اللہ ابن عمرؓ)

ایک حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جو شخص کسی مسجد میں سات برس تک امامت کرے، تو وہ بغیر حساب کتاب کے جنت میں داخل ہوگا اور جو شخص ۴۰ رسال تک اذان دے، تو بغیر حساب کتاب کے جنت میں داخل ہوگا۔

اور ایک روایت میں نبی کریم ﷺ نے ائمہ کرام کے مقام اور مرتبے پر روشنی ڈالتے ہوئے فرمایا: ''تمہارے امام تمہارے سفارشی ہیں یا یوں فرمایا کہ وہ تمہاری طرف سے اللہ کے پاس جانے والے ہیں۔'' (احیاء العلوم: ۱/ ۲۹۶)

احیاء العلوم میں ابو حامد محمد الغزالیؒ نے لکھا ہے: کہ ''بعض اکابر سلف کا قول ہے کہ انبیاء کے بعد علماء سے افضل کوئی نہیں اور علماء کے بعد نماز پڑھانے والے ائمہ سے افضل کوئی نہیں ہے، یہ تینوں فریق اللہ اور اُس کے بندوں کے درمیان واسطہ ہیں، انبیاء اپنی نبوت کی وجہ سے، علماء اپنے علم کی وجہ سے اور نماز پڑھانے والے اپنے دین کے رکن (نماز کی وجہ سے۔)'' (احیاء العلوم: ۱/ ۲۹۴)

اگر ہم یہ چاہتے ہیں کہ آخرت میں ہمیں سفارشی نصیب ہو؛ تاکہ اللہ کے عذاب سے بچ سکیں، تو اپنے امام، علماء اور دینداروں سے دلی محبت کریں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں قدر دانی کی توفیق نصیب فرمائے۔ آمین۔

❑○❑

ائمہ مساجد کی ذمے داریاں

ائمہ مساجد اپنی ذمے داریوں کو محسوس کریں، اُس کو عبادت اور دین وملت کی خدمت سمجھ کرانجام دیں، رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ ''امام نمازیوں کی نماز کا ذمے دار ہوتا ہے۔'' عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: " الْإِمَامُ ضَامِنٌ، وَالْمُؤَذِّنُ مُؤْتَمَنٌ، اللَّهُمَّ أَرْشِدِ الْأَئِمَّةَ وَاغْفِرْ لِلْمُؤَذِّنِينَ. (ابوداؤد: ۵۱۷)

اس حیثیت سے صفوں کی نگرانی، مقتدیوں کا لحاظ، تعدیلِ ارکان اور مقتدیوں کی نماز اور اُن کی دینی حالت کی درستگی کی فکر، یہ سب امام کے فرائض اور ذمے داریوں میں داخل ہیں۔

عوام کا اعتماد مجروح نہ ہونے دیں

ہزار خرابیوں کے باوجود عوام کے ذہن ودماغ میں یہ بات جاں گزیں ہے کہ ائمہ حضرات ہم سے زیادہ نیک ہیں، ائمہ کرام کی ذمے داری ہے کہ اس اعتماد کو مجروح نہ ہونے دیں، ائمہ مساجد کا اصل مقصد مسجد اور اُس کے آس پاس کے ماحول کو صالح ماحول میں بدلنا ہوتا ہے، امام کا کردار اِس ماحول میں موجود تمام لوگوں کے لیے مثالی بن جائے اِس کے لیے ضروری اور لازم ہے کہ:

(۱) ائمہ کا تعلق محلے کے لوگوں کے ساتھ صرف سلام اور مصافحہ کی حد تک نہ ہو؛ بلکہ ان کی خوشی اور غمی میں بھی شرعی اصولوں کو سامنے رکھ کر شریک ہوں اور سنت کے رنگ میں اُنہیں رنگنے کی پوری کوشش کرتے رہیں۔

(۲) مقتدی بیمار ہوں یا اُن کے گھروں میں کوئی پریشانی ہو، تو عیادت کے لیے جائے، اُن کو تسلی دیں، کبھی کبھی اپنے مقتدیوں کی دعوت کریں اور ہدیہ بھی دیں، یہ ذہن سے نکال دیں کہ ہماری تنخواہ کم ہے، اِس سے لوگوں کے دلوں میں امام کا وقار بڑھے گا اور لوگوں کے دلوں میں امام کی محبت آئے گی اور

پھر اس کی باتوں کا ایک خاص اور گہرا اثر مقتدیوں کے دلوں پر پڑے گا۔

(۳) اپنے مقتدیوں میں، جو ضرورت مند ہوں، اُن پر نظر رکھیں اور خود یا دوسروں سے مدد کرانے کی پوری کوشش کریں۔

(۴) جتنا ہو سکے اہل سنت والجماعت کے عقائد کو فروغ دیں، ورنہ بدعات وخرافات، رسومات اور بُرے عقائد بڑھتے جائیں گے۔

(۵) نوجوانوں کو اپنے مشوروں میں ضرور شامل کریں، اُن کے پوچھے گئے سوالات کو بالکل بھی نظر انداز نہ کریں، یاد رکھیں! بغیر نوجوانوں کے کبھی بھی کسی معاشرے میں انقلاب نہیں آ سکتا، جو بات بھی کہی جائے وہ قرآن وحدیث سے مُبرہَن اور مُدلَّل ہو اور لوگوں کی ذہنی سطح، علاقائی، ماحول اور ضرورت کے اعتبار سے ہو۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے ذمے داریوں کو پیغمبرانہ فکر کے ساتھ عملی طور پر انجام دینے کی توفیق نصیب فرمائے۔ آمین۔



ذمے دارانِ مساجد سے کچھ صاف صاف باتیں!

سبق ۱:- اکثر ائمہ کرام اور مؤذنین کو منتظمین سے شکایات رہتی ہیں اور کہیں اِکّا دُکّا واقعات کو چھوڑ کر عموماً وہ شکایات جائز بھی ہوتی ہیں اور عام طور پر اس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ مسجدوں کے منتظمین، مسجدوں اور ان کی اَملاک کو ذاتی ملکیت کی طرح استعمال کرتے ہیں۔امام،مؤذن اور عموماً نمازیوں کی سہولتوں کا، بہت کم خیال رکھتے ہیں۔کبھی کبھی اصلاح کی کوشش میں لوگ متولی کو بدل بھی دیتے ہیں؛لیکن عموماً: دوسرا آنے والا بھی، وہی کرتا ہے، جو اس سے پہلے والا کرتا رہا تھا۔

یاد رکھیں! مسجدوں، مدرسوں اور قبرستانوں وغیرہ کی ذمے داری، بہت بڑی اور نازک ذمے داری ہے، جو ایک بہت اہم خدمت بھی ہے اور عبادت بھی؛لیکن افسوس کہ اس کو آج کل جہاں عزت و جاہ؛ بلکہ افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ اس سے بھی زیادہ گر کر عموماً حصولِ دولت اور اغراضِ نفسانی کی تکمیل کا ذریعہ بنالیا گیا ہے اور یہی وجہ ہے کہ پہلے لوگ متولی بننے اور انتظامی ذمے داری لینے سے جان بچایا کرتے تھے اور آج اسے ہتھیانے اور قبضانے کے لیے طرح طرح کے ہتھکنڈے اختیار کیے جاتے ہیں اور اگر ایک بار ہاتھ آ جائے،تو چھوڑنے کو تیار نہیں ہوتے۔(الامان والحفیظ)

اس لیے اپنے ذمے داران بھائیوں کو دنیا کی رسوائی اور آخرت کی پکڑ سے بچانے کی غرض سے ان شاء اللہ کچھ مفید گذارشات ان کی خدمت میں پیش کی جائیں گی، ذمے دار حضرات ان پر توجہ فرمائیں؛ تاکہ ان کی یہ خدمت آخرت میں خالص رضاءِ الٰہی اور دنیا میں خیر کے پھیلنے کا ذریعہ بن جائے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو صحیح سمجھ نصیب فرمائے اور ہر دینی خدمت کو رضاء خداوندی کے لیے کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین۔

❑○❑

مسجد کی ملازمت سے احتیاط

سبق ۲ :- ہمارا مخلصانہ مشورہ بہت غور وفکر اور بہت سے تجربات کے بعد یہ ہے کہ آدمی کو "معاشی ضرورت" کے حل کے طور پر، تو مسجد کی ملازمت اختیار کرنی ہی نہیں چاہیے۔ مسجد میں آدمی یا تو عبادت، تلاوت، ذکر اور یادِ الٰہی کے لیے آئے، یا دین کی اور مسجد کی خدمت کے لیے۔

جائز حدود میں رہتے ہوئے بھی مسجد کی ملازمت سے مالی فائدہ اٹھانا مقصد نہیں ہونا چاہیے۔ ہماری مراد یہ ہرگز نہیں ہے کہ مسجد کی ملازمت نہ کی جائے یا مسجد کا کوئی کام مزدوری وغیرہ پر نہ کیا جائے، مقصد یہ ہے کہ مسجد کی خدمت صرف اور صرف آخرت میں ثواب کی نیت سے کی جائے اور جو پیسہ مل رہا ہے، اس کو لیں، وہ ضرورت ہے؛ لیکن اس کو مقصد نہ بنائیں۔

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ ''قیامت کے دن ہر ذمے دار سے اس کی ذمے داری کے بارے میں اللہ کے یہاں پوچھ گچھ ہوگی''۔

كُلُّكُمْ رَاعٍ وَكُلُّكُمْ مَسْئُولٍ عَنْ رَعِيَّتِهِ۔ [بخاری:-۵۱۸۸-عن عبد الله ابن عمرؓ]

اس لیے ہر وقت اس کا استحضار رہنا چاہیے کہ قیامت میں مجھے اس کا جواب دینا ہے۔

امیر خورد سید محمد کرمانی نے "سیرُ الاولیاء" میں ایک بڑا عبرت انگیز واقعہ لکھا ہے کہ ''محبوبِ الٰہی'' حضرت خواجہ سید نظام الدین اولیاؒ کے استاذ علامہ شیخ کمال الدین زاہدؒ کو ''غیاث الدین بلبن'' نے جب اپنا امام مقرر کرنے کی پیشکش کی، تو حضرت علامہ نے بادشاہِ وقت کی پیشکش کو یہ کہہ کر ٹال دیا کہ "ہمارے پاس ایک نماز کے علاوہ کوئی اور چیز نہیں بچی ہے، تو کیا بادشاہ سلامت یہ چاہتے ہیں کہ یہ بھی ہمارے پاس سے رخصت ہو جائے؟۔" بادشاہِ وقت یہ جواب سن کر خاموش ہو گئے۔

اس لیے اپنے تمام ذمے داران احباب سے مؤدبانہ درخواست ہے کہ اس نازک اور

اہم ذمے داری سے خود کو دور رکھیں اور اگر یہ ذمے داری اپنی خواہش کے بغیر، بڑوں کی طرف سے کاندھوں پر ڈال دی جائے ،تو اس منصب کی لاج رکھیں ،اللہ سے مسلسل دعائیں اور بڑوں سے اس سلسلے میں مشورے کرتے رہیں ؛تا کہ یہ ذمے داری، پوری ذمے داری کے ساتھ انجام دی جا سکے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنی ذمے داریوں کو بہ حسنِ خوبی انجام دینے کی توفیق نصیب فرمائے۔آمین۔ ❑❍❒

بُری موت سے بچاؤ کا آسان نسخہ

سبق ۳:- بُری موت سے بچاو کے لیے نبی کریمﷺ نے اپنی امت کو یہ نسخہ عطا فرمایا ہے: کہ "آدمی اللہ کی راہ میں دل کھول کر خرچ کرے۔"

اِنَّ الصَّدَقَةَ لَتَرْفَعُ مَيْتَةَ السُّوْءِ۔ (ترمذي:٦٦٤۔عن انس بن مالك)

اور اس پر عمل کا آسان طریقہ یہ ہے کہ گھر میں ایک " گولک" رکھ لیں اور ہر روز جب اپنے بچوں کو پیسے دیں،تو اس میں بھی دس روپے ڈال دیں۔قطرہ قطرہ سمندر بن جاتا ہے،دس روپے روز سے ایک مہینے میں ۳۰۰/روپے اور سال میں ۳۶۰۰/روپے ہو جائیں گے،اور پتہ بھی نہیں چلے گا۔ اس کے علاوہ جب بھی گنجائش اور موقع ہو،اس میں ڈالتے رہیں۔یہی کام اپنے بیوی بچوں سے بھی کرائیں ؛تا کہ وہ بھی اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کے عادی بنیں۔اس فورملے پر غریب سے غریب انسان بھی عمل کر کے خود کو بُری موت سے بچا سکتا ہے۔

مسجد کی انتظامیہ کمیٹی پریشان رہتی ہے کہ امام صاحب اور مؤذن صاحب کی تنخواہ کہاں سے دیں؟ بجلی کا بل کیسے جمع کریں؟ مسجد کی ضروریات کو کیسے پورا کریں؟ **یقین جانیے !** ہماری "چھوٹی سی گولک" کی جمع کی ہوئی رقم،تمام مساجد اور مدارس کی ضروریات کو آسانی سے پورا کر سکتی ہے۔

یاد رکھیں! ایک مسجد کے قریب تقریباً دوسو ۲۰۰ رگھر ہوتے ہیں، اور عموماً، فی گھر ۵ رممبر ہوتے ہیں، تو گویا کہ ایک مسجد کے قریب ایک ہزار ۱۰۰۰ رلوگ رہتے ہیں۔ اب اگر ہر گھر سے صرف دس روپے روز آئیں، تو دوسو ۲۰۰ رکو دس ۱۰ رسے ضرب دینے (ملٹی پلائی کرنے) سے یومیہ ۲۰۰۰ ردو ہزار روپے بنتے ہیں اور ۲۰۰۰ ردو ہزار کو تیس ۳۰ رسے ملٹی پلائی اور ضرب دینے سے ماہانہ ۶۰۰۰۰ رساٹھ ہزار بنتے ہیں اور ۶۰۰۰۰ رساٹھ ہزار کو ۱۲ رسے ضرب دیں (ملٹی پلائی کریں)، تو ۷۲۰۰۰۰ رسات لاکھ بیس ہزار روپے سالانہ بنتے ہیں، تو معلوم ہوا کہ ہماری اس ذرا سی "گولک" سے بہت بڑا کام ہوسکتا ہے، جس کا ہمیں ابھی صحیح اندازہ نہیں ہے۔

اگر آپ کی مسجد کے قریب سو گھر ہیں، تو اس کا آدھا کرلیں، جو ماہانہ تیس ہزار روپے اور سالانہ تین لاکھ ساٹھ ہزار روپے بنتے ہیں۔

ہر مسلمان کے لیے ضروری ہے کہ وہ بری موت سے خود کو بچانے کی ہر ممکن کوشش کرے اور اس کا ایک آسان نسخہ یہ بھی ہے، جو اوپر ذکر کیا گیا ہے۔

اللہ ہمیں پوری حکمت عملی اور پلاننگ کے ساتھ دین کے ہر حکم پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔ □○□

مسجد میں پانی کا انتظام

سبق ۴:- پانی اللہ کی انمول اور عظیم نعمت ہے، قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے بار بار اِس کا تذکرہ کیا ہے۔ یہ پانی جہاں پیاس بجھانے کے کام آتا ہے، وہیں ظاہری اور حکمی نجاستوں کو دور کرنے کا بھی سب سے بڑا ذریعہ ہے۔

إِذْ يُغَشِّيكُمُ النُّعَاسَ أَمَنَةً مِّنْهُ وَيُنَزِّلُ عَلَيْكُم مِّنَ السَّمَاءِ مَاءً لِّيُطَهِّرَكُم بِهِ وَيُذْهِبَ عَنكُمْ رِجْزَ الشَّيْطَانِ وَلِيَرْبِطَ عَلَىٰ قُلُوبِكُمْ وَيُثَبِّتَ بِهِ الْأَقْدَامَ. [سورۂ انفال: ۱۱؛ سورۂ فرقان: ۴۸]

عموماً مساجد میں پینے کا پانی موجود نہیں ہوتا، جس کی وجہ سے خود مسلمان بھی پریشان

رہتے ہیں؛ مگر یہ سمجھا جاتا ہے کہ یہ صرف متولی کی ذمے داری ہے؛ حالاں کہ محلے کا ہر شخص یہ کام کر سکتا ہے کہ روزانہ ایک "واٹر کُولر" رکھوا دے، بعض علاقوں میں مسجد کے قریب دیگر مذاہب کے بھائی رہتے ہیں، وہاں پانی اُن تک اللہ کی بات پہنچانے کا بہترین اور آسان ذریعہ ہو سکتا ہے۔

نبی کریم ﷺ نے پانی پلانے اور اُس کا انتظام کرنے پر بہت زور دیا ہے، حضرت عباسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کہ "سب سے بہترین نیکی پانی پلانا ہے۔"

أَفْضَلُ الصَّدَقَةِ سَقِيُ الْمَاءِ. (مسند أبي يعلى:٤٢٧٣)

اِس لیے ہر مسلمان کو یہ چاہیے کہ کم از کم پینے کے پانی کا ایک "واٹر کُولر" باری باری سے مسجد میں رکھوائیں، جس سے ہر مذہب کا آدمی پانی پیئے، ایسا کریں گے، تو ان شاء اللہ بہت خوش نُما نتائج دیکھنے کو ملیں گے۔

اللہ رب العزت ہمیں انسانیت کی خدمت کے لیے قبول فرمائے آمین۔ ❑❖❑

سَبمَرسِبَل (Submersible) اِس وقت کا کنواں

سبق ۵ :- حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کہ "جہاں پانی کا انتظام ہو، وہاں پر پانی پلانے سے غلام آزاد کرنے کا ثواب ملتا ہے، اور جہاں پانی کی قلّت ہو، وہاں پر پانی پلانے سے ایسا ثواب ملتا ہے گویا کہ اُس نے اُس کو زندہ کر دیا"۔

مَنْ سَقٰى مُسْلِمًا شَرْبَةً مِنْ ماءٍ حَيْثُ يُوجَدُ الماءُ فَكَأَنَّمَا أعتَقَ رَقَبَةً وَمَنْ سَقٰى مُسْلِمًا شَرْبَةً مِنْ ماءٍ حَيْثُ يُوجَدُ الماءُ فَكَأَنَّمَا أَحْيَاهَا. [ابن ماجہ:۲۴۷۴]

حضرت سعد بن عبادہؓ سے آپ نے فرمایا کہ: "کیا تمہیں بغیر خرچ کا صدقہ نہ بتاؤں؟" انہوں نے کہا: کہ "ضرور بتائیے"، آپ ﷺ نے فرمایا: کہ "سَقِيُ الْمَاءِ (لوگوں کو پانی پلاؤ)"۔ [المعجم الكبير:٥٢٤٧]

صدقۂ جاریہ میں مرنے کے بعد کام آنے والے اعمال میں پانی کا انتظام کرنا بھی ہے۔

حضرت سعد بن عبادہؓ کی والدہ کے لیے صدقۂ جاریہ والا عمل معلوم کرنے پر حضور ﷺ نے انہیں پانی کے صدقے کا حکم فرمایا، چناں چہ انہوں نے اپنی ماں کے نام سے ایک کنواں کھدوایا۔[ابو داؤد :۱۶۸۳]عَنْ سَعدِ بن عبادة قال: قلتُ يا رسول الله اِنَّ أمّي ماتَت: أفأتصدَّقُ عَنها؟ قال: نعم: قلتُ: أيُّ الصدقة أفضل؟ قال: سقي الماء. (نسائی:۳٦٦٤)

اِس وقت سَمَرسِبَل کی حیثیت کنوے کی سی ہے، اِس وقت تقریباً ہر گھر میں سَمَرسِبَل لگا ہوا ہے، آسانی سے اپنے ضرورت مند پڑوسیوں کو پانی پہنچایا جا سکتا ہے؛ لیکن طبعیتوں میں اتنا بخل ہو گیا ہے کہ اپنے سگے بھائی اور پڑوسی کو پانی دیتے ہوئے بھی آدمی اپنے دل میں تنگی محسوس کرتا ہے، اگر ایک دو مرتبہ پڑوسی پانی لینے آجائے، تو گھر والوں کو ناگواری ہونے لگتی ہے؛ حالاں کہ اِس پانی کے ذریعے بہت آسانی کے ساتھ بغیر کچھ کیے گھر بیٹھے نیکیاں کمائی جا سکتی ہیں۔

سَمَرسِبَل جن گھروں میں لگا ہوا ہے، ان کو چاہیے کہ اپنے گھر کے باہر ایک ٹوٹی اسی نیت سے لگا دے کہ ضرورت مند پڑوسی جب چاہیں بغیر معلوم کیے پانی لے سکتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں سمجھ نصیب فرمائے اور ہر موقع پر مومنانہ کردار عملی طور پر پیش کرنے کی توفیق نصیب فرمائے۔ آمین۔❑❑❑

دنیا کے پانی کے بدلے جنّت کی شراب

سبق ۲:- حضرت ابو سعیدؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: کہ "جو مسلمان کسی ننگے کو کپڑا پہنائے گا، تو اللہ تعالیٰ اُس کو جنّت کا ہرا لباس پہنائے گا، جو مسلمان کسی بھوکے کو کھانا کھلائے، اللہ تعالیٰ اُس کو جنّت کے پھل کھلائے گا، جو مسلمان کسی پیاسے کو پانی پلائے، اللہ تعالیٰ اُس کو جنّت کی شراب پلائے گا"۔ أَيُّمَا مُسْلِمٍ كَسا مُسْلِمًا ثَوْبًا على عُرْيٍ كَساهُ اللّٰهُ مِنْ خُضرِ الجَنَّة وَأَيُّمَا مُسْلِمٍ أَطْعَمَ مُسْلِمًا عَلَى جُوعٍ أَطْعَمَهُ اللَّهُ مِنْ ثِمَارِ الْجَنَّةِ، وَأَيُّمَا مُسْلِمٍ سَقَى مُسْلِمًا عَلَى ظَمَإٍ سَقَاهُ اللَّهُ مِنَ الرَّحِيقِ الْمَخْتُومِ. [ابو داؤد:۱٦٨٢]

ہمارا مذہبِ اسلام اتنا پیارا اور آسان مذہب ہے کہ اُس میں کتے کو پانی پلانے پر بھی مغفرت ہو جاتی ہے؛ چناں چہ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، ایک شخص جا رہا تھا کہ اسے سخت پیاس لگی، اس نے ایک کنویں میں اتر کر پانی پیا۔ پھر باہر آیا تو دیکھا کہ ایک کتا ہانپ رہا ہے اور پیاس کی وجہ سے کیچڑ چاٹ رہا ہے۔ اس نے (اپنے دل میں) کہا، یہ بھی اس وقت ایسی ہی پیاس میں مبتلا ہے جیسے ابھی مجھے لگی ہوئی تھی۔ (چناں چہ وہ پھر کنویں میں اترا اور) اپنے چمڑے کے موزے کو (پانی سے) بھر کر اسے اپنے منہ سے پکڑے ہوئے اوپر آیا، اور کتے کو پانی پلایا۔ اللہ تعالیٰ نے اُس شخص کے اس کام کو قبول کیا اور اس کی مغفرت فرمائی۔ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا ہمیں چوپاؤں پر بھی اجر ملے گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا، ہر جاندار (کو پانی پلانے) میں (یہی) ثواب ہے۔ بَيْنَا رَجُلٌ يَمْشِي فَاشْتَدَّ عَلَيْهِ الْعَطَشُ، فَنَزَلَ بِئْرًا فَشَرِبَ مِنْهَا، ثُمَّ خَرَجَ، فَإِذَا هُوَ بِكَلْبٍ يَلْهَثُ يَأْكُلُ الثَّرَى مِنَ الْعَطَشِ، فَقَالَ: لَقَدْ بَلَغَ هَذَا مِثْلُ الَّذِي بَلَغَ بِي، فَمَلَأَ خُفَّهُ، ثُمَّ أَمْسَكَهُ بِفِيهِ، ثُمَّ رَقِيَ، فَسَقَى الْكَلْبَ، فَشَكَرَ اللَّهُ لَهُ، فَغَفَرَ لَهُ، قَالُوا: يَا رَسُولَ اللَّهِ، وَإِنَّ لَنَا فِي الْبَهَائِمِ أَجْرًا، قَالَ: فِي كُلِّ كَبِدٍ رَطْبَةٍ أَجْرٌ. [بخاری:-۲۳۶۳عن ابی ھریرۃؓ]

غور فرمایئے! جانوروں کے پانی پلانے پر انسان کی مغفرت ہو جاتی ہے، تو اشرف المخلوقات (انسان) کو پانی پلانے پر کتنا اجر و ثواب ملے گا؟

اللہ تعالیٰ ہمیں ہر جگہ پانی کا انتظام کرنے اور حاجت مندوں کی ضروریات پوری کرنے کی توفیق نصیب فرمائے۔ آمین۔ □□□

مسجدوں کو صاف رکھیں!

سبق ۷ :- مسجد کی خدمات انجام دینا بھی عظیم سعادت ہے، پُرانے دور کے علماء و مشائخ اور ائمہ حضرات اور تمام محلے کے لوگ مسجد کی صفائی کو خوش نصیبی سمجھ کر انجام دیا کرتے تھے اور کیوں نہ کرتے؟ اللہ نے یہ کام تو اپنے نبیوں سے لیا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیمؑ

واسماعیلؑ کو امامت وپیشوائی تو بعد میں عطا فرمائی، سب سے پہلے اللہ نے ان بزرگ ومقدس باپ بیٹوں سے اپنے گھر کی راج گری اور مزدوری کا کام لیا اور حرم شریف کی تعمیر مکمل ہونے کے بعد یہ ہدایت فرمائی تھی کہ تم دونوں میرے اس مبارک گھر کو نمازیوں کے لیے، اعتکاف اور طواف کرنے والوں کے لیے پاک صاف رکھا کرو گے۔

وَإِذْ جَعَلْنَا الْبَيْتَ مَثَابَةً لِّلنَّاسِ وَأَمْنًا وَاتَّخِذُوا مِن مَّقَامِ إِبْرَٰهِيمَ مُصَلًّى وَعَهِدْنَآ إِلَىٰٓ إِبْرَٰهِيمَ وَإِسْمَٰعِيلَ أَن طَهِّرَا بَيْتِيَ لِلطَّآئِفِينَ وَالْعَٰكِفِينَ وَالرُّكَّعِ السُّجُودِ. [سورۂ بقرہ: ۱۲۵]

حقیقت یہ ہے کہ دینی اور روحانی ترقی اور نظامِ خداوندی میں عزت وسربلندی کا مستحق بننے کا یہ بڑا اہم وسیلہ اور ذریعہ ہے، گویا ابراہیم واسماعیلؑ کو خانہ خدا کی جاروب کشی اور نمازیوں کی سہولتوں کے اہتمام کا حکم دیا گیا۔

مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے کہ: حضور اکرم ﷺ مسجد میں جہاں کہیں گردوغبار دیکھتے، تو خود بہ نفسِ نفیس صاف کردیا کرتے تھے۔

إنه عليه السلام كان يتتبع غبارَ المسجد بجريدة. [بذل المجهود: ۲۹۳/۳، بیروت]

مسجد کو جھاڑنے پونچھنے کی اس سے بڑھ کر اور کیا فضیلت ہوگی کہ یہ حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیلؑ کی اور پھر خود سید المرسلین حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی سنت ہے۔

خدا را! اس خدمت کو معمولی نہ سمجھیں اور مسجد کی خدمت کا جو موقع بھی ہاتھ آجائے، اپنی سعادت سمجھ کر خوشدلی کے ساتھ انجام دیں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اور ہماری اولاد کو اس عظیم خدمت میں موت تک لگے رہنے کی توفیق عطا فرمائے آمین۔❑❑❑

مسجد کے انتظامات

سبق ۸:- مسجد کے انتظامی معاملات بہت سے ہوتے ہیں، سادہ طور پر ہم ان کو دو قسموں پر تقسیم کرسکتے ہیں:

بیرونی انتظامات : جیسے مسجد کی جائداد اور دکانوں کے انتظامات، بجلی، پانی کے بل جمع کرنا، مسجد میں رنگ روغن، مسجد کی تعمیر و مرمّت کے کام، اس کے مقدمات کی دیکھ ریکھ، چندے کی فراہمی وغیرہ وغیرہ، یہ کام متولی اور انتظامیہ کمیٹی کے ہیں، ان چیزوں سے امام صاحب کو الگ تھلگ ہی رکھا جائے، تو بہتر ہے۔

مسجد کے اندرونی اور داخلی انتظامات : مسجد کے وہ انتظامات، جن کا نمازیوں کی سہولتوں سے تعلق ہے، جیسے: بیت الخلاء، پیشاب خانوں، غسل خانوں کی صفائی ستھرائی، وضو خانے اور اُس کی نالیوں کی صفائی، نمازوں کے اوقات سے قبل ٹنکی میں پانی فراہم رکھنا، ٹنکیوں کو صحیح رکھنا، لوٹوں کا انتظام، صفوں چٹائیوں، مسجد کے فرش اور طاقوں کی صفائی، روشنی، پنکھوں کُولروں کا درست رکھنا، صفوں پر حسبِ سہولت سردی میں گدوں کا اہتمام اور جب وہ میلے ہو جائیں، تو دھلوانے کا انتظام، لاؤڈ اِسپیکر کی درستگی، نمازیوں کے جوتوں کے تحفظ کا بندوبست وغیرہ، ان تمام کاموں میں انتظامیہ کمیٹی اور متولی کے ساتھ امام صاحب و مؤذن صاحب اور سارے نمازیوں کو ان کا معاون بن کر نمازیوں کی سہولت اور مسجد کی خدمت کی نیت سے تمام کام انجام دینے چاہئیں؛ تاکہ ہماری مسجدیں ہر وقت صاف ستھری رہیں۔ مسجدوں کی در و دیوار پر زیادہ پیسہ نہ لگایا جائے؛ لیکن اُن کو صاف رکھنے کا بھر پور انتظام کیا جائے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو مل جُل کر اپنی اپنی ذمے داریوں کو حسن و خوبی کے ساتھ انجام دینے کی توفیق میسر فرمائے آمین۔ ❑❑❑

مسجد کے انتظامات کا ایک اور پہلو

سبق ۹:- داخلی انتظامات کا دوسرا حصہ وہ ہے، جس کا تعلق خاص اذان، اقامت، نماز، خطبے اور عبادات سے ہے، جیسے: موسم کے مطابق اذان و نماز کے اوقات کا گھٹانا بڑھانا، خطبے میں کب کون سا موضوع اختیار کیا جائے، کوئی بڑے عالم تشریف لائے ہیں، اُن کو

خطاب کی دعوت دی جائے۔کوئی اجنبی شخص تقریر کرنا چاہتا ہے،تو اُس کو اجازت دی جائے یا نہ دی جائے۔تراویح کا انتظام،رمضان میں کوئی مسافر آجائے یا اتفاق سے مسجد میں کوئی آجائے اُن کے سحری و افطار کا انتظام، اِن تمام چیزوں کا تعلق امام صاحب ہی سے ہے، دوسرے لوگ اُن کو توجہ دلا سکتے ہیں، اُن کی اجازت سے اُن کے ساتھ شریک ہو سکتے ہیں؛ لیکن حقیقت میں یہ ذمے داری امام صاحب ہی کی ہے، اِس میں اُن کو خود دل چسپی لینی چاہیے اور جن لوگوں سے مناسب مدد مل سکتی ہو،اُن سے مدد لینی چاہیے۔

خاص طور پر مؤذن صاحب کے سلسلے میں تو بہت ہی غور و فکر سے کام لینا چاہیے، اِس لیے کہ اذان صرف نماز کا بلاوا اور اعلان ہی نہیں ؛ بلکہ یہ ذاتِ خود اسلام کا شعار، اُس کی دعوت اور اُس کا عظیم الشان پیغام ہے، جیسا کہ اذان کے بعد کی دعا سے ظاہر ہوتا ہے۔

حضرت عمر فاروقؓ نے ایک قبیلے کے لوگوں سے معلوم کیا کہ تمہارا مؤذن کون ہے؟ تو انہوں نے بتایا: کہ فلاں غلام۔حضرت عمر نے ناراضگی کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا کہ "اگر میرے پاس خلافت کی ذمے داری نہ ہوتی،تو میں پانچوں نمازوں کے لیے اذان خود دیتا"۔ (طحطاوی علی المراقی:ص ۱۰٤)

اس سے معلوم ہوا کہ مؤذن بھی اعلیٰ درجے کا ہونا چاہیے۔اس لیے امام صاحب کی ذمے داری ہے کہ وہ از خود اچھے مؤذن کا انتظام کریں۔

اللہ ہمیں اسلام کا صحیح پیغام حکمت عملی کے ساتھ امت کے ہر فرد تک پہچانے کی توفیق عطا فرمائے آمین۔□□□

اذان کے متعلق کچھ ضروری ہدایات!

سبق ۱۰ :- اذان کے سلسلے میں چند ضروری اور موٹی موٹی چیزیں پیش کی جا رہی ہیں، جن کا خیال رکھنا، اِس خدمت کی صحیح ادائیگی کے لیے ضروری ہے:

(۱) مؤذن کو کم از کم اتنا لکھنا اور لکھی ہوئی چیزوں کو پڑھنا آنا ضروری ہے کہ نقشۂ اوقات میں پانچوں نمازوں کے اوقات اور طلوع وغروب کو دیکھ سکے اور پھر اسی کے مطابق اذان کہے۔

موسموں کی تبدیلی کے وقت جلدی جلدی نقشہ دیکھتا رہے اور مسجد میں لگے بورڈ پر اُس کا اندراج بھی کرتا رہے۔ ایسا نہ ہو کہ کئی کئی دن تک ایک ہی وقت پر اذان کہتا رہے اور وقت گھٹ بڑھ جائے۔ مثلاً: "ظہر کی نماز، جن مساجد میں اوّل وقت پڑھی جاتی ہے، وہاں ظہر کی اذان عموماً ساڑھے بارہ بجے دے دی جاتی ہے، جب کہ سال کے بعض مہینوں میں ملک کے بہت سے علاقوں میں ساڑھے بارہ بجے ظہر کا وقت ہی نہیں ہوتا۔ مثلاً: دہلی اور اُس کے اطراف میں نصف جنوری سے نصف مارچ تک ساڑھے بارہ بجے ظہر کا وقت ہی نہیں ہوتا۔

(۲) ممبئی، مالے گاؤں میں ۱۵ر فروری کو ظہر کا وقت پون بجے کے بعد ہوتا ہے۔

(۳) جموں اور کشمیر میں مذکورہ تاریخ کو ۱۲ر بج کر ۵۸ر منٹ پر ہوتا ہے۔

(۴) اسی طرح سورت، جے پور، ٹونک اور بیکانیر میں دہلی کے بعد ہوتا ہے۔

لہٰذا اِن مقامات پر ان ایام میں اگر ساڑھے بارہ بجے ظہر کی اذان کہی گئی، تو وہ اذان درست نہ ہوگی اور اِس اذان کو سن کر اگر کسی نے فوراً ہی نماز پڑھ لی، تو اِس کی نماز بھی درست نہیں ہوگی اور اِس کا وبال خود مؤذن پر بھی ہوگا، امام اور پوری انتظامیہ کمیٹی پر بھی۔

اس لیے مؤذن صاحب کو اذان کے ضروری احکام سے واقف ہونا ضروری ہے۔

اللہ ہمیں صحیح علم اور صحیح سمجھ نصیب فرمائے آمین۔ ❑❑❑

رہ گئی رسمِ اذاں............

سبق ۱۱:- احادیث شریفہ سے ثابت ہے کہ مؤذن ایسا شخص ہونا چاہیے، جو باشرع، امانت ودیانت سے متصف اور تقویٰ وطہارت کے اعلیٰ معیار پر فائز ہو۔ ایک حدیث میں وارد ہے کہ آنحضرت ﷺ نے بعض انصاری صحابہؓ سے فرمایا کہ: ''تم اپنا مؤذن ایسے شخص کو مقرر کرنا، جو تم میں سب سے افضل ہو"۔ اِجْعَلُوا مُؤَذِّنَكُمْ أَفْضَلَكُمْ فِي أَنْفُسِكُمْ. (سنن بیہقی:۲۰۰۱)

قیس بن ابی حازمؒ کہتے ہیں کہ ہم امیر المومنین سیدنا حضرت عمر فاروقؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے، تو آپؓ نے ہم سے پوچھا کہ: "تمہارے یہاں مؤذن کون لوگ ہیں؟" ہم نے جواب دیا کہ زیادہ تر مؤذن غلام ہیں، حضرت عمرؓ نے اس پر افسوس کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ: "یہ تو تمہارے اندر بڑی خرابی کی بات ہے، اذان تو اتنی شرافت کی چیز ہے کہ اگر میرے پاس خلافت کی مصروفیت نہ ہوتی، تو میں پنج وقتہ نمازوں کے لیے اذان دیا کرتا۔" عَنْ قَیْسِ بْنِ حَازِمٍؒ قَالَ: قَالَ عُمَرُ: لَوْ کُنْتُ أُطِیْقُ الْأَذَانَ مَعَ الخِلَافَةِ لَأَذَّنْتُ. (السنن الكبرى للبيهقي، كتاب الصلاة، رقم: ٢٠٤١)

افسوس ہے کہ جس صورتِ حال پر حضرت فاروق اعظم نے نکیر فرمائی تھی وہی صورتِ حال آج ہمارے پورے معاشرے میں پیدا ہو چکی ہے۔ بڑے اور با اثر لوگ اذان دینے کو باعث عار سمجھتے ہیں، اور عام طور پر مساجد میں ایسے لوگ مؤذن رکھے جاتے ہیں، جن کی معاشرے میں کوئی وقعت نہیں ہوتی۔ اپنے اوپر خواہ کتنی فضول خرچی کر لیں، مگر مسجدوں کے لیے سستے سے سستا مؤذن ڈھونڈنے کی کوشش کی جاتی ہے، خواہ وہ کیسی ہی غلط اذان دے، اُسے اذان کی مسائل کا علم ہو یا نہ ہو۔ ہونا تو یہ چاہیے کہ اذان ایسی پُرکشش ہو کہ سوئے ہوئے لوگ جاگ جائیں، اذان کی آواز سے رگ وپے میں سنسنی دوڑ جائے، چلتے قدم رُک جائیں اور بے اختیار، قوم مسجد کی طرف چل پڑے، اور نہ صرف مسلمان؛ بلکہ غیر مسلم بھی سُن کر اثر محسوس کیے بغیر نہ رہیں، مگر ہمارے یہاں اذان اس طرح دی جاتی ہے کہ نہ اُس میں کوئی سوز وگداز ہوتا ہے اور نہ کسی روحانی کشش؛ بلکہ محض ایک رسم کی ادائیگی کے طور پر اس عمل کو انجام دے کر اطمینان کر لیا جاتا ہے۔ مؤذن حضرات نہ صرف یہ کہ اذان کے مدوں میں حدود سے تجاوز کرتے ہیں؛ بلکہ بہت سے مؤذن تو اس قدر غلط تلفظ سے اذان دیتے ہیں کہ مطلب بالکل خراب ہو کر رہ جاتا ہے۔ مثلاً: "اللہ" اور "اکبر" کے الف کو کھینچ کر پڑھنا اور "اشہد" کو "آشہد" پڑھنا وغیرہ، اِس طرح کی غلطیاں عام ہیں جن کی اصلاح ضروری ہے۔

رہ گئی رسمِ اذاں، روحِ بلالی نہ رہی،

فلسفہ رہ گیا، تلقینِ غزالیؒ نہ رہی۔ (علامہ محمد اقبالؔ)

اللہ ہمیں اذان کے مقصد کو سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے آمین۔ ☐☐☐

مسجدوں کو خوشبو سے معطّر رکھیں

سبق ۱۲ :- آج کل مسجد میں خوشبو کا اہتمام تقریباً ختم سا ہو گیا ہے؛ حالاں کہ مسجدِ نبوی میں مسلسل "عُود" کا استعمال کیا جاتا تھا۔

حدیث میں ہے کہ حضور اکرم ﷺ مسجد میں خوشبو (عُود وغیرہ) سُلگانے کی ہدایت فرماتے تھے، خاص طور پر جمعے کے دن تو خوشبو کا ضرور اہتمام کرنا چاہیے۔

رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: کہ مسجدوں کے دروازوں کے پاس طہارت خانے بناؤ اور جمعے کے دن مسجدوں میں خوشبو کی دھونی دو۔ وَاتَّخِذُوا عَلَى أَبْوَابِهَا الْمَطَاهِرَ وَجَمِّرُوهَا فِي الْجُمَعِ (ابن ماجه: ۷۵۰ عن واثلة بن الاسقعؓ)

حضرت عائشہؓ کی حدیث میں ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے مسجدوں کو صاف ستھرا رکھنے اور اُن کو خوشبو سے معطر رکھنے کا حکم دیا ہے۔ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: أَمَرَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِبِنَاءِ الْمَسَاجِدِ فِي الدُّورِ، وَأَنْ تُنَظَّفَ وَتُطَيَّبَ. (أبو داؤد: ۴۵۵؛ ترمذي: ۵۹۴)

اسی طرح حضور اکرم ﷺ نے مسجد کے در و دیوار کو خوشبوؤں سے مہکانے کے لیے عطر کا استعمال بھی فرمایا ہے؛ چنانچہ آپ ﷺ ایک بار مسجد میں تشریف لائے، تو دیکھا کہ مسجد کے قبلے والی دیوار پر کسی نے تھوک دیا ہے، تو آپ ﷺ کو بہت ناگواری ہوئی، آپ ﷺ کے دستِ مبارک میں کھجور کی سوکھی ہوئی شاخ تھی، آپ نے اسی سے اسے کھرچا، پھر حاضرین کو مخاطب کر کے فرمایا: کہ "تم میں سے کون ہے، جو یہ پسند کرتا ہو کہ اللہ تعالی اُس سے منہ پھیر لے؟" "۔

حدیث کے راوی حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ یہ لفظ سننا تھا کہ ہم لوگ لرز اُٹھے (کہ اللہ

تعالیٰ اس سے منہ پھیر لے!) آپ ﷺ نے دوبارہ پھر یہی سوال دہرایا، ہم نے عرض کیا: "اللہ کے رسول ہم میں سے کوئی بھی اس بات کو گوارا نہیں کرے گا۔" آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ "جب کوئی شخص نماز کے لیے کھڑا ہوتا ہے، تو "فَإِنَّ اللّٰهَ قَبلَ وجهه ۔" (اللہ تعالیٰ اُس کے چہرے کے سامنے ہی ہوتا ہے، اِس لیے اُسے سامنے کی طرف نہیں تھوکنا چاہیے، پھر آپ نے فرمایا: "عطر لاؤ"؛ چناں چہ محلّے کا ایک نوجوان دوڑا ہوا اپنے گھر گیا اور اپنی ہتھیلی میں عطر لے آیا، آپ نے عطر اُس لکڑی کی نوک پر لیا اور اسے تھوک کی جگہ پر لگا دیا، اُسی وقت سے تم لوگ اپنی مسجدوں میں عطر کا استعمال کرنے لگے۔ عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الْوَلِيدِ بْنِ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ، أَتَيْنَا جَابِرًا - يَعْنِي ابْنَ عَبْدِ اللَّهِ - وَهُوَ فِي مَسْجِدِهِ، فَقَالَ: أَتَانَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي مَسْجِدِنَا هَذَا وَفِي يَدِهِ عُرْجُونُ ابْنِ طَابٍ، فَنَظَرَ فَرَأَى فِي قِبْلَةِ الْمَسْجِدِ نُخَامَةً، فَأَقْبَلَ عَلَيْهَا فَحَتَّهَا بِالْعُرْجُونِ، ثُمَّ قَالَ: " أَيُّكُمْ يُحِبُّ أَنْ يُعْرِضَ اللَّهُ عَنْهُ بِوَجْهِهِ؟ ."ثُمَّ قَالَ: " إِنَّ أَحَدَكُمْ إِذَا قَامَ يُصَلِّي فَإِنَّ اللَّهَ قِبَلَ وَجْهِهِ، فَلَا يَبْصُقَنَّ قِبَلَ وَجْهِهِ، وَلَا عَنْ يَمِينِهِ، وَلْيَبْزُقْ عَنْ يَسَارِهِ تَحْتَ رِجْلِهِ الْيُسْرَى، فَإِنْ عَجِلَتْ بِهِ بَادِرَةٌ فَلْيَقُلْ بِثَوْبِهِ هَكَذَا ."وَوَضَعَهُ عَلَى فِيهِ ثُمَّ دَلَكَهُ، ثُمَّ قَالَ: " أَرُونِي عَبِيرًا ."فَقَامَ فَتًى مِنَ الْحَيِّ يَشْتَدُّ إِلَى أَهْلِهِ، فَجَاءَ بِخَلُوقٍ فِي رَاحَتِهِ، فَأَخَذَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَعَلَهُ عَلَى رَأْسِ الْعُرْجُونِ، ثُمَّ لَطَخَ بِهِ عَلَى أَثَرِ النُّخَامَةِ. قَالَ جَابِرٌ: فَمِنْ هُنَاكَ جَعَلْتُمُ الْخَلُوقَ فِي مَسَاجِدِكُمْ. (أبو داؤد: ۴۸۵-عن جابر بن عبد اللہؓ)

حضرت عمرؓ کو مسجد میں خوشبو کا اِس قدر اہتمام تھا کہ وہ مسجد نبوی میں ہر جمعے کو خود عُود سُلگاتے تھے۔ عَنْ ابْنِ عُمَرَؓ أَنَّ عُمَرَ يُجَمِّرُ الْمَسْجِدَ فِي كُلِّ جُمُعَةٍ. (کنز العمال: ۸/۳۰۳، کتاب الصلاۃ، رقم: ۲۳۰۸۱)

بعض تابعی کو مسجد میں خوشبو لگانے کا اس قدر اہتمام تھا کہ ان کا لقب ہی "مُجَمِّر" خوشبو لگانے والا پڑ گیا تھا۔ (کنز العمال: ۸/۳۰۳، کتاب الصلاۃ، رقم: ۲۳۰۸۱)

اللہ ہم سب کو اس کی توفیق میسر فرمائے۔ آمین۔

❑❑❑

رمضان المبارک کام کرنے کا بہترین زمانہ

اس عنوان کے تحت وہ مضامین یکجا کیے گئے ہیں، جو یکم رمضان المبارک ۱۴۴۲ھ میں ہر نماز اور ہر ترویحے کے لیے، ائمہ کرام کی خدمت میں مسلسل بھیجے گئے۔ اس لیے مضمون کے شروع میں نماز اور ترویحے کی بھی صراحت کردی گئی ہے، لیکن یہ مضامین صرف رمضان میں ہی سنانے کے لیے نہیں لکھے گئے ہیں؛ بلکے اس میں پوری قوت کے ساتھ فکری اصلاح پر زور دیا گیا ہے، اگر ذمہداری کے احساس، صدق دل اور عمل کی نیت کے ساتھ رمضان میں محنت کرلی جائے، تو ان شاء اللہ یقیناً نفع ہوگا۔ [مرتب]



تراویح، رمضان کی رونق

سبق ۱۵ :- اللہ کا شکر ہے کہ اُس نے ایک مرتبہ پھر ہمیں رمضان المبارک عطا فرمایا، جس کی شروعات تراویح سے فرمائی؛ اگر رمضان میں تراویح نہ ہوتی، تو رمضان پھیکا پڑ جاتا۔ رمضان المبارک کی رونق ہی تراویح سے ہے اس لیے حضرت علیؓ فرمایا کرتے تھے کہ "اے اللہ! حضرت عمرؓ کی قبر کو اِس طرح منوّر فرما، جس طرح انہوں نے تراویح میں قرآن کے ذریعے مسجدوں کو پُر رونق کر دیا"۔

"نَوَّرَ اللّٰهُ قَبْرَ عُمَرَ كَمَا نَوَّرَ مَسَاجِدَ اللّٰهِ بِالْقُرْآنِ." [الاستذکار: ۱۵۹/۵؛ غنیۃ الطالبین: ۴۸۷]

اِس لیے ہم سب پورے ذوق وشوق سے تراویح کا اہتمام کریں۔

تراویح رمضان المبارک کا اِسپیشل تحفہ ہے

سبق ۱۶ :- رمضان المبارک میں کی جانے والی ساری عبادتیں بعد میں بھی کی جا سکتی ہیں، مثلاً: کسی عذر کی وجہ سے روزہ نہ رکھ سکے، تو بعد میں اس کی قضاء کی جاسکتی ہے۔ اسی طرح زکاۃ، تلاوت اور دیگر عبادتیں ہیں؛ لیکن اگر (کسی عذر کی وجہ سے) تراویح نہ پڑھ سکے اور وقت نکل جائے، تو اِس شان سے اُس کی تلافی ممکن نہیں۔

اسی وجہ سے نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ "جس نے (اللہ کے وعدوں پر) ایمان اور ثواب کی امید رکھتے ہوئے تراویح پڑھی، اُس کے تمام گناہ معاف کر دیے جائیں گے"۔

مَنْ قَامَ رَمَضَانَ إِيمَانًا وَاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ. [بخاری: ۳۷ عن ابی ہریرہؓ]

نیز ایک ضعیف روایت میں ہے کہ رات کی تراویح کے ہر سجدے پر ۱۵۰۰ (پندرہ سو) نیکیاں لکھی جاتی ہیں اور اُس نمازی کے لیے سرخ یاقوت کا ایک محل بنایا جائے گا جس کے ساٹھ ہزار (۶۰،۰۰۰) دروازے ہوں گے۔ وَلَيْسَ مِنْ عَبْدٍ مُّؤْمِنٍ يُصَلِّيْ فِيْ لَيْلَةٍ (رَمَضَانَ) إِلَّا كَتَبَ اللّٰهُ لَهُ أَلْفًا وَخَمْسَ مِئَةِ حَسَنَةٍ بِكُلِّ سَجْدَةٍ وَبَنٰى لَهُ بَيْتًا

مِّنْ یَاقُوْتَةٍ حَمْرَاءَ، لَهَا سِتُّوْنَ أَلْفَ بَابٍ لِكُلِّ بَابٍ مِّنْهُ قَصْرٌ مِّنْ ذَهَبٍ مُوَشَّحٍ بِیَاقُوْتَةٍ حَمْرَاءَ. [شعب الایمان للبیہقی :۳/۳۱۴،رقم:-۳۶۳۵عن ابی سعید الخدریؓ]

اس لیے خوب خوش دلی اور اطمینان کے ساتھ تراویح پڑھنی چاہیے۔

تراویح کی چار رکعت کے بعد صحابہ کا معمول

سبق ۱۷ :- اللہ کے رسول ﷺ نے تین دن تک تراویح پڑھائی اور چار رکعت کے بعد اتنی دیر بیٹھے جتنی دیر میں چار رکعتیں ہوئیں۔

حضرات صحابہ مکہ مکرمہ کے دور میں چار رکعت کے بعد اتنی دیر بیٹھتے تھے کہ بعض صحابہ خالی بیٹھنے کے بجائے طواف کرلیا کرتے تھے اور مدینہ منوّرہ میں صحابہ چار رکعت نفل پڑھ لیا کرتے تھے۔ وَأَهْلُ مَكَّةَ يَطُوْفُوْنَ وَأَهْلُ الْمَدِيْنَةِ يُصَلُّوْنَ أَرْبَعًا. [شامی:۲/۴۹۷،زکریا]

اسی وجہ سے بعض علماء کے نزدیک تراویح کی ۳۶/رکعتیں ہیں۔اس کی وجہ یہ تھی کہ صحابہ پوری رات عبادت میں گزارنا چاہتے تھے۔(عمدۃ القاری:۱۱/۱۲۷،۱۲۶)

اور تراویح میں ہماری سستی کرنے کی دو وجوہات ہیں:

- ❑ ایک یہ کہ فضائل اور اہمیت کا علم نہیں۔
- ❑ دوسرا یہ کہ خود اپنے کو بہت کم ہمت سمجھتے ہیں۔
- ❑ اِس لیے یہ سلسلہ شروع کیا جا رہے، جس سے ہمیں فضائل کا علم ہو اور اِس کو سُن کر صحابہ جیسا جذبہ پیدا ہو۔

اللہ رب العزت ہمارے کام کو بآسانی تکمیل کو پہنچائے۔آمین۔ ❑❑❑

خدارا! قرآن کی توہین نہ کیجیے

سبق ۱۸ :- نہایت افسوس کا مقام ہے کہ ہمارے علاقوں میں قرآن کریم کی

ناقدری عام ہوتی جارہی ہے۔لوگ سب سے اچھا حافظ اسے سمجھتے ہیں، جو جلدی جلدی کم وقت میں زیادہ پڑھا کر اُن کی چھٹی کردے، چاہے قرآن صحیح پڑھے یا نہ پڑھے۔ پانچ پانچ، چھ چھ اور دس دس دن کے ختم قرآن کا رواج بڑھتا جارہا ہے اور ایسی جگہ تفریح باز نوجوانوں کی کثرت ہوتی ہے، جو حافظ صاحب کے رکوع میں جانے سے پہلے تک پچھلی صفوں میں شرارت اور چھیڑ چھاڑ میں مشغول رہتے ہیں، ایسے پڑھنے والوں پر بھی لعنت برستی ہے اور سننے والوں پر بھی اور پورا محلّہ اللہ کی رحمت سے محروم رہ جاتا ہے۔ **رُبَّ قارِئٍ يَقْرَأُ القرآنَ، وَالْقرآنُ يَلْعَنُه.** [احیاء العلوم: ۱/۲۷۴، عن انسؓ]

حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ "قرآن کریم کو اشعار کی طرح جلدی جلدی نہ پڑھو اور اُس کو بیکار کھجوروں کی طرح نہ جھڑ جھڑاؤ؛ بلکہ قرآن کے عجائب پر رُکو، اور اُس سے دلوں کو جھنجھوڑو اور تم میں سے کسی کا مقصد صرف سورت ختم کرنا ہی نہ ہو (بلکہ آداب کی رعایت رکھ کر سورت ختم کی جائے)"۔عن ابن عباسؓ قال: قال لی رسولُ اللّٰه ﷺ: یاابنَ عبّاسٍ! إذا قراتَ القرآنَ فَرَتِّلْهُ تَرْتِيلًا، بَيِّنْهُ تَبْيِيْنًا وَلا تَنْثُرْهُ نَثْرَ الدَّقَلِ، وَلا تَهُذَّهُ هَذَّ الشِعْرِ، قِفُوْا عِنْدَ عَجَائِبِهِ، وَحَرِّكُوْا بِهِ الْقُلُوْبَ، وَلا يَكُوْنَنَّ هَمَّ أَحَدِكُمْ آخِرَ السُوْرَةِ. [ابن ابی شیبه، رقم: ۳۰۱۵۸؛ شعب الإیمان: ۲۰۴۰؛ زاد المعاد: ۳۴۰]

قرآن کریم کی اِس توہین کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ نے پچھلے سال اکثر لوگوں کو اِس شان سے قرآن کریم سننے اور تراویح پڑھنے سے محروم کردیا، لہٰذا مساجد کے ذمے دار سوچ سمجھ کر ایسا ہی حافظ تراویح کے لیے مقرّر کریں، جو صاف صاف تجوید کے ساتھ قرآن پڑھنے والا ہو، تاکہ قرآن کریم کی جو توہین کی جارہی ہے اُس پر روک لگ سکے۔

رمضان کا سب سے اہم عمل

سبق ۱۹ :- رمضان المبارک کا سب سے افضل عمل روزہ ہے اور روزہ ہی اس مہینے کی روح اور جان ہے؛ لیکن افسوس کے ساتھ یہ کہنا پڑ رہا ہے کہ آج ہمارے کتنے مسلمان بھائی اور

بہن معمولی معمولی بہانے سے روزہ نہیں رکھتے، خاص کر گرمی کے رمضان میں مزید لاپرواہی برتتے ہیں؛ لیکن وہ کسی دوسرے کو نقصان نہیں پہنچا رہے ہیں؛ بلکہ وہ خود اپنے آپ کو اللہ کی رحمت سے دور کر کے اس کے غضب کے مستحق بنا رہے ہیں، رسول اکرم ﷺ نے روزے کو دوزخ سے بچاؤ کے لیے ڈھال قرار دیا ہے۔ (اللہ روزہ رکھنے والوں کو جہنم کی آگ سے بچالیں گے)۔

الصومُ جُنَّةٌ مِنَ النَّار. [الطبرانی فی الکبیر:۹/۸۳۸۶؛الترغیب والترہیب:۲/-۵۰عن عثمان بن ابی العاصؓ]

سحری میں تہجد کا اہتمام ضرور کریں

سبق ۲۰ :- پچھلی امتوں کا روزہ افطار سے افطار تھا، ان میں سحری نہیں تھی۔ **فَصْلُ مَا بَيْنَ صِيَامِنَا وَصِيَامِ أَهْلِ الْكِتَابِ أُكْلَةُ السَّحَرِ.** [مسلم:-۱۰۹۶عن عمرو بن العاصؓ]

اللہ تعالیٰ نے ہمارے لیے سحری کی نہ صرف اجازت دی ہے، بلکہ اس میں برکت رکھی ہے۔ **تَسَحَّرُوا فَإِنَّ فِي السَّحُورِ بَرَكَةً.** [بخاری:-۱۹۲۳عن انس ابن مالکؓ]

سحری میں اُٹھنے والوں کے لیے اپنی اور فرشتوں کی رحمتوں کے نزول کا وعدہ فرمایا: **إِنَّ اللّٰهَ وَمَلائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى الْمُسَحِّرِينَ.** [الترغیب و الترھیب: ۲/-۲۶۰عن ابی سعید الخدریؓ]

نیز ہمارے اور یہودیوں کے روزے میں اسی کو فرق قرار دیا ہے۔ عقل مندی کا تقاضا یہ ہے کہ اس اِسکیم سے فائدہ اُٹھائیں اور تھوڑی دیر پہلے اُٹھ کر شکرانے کے طور پر چند رکعت تہجد کی ضرور پڑھ لیں؛ تاکہ اللہ کی رحمتوں اور برکتوں کے زیادہ سے زیادہ مستحق بن جائیں۔

اللہ ہمیں عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

پہلی صف میں نماز پڑھیں

سبق ۲۱ :- ہر شخص کو چاہیے کہ وہ مسجد میں جلدی پہنچ کر پہلی صف میں نماز ادا کرنے کی کوشش کرے؛ کیوں کہ پہلی صف میں نماز پڑھنے والوں پر اللہ اور اُس کے رسول ﷺ رحمت بھیجتے ہیں۔

سَمِعْتُ الْبَرَاءَ بْنَ عَازِبٍ، يَقُولُ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ يَقُولُ: إِنَّ اللّٰهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى الصَّفِ الْأَوَّلِ. [ابن ماجہ:-۹۹۷عن براءابن عازبؓ]

نبی کریم ﷺ پہلی صف میں نماز پڑھنے والوں کے لیے تین مرتبہ اور دوسری صف میں نماز پڑھنے والوں کے لیے ایک مرتبہ دعائے مغفرت کرتے تھے۔ عَنْ الْعِرْبَاضِ بْنِ سَارِيَةَ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ كَانَ يُصَلِّي عَلَى الصَّفِّ الْأَوَّلِ ثَلَاثًا وَعَلَى الثَّانِي وَاحِدَةً. [نسائی:-۸۱۷عن عرباض ابن ساریہؓ]

اگر لوگوں کو پہلی صف میں نماز پڑھنے کا ثواب معلوم ہو جائے، تو اُس میں کھڑے ہونے کے لیے قرعہ اندازی کریں۔ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: لَوْ يَعْلَمُ النَّاسُ مَا فِي النِّدَاءِ وَالصَّفِّ الْأَوَّلِ، ثُمَّ لَمْ يَجِدُوا إِلَّا أَنْ يَسْتَهِمُوا عَلَيْهِ لَاسْتَهَمُوا وَلَوْ يَعْلَمُونَ مَا فِي التَّهْجِيرِ، لَاسْتَبَقُوا إِلَيْهِ، وَلَوْ يَعْلَمُونَ مَا فِي الْعَتَمَةِ وَالصُّبْحِ، لَأَتَوْهُمَا وَلَوْ حَبْوًا. [مسلم:۴۳۷]

اِس لیے ہمیں پورے سال ہر نماز کو پہلی صف میں پڑھنے کی پوری کوشش کرنی چاہیے؛ تا کہ ہم اللہ کی رحمتوں کے زیادہ سے زیادہ مستحق بن سکیں، اللہ ہمیں توفیق نصیب فرمائے۔ آمین۔

روزے داروں کا استقبال

سبق ۲۲ :- روزہ رکھنے والے بندے اللہ کو اتنے محبوب ہیں کہ اللہ نے اِن کے لیے جنت میں ایک خاص دروازہ بنایا ہے، جس کا نام "ریّان" ہے، جس سے قیامت کے دن صرف روزے دار ہی داخل ہوں گے۔ کہا جائے گا: کہ روزے دار کہاں ہیں؟ تو وہ کھڑے ہو جائیں گے اور جنت میں اُس دروازے سے داخل ہو جائیں گے، جب وہ داخل ہو جائیں گے، تو وہ دروازہ بند کر دیا جائے گا۔ عَنْ سَهْلٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ، قَالَ: إِنَّ فِي الْجَنَّةِ بَابًا، يُقَالُ لَهُ: الرَّيَّانُ، يَدْخُلُ مِنْهُ الصَّائِمُونَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، لَا يَدْخُلُ مِنْهُ أَحَدٌ غَيْرُهُمْ، يُقَالُ: أَيْنَ الصَّائِمُونَ؟ فَيَقُومُونَ، لَا يَدْخُلُ مِنْهُ أَحَدٌ غَيْرُهُمْ، فَإِذَا دَخَلُوا أُغْلِقَ، فَلَمْ يَدْخُلْ مِنْهُ أَحَدٌ. [بخاری: ۱۸۹۶]

"روزہ" قیامت کے دن اللہ کے دربار میں سفارش کرے گا، روزہ کہے گا: اے میرے رب! میں نے اِس بندے کو دن کے وقت کھانے (پینے) اور جنسی خواہشات پوری کرنے سے روکے رکھا، آپ اِس شخص کے بارے میں میرے سفارش قبول فرمایئے، تو اللہ تعالیٰ اُس کی سفارش قبول فرمائیں گے۔ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِؓ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: اَلصِّيَامُ وَالْقُرْآنُ يَشْفَعَانِ لِلْعَبْدِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يَقُوْلُ الصِّيَامُ: اَیْ رَبِّ مَنَعْتُهُ الطَّعَامَ وَالشَّهَوَاتِ بِالنَّهَارِ فَشَفِّعْنِیْ فِيْهِ، وَيَقُوْلُ الْقُرْآنُ: مَنَعْتُهُ النَّوْمَ بِاللَّيْلِ فَشَفِّعْنِیْ فِيْهِ، قَالَ: فَيُشَفَّعَانِ. [مسند احمد:۶۶۲۶]

روزے کی اہمیت کو خود اللہ کے حبیب جنابِ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے اللہ کے راستے میں ایک دن روزہ رکھا، تو اللہ تعالیٰ اُس کے چہرے کو جہنم سے ستّر (۷۰) سال کی مسافت کے برابر دور کردے گا۔ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِیِّؓ قَالَ: سَمِعْتُ النَّبِیَّ ﷺ يَقُوْلُ: مَنْ صَامَ يَوْمًا فِي سَبِيلِ اللّٰهِ بَعَّدَ اللّٰهُ، وَجْهَهُ عَنِ النَّارِ سَبْعِينَ خَرِيفًا. [بخاری:۲۸۴۰]

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: کہ اگر لوگوں کو رمضان کی رحمتوں اور برکتوں کا پتہ چل جائے، تو وہ تمنّا کریں کہ (کاش) پورے سال رمضان ہی ہوتا۔ لَوْ يَعْلَمُ العبدُ مَا فِی رَمَضَانَ لَوَدَّ أَنْ يَكونَ رَمَضَانَ السَّنَةَ. [شعب الایمان للبیہقی:۳/۳۱۳،رقم:-۳۶۳۴عن ابی مسعود الغفاریؓ]

اِس لیے ہم خوش دلی کے ساتھ روزہ رکھیں اور اِس کی بھوک پیاس میں صبر کریں؛ کیونکہ صبر کا بدلہ جنت ہے۔ اَلصَّبْرُ ثَوابُهُ الجَنَّةُ. [مشکوٰۃ:۱/۱۷۴؛شعب الایمان:۳/۳۰۵عن سلمان فارسیؓ]

رمضان نیکیوں کی سیزن

سبق ۲۳ :- رمضان المبارک کی عظمت اور شان کی وجہ سے رمضان میں کیے جانے والے اعمال کا اجر بھی بڑھا دیا جاتا ہے۔ چناں چہ رمضان کے مہینے میں ایک فرض کا ثواب ستّر فرضوں کی برابر اور نفل کا ثواب ایک فرض کے برابر ملتا ہے۔ مَنْ تَقَرَّبَ فِيْهِ بِخَصْلَةٍ

مِنَ الْخَيْرِ كَانَ لَمَنْ عادى فَرِيْضَةً فِيْمَا سِوَاهُ وَمَنْ عادى فَرِيْضَةً فِيْهِ كَانَ لَمَنْ اَدّٰى سَبْعِيْنَ فَرِيْضَةً فيما سواهُ. [الترغیب والترہیب:۲/۔۷۔۲۱عن سلمان فارسیؓ]

ایک حدیثِ قدسی میں نبی کریم ﷺ اللہ تعالیٰ کا ارشاد نقل کرتے ہیں: کہ ہر نیکی کا اجر ۱۰/گنا سے سات سو (۷۰۰/) گنا تک ملتا ہے؛ لیکن روزہ خاص میرے لیے ہے، اِس لیے میں جتنا چاہوں گا، اِس کا اجر بڑھا کر دوں گا۔ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَؓ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: إِنَّ رَبَّكُمْ يَقُولُ: كُلُّ حَسَنَةٍ بِعَشْرِ أَمْثَالِهَا إِلَى سَبْعِمِائَةِ ضِعْفٍ، وَالصَّوْمُ لِي، وَأَنَا أَجْزِي بِهِ، وَالصَّوْمُ جُنَّةٌ مِنَ النَّارِ، وَلَخُلُوفُ فَمِ الصَّائِمِ أَطْيَبُ عِنْدَ اللّٰهِ مِنْ رِيحِ الْمِسْكِ، وَإِنْ جَهِلَ عَلَى أَحَدِكُمْ جَاهِلٌ وَهُوَ صَائِمٌ فَلْيَقُلْ: إِنِّي صَائِمٌ.

[ترمذی:۷۶۴]

رمضان المبارک کا مہینہ اللہ کے نزدیک اتنی اہمیت رکھتا ہے کہ اِس میں ایک عمرے کا ثواب ایک (مقبول) حج کے برابر تک پہنچ جاتا ہے۔ عَنْ أُمِّ مَعْقِلٍؓ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ، قَالَ: عُمْرَةٌ فِي رَمَضَانَ تَعْدِلُ حَجَّةً. [ترمذی:۹۳۹]

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اِس مہینے کی قدر کرنے کی توفیق نصیب فرمائے۔ آمین۔

روزے کا مقصد حصولِ تقویٰ

سبق ۲۴:- روزے کا سب سے اہم اور بنیادی مقصد یہ ہے کہ اس کی برکت سے انسان کے اندر تقویٰ پیدا ہو جائے یعنی جس طرح انسان روزے میں کھانے پینے اور نفسانی خواہشات سے صرف اس وجہ سے رُکتا ہے کہ اللہ اُسے دیکھ رہا ہے اس کے علاوہ کوئی چیز مانع نہیں ہوتی۔ اللہ تعالیٰ چاہتے ہیں کہ یہی کیفیت انسان کے اندر پوری زندگی کے لیے راسخ ہو جائے اور گناہ کرنے سے پہلے فوراً اس کے دل میں یہ استحضار ہو جائے کہ اللہ اسے دیکھ رہا ہے اور وہ گناہ سے بچ جائے، اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں روزے کی فرضیت کا مقصد یہی بتایا ہے کہ روزے اس لیے فرض کیے گئے ہیں؛ تاکہ تم متقی بن جاؤ۔ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ

عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ. [سورۂ بقرہ:۱۸۳]

اللہ ہمیں روزے کے مقصد پہ کھرا اُترنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

روزہ رکھ کر بھی محروم رہا

سبق ۲۵ :- روزے میں انسان اللہ کی حلال کردہ چیزوں تک کو چھوڑ دیتا ہے وہ حرام چیزوں میں مبتلا رہے، یہ کتنی بے عقلی کی بات ہے، جو روزے کی حالت میں گناہوں سے نہیں بچتے انہیں سوائے بھوک اور پیاس کے کچھ بھی نہیں ملتا، وہ خود اپنے آپ کو تمام برکات سے محروم کررہے ہیں۔ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَؓ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: رُبَّ صَائِمٍ لَيْسَ لَهُ مِنْ صِيَامِهِ إِلَّا الْجُوْعُ، وَرُبَّ قَائِمٍ لَيْسَ لَهُ مِنْ قِيَامِهِ إِلَّا السَّهَرُ. [ترغیب:۲/۱۴۸؛ابن ماجہ:۱۶۹۰]

خصوصًا جو شخص غیبتیں کرتا رہا، تو اُس نے (گویا) روزہ ہی نہیں رکھا۔ عن أنس عن النبي ﷺ قال: مَا صَامَ مَنْ ظَلَّ يَأْكُلُ لُحُوْمَ النَّاسِ. [ابن ابی شیبہ:۲/۲۷۳؛رقم:۸۹۸۳۔عن انسؓ]

اسی طرح جو روزے میں جھوٹ نہ چھوڑے اور بُرے اعمال سے نہ بچے، تو اللہ کو کوئی ضرورت نہیں کہ وہ کھانا پینا چھوڑے۔ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَؓ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: مَنْ لَمْ يَدَعْ قَوْلَ الزُّوْرِ وَالْعَمَلَ بِهِ، فَلَيْسَ لِلّٰهِ حَاجَةٌ فِي أَنْ يَدَعَ طَعَامَهُ وَشَرَابَهُ.

[بخاری:۱/۲۵۵،رقم:۱۹۰۳]

اِس لیے ہم لوگ تمام گناہوں سے اپنے آپ کو بچائیں؛ تاکہ رمضان المبارک کی برکتوں سے پوری طرح مالا مال ہوسکیں۔

رمضان کے روزے کی تلافی نہیں ہوسکتی

سبق ۲۶ :- رمضان کی برکتیں اور رحمتیں روزے دار پر بارش کی طرح برستی ہیں اور یہ برکتیں غیر رمضان میں نہیں مل سکتیں، اسی وجہ سے رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص رمضان کے ایک دن کا روزہ بغیر کسی عذر اور بیماری کے چھوڑ دے، تو زندگی بھر کا روزہ رکھنا اس کی تلافی نہیں کرسکتا۔ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَؓ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: مَنْ أَفْطَرَ يَوْمًا مِنْ

رَمَضَانَ مِنْ غَيْرِ رُخْصَةٍ، وَلَا مَرَضٍ لَمْ يَقْضِ عَنْهُ صَوْمُ الدَّهْرِ كُلِّهِ، وَإِنْ صَامَهُ.

[ترمذی:۱/ ۱۵۳؛ رقم:۷۲۳]

اللہ رب العزت ہمیں رمضان المبارک کی برکتوں سے پورا پورا فائدہ اُٹھانے کی توفیق مرحمت فرمائے۔آمین۔

بچوں کو روزے کی عادت

سبق ۲۷ :- بچوں کو شروع ہی سے دین کی تعلیم دی جائے گی اور ان کا مزاج بنایا جائے گا، تو ان شاء اللہ بعد میں ان کا دینی مزاج بن جائے گا، جن گھرانوں میں بچوں کا مزاج دینی بنایا جاتا ہے وہی بچے آگے چل کر دین کے تقاضوں پر عمل کرتے رہتے ہیں؛ لیکن اگر بچپن میں تربیت نہ کی گئی، تو دینی مزاج بننا بہت مشکل ہوتا ہے، اسی وجہ سے صحابۂ کرام اپنے بچوں کو روزہ رکھواتے، جب وہ مسجد تشریف لے جاتے، تو بچوں کے لیے کھلونے کا انتظام کر دیتے جو اُون سے بنا ہوا ہوتا، اگر وہ کھانے کے لیے روتے، تب بھی ان کو افطاری کے وقت کھادیتے۔ عَنِ الرُّبَيِّعِ بِنْتِ مُعَوِّذِ ابْنِ عَفْرَاءَ، قَالَتْ: أَرْسَلَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ غَدَاةَ عَاشُورَاءَ إِلَى قُرَى الْأَنْصَارِ، الَّتِي حَوْلَ الْمَدِينَةِ: مَنْ كَانَ أَصْبَحَ صَائِمًا، فَلْيُتِمَّ صَوْمَهُ، وَمَنْ كَانَ أَصْبَحَ مُفْطِرًا، فَلْيُتِمَّ بَقِيَّةَ يَوْمِهِ فَكُنَّا، بَعْدَ ذَلِكَ نَصُومُهُ، وَنُصَوِّمُ صِبْيَانَنَا الصِّغَارَ مِنْهُمْ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ، وَنَذْهَبُ إِلَى الْمَسْجِدِ، فَنَجْعَلُ لَهُمُ اللُّعْبَةَ مِنَ الْعِهْنِ، فَإِذَا بَكَى أَحَدُهُمْ عَلَى الطَّعَامِ أَعْطَيْنَاهَا إِيَّاهُ عِنْدَ الْإِفْطَارِ.[مسلم:۱/ ۳۶۰،رقم:۱۱۳۶]

اسی لیے اپنے بچوں کے اندر بھی روزہ رکھنے کا جذبہ پروان چڑھانے کی کوشش کریں۔اللہ ہمیں عمل کی توفیق عطا فرمائے۔آمین۔

جھوٹ تمام برائیوں کی جڑ

سبق ۲۸ :- جس طرح کوئی معاشرہ ظلم کی بنیاد پر قائم نہیں رہ سکتا، اسی طرح کوئی معاشرہ "جھوٹ" کی بنیاد پر زیادہ دیر اپنے آپ کو باقی نہیں رکھ سکتا اور یہی "جھوٹ" کی

بیماری آج ہمارے معاشرے میں پھیلی ہوئی ہے، جس کا انجام دنیا اور آخرت میں ذلت اور رسوائی کے سوا کچھ نہیں ہے۔ دنیا میں جھوٹے آدمی پر سے لوگوں کا بھروسہ اُٹھ جاتا ہے اور آخرت کے بارے میں نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جھوٹ گناہوں کے راستے کھول دیتا ہے اور گناہ جہنم تک پہنچا دیتا ہے اور آدمی جھوٹ بولتے بولتے اللہ کے نزدیک بہت بڑا جھوٹا بن جاتا ہے۔ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِؓ، عَنِ النَّبِیِّ ﷺ، قَالَ: إِنَّ الصِّدْقَ یَهْدِی إِلَی الْبِرِّ وَإِنَّ الْبِرَّ یَهْدِی إِلَی الْجَنَّةِ، وَإِنَّ الرَّجُلَ لَیَصْدُقُ حَتَّی یَكُونَ صِدِّیقًا، وَإِنَّ الْكَذِبَ یَهْدِی إِلَی الْفُجُورِ وَإِنَّ الْفُجُورَ یَهْدِی إِلَی النَّارِ، وَإِنَّ الرَّجُلَ لَیَكْذِبُ حَتَّی یُكْتَبَ عِنْدَ اللّٰهِ كَذَّابًا. [بخاری:-۶۰۹۴عن عبداللہ بن مسعودؓ]

اللہ ہمیں ہمیشہ جھوٹ سے بچائے۔آمین۔

روزے میں بیوی سے صحبت کا حکم

سبق ۲۹ :- جس طرح روزے کے اندر کھانے پینے سے رُکنا ضروری ہے، اسی طرح بیوی کے ساتھ صحبت کرنے سے رُکنا بھی ضروری ہے۔ بعض مرتبہ لوگ فجر کے بعد اپنی بیوی سے صحبت کر لیتے ہیں، جس کی وجہ سے اُن کا روزہ ٹوٹ جاتا ہے اور وہ اپنے آپ کو روزے دار سمجھتے رہتے ہیں؛ لیکن یہ بات یاد رکھیں کہ افطار سے لے کر سحری کا وقت ختم ہونے سے پہلے پہلے بیوی سے صحبت کر سکتے ہیں اور اُس کے لیے فجر کی نماز سے پہلے پہلے غسل کرنا فرض ہے، اور اگر کسی سخت عذر کی وجہ سے غسل نہ کر سکے تب بھی اُس کا روزہ ہو جائے گا؛ لیکن خدا کے واسطے روزے کی حالت میں بیوی سے صحبت نہ کریں، ورنہ لگاتار ساٹھ (۶۰/) روزے رکھنے پڑیں گے اور ایک قضاء کا الگ سے رکھنا پڑے گا۔ وَالْكَفَّارَ تَحْرِیرُ رَقَبَةٍ... فَإِنْ عَجَزَ عَنهُ صَامَ شَهْرَیْنِ مُتَتَابِعَیْنِ لَیْسَ فِیهَا یَوْمُ عِیدٍ وَلَا أَیَّامُ تَشْرِیقٍ فان لَم یَستَطِعِ الصَّومَ أَطْعَمَ سِتِّینَ مِسْكِینًا، وَالشَّرطُ أن یُغَدِّیَهُم وَیُعَشِّیَهُم غَدَاءً وَعَشَاءً مُشبِعَیْنِ. [البحر الرائق: ۲/۲۷۷/شامی،زکریا:۳/۳۹۰]

صفوں کی درستگی

سبق ۳۰ :- نماز کے اندر صفوں کی درستگی بہت ضروری ہے، نبی اکرم ﷺ اِس کا بہت اہتمام فرمایا کرتے تھے۔صفوں کے بیچ میں خلا باقی نہیں رہنی چاہیے؛ ورنہ شیطان سیاہ بکری کی شکل میں آ کراُس میں کھڑا ہوجاتا ہے۔ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍؓ، عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ، قَالَ: رُصُّوا صُفُوفَكُمْ وَقَارِبُوا بَيْنَهَا وَحَاذُوا بِالْأَعْنَاقِ، فَوَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ إِنِّي لَأَرَى الشَّيْطَانَ يَدْخُلُ مِنْ خَلَلِ الصَّفِّ كَأَنَّهَا الْحَذَفُ.[ابو داؤد: ٦٦٧]

حضرت براء بن عازبؓ فرماتے ہیں کہ جب نماز کھڑی ہوتی، تو نبی کریم ﷺ ہمارے سینوں پر ہاتھ پھیر کر فرماتے: کہ "کاندھوں کو کاندھوں سے اور قدموں کو قدموں سے ملالو، اِس لیے کہ اللہ نماز میں بھی وہی کیفیت پسند کرتا ہے، جو قتال میں پسند کرتا ہے، یعنی ایسے کھڑا ہوا جائے، گویا سیسہ پلائی ہوئی دیوار ہوں۔" كان رسولُ اللّٰهِ ﷺ إذا أُقيمَتِ الصلاةُ مسَحَ صُدورَنا، وقال: رُصُّوا المَناكِبَ بالمَناكِبِ، والأقدامَ بالأقدامِ، فإنَّ اللّٰهَ تعالى يُحِبُّ في الصلاةِ ما يُحِبُّ في القِتالِ، كأنَّهم بُنيانٌ مَرصوص. (تخريج مشكل الآثار:-٥٦٢٧ عن براء بن عازبؓ)

صحابہ کرام فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اپنے ہاتھوں سے ہمارے کندھوں کو برابر کرتے اور فرماتے: کہ (صفوں میں) سیدھے کھڑے ہو، ٹیڑھے مت ہو؛ ورنہ تمہارے دلوں میں دوری پیدا ہوجائے گی۔ابو مسعود فرماتے ہیں کہ آج تم صفوں کو سیدھا کرنے میں سستی کررہے ہو، جس کی وجہ سے تمہارے دل میں آپسی اختلاف پیدا ہوگیا ہے۔ عَنْ أَبِي مَسْعُودٍؓ، قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ يَمْسَحُ مَنَاكِبَنَا فِي الصَّلَاةِ، وَيَقُولُ: اسْتَوُوا، وَلَا تَخْتَلِفُوا، فَتَخْتَلِفَ قُلُوبُكُمْ، لِيَلِنِي مِنْكُمْ أُولُو الْأَحْلَامِ وَالنُّهَى ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ، ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ، قَالَ أَبُو مَسْعُودٍ: فَأَنْتُمُ الْيَوْمَ أَشَدُّ اخْتِلَافًا.[مسلم:۱/۱۸۱،رقم:۴۳۲] اللہ ہمیں اپنی صفوں کو درست رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین۔

نمازی کے سامنے سے گزرنا

سبق ۳۱ :- جان بوجھ کر نمازی کے سامنے سے گزرنا گناہ ہے، اگر گزرنے والا جان لے کہ اِس پر کتنی بڑی سزا ہے، تو وہ نمازی کے سامنے سے گزرنے کے بجائے چالیس (۴۰/ سال یا ۴۰/ مہینے) تک کھڑا رہے۔ **عَنْ أَبِي جُهَيْمٍ** يَسْأَلُهُ: مَاذَا سَمِعَ مِنْ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ فِي الْمَارِّ بَيْنَ يَدَيِ الْمُصَلِّي؟ فَقَالَ أَبُو جُهَيْمٍ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: لَوْ يَعْلَمُ الْمَارُّ بَيْنَ يَدَيِ الْمُصَلِّي مَاذَا عَلَيْهِ لَكَانَ أَنْ يَقِفَ أَرْبَعِينَ خَيْرٌ لَهُ مِنْ أَنْ يَمُرَّ بَيْنَ يَدَيْهِ قَالَ أَبُو النَّضْرِ: لَا أَدْرِي، قَالَ: أَرْبَعِينَ يَوْمًا أَوْ شَهْرًا أَوْ سَنَةً. [ترمذی: ۱/۳۶۷، رقم: ۳۳۶]

حضرت کعب احبار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: کہ اگر نمازی کے سامنے سے گزرنے والے کو معلوم ہو جائے کہ اِس پر کتنی سخت سزا ہے، تو وہ اُس کے بدلے زمین میں دھنس جانے کو پسند کرے۔ قَالَ كَعْبُ الْأَحْبَارِ: لَوْ يَعْلَمُ الْمَارُّ بَيْنَ يَدَيِ الْمُصَلِّي مَاذَا عَلَيْهِ، لَكَانَ أَنْ يُخْسَفَ بِهِ، خَيْرًا لَهُ مِنْ أَنْ يَمُرَّ بَيْنَ يَدَيْهِ. [مؤطا امام مالک: ۴۲۳]

مسئلہ: جو مسجد ساٹھ فٹ لمبی چوڑی ہو، تو اُس کے لیے حکم یہ ہے کہ دو صفوں کے بعد نمازی کے آگے سے ضرورت کے وقت گذر سکتے ہیں۔ ومنهم من قدره من قدر صفين او ثلاثة. [فتاوء التاتار خانية، زكريا: ۲/۲۸۵]

اللہ ہمیں بات سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

دوسرے روزے داروں کا بھی خیال

سبق ۳۲ :- ہم اور آپ افطار کرنے کے لیے جتنی چیزیں تیار کرتے ہیں، ہمیں چاہیے کہ ہم اُس میں سے دوسرے روزے داروں کا بھی خیال رکھیں، اِس کی برکت سے دنیا اور آخرت

دونوں جہانوں میں سُرخ روئی حاصل ہوگی۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: کہ جو شخص کسی روزے دار کو روزہ افطار کراتا ہے، تو اُس شخص کو بھی اُتنا ہی ثواب ملے گا، جتنا ثواب روزے دار کو ملتا ہے۔ عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ الْجُهَنِيِّ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: مَنْ فَطَّرَ صَائِمًا، كُتِبَ لَهُ مِثْلُ اَجْرِ الصَّائِمِ لَا يَنْقُصُ مِنْ اَجْرِ الصَّائِمِ شَيْءٌ.[مسند احمد: ۳۷۱۹]

یہ ثواب ایک کھجور کھلانے اور ایک گھونٹ پانی پلانے سے بھی مل جائے گا؛ البتہ جو لوگ روزے دار کو پیٹ بھر کھانا کھلائیں گے، اللہ اُن کو قیامت کے دن حوضِ کوثر سے ایسا پانی پلائیں گے کہ جنت میں جانے تک اُن کو پیاس ہی نہیں لگے گی۔ مَنْ أَشْبَعَ صَائِمًا سَقَاهُ اللّٰهُ مِنْ حَوْضِي شَرْبَةً لَا يَظْمَأُ حَتّٰى يَدْخُلَ الْجَنَّةَ.[شعب الایمان: ۳۶۰۸-عن سلمان الفارسیؓ]

اللہ تعالیٰ ہم سب کو روزے داروں کو افطار کرانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

مردار بھائی کا گوشت

سبق ۳۳:- کسی کی پیٹھ پیچھے اُس کے بارے میں ایسی بات کرنا کہ اگر وہ بات اُس کے سامنے ہوتی، تو اُسے ناگوار گذرتی، اِسے غیبت کہتے ہیں۔ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَؓ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ أَتَدْرُونَ مَا الْغِيبَةُ قَالُوا اللّٰهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ قَالَ ذِكْرُكَ أَخَاكَ بِمَا يَكْرَهُ قِيلَ أَفَرَأَيْتَ إِنْ كَانَ فِي أَخِي مَا أَقُولُ قَالَ إِنْ كَانَ فِيهِ مَا تَقُولُ فَقَدِ اغْتَبْتَهُ وَإِنْ لَمْ يَكُنْ فِيهِ فَقَدْ بَهَتَّهُ.[مسلم: ۲۵۸۹؛ ابوداؤد: ۴۸۷۴]

اللہ نے غیبت کرنے کو اپنے مردار بھائی کے گوشت کھانے سے تعبیر کیا ہے۔ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا كَثِيْرًا مِّنَ الظَّنِّ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ وَّلَا تَجَسَّسُوْا وَلَا يَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ بَعْضًا اَيُحِبُّ اَحَدُكُمْ اَنْ يَّاْكُلَ لَحْمَ اَخِيْهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوْهُ وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ رَّحِيْمٌ. [سورۂ حجرات: ۱۲]

اس لیے کہ غیبت کرنے والا شخص اللہ اور اُس کی مخلوق کی نگاہ میں گر جاتا ہے، غیبت کرنا اور سننا دونوں گناہِ کبیرہ ہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کہ تم مسلمانوں کی غیبت نہ کیا کرو اور نہ اُن

کی عزّتوں سے کھلواڑ کیا کرو، ورنہ اللہ تمہیں گھر بیٹھے ذلیل اور رسوا کردے گا۔ عَنْ أَبِی بَرْزَةَ الْأَسْلَمِیِّ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: يَا مَعْشَرَ مَنْ آمَنَ بِلِسَانِهِ وَلَمْ يَدْخُلِ الْإِيمَانُ قَلْبَهُ لَا تَغْتَابُوا الْمُسْلِمِينَ وَلَا تَتَّبِعُوا عَوْرَاتِهِمْ، فَإِنَّهُ مَنِ اتَّبَعَ عَوْرَاتِهِمْ يَتَّبِعُ اللّٰهُ عَوْرَتَهُ وَمَنْ يَتَّبِعِ اللّٰهُ عَوْرَتَهُ يَفْضَحْهُ فِي بَيْتِهِ.[ابو داؤد: ۴۸۸۰]

غیبت کرنے کا گناہ زنا سے بھی زیادہ ہے۔ عَن اَبی سعیدٍ وجابرٍ قَالَا: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: الْغِيبَةُ أَشَدُّ مِنَ الزِّنَا.[شعب الایمان: ۶۰۴۱؛ مشکوٰۃ: ۴۸۷۴]

اللہ تعالیٰ ہمارے معاشرے کی غیبت جیسے بدترین گناہ سے پوری پوری حفاظت فرمائے۔ آمین۔

غیبت سے کیسے بچیں؟

سبق ۳۴:- غیبت کا علاج بیان کرتے ہوئے خود رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم میں سے جو شخص اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتا ہے، تو اُس کو چاہیئے کہ جب بات کرے خیر کی بات کرے، ورنہ خاموش رہے۔ عَنْ أَبِی هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلَا يُؤْذِ جَارَهُ، وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيُكْرِمْ ضَيْفَهُ، وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيَقُلْ خَيْرًا أَوْ لِيَصْمُتْ.[بخاری: ۶۰۱۸]

اسی طرح کوشش کریں کہ اپنی مجلس میں دوسروں کا تذکرہ نہ کریں۔

اگر اپنے مسلمان بھائی کے سلسلے میں کوئی ناگوار بات ذکر کردی، تو اُنہیں لوگوں کے سامنے اُس کی اچھائی بھی بیان کریں اور اپنے اُس بھائی کے لیے دعا اور استغفار کریں اور خود اُس بھائی سے بُرائی کا تذکرہ کیے بغیر معافی مانگ لیں کہ جانے انجانے میں آپ کی شان میں کوئی گستاخی ہوگئی ہو، تو ہمیں معاف فرمادیں۔

اِس صورت میں امید ہے کہ اللہ تعالیٰ بھی ہمیں معاف فرمادے گا؛ کیوں کہ حقوق العباد میں بندے کا حق ادا کیے بغیر معافی نہیں ملتی۔

اللہ ہمیں بات سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

مومن کو عزت دینے کا مقام

سبق ۳۵ :- ایک مومن کی عزت و آبرو کی حفاظت کرنا تمام مسلمانوں کی اوّلین ذمے داری ہے، حضرت ابن عمرؓ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو طواف کرتے ہوئے دیکھا کہ آپ یہ فرمارہے تھے: کہ "(اے خانۂ کعبہ!) تم کتنے ہی خوش گوار ہو اور تم میں کیسی روحانیت ہے، تمہاری کتنی ہی عزت وعظمت ہے، اُس خدا کی قسم، جس کے قبضے میں محمد (ﷺ) کی جان ہے، اللہ کے نزدیک مومن کی جان اور مال کا احترام تم سے کہیں زیادہ ہے۔" عَنِ بْنُ عُمَرٌ، قَالَ: رَأَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ يَطُوفُ بِالْكَعْبَةِ وَيَقُولُ: مَا أَطْيَبَكِ وَأَطْيَبَ رِيحَكِ، مَا أَعْظَمَكِ وَأَعْظَمَ حُرْمَتَكِ، وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ لَحُرْمَةُ الْمُؤْمِنِ أَعْظَمُ عِنْدَ اللّٰهِ حُرْمَةً مِنْكِ؛ مَالِهِ وَدَمِهِ، وَأَنْ نَظُنَّ بِهِ إِلَّا خَيْرًا.[ابن ماجه: ۳۹۳۰]

اِس لیے اگر ہمارے سامنے کسی مومن کی عزت و آبرو پر حملہ کیا جارہا ہو، تو ہمیں اُس کی عزت کو بچانے کی پوری کوشش کرنی چاہیے، اگر قدرت کے باوجود ہم نے اُس کی عزت کو نہیں بچایا، تو مرنے سے پہلے ہم ضرور ذلیل و بےعزت ہوں گے۔ اللہ تمام مسلمانوں کی عزت کی حفاظت فرمائے۔ آمین۔

مؤمن سخی ہوتا ہے

سبق ۳۶ :- مومن کو سخی ہونا چاہیے، بخیل اور کنجوس مومن اللہ کو پسند نہیں؛ کیوں کہ وہ اللہ سے دور ہوتا ہے، جنت سے بھی دور ہوتا ہے اور وہ لوگوں سے بھی دور ہوتا ہے؛ لیکن ہاں جہنم کے قریب ہوتا ہے، اِس کے برخلاف سخی آدمی اللہ سے بھی قریب ہوتا ہے، جنت سے بھی قریب ہوتا ہے اور لوگ بھی اُس سے بے پناہ محبت کرتے ہیں اور وہ جہنم سے بہت دور ہوتا ہے۔ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةٌ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ، قَالَ: السَّخِيُّ قَرِيبٌ مِنَ اللّٰهِ، قَرِيبٌ

مِنَ الْجَنَّةِ قَرِيبٌ مِنَ النَّاسِ بَعِيدٌ مِنَ النَّارِ، وَالْبَخِيلُ بَعِيدٌ مِنَ اللّٰهِ بَعِيدٌ مِنَ الْجَنَّةِ بَعِيدٌ مِنَ النَّاسِ قَرِيبٌ مِنَ النَّارِ. [ترمذی:۱۹۶۱]

نیز ایک حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کہ "سخاوت جنت میں ایک درخت ہے، جو شخص سخی ہوگا، وہ اُس کی ٹہنی پکڑ کر جنت میں داخل ہو جائے گا۔" عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَؓ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: اَلسَّخَاءُ شَجَرَةٌ فِي الْجَنَّةِ، فَمَنْ كَانَ سَخِيًّا أَخَذَ بِغُصْنٍ مِّنْهَا، فَلَمْ يَتْرُكْهُ الْغُصْنُ حَتّٰى يُدْخِلَهُ الْجَنَّةَ. [شعب الایمان: ۱۰۴۵۱]

اللہ تعالیٰ ہم سب کو سخاوت کے زیور سے آراستہ فرمائے۔ آمین۔

عشاء کے بعد جلدی سونا

سبق ۳۷ :- آج کل عشاء کے بعد دیر تک جاگنے اور صبح دیر سے اُٹھنے کا رواج بڑھتا جا رہا ہے؛ حالاں کہ اِس میں دین اور دنیا دونوں کا بڑا سخت نقصان ہے، دین کا نقصان تو یہ ہے کہ ایسے لوگ عام طور پر تہجد جیسی نعمت سے محروم ہو جاتے ہیں اور کبھی فجر بھی مشکل میں پڑ جاتی ہے، ایک مسلمان کے لیے اِس سے بڑا نقصان اور کیا ہو سکتا ہے؟ اور دنیا کا نقصان یہ ہے کہ ایسے لوگوں کی زندگی سے برکت ختم ہو جاتی ہے اور سکون بھی ختم کر دیا جاتا ہے اور رزق میں تنگی آ جاتی ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کہ صبح کا سونا انسان کے رزق کو روک دیتا ہے۔ اَلصُّبْحَةُ تَمْنَعُ الرِّزْقَ. [مسند احمد:۵۳۳عن عمرو بن عثمان بن عفان عن ابیہ]

اِس لیے رسول اللہ ﷺ کا عشاء کے بعد جلدی سونے کا معمول تھا اور یہی اپنی امت کو پیغام دیا ہے۔ عَنْ أَبِي بَرْزَةَؓ أَنَّهُ قَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: قَبْلَ الْعِشَاءِ الْآخِرَةِ وَالْحَدِيْثَ بَعْدَهَا. [بخاری:۵۶۸] عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ مَسْعُوْدٍؓ قَالَ: لَا سَمَرَ بَعْدَ الصَّلَاةِ يَعْنِي الْعِشَاءَ الْآخِرَةَ إِلَّا لِأَحَدِ رَجُلَيْنِ مُصَلٍّ أَوْ مُسَافِرٍ. [مسند احمد: ۳۶۰۳]

❑❍❑

تراویح کی ۲۰؍رکعت

سبق ۳۸ :- جاننا چاہیے کہ تراویح، رسول اللہ ﷺ، صحابہ کرام اور فقہائے عظام نے ۲۰؍رکعتیں پڑھی ہیں۔ عبد اللہ ابن عباسؓ کی ایک روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ کا رمضان المبارک میں ۲۰؍رکعت الگ سے پڑھنے کا معمول تھا۔ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍؓ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ: كَانَ يُصَلِّيْ فِيْ رَمَضَانَ عِشْرِيْنَ رَكْعَةً ثُمَّ يُوْتِرُ. [مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۲۵/۵، رقم: ۷۷۷٤؛ السنن الکبریٰ للبیہقی: ٤٩٦/٢]

دورِ صحابہ سے لے کر اب تک امتِ مسلمہ کا ۲۰؍رکعت تراویح کا ہی معمول چلا آرہا ہے، حتی کہ حرمین شریفین میں بھی آج تک ۲۰؍رکعت ہی پڑھی جاتی ہیں، اس لیے ۲۰؍رکعت پڑھنے کا اہتمام کرنا چاہیے۔

ہمارے بعض بھائیوں کو ایک حدیث سے غلط فہمی ہوئی، جس میں حضرت عائشہؓ نے فرمایا: کہ آپ ﷺ نے رمضان اور غیر رمضان میں ۸؍رکعت پڑھی ہیں۔ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِؓ، أَنَّهُ سَأَلَ عَائِشَةَؓ : كَيْفَ كَانَتْ صَلاةُ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ فِي رَمَضَانَ ؟ قَالَتْ: مَا كَانَ يَزِيدُ فِي رَمَضَانَ وَلَا غَيْرِهِ عَلَى إِحْدَى عَشْرَةَ رَكْعَةً، يُصَلِّي أَرْبَعَ رَكَعَاتٍ فَلَا تَسْأَلْ عَنْ حُسْنِهِنَّ وَطُولِهِنَّ، ثُمَّ يُصَلِّي أَرْبَعًا فَلَا تَسْأَلْ عَنْ حُسْنِهِنَّ وَطُولِهِنَّ، ثُمَّ يُصَلِّي ثَلَاثًا، فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ، تَنَامُ قَبْلَ أَنْ تُوتِرَ؟ قَالَ: تَنَامُ عَيْنِي وَلَا يَنَامُ قَلْبِي. [بخاری:۱۵۴/۱]

اِس روایت سے وہ لوگ استدلال کرتے ہیں کہ تراویح کی ۸؍رکعت ہیں؛ حالاں کہ اِس روایت کا تعلق تراویح سے نہیں؛ بلکہ تہجد سے ہے؛ کیوں کہ حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ غیر رمضان میں ۸؍رکعت پڑھا کرتے تھے اور رمضان کے علاوہ تو تراویح ہوتی نہیں، ہاں تہجد ہوتی ہے، معلوم ہوا کہ یہ روایت تہجد کے بارے میں ہے نہ کہ تراویح کے بارے میں،

اِس لیے پورے اطمینان کے ساتھ ۲۰ رکعت تراویح پڑھیں اور افواہوں پر دھیان نہ دیں۔
اللہ ہمیں عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

دوسروں کے لیے جینا سیکھیں

سبق ۳۹ :- اسلام نے اللہ اور اُس کے رسول کی اتباع کے ساتھ بندوں کی خدمت اور اُن کے ساتھ ہمدردی اور خیر خواہی کی بڑی تاکید فرمائی۔ آج ہم دیکھتے ہیں کہ لوگ اپنی ضرورت کو دوسروں کی ضرورت پر ترجیح دیتے ہیں اور ہر وقت اپنی ہی ترقی اور اپنی ہی عزّت چاہتے ہیں، اگر چہ اپنے مفاد کو حاصل کرنے میں دوسروں کی عزّت، مال یا جان برباد ہو جائے، اُنہیں فرق نہیں پڑتا؛ حالاں کہ یہ چیز انسانیت اور اسلام کے مزاج کے خلاف ہے، ایسا انسان نہ اللہ کے نزدیک محبوب بن سکتا ہے اور نہ لوگوں کے دلوں میں اُس کی کوئی وقعت ہوتی ہے، اِس لیے ہمیں دوسروں کی ترقی، عزّت اور اُن کی مدد کرنے کی فکر کرنی چاہیے، احادیث میں اِس کی بڑی ترغیب آئی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ جو شخص کسی مسلمان کی دنیاوی پریشانیوں میں سے کوئی پریشانی دور کرے گا، تو اللہ تعالیٰ اُس سے آخرت کی پریشانی کو دور کر دے گا اور جو کسی تنگ دست کے ساتھ آسانی کا معاملہ کرے گا، تو اللہ تعالیٰ اُس کے لیے دنیا اور آخرت میں آسانیاں پیدا کر دے گا اور جو شخص کسی مسلمان کے عیبوں کو چھپائے گا، تو اللہ تعالیٰ دنیا اور آخرت میں اُس کے گناہوں پر پردہ ڈال دیں گے اور اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی اُس وقت تک مدد کرتے رہتے ہیں، جب تک کہ بندہ اپنے بھائی کی مدد میں لگا رہتا ہے۔ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَؓ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: مَنْ نَفَّسَ عَنْ مُؤْمِنٍ كُرْبَةً مِنْ كُرَبِ الدُّنْيَا؛ نَفَّسَ اللّٰهُ عَنْهُ كُرْبَةً مِنْ كُرَبِ يَوْمِ الْقِيَامَةِ. وَمَنْ يَسَّرَ عَلَى مُعْسِرٍ؛ يَسَّرَ اللّٰهُ عَلَيْهِ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ. وَمَنْ سَتَرَ مُسْلِمًا؛ سَتَرَهُ اللّٰهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ. وَاللّٰهُ فِي عَوْنِ الْعَبْدِ مَا كَانَ الْعَبْدُ فِي عَوْنِ أَخِيهِ. وَمَنْ سَلَكَ طَرِيقًا يَلْتَمِسُ فِيهِ عِلْمًا؛ سَهَّلَ اللّٰهُ لَهُ بِهِ طَرِيقًا إِلَى الْجَنَّةِ. وَمَا اجْتَمَعَ قَوْمٌ فِي بَيْتٍ مِنْ

بُيُوتِ اللّٰهِ يَتْلُونَ كِتَابَ اللّٰهِ، وَيَتَدَارَسُونَهُ بَيْنَهُمْ؛ إِلَّا نَزَلَتْ عَلَيْهِمُ السَّكِينَةُ، وَغَشِيَتْهُمُ الرَّحْمَةُ، وَحَفَّتْهُمُ الْمَلَائِكَةُ وَذَكَرَهُمُ اللّٰهُ فِيمَنْ عِنْدَهُ. وَمَنْ بَطَّأَ بِهِ عَمَلُهُ؛ لَمْ يُسْرِعْ بِهِ نَسَبُهُ. [مسلم:-۲۶۹۹عن ابی ہریرہؓ]

اِس لیے تن من دھن سے ہمیں دوسروں کی خدمت میں خلوص کے ساتھ لگ جانا چاہیے۔ اللہ ہمیں عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

❑❖❐

مفلس کون؟

سبق ۴۰:- ایک مرتبہ آپ ﷺ نے صحابہ سے پوچھا: "تم جانتے ہو مفلس کون ہے؟" صحابہ نے فرمایا: کہ "ہم میں سے مفلس وہ ہے، جس کے پاس مال و دولت اور گھر بار نہ ہو"، تو آپ نے ارشاد فرمایا: کہ "میری امّت میں مفلس وہ ہیں، جو قیامت کے دن اِس حال میں آئیں گے کہ اُن کے پاس نمازیں بھی ہوں گی اور روزے بھی، حج، زکوٰۃ و خیرات بھی ہوں گی اور دیگر نیکیاں بھی، مگر اُن سے یہ قصور ہو گیا ہو گا کہ انہوں نے کسی کو گالی دی ہوگی، کسی کا مال ہڑپ لیا ہوگا، کسی کا خون بہایا ہوگا، کسی کو مارا ہوگا، تو اُن کو روک لیا جائے گا اور حقدار کو اُن سے بدلہ دلوایا جائے گا، اگر بدلہ پورا ہونے سے پہلے اُن کی نیکیاں ختم ہو جائیں گی، تو حقداروں کے گناہوں کا بوجھ اُن پر ڈال دیا جائے گا اور اُن کو جہنم میں پھینک دیا جائے گا۔"

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَؓ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: أَتَدْرُونَ مَنِ الْمُفْلِسُ؟ قَالُوا: الْمُفْلِسُ فِينَا يَا رَسُولَ اللّٰهِ مَنْ لَا دِرْهَمَ لَهُ وَلَا مَتَاعَ. قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: الْمُفْلِسُ مِنْ أُمَّتِي مَنْ يَأْتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِصَلَاتِهِ وَصِيَامِهِ وَزَكَاتِهِ، وَيَأْتِي قَدْ شَتَمَ هَذَا، وَقَذَفَ هَذَا، وَأَكَلَ مَالَ هَذَا، وَسَفَكَ دَمَ هَذَا، وَضَرَبَ هَذَا، فَيَقْعُدُ فَيَقْتَصُّ هَذَا مِنْ حَسَنَاتِهِ، وَهَذَا مِنْ حَسَنَاتِهِ، فَإِنْ فَنِيَتْ حَسَنَاتُهُ قَبْلَ أَنْ يُقْتَصَّ مَا عَلَيْهِ مِنَ الْخَطَايَا، أُخِذَ مِنْ خَطَايَاهُمْ فَطُرِحَ عَلَيْهِ، ثُمَّ طُرِحَ فِي النَّارِ. [ترمذی:۲/-۶۷عن ابی ہریرہؓ]

اِس لیے اِس کا ہمیشہ خیال رکھیں کہ ہماری ذات سے کسی کو کسی طرح کا بھی نقصان نہ پہنچے۔ اللہ ہماری حفاظت فرمائے۔ آمین۔

زبان پر قابو

سبق ۴۱ :- ہماری زبان سے کبھی کسی کو تکلیف نہیں ہونی چاہیے، اِس لیے زبان سے جو الفاظ بھی نکالیں وہ خوب سمجھ کر نکالیں؛ کیوں کہ قیامت کے دن اللہ کی نظر میں سب سے بُرا شخص وہ ہوگا، جس کو لوگ اُس کی بدزبانی کی وجہ سے چھوڑ دیں۔ **إِنَّ شَرَّ النَّاسِ عِنْدَ اللّٰهِ مَنْزِلَةً يَوْمَ الْقِيَامَةِ مَنْ تَرَكَهُ النَّاسُ اتِّقَاءَ شَرِّهِ.** عَنْ عَائِشَةَ، قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ إِنَّ شَرَّ النَّاسِ عِنْدَ اللّٰهِ مَنْزِلَةً يَوْمَ الْقِيَامَةِ مَنْ تَرَكَهُ النَّاسُ اتِّقَاءَ شَرِّهِ۔ [بخاری: ۶۰۳۲؛ ابوداؤد: ۴۷۹۱ عن عائشہؓ]

حضرت عقبہ بن عامرؓ نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا: اے اللہ کے رسول، نجات کن اعمال کے کرنے میں ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اپنی زبان روک کر رکھو، اپنے گھر میں رہو اور بلا ضرورت گھر سے باہر نہ پھرو اور اپنی خطاؤں پر رویا کرو۔ عَنْ **عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ، قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ، مَا النَّجَاةُ؟ قَالَ: أَمْسِكْ عَلَيْكَ لِسَانَكَ وَلْيَسَعْكَ بَيْتُكَ وَابْكِ عَلَى خَطِيئَتِكَ.** (ترمذی: ۲۴۰۶) اللہ تعالیٰ ہم سب کی زبان کی حفاظت فرمائے۔ آمین۔

جنازے کی نماز کے فرائض

سبق ۴۲ :- جنازے میں دو چیزیں ضروری ہیں: (۱) کھڑے ہو کر نماز پڑھنا اور (۲) امام کے ساتھ چاروں تکبیریں کہنا۔

چار تکبیریں:

پہلی تکبیر (اَللّٰهُ أَكْبَرُ) کہنے کے بعد ثنا "سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ، وَتَبَارَكَ اسْمُكَ، وَتَعَالَى جَدُّكَ، وَجَلَّ ثَنَاءُكَ، وَلَا إِلٰهَ غَيْرُكَ".

دوسری تکبیر (اَللّٰہُ أَکْبَرُ) کہنے کے بعد درود شریف پڑھنا۔

تیسری تکبیر (اَللّٰہُ أَکْبَرُ) کہنے کے بعد دعا پڑھنا: "اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِحَیِّنَا وَمَیِّتِنَا وَشَاھِدِنَا وَغَائِبِنَا وَصَغِیْرِنَا وَکَبِیْرِنَا وَذَکَرِنَا وَأُنْثَانَا، اَللّٰھُمَّ مَنْ أَحْیَیْتَهُ مِنَّا فَأَحْیِهٖ عَلَی الْإِسْلَامِ وَمَنْ تَوَفَّیْتَهُ مِنَّا فَتَوَفَّهُ عَلَی الْإِیْمَانِ".

چوتھی تکبیر (اَللّٰہُ أَکْبَرُ) کہنے کے بعد سلام پھیرنا۔ وَھِیَ أَرْبَعُ تَکْبِیْرَاتٍ، یَرْفَعُ یَدَیْهِ فِی الْأُوْلٰی فَقَطْ، وَیُثْنِیْ بَعْدَھَا وَھُوَ "سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ وَبِحَمْدِکَ الخ" وَیُصَلِّیْ عَلَی النَّبِیِّ ﷺ: بَعْدَ الثَّانِیَةِ وَیَدْعُوْا بَعْدَ الثَّالِثَةِ وَیُسَلِّمُ بِلَا دُعَاءٍ بَعْدَ الرَّابِعَةِ. [شامی: ۱۱۱/۳-۱۰۹، زکریا]

کہیں بھی گندگی کو برداشت نہ کریں

سبق ۴۳:- اللہ کے نزدیک دنیا میں سب سے پسندیدہ جگہ مسجد ہے، ہمارے دل میں سب سے زیادہ عظمت مسجد ہی کی ہونی چاہیے اور اُس میں ذرّہ برابر کوئی گندگی اور کسی طرح کی بھی کوئی نازیبا حرکت کو برداشت نہیں کرنا چاہیے۔ مسجد کی صفائی پر اللہ کے رسول ﷺ بہت زیادہ دھیان دیتے تھے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کہ مسجدوں سے دُھول وغیرہ کو صاف کرنا جنت کی حوروں کا مہر ہے۔ اِخْرَاجُ الْقُمَامَةِ مِنَ الْمَسْجِدِ مُهُوْرُ الْحُوْرِ الْعِیْنِ. [مجمع الزوائد: ۲/۳-۱۱ عن انسؓ]

اسی طرح مسجد سے تنکے کو ہٹانے پر بھی جنت میں محل کا وعدہ فرمایا ہے۔ عَنْ أَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ، قَالَ،قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ أَخْرَجَ أَذًی مِنَ الْمَسْجِدِ، بَنَی اللّٰهُ لَهٗ بَیْتًا فِی الْجَنَّةِ. [ابن ماجه: ص۵۵، رقم:۷۵۷۔ عن ابی سعید خدریؓ]

نیز رسول اللہ ﷺ نے محلے میں مسجدیں بنانے، انہیں پاک صاف رکھنے اور خوشبوؤں سے بسانے کا حکم دیا ہے۔ عَنْ عَائِشَةَؓ قَالَتْ: أَمَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بِبِنَاءِ الْمَسَاجِدِ فِی الدُّوْرِ، وَأَنْ تُنَظَّفَ وَتُطَیَّبَ. [سنن ابی داؤد:۴۵۵]

لہٰذا ہمیں اپنے گھروں، برامدوں، محلے کی گلیوں، نالیوں اور خاص طور پر مساجد میں صفائی ستھرائی کا بہت خیال رکھنا چاہیے، اُن میں جھاڑو لگانا، پانی سے دھونا اور خوشبو سے معطر کرنا چاہیے؛ کیوں کہ خوشبو بھی صفائی ستھرائی میں ہی شامل ہے۔

مسجد میں شور نہ کریں

سبق ۴۴ :- آج کل مسجدوں میں دیکھنے کو ملتا ہے کہ لوگ گروہ بنا کر بیٹھ جاتے ہیں اور دنیوی باتیں شروع کر دیتے ہیں، قہقہہ لگا کر ہنستے ہیں۔ یہ بہت بڑا گناہ ہے، اِسے قیامت کی علامت بتایا گیا ہے۔عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍؓ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: إِذَا فَعَلَتْ أُمَّتِي خَمْسَ عَشْرَةَ خَصْلَةً حَلَّ بِهَا الْبَلَاءُ. فَقِيلَ: وَمَا هُنَّ يَا رَسُولَ اللّٰهِ؟ قَالَ: إِذَا كَانَ الْمَغْنَمُ دُوَلًا، وَالْأَمَانَةُ مَغْنَمًا، وَالزَّكَاةُ مَغْرَمًا، وَأَطَاعَ الرَّجُلُ زَوْجَتَهُ، وَعَقَّ أُمَّهُ، وَبَرَّ صَدِيقَهُ، وَجَفَا أَبَاهُ، وَارْتَفَعَتِ الْأَصْوَاتُ فِي الْمَسَاجِدِ، وَكَانَ زَعِيمُ الْقَوْمِ أَرْذَلَهُمْ، وَأُكْرِمَ الرَّجُلُ مَخَافَةَ شَرِّهِ، وَشُرِبَتِ الْخُمُورُ، وَلُبِسَ الْحَرِيرُ، وَاتُّخِذَتِ الْقَيْنَاتُ وَالْمَعَازِفُ، وَلَعَنَ آخِرُ هَذِهِ الْأُمَّةِ أَوَّلَهَا، فَلْيَرْتَقِبُوا عِنْدَ ذَلِكَ رِيحًا حَمْرَاءَ أَوْ خَسْفًا وَمَسْخًا. [ترمذی:۲/ ٤٤، رقم: ۲۲۱۰]

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کہ ’’جب میری امت پندرہ چیزیں کرنے لگے، تو اُس پر مصیبت نازل ہوگی‘‘، عرض کیا گیا: اللہ کے رسول! وہ کون کون سی چیزیں ہیں؟ آپ نے فرمایا: ’’جب مالِ غنیمت کو دولت، امانت کو غنیمت اور زکاۃ کو تاوان سمجھا جائے، آدمی اپنی بیوی کی فرمانبرداری کرے اور اپنی ماں کی نافرمانی کرے گا، اپنے دوست پر احسان کرے اور اپنے باپ پر ظلم کرے، مساجد میں آوازیں بلند ہونے لگیں، رذیل آدمی قوم کا لیڈر بن جائے گا، شر کے خوف سے آدمی کی عزت کی جائے، شراب پی جائے، ریشم پہنا جائے، (گھروں میں) گانے والی لونڈیاں اور باجے رکھے جائیں اور اس امت کے آخر میں آنے والے پہلے والوں پر لعنت بھیجیں تو اس وقت تم سرخ آندھی یا زمین دھنسنے اور صورت تبدیل ہونے کا انتظار کرو۔

نیز ایک اور روایت میں ہے کہ مسجد میں دنیوی باتیں کرنا نیکیوں کو ایسے ختم کر دیتی ہے جیسے چوپائے گھاس کو چر کر ختم کر دیتے ہیں۔ اَلحَدِیثُ فِی المَسجِدِ یَأکُلُ الحَسَنَاتِ کَمَا تَأکلُ البَھِیمَۃُ الحَشِیشَ. (شامی، اشرفی:۲/۳۷۸؛شرح احیاء:۳/۳۱)

مسجد، عبادت اور اپنے گناہوں کو معاف کروانے کی جگہ ہے، یہاں ہنسنا اور دنیوی باتیں کرنا بڑی بدبختی اور محرومی کی بات ہے اور اللہ کے گھر کے ادب کے خلاف ہے۔

ہمیں مسجدوں کی بے ادبی اور بے احترامی سے مکمل طور پر بچنا چاہیے اور دوسروں کو بھی بچانے کی کوشش کرنی چاہیے۔ اللہ ہمیں ایسے گناہوں سے محفوظ فرمائے۔ آمین۔

مریض کی عیادت کی فضیلت

سبق ۴۵ :- ایک مسلمان کا دوسرے مسلمان پر یہ حق ہے کہ جب وہ بیمار ہو، تو اُس کی عیادت کرے یہ ہمارا ایمانی اور انسانی فریضہ بھی ہے۔ حقُّ المسلمِ علی المسلمِ خمسٌ: ردُّ السَّلامِ وعیادۃُ المریضِ واتّباعُ الجنائزِ وإجابۃُ الدَّعوۃِ وتشمیتُ العاطسِ". [بخاری: ۱۲٤۰ عن ابی ھریرۃؓ]

حدیث میں آتا ہے کہ جب کوئی مسلمان کسی مسلمان کی صبح عیادت کرنے کے لیے جاتا ہے، تو شام تک اور شام کو جاتا ہے تو صبح تک ستّر ہزار فرشتے اُس کے لیے مغفرت کی دعا کرتے ہیں۔ ما مِن مُسلِمٍ یعودُ مُسلِمًا غُدوۃً إلا صلَّی علیه سبعونَ اَلفَ ملَکٍ حتَّی یُمْسِیَ وإن عادَہُ عَشِیَّۃً إلا صَلَّی علیه سبعُونَ اَلفَ مَلَکٍ حتَّی یُصْبِحَ وکانَ له خَرِیفٌ فی الجَنَّۃِ."(ترمذی:۹۶۹؛ابوداؤد:-۳۰۹۸عن علیؓ)

اب غور فرمائیے کہ جو ڈاکٹر روزانہ سیکڑوں مریضوں کی عیادت کرتا ہے، تو اُس کے ثواب کا ہم کچھ اندازہ کرسکتے ہیں۔

مریضوں کی عیادت کو معمول بنانا چاہیے، اللہ ہمیں عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

صداقت ایک اہم عبادت

سبق ۴۶ :- جنت میں داخل ہونے کے لیے کامل ایمان کا ہونا ضروری ہے اور جب تک ایک مسلمان دوسرے مسلمان سے محبت نہ رکھے، اُس وقت تک ایمان کامل نہیں ہوسکتا، مسلمانوں میں باہمی محبت بڑھانے کا طریقہ یہ ہے کہ سلام کو خوب عام کیا جائے۔ **وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِیْ لا تدخُلوا الجنَّةَ حتَّی تؤمِنُوا ولا تُؤمِنُوا حتّی تَحابُّوا أفَلا أَدُلُّکُمْ علی شیءٍ إذا فعَلْتُموہ تحابَبْتُم أَفْشُوا السَّلامَ بینکم.** (ابوداؤد: ۵۱۹۳؛ صحیح مسلم: -۵۴ عن ابی ھریرہؓ)

سلام میں تین چیزوں کا خیال رکھیں

سبق ۴۷ :- کثرتِ سلام: یعنی اتنی کثرت سے سلام ہو کہ سلام کے بعد کسی دیوار، کِواڑ، درخت یا کسی چیز کی آڑ ہو جائے، تو پھر بھی سلام کرنا چاہیے۔ **إِذَا لَقِیَ أَحَدُکُمْ اَخاہُ فلْیُسلِّمْ علیه، وإن حالَتْ بَینَھما شَجَرةٌ اَو حائِطٌ اَو حَجَرٌ، ثم لَقِیَهُ، فلْیُسلِّمْ علیه.**" (سنن ابی ابوداؤد: -۵۲۰۰ عن ابی ھریرہؓ)

نیز رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ہر کسی کو سلام کرو، چاہے تم اُس کو جانتے ہو یا نہ جانتے ہو۔ [بخاری: -۱۲ عن عبداللہ ابن عمروؓ] **أَنَّ رَجُلًا سَئَلَ أَنُ النَّبِیَّ ﷺ أَیُّ الْإِسْلَامِ خَیْرٌ قَالَ: تُطْعِمُ الطَّعَامَ، وَتَقْرَأُ السَّلامَ عَلَی مَنْ عَرَفْتَ وَمَنْ لَّمْ تَعرِفْ.**" [بخاری: -۶۲۳۶ عن عبد اللہ ابن عمروؓ]

سلام میں پہل

سبق ۴۸ :- دوسری چیز سلام میں سبقت ہے، یعنی ہر شخص کوشش کرے کہ سلام میں

پہل کرے، رسول اللہ ﷺ سلام میں پہل کیا کرتے تھے اور اسی کی امّت کو ترغیب دیتے تھے، آپ ﷺ نے فرمایا کہ لوگوں میں سب سے بہتر انسان وہ ہے، جو سلام میں پہل کرے۔

إِنَّ أَوْلَى النَّاسِ بِاللّٰهِ مَنْ بَدَأَهُمْ بِالسَّلَامِ. (ابوداؤد: -۵۱۹۷ عن ابی امامہؓ)

اور جو انسان سلام میں پہل کرتا ہے، وہ تکبر سے دور رہتا ہے۔ اَلْبَادِئُ بِالسَّلَامِ بَرِيْءٌ مِّنَ الْكِبْرِ. (مشكوٰة المصابيح در مرقاة المصابيح: ۲۹۵۸/۷، ورواه أبو نعيم في حلية الأولياء: ۲۶/۹) اِس لیے سلام کو عام کیجیے اور اللہ کی طرف سے سلام کے مستحق بنیے۔

سلام کے الفاظ صحیح کریں

سبق ۴۹ :- تیسری چیز، جو سلام میں خاص خیال رکھنے کی ہے وہ یہ ہے کہ سلام کے الفاظ صحیح ہوں ورنہ سلام بجائے دعا کے بددعا ہو جاتا ہے، ایک یہودی رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آیا اور "اَلسَّلَامُ عَلَیْکُم" کے بجائے "اَلسَّامُ عَلَیْکُم" کہا، جس کے معنیٰ ہلاکت کے ہیں کہ "تم ہلاک ہو جاؤ"، رسول اللہ ﷺ نے کہا "عَلَیْکُم" حضرت عائشہ صدیقہؓ نے جیسے ہی یہ بددعائیہ الفاظ سنیں اُس یہودی کو بُرا بھلا کہنا شروع کر دیا۔ نبی کریم ﷺ نے منع فرمایا کہ ایسا نہ کہو۔ حضرت عائشہ نے کہا کہ آپ نے سنا نہیں اُس نے آپ کو بددعا دی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم نے نہیں سنا کہ میں نے اُس کو کیا جواب دیا "عَلَیْکُم" یعنی "تم بھی ہلاک ہو جاؤ" اور فرمایا کہ اُس کی بددعا میرے حق میں قبول نہیں ہوگی؛ لیکن میری بددعا اُس کے حق میں قبول ہو جائے گی۔ اَنَّ یَهُودَ اَتَوُا النبیَّ ﷺ فَقَالُوا: السَّامُ علَیْکُم، فَقالَتْ عَائِشَةُ: علَیْکُم، ولَعَنَکُمُ اللّٰهُ، وغَضِبَ اللّٰهُ علَیْکُم . قالَ: مَهْلًا یا عَائِشَةُ، عَلَیْکِ بالرِّفْقِ، وإیَّاکِ والعُنْفَ والفُحْشَ قالَتْ: اَوَلَمْ تَسْمَعْ ما قالوا؟ قالَ: اَوَلَمْ تَسْمَعِی ما قُلْتُ؟ رَدَدْتُ علیهم، فیُسْتَجَابُ لی فیهم، ولَا یُسْتَجَابُ لهمْ فِیَّ." (صحیح بخاری: ۶۰۳۰)

اِس سے معلوم ہوا کہ سلام صحیح الفاظ سے کرنا چاہیے اور کسی عالم سے صحیح الفاظ سیکھنے

چاہئیں؛ تا کہ دعاؤں کے مستحق بن سکیں۔
اللہ ہمیں عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

حُکمِ نبوی کی فوری تعمیل

سبق ۵۰ :- سہل بن حنظلہ عبشمیؓ ایک صحابی ہیں، فرماتے ہیں کہ مجھ سے ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ خُریم اسدی بڑے اچھے آدمی ہیں، بس دو باتوں کی اصلاح کرلیں، ایک اپنے سر کے حد سے زیادہ (عورتوں کی طرح سینے تک) لمبے بالوں کو چھوٹا کرلیں، دوسرے اپنے تہبند کو ٹخنوں سے اوپر کرلیں۔ جب یہ بات حضرت خُریم تک پہنچی، تو انہوں نے ایک لمحے بھی رُکے بغیر اُسترا لے کر اپنی زُلفیں آدھے کان تک کاٹ ڈالیں اور آدھی پنڈلی تک اپنا تہبند اوپر کرلیا۔ (حیاۃ الصحابہ: ۲/ ۶۳۰)

اِس حدیث سے تین باتیں معلوم ہوئیں: ایک یہ کہ مردوں کو عورتوں کی طرح لمبے بال نہیں رکھنے چاہیے، دوسرا تہبند (پینٹ یا پائے جامہ وغیرہ) ٹخنوں سے اوپر رکھنا چاہیے، تیسری بات یہ کہ جیسے ہی ہمیں رسول اللہ ﷺ کی کسی سنت کا علم ہو اُس پر فوراً عمل کرنا شروع کردینا چاہیے۔
اللہ ہمیں عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

بے مثال ایثار

سبق ۵۱ :- غزوۂ موتہ کے موقع پر آنحضرت ﷺ نے مسلمانوں کی جنگ کی تیاری کے لیے سامان فراہم کرنے کی اپیل کی، تو حضرت عمرؓ نے اپنے گھر کا آدھا اثاثہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں پیش کردیا اور باقی صحابہ بھی جو بن پڑا لائے؛ لیکن حضرت ابوبکر صدیقؓ نے گھر کا سارا اثاثہ اکھٹا کیا اور رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پیش فرمادیا، جب رسول اللہ ﷺ نے پوچھا کہ گھر والوں کے لیے کیا چھوڑا، تو حضرت صدیقِ اکبرؓ نے فرمایا کہ اُن کے لیے اللہ اور اُس کا رسول کافی ہے۔ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: سَمِعْتُ عُمَرَ بْنَ

الْخَطَّابِؓ يَقُولُ : أَمَرَنَا رَسُولُ اللّٰهِﷺ أَنْ نَتَصَدَّقَ فَوَافَقَ ذٰلِکَ عِنْدِي مَالًا، فَقُلْتُ: الْيَوْمَ أَسْبِقُ أَبَا بَكْرٍ إِنْ سَبَقْتُهُ يَوْمًا، قَالَ: فَجِئْتُ بِنِصْفِ مَالِي، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِﷺ: مَا أَبْقَيْتَ لِأَهْلِکَ؟ قُلْتُ: مِثْلَهُ، وَأَتَى أَبُو بَكْرٍ بِكُلِّ مَا عِنْدَهُ، فَقَالَ: يَا أَبَا بَكْرٍ مَا أَبْقَيْتَ لِأَهْلِکَ؟ قَالَ: أَبْقَيْتُ لَهُمُ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ، قُلْتُ: وَاللّٰهِ لَا أَسْبِقُهُ إِلَى شَيْءٍ أَبَدًا.(ترمذی:۳٦۷۵، حاکم: ۱/۴۱۴)

ملک،قوم اور انسانیت کے لیے حضرت ابوبکرؓ کا یہ بے مثال ایثار اِس درجے کا تھا کہ رسول اللہﷺ نے فرمایا کہ میں ہر ایک کے احسان کا بدلہ دے چکا؛ مگر ابوبکرؓ کے مجھ پر وہ احسانات ہیں، جن کا بدلہ اللہ اُنھیں قیامت کے دن عطا فرمائے گا۔ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَؓ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِﷺ: مَا لِأَحَدٍ عِنْدَنَا يَدٌ إِلَّا وَقَدْ كَافَيْنَاهُ مَا خَلَا أَبَا بَكْرٍ، فَإِنَّ لَهُ عِنْدَنَا يَدًا يُكَافِيهِ اللّٰهُ بِهَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ، وَمَا نَفَعَنِي مَالُ أَحَدٍ قَطُّ مَا نَفَعَنِي مَالُ أَبِي بَكْرٍ،وَلَوْ كُنْتُ مُتَّخِذًا خَلِيلًا لَاتَّخَذْتُ أَبَا بَكْرٍ خَلِيلًا أَلَا وَإِنَّ صَاحِبَكُمْ خَلِيلُ اللّٰهِ.(ترمذی: ۳٦٦۱)

ہمیں بھی حضرت ابوبکر کی طرح اپنی قوم اور انسانیت کے لیے ایسا ہی ایثار اختیار کرنا چاہیے؛ تاکہ ہماری قوم ترقی کر سکے۔

اللہ ہمیں عمل کرنے کی توفیق مرحمت فرمائے۔ آمین۔

اذان کا جواب دینے کا مسنون طریقہ

سبق ۵۲ :- اذان کا جواب دینا مستحب ہے۔ جو کلمات مؤذن یا مکبّر (تکبیر کہنے والا) کہہ رہا ہے، وہی سننے والے بھی کہیں۔ حَيَّ عَلَى الصَّلَاةُ اور حَيَّ عَلَى الْفَلَاحُ کے جواب میں لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ کہیں۔ عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِؓ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِﷺ: إِذَا قَالَ الْمُؤَذِّنُ: اللّٰهُ أَكْبَرُ اللّٰهُ أَكْبَرُ، فَقَالَ أَحَدُكُمْ: اللّٰهُ أَكْبَرُ اللّٰهُ أَكْبَرُ، ثُمَّ قَالَ: أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللّٰهُ، قَالَ: أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللّٰهُ، ثُمَّ

قَالَ: أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللّٰهِ قَالَ: أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللّٰهِ، ثُمَّ قَالَ: حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ، قَالَ: لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ، ثُمَّ قَالَ: حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ، قَالَ: لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ، ثُمَّ قَالَ: اللّٰهُ أَكْبَرُ اللّٰهُ أَكْبَرُ، قَالَ: اللّٰهُ أَكْبَرُ اللّٰهُ أَكْبَرُ، ثُمَّ قَالَ: لَا إِلَهَ إِلَّا اللّٰهُ، قَالَ: لَا إِلَهَ إِلَّا اللّٰهُ مِنْ قَلْبِهِ دَخَلَ الْجَنَّةَ ".

[مسلم: ۳۸۵]

فجر کی اذان میں " اَلصَّلَاةُ خَيْرٌ مِّنَ النَّوْمُ" کے جواب میں "صَدَقْتَ وَبَرَرْتَ" کہیں۔ وَفِي الصَّلَاةِ خَيْرٌ مِّنَ النَّوْمِ، فَيَقُوْلُ: صَدَقْتَ وَبَرَرْتَ. [درمختار، کتاب الصلاہ: ۶۷/۲، زکریا؛ بدائع الصنائع: ۳۸۳/۱، زکریا]

تکبیر میں "قَدْ قَامَتِ الصَّلَاةُ" کے جواب میں " أَقَامَهَا اللّٰهُ وَأَدَامَهَا" کہیں۔

اکثر عوام " أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ " کے جواب میں صرف "صلی اللہ علیہ وسلم" کہہ دیتے ہیں، یہ عادت غلط ہے، یہ ثابت نہیں ہے؛ بلکہ بعینہ وہی کلمہ دہرانا حدیث سے ثابت ہے، جو کلمہ مؤذن کہتا ہے۔ عَنْ أَبِي سَعِيدِ الْخُدْرِيِّ، أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: إِذَا سَمِعْتُمُ النِّدَاءَ، فَقُولُوا مِثْلَ مَا يَقُولُ الْمُؤَذِّنُ. [مسلم: ۳۸۴؛ ابو داؤد: ۵۲۳]

اذان ختم ہونے کے بعد درود پڑھنا جائز ہے۔ وَيَنْبَغِي تَدَارُكُهُ إِنْ قَصُرَ الْفَصْلُ، وَيَدْعُوْ عِنْدَ فَرَاغِهِ بِالْوَسِيْلَةِ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ. [درّ مختار در ردّ المحتار: ۶۷/۲]

اذان سُن کر جماعت کے لیے جانا واجب ہے اور زبان سے اذان کے کلمات کا جواب دینا مستحب ہے۔ (وَيُجِيْبُ) وُجُوْبًا، وَقَالَ الْحُلْوَانِيُّ نُدُبًا، وَالْوَاجِبُ الْإِجَابَةُ بِالْقَدَمِ (مَنْ سَمِعَ الْأَذَانَ). "(درّ مختار در ردّ المحتار: ۶۵/۲)

جو شخص دعا یا قرآن کی تلاوت وغیرہ میں مشغول ہو، اُس کے لیے مستحب یہ ہے کہ تلاوتِ قرآن اور دعا روک کر اذان کا جواب دے۔ مَنْ سَمِعَ الْأَذَانَ بِأَنْ يَّقُوْلَ كَمَقَالَتِهِ أَيْ بِلِسَانِهِ... فَيَقْطَعُ قِرَاءَةَ الْقُرْآنِ لَوْ كَانَ يَقْرَأُ بِمَنْزِلِهِ وَيُجِيْبُ لَوْ أَذَانَ مَسْجِدِهِ. [الدُّرُّ مع الرّد: ۲۹۴/۱] اللہ ہمیں عمل کی توفیق مرحمت فرمائے۔ آمین۔

مظلوم کی بد دعا سے بچیں

سبق ۵۳ :- کسی بھی شخص کو ظلم کر کے بے خوف نہیں ہونا چاہیے؛ کیوں کہ مظلوم کے دل سے جو "آہ" نکلتی ہے وہ براہِ راست آسمانوں پر سُنی جاتی ہے اور دیر سویر اُس کا بُرا اثر ظاہر ہو کر رہتا ہے، نبی کریم ﷺ نے حضرت معاذ کو یمن کا گورنر بنا کر روانہ فرمایا اور خاص طور سے یہ نصیحت فرمائی کہ "مظلوم کی بد دعا سے بچو! اِس لیے کہ اُس کی دعا اور اللہ کے درمیان کوئی پردہ نہیں ہوتا۔"**عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ، أَنَّ النَّبِیَّ ﷺ بَعَثَ مُعَاذًا إِلَی الْیَمَنِ، فَقَالَ: اتَّقِ دَعْوَةَ الْمَظْلُومِ، فَإِنَّهَا لَیْسَ بَیْنَهَا وَبَیْنَ اللّٰهِ حِجَابٌ.** [بخاری: ۲۰۳/۱، رقم: ۲۴۴۸]

نیز ایک روایت میں فرمایا کہ مظلوم کی بد دعا سے بچو؛ کیوں کہ وہ چنگاری کی طرح آسمان کی طرف بلند ہوتی ہے۔

نیز ایک روایت میں آپ ﷺ نے فرمایا کہ مظلوم کی بد دعا قبول ہے، اگر چہ وہ مظلوم فاسق اور فاجر ہی کیوں نہ ہو، اِس لیے کہ اُس کی بُرائی کا تعلق خود اُس کی ذات سے ہے۔ **دَعْوَةُ الْمَظْلُومِ مُسْتَجَابَةٌ وَإِنْ كَانَ فَاجِرًا فَفُجُورُهُ عَلَی نَفْسِهِ.** [الترغیب والترھیب مکمل: ۴۳۲؛ مجمع الزوائد: ۱۵۴/۱۰]

اِس لیے ہر شخص کو حتی الامکان اپنے آپ کو مظلوم کی بد دعا سے بچانا چاہیے۔

اللہ ہمیں ظلم کی بُرائی سے ہمیشہ بچائے رکھے۔ آمین۔

اتباعِ سنت پر چار انعام

سبق ۵۴ :- جو شخص اپنے ہر کام کو سنت کے مطابق کرتا ہے، تو فوری طور پر اللہ تعالیٰ اُسے چار انعام سے نوازتے ہیں:

نیک لوگوں کے دلوں میں اُس کی محبت ڈال دیتے ہیں۔

بدکار، فاسق اور فاجر لوگوں کے دلوں میں اُس کا رعب اور دبدبہ ڈال دیتے ہیں۔

اُس کے رزق میں برکت اور وسعت پیدا کر دیتے ہیں۔

اُسے دین پر ثابت قدم رکھتے ہیں۔ قال النبي ﷺ: **من حفظ سنتي اکرمه الله باربع خصال المحبة في قلوب البررة والهيبة في قلوب الفجرة والسعة في الرزق والثقة بالدين.**[روحُ البیان، تحت "وما کان صلاتهم" سورۂ انفال: ۳۵]

اللہ تعالیٰ ہمیں ہر کام سنت کے مطابق کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور غیر شرعی رسم و رواج سے پوری حفاظت فرمائے۔ آمین۔

ہر وقت کے لیے کام

سبق ۵۵ :- انسان جس کام کو ضروری سمجھتا ہے، اُس کے لیے وقت نکال لیتا ہے؛ لیکن ہر وقت کے لیے اُس کے پاس کام نہیں ہوتا، جس کی وجہ سے اُس کا بہت سا وقت ضائع ہو جاتا ہے اور بغیر کام کے گذر جاتا ہے۔ ایمان کے بعد وقت سے زیادہ انسان کو کوئی قیمتی چیز نہیں دی گئی ایک مسلمان کی زندگی کا یہی اصول ہونا چاہیے کہ ہر کام کے لیے ایک وقت اور ہر وقت کے لیے ایک کام ہو، مثلاً: ایک انسان سفر کر رہا ہے، تو اُس کو چاہیے کہ پہلے سے پلاننگ کرے کہ میرے سفر میں جتنا وقت لگے گا، میں اُس وقت کو کسی کام میں لگا لوں گا، مثلاً: پارے پڑھ لوں گا، ذکر کر لوں گا، کسی کتاب کا مطالعہ کر لوں گا۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کہ اللہ کی دو نعمتیں ایسی ہیں، جن کے سلسلے میں اکثر لوگ دھوکے میں پڑے ہوئے ہیں: (۱) صحت کی نعمت اور دوسری (۲) فراغت کی نعمت ہے۔ **عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: نِعْمَتَانِ مَغْبُونٌ فِيهِمَا كَثِيرٌ مِنَ النَّاسِ: الصِّحَّةُ، وَالْفَرَاغُ.**[بخاری: ٦٤١٢] اللہ ہمیں وقت کی قدر کرنے کی توفیق مرحمت فرمائے۔ آمین۔

وقت ایک قیمتی خزانہ ہے

سبق ۵٦ :- زندگی اللہ تعالیٰ کا ایک قیمتی عطیہ ہے، یہ محض اللہ تعالیٰ کی دین ہے، کسی

کی زندگی اُس کی اپنی حاصل کردہ نہیں، انسان زندگی کا کوئی لمحہ از خود بڑھا گھٹا نہیں سکتا، اُس کے سارے لمحات گنے ہوئے اور اللہ کے مقرّر کردہ ہیں، لمحہ لمحہ دن ہے، دن دن سے جڑتا ہے تو ہفتہ، پھر مہینہ اور سال بنتا ہے، اِنہیں لمحوں کے مجموعے کا نام زندگی ہے، یعنی ہماری زندگی کا سارا دورانیہ لمحوں سے عبارت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں صرف کھیلنے کے لیے پیدا نہیں کیا اور بلاوجہ زندگی نہیں دی۔ "**اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰکُمْ عَبَثًا وَاَنَّکُمْ اِلَیْنَا لَا تُرْجَعُوْنَ.**" [سورۂ مومنون: ۱۱۵]

اُس نے ہمیں عظیم تر مقصد کے لیے پیدا کیا ہے اور یہ مقصد اُس کی عبادت ہے۔ **وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ.** [سورۂ ذاریات: ۵٦]

اسی لیے ہم سب ہر لمحہ اللہ کے احکام کی پیروی میں گذارنے کی فکر کریں۔ اللہ ہمیں عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

ہمارے بزرگ اور وقت کی قدر

سبق ۵۷ :- علامہ صدیق احمد کشمیریؒ صرف روٹی لیتے تھے سالن نہیں لیتے تھے اور روٹی جیب میں رکھ لیا کرتے تھے اور جب بھی موقع ہوتا، کھا لیتے اور فرماتے: کہ روٹی سالن کے ساتھ کھانے میں مطالعہ کا نقصان ہوتا ہے اور مولانا عبدالحئی فرنگی محلیؒ کی جو مطالعہ گاہ تھی، اُس کے تین دروازے تھے، اُن کے والد نے تینوں دروازوں پر جوتے رکھوائے تھے؛ تاکہ اگر ضرورت کے وقت باہر جانا پڑے، تو جوتے چپلوں کے لیے ایک دومنٹ ضائع نہ ہوں یہ تھی ہمارے بزرگوں کے یہاں وقت کی قدر و قیمت۔ (اقوال سلف)

اللہ ہمیں بھی اِن کی طرح وقت کی قدر کرنے والا بنائے۔ آمین۔

وقت کا تو کچھ نہیں بگڑے گا؛ لیکن تمہارا؟

سبق ۵۸ :- کسی بھی شعبے میں کام کرنے والے انسان کے لیے ضروری ہوتا ہے کہ

وہ وقت کی پابندی اور اُس کی قدر کرے، ورنہ وقت کا تو کچھ نہیں بگڑے گا؛ لیکن اُس کا بہت کچھ یا سارا کچھ بگڑ جائے گا؛ لیکن ایک عالم اور متعلم کے نزدیک وقت ایک ایسی قیمتی شے ہے، جس کی قیمت نہیں لگائی جاسکتی، اگر توفیقِ الٰہی ساتھ دے، تو وقت کو صحیح طور پر استعمال کر کے اور لمحے لمحے کو سلیقہ مندی کے ساتھ خرچ کر کے علم کا رسیا آدمی امام ابوحنیفہ، امام شافعی، امام مالک، امام احمد ابن حنبل؟ اور اُن کی سطح کا کوئی انسان بن جاتا ہے، ورنہ وہ گم نام اور بے نام ونشان ہی رہتا ہے، ہمارے اسلاف کے سامنے یہ حدیث تھی: کہ بیشک انسان کے اچھا مسلمان ہونے کی خوبی یہ ہے کہ وہ بیکار وفضول چیزوں کو چھوڑ دے۔

اِنَّ مِنْ حُسْنِ اِسْلَامِ الْمَرْءِ تَرْکُه مَالَا یَعْنِیْهِ. [ترمذی: ۲/ ۵۸]

وقت اور ہمارا معاشرہ

سبق ۵۹ :- آج ہمارے معاشرے میں سب سے سستی اور بے قیمت چیز اگر کوئی ہے، تو وہ وقت ہے، اُس کی قدر و قیمت کا ہم کو قطعاً احساس نہیں، یہی وجہ ہے کہ وقت کے لمحات کی قدر نہ کرنے کی وجہ سے منٹوں کا، منٹوں کی قدر نہ کرنے کی وجہ سے گھنٹوں کا، گھنٹوں کی قدر نہ کرنے کی وجہ سے ہفتوں کا، ہفتوں کی قدر نہ کرنے کی وجہ سے مہینوں کا اور مہینوں کی قدر نہ کرنے کی وجہ سے سالوں اور عمروں کا ضائع کرنا ہمارے لیے آسان ہو گیا ہے۔ ہم لوگ بیٹھکوں میں، چوپالوں پر اور مجلسوں میں وقت گذاری کرتے ہیں اور ہمیں اِس کا احساس تک نہیں ہوتا کہ ہم وقت برباد کر کے کیا کھو رہے ہیں، جب کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: کہ پانچ چیزوں کو پانچ چیزوں سے پہلے غنیمت سمجھ لو۔ زندگی کو مرنے سے پہلے، صحت کو بیماری سے پہلے اور فراغت کو مشغولیت سے پہلے، جوانی کو بڑھاپے سے پہلے اور مالداری کو فقیری سے پہلے۔ اِغْتَنِمْ خَمْسًا قَبْلَ خَمْسٍ حَیَاتَکَ قَبْلَ مَوْتِکَ وَصِحَّتَکَ قَبْلَ سُقْمِکَ وَفَرَاغَکَ قَبْلَ شُغْلِکَ وَشَبَابَکَ قَبْلَ هَرَمِکَ وَغِنَاکَ قَبْلَ فَقْرِکَ.

[مستدرك حاكم: ۴/ ۳۰۶؛ مشکوٰۃ: - ۵۱۷۴ عن ابن عباس رضی اللہ عنہ]

اللہ ہمیں وقت کی قدر کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

ایک اصول یاد رکھیں!

سبق ٦٠ :- جن راستوں سے دوا اور کوئی چیز براہِ راست دماغ یا معدے میں پہنچتی ہے، اُن راستوں میں اگر کوئی چیز ڈالی جائے گی، تو روزہ ٹوٹ جائے گا اور اگر براہِ راست معدے یا دماغ میں نہیں پہنچتی، تو اُس سے روزہ نہیں ٹوٹتا، مثلاً: سرمہ لگانے یا آنکھ میں دوا ڈالنے سے روزہ نہیں ٹوٹتا، اگر چہ اُس کا اثر حلق میں محسوس ہو، اسی طرح سر یا جسم میں تیل مالش کرنے، زخم پر مرہم پٹی کرنے اور غسل کرنے سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔ [مستفاد، از کتاب المسائل: ۲/ ۱۶۰-۱۵۹]

اسلام کی نظر میں لڑکیوں کے ساتھ حسنِ سلوک

سبق ٦١ :- اسلام کی نظر میں لڑکیاں رحمت ہیں زحمت نہیں، اس لیے کہ اُن کے وجود پر ہی کائنات کی بقا کا مدار ہے، اگر لڑکیاں نہ رہیں، تو یہ آبادیاں ویران پڑ جائیں گی، لڑکیوں کو بوجھ سمجھنا مسلمان کی شان نہیں، یہ کافروں کی خاص علامت ہے، جس کا ذکر کرتے ہوئے قرآن کریم میں ارشاد فرمایا: "جب اُن کافروں کو لڑکی ہونے کی خوش خبری سنائی جاتی ہے، تو اُن کے چہرے کالے پڑ جاتے ہیں اور وہ اندر ہی اندر گھٹتے رہتے ہیں۔" **وَاِذَا بُشِّرَ اَحَدُهُمْ بِالْاُنْثٰى ظَلَّ وَجْهُهٗ مُسْوَدًّا وَّهُوَ كَظِيْمٌ.** [سورۂ نحل:۵۸]

رسول اللہ ﷺ کی محنت کے نتیجے میں یہ وحشیانہ رسم اِس معاشرے سے بالکل مِٹ گئی؛ لیکن اِس پڑھے لکھے دور میں ماں کے پیٹ میں بچیوں کے قتلِ عام کا یہ "حرام کاروبار" نام نہاد پڑھے لکھوں کے درمیان بڑی قوّت سے پروان چڑھتا نظر آ رہا ہے اور "الٹرا ساؤنڈ" کے ذریعے پیٹ میں ہی اِس کا پتہ لگا کر والدین بے رحمی کے ساتھ بچی کو ضائع کر دیتے ہیں، کل قیامت کے دن اِن قاتل ڈاکٹروں کے ساتھ بے رحم والدین بھی مجرموں کی صف میں کھڑے ہوں گے اور یہ بچیاں اُن سے سوال کر رہی ہوں گی کہ ہم کس جرم میں قتل کیے گئے،

بِاَیِّ ذَنۢبٍ قُتِلَتۡ. [سورۂ تکویر:۹] اُس وقت کا منظر یقیناً دل دہلا دینے والا ہوگا۔

اللہ تعالیٰ ہمیں بچیوں سے محبت کرنے اور اُن کی صحیح پرورش کرنے کی توفیق نصیب فرمائے۔ آمین۔

بڑا گھر، خوش نصیبی کی علامت

سبق ۶۲ :- چھوٹے چھوٹے گھروں میں رہنے سے انسان کا دل تنگ ہو جاتا ہے، مہمانوں کا آنا اچھا نہیں لگتا، پردے کا معقول انتظام نہیں ہو پاتا، جس کی وجہ سے ذہنی پریشانیوں کا انسان شکار ہو جاتا ہے۔ خوش نصیبی کی چار علامتیں بیان کرتے ہوئے اللہ کے نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ جس کو ''وسعت والا گھر، اچھا پڑوسی اور اپنی اچھی سواری اور اچھی بیوی مل جائے، تو وہ خوش نصیب ہے'': اَربعٌ من السعادۃِ: المراۃُ الصالحۃُ و المسکنُ الواسعُ والجارُ الصالحُ والمرکبُ الھنیءُ. [صحیح ابن حبان، کتاب النکاح، ۱۳۵/۶، رقم: ۴۰۲۱]

اسی لیے خود نبی کریم ﷺ کا معمول رہا ہے کہ آپ وضو کے درمیان بھی گھر میں وسعت کی دعا کثرت سے پڑھتے تھے: "اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ ذَنْبِیْ، وَوَسِّعْ لِیْ فِیْ دَارِیْ، وَبَارِکْ لِیْ فِیْ رِزْقِیْ." "ترجمہ: اے اللہ میرے گناہوں کو معاف فرما دیجیے اور میرے گھر میں وسعت پیدا فرما دیجیے اور میرے رزق میں برکت پیدا فرما دیجیے۔ عن اَبی موسٰی الأشعریؓ اَنّہ قال اَتیتُ النَّبیَّ ﷺ بِوَضُوْءٍ، فَتَوَضَّأَ وَصَلّٰی وَقَالَ: اَللّٰھُمَّ اغفرْ لی ذنبی ووسِّعْ لی فی داری وبارکْ لی فی رزقی.[ابن ابی شیبہ: ۲۹۳۹۱؛ مسند احمد: ۱۹۵۷۴] وعنداَحمد بلفظ: [اَللّٰھُمَّ أَصْلِحْ لِی دِینِی، وَوَسِّعْ عَلَیَّ فِی ذَاتِی، وَبَارِکْ لِی فِی رِزْقِی]

معلوم ہوا کہ رزق میں برکت اور گھر میں وسعت مانگنی چاہیے؛ تاکہ انسان کے اپنی زندگی بھی پُرسکون ہو اور بچوں کے بھی ذہن میں وسعت پیدا ہو سکے۔

اللہ ہمیں عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

غصّے کو برداشت کرنا سیکھیں

سبق ۶۳ :- قرآن کریم میں اُس شخص کی بڑی فضیلت آئی ہے، جو غصہ آنے کے باوجود بدلہ نہ لے کر غصّے کو پی جائے اور سامنے والے کو معاف کر دے۔ اللہ تعالیٰ متقیوں کی صفات بیان کرتے ہوئے فرماتا ہے: کہ وہ غصّے کو پی جاتے ہیں، لوگوں کو معاف کر دیتے ہیں اور (معاف کر کے اُن پر احسان بھی کرتے ہیں) اور اللہ تعالیٰ احسان کرنے والوں کو پسند کرتے ہیں۔ الَّذِينَ يُنفِقُونَ فِي السَّرَّآءِ وَالضَّرَّآءِ وَالكٰظِمِينَ الغَيظَ وَالعَافِينَ عَنِ النَّاسِ وَاللّٰهُ يُحِبُّ المُحسِنِينَ. [سورہ آل عمران: ۱۳۴]

غصہ کیوں آتا ہے؟

سبق ۶۴ :- غصہ آنے کی ایک بڑی وجہ آدمی کا اپنی سوچ کو مثبت (Positive) نہ رکھنا بھی ہے، منفی (Negative) سوچ انسان کو شَر کی طرف لے جاتی ہے، جس سے اُس کے اندر لازمی طور پر غصہ پیدا ہوتا ہے، اِس لیے ہر چیز میں مثبت پہلو تلاش کرنے کی عادت ڈالنی چاہیے۔

- غصہ آنے کی ایک وجہ تکبر بھی ہے کہ ہم سامنے والے کو اپنے سے حقیر سمجھنا شروع کر دیتے ہیں، اِس سے بھی دوسرے کے ہر کام پر غصہ ہی آتا ہے، اِس لیے اپنے اندر عاجزی اور انکساری پیدا کرنی چاہیے۔
- اسی طرح غصے کی ایک وجہ اپنے اندر لامحدود خواہشات کو پیدا کر لینا یا کسی انسان سے بیجا توقعات اور امید وابستہ کر لینا بھی ہے۔
- غصے کی ایک اور بڑی وجہ اپنی طاقت سے زیادہ بوجھ اپنے ذمے لے لینا ہے، آدمی کو ایسی ذمے داری اپنے سر نہیں لینی چاہیے، جو اُس کے کندھوں پر مستقل تلوار کے مانند لٹک جائے، اپنے کاموں میں ہمیشہ اعتدال رکھنا چاہیے۔

○ غصے آنے کی ایک وجہ ورزش کا نہ کرنا بھی ہے، اِس لیے روزانہ صبح سویرے ورزش کرنی چاہیے، اِس سے جسم اور ذہن میں اعتدال پیدا ہو جاتا ہے اور چڑ چڑا پن ختم ہو جاتا ہے۔

اگر ہم اِن ہدایات پر عمل کریں گے، تو اِن شاءاللہ غصے جیسی مہلک بیماری سے محفوظ ہو جائیں گے اور پُرسکون زندگی گذاریں گے۔ اللہ ہمیں عمل کرنے کی توفیق عطاء فرمائے۔ آمین۔

نظریاتی جنگ

سبق ٦٥ :- اِس وقت کے جو حالات ہیں اُنہیں نظریاتی جنگ کہتے ہیں، جس میں ہر اعتبار سے اپنے اپوزِشن یعنی مدِ مقابل (دشمن) کو کمزور کرنے کی کوشش کی جاتی ہے، ایسے موقع پر اپنے آپ کو ہر اعتبار سے بہت مضبوط کرنے کی ضرورت ہوتی ہے، جس کی طرف رہنمائی کرتے ہوئے ہمارے نبی ﷺ نے فرمایا: "طاقت ور مومن اللہ کے نزدیک کمزور مومن کی نسبت بہتر اور زیادہ محبوب ہے، جبکہ خیر دونوں میں (موجود) ہے۔ جس چیز سے تمہیں (حقیقی) نفع پہنچے اس میں حرص کرو اور اللہ سے مدد مانگو اور کمزور نہ پڑو (مایوس ہو کر نہ بیٹھ) جاؤ، اگر تمہیں کوئی (نقصان) پہنچے تو یہ نہ کہو: کاش! میں (اس طرح) کرتا تو ایسا ایسا ہوتا، بلکہ یہ کہو: (یہ) اللہ کی تقدیر ہے، وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے، اس لیے کہ (حسرت کرتے ہوئے) کاش (کہنا) شیطان کے عمل (کے دروازے) کو کھول دیتا ہے۔" عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: اَلْمُؤْمِنُ الْقَوِيُّ خَيْرٌ وَأَحَبُّ إِلَى اللّٰهِ مِنَ الْمُؤْمِنِ الضَّعِيفِ وَفِي كُلٍّ خَيْرٌ احْرِصْ عَلَى مَا يَنْفَعُكَ وَاسْتَعِنْ بِاللّٰهِ وَلَا تَعْجَزْ وَإِنْ أَصَابَكَ شَيْءٌ فَلَا تَقُلْ لَوْ أَنِّي فَعَلْتُ كَانَ كَذَا وَكَذَا وَلَكِنْ قُلْ قَدَرُ اللّٰهِ وَمَا شَاءَ فَعَلَ فَإِنَّ لَوْ تَفْتَحُ عَمَلَ الشَّيْطَانِ.[مسلم: ٢٦٦٤]

مسلمان عقیدے کے اعتبار سے مضبوط ہو، ایمان و یقین اور علم کے اعتبار سے مضبوط ہو، جسمانی اور سوچ و فکر کے اعتبار سے مضبوط ہو۔ اس لیے کہ طاقتور جسم کے اندر ہی طاقتور دماغ ہوتا ہے، جو انسان کے اندر حوصلہ اور جرأت پیدا کرتا ہے۔

نبی کریم ﷺ نے جہاں صحابہ کی نظامِ اسلامی کے مطابق تربیت فرمائی وہیں اُن کے لیے ایسے کاموں کو نہ صرف پسند فرمایا؛ بلکہ اُس کی ترغیب دی، جس سے اُن کی جرأت میں اضافہ ہو۔

اگلے سبق میں اِس کی کچھ تفصیل آپ کے سامنے پیش کی جائے گی۔

کھیل کود کے سلسلے میں اسلام کی رہنمائی

سبق ٦٦ :- نبی کریم ﷺ نے کھیل اور ورزش کی نہ صرف اجازت دی؛ بلکہ خود کھیلوں میں شریک رہے؛ چناں چہ آپ ﷺ خود بھی ریس اور دوڑ میں شریک ہوتے اور لوگوں کو بھی اِس میں شریک کرتے۔

حضرت ابن عمر سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے گھوڑ دوڑ کا مقابلہ کرایا اور پانچویں برس میں داخل ہونے والے گھوڑوں کی منزل دور مقرر کی۔ عَنِ ابْنِ عُمَرؓ، أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ: سَبَّقَ بَيْنَ الْخَيْلِ وَفَضَّلَ الْقُرَّحَ فِي الْغَايَةِ. [ابو داؤد: ٢٥٧٧]

آپ نے حضرت عائشہ کے ساتھ بھی ریس لگائی، جس میں ایک مرتبہ حضرت عائشہ جیت گئیں اور دوسری مرتبہ نبی کریم ﷺ جیت گئے۔ عَنْ عَائِشَةَؓ: أَنَّهَا كَانَتْ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فِي سَفَرٍ قَالَتْ: فَسَابَقْتُهُ فَسَبَقْتُهُ عَلَى رِجْلَيَّ فَلَمَّا حَمَلْتُ اللَّحْمَ سَابَقْتُهُ فَسَبَقَنِي، فَقَالَ: هَذِهِ بِتِلْكَ السَّبْقَةِ. [ابو داؤد: -٢٥٧٨ عن عائشةؓ]

اسی طرح آپ ﷺ صحابہ کے ساتھ گھڑ سواری کا مقابلہ کرتے، حضرت انس جو اِس روایت کے راوی ہیں، وہ قسم کھا کر اِس روایت کو بیان فرما رہے ہیں؛ تاکہ کوئی اِس کو غلط بیانی نہ سمجھے کہ نبی اور کھیل یہ کیسے ہوسکتا ہے؟ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ فَسَأَلْنَاهُ: أَكُنْتُمْ تُرَاهِنُونَ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ؟ فَأَتَيْنَاهُ وَهُوَ فِي قَصْرِهِ فِي الزَّاوِيَةِ، فَسَأَلْنَاهُ، فَقُلْنَا: يَا أَبَا حَمْزَةَ، أَكُنْتُمْ تُرَاهِنُونَ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ؟ أَكَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يُرَاهِنُ؟

قَالَ: نَعَمْ وَاللّٰهِ، لَقَدْ رَاهَنَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ عَلَى فَرَسٍ لَهُ يُقَالُ لَهُ: سَبْحَةُ، فَسَبَقَ النَّاسَ، فَانْتَشَى لِذٰلِكَ وَأَعْجَبَهُ.(مسند احمد: ١٣٦٨٩)

نیز رسول اللہ ﷺ صحابہ کے کشتی کے مقابلے کرواتے، خود کافر پہلوانوں سے آپ مقابلہ کرتے، اِس طرح کے بے شمار واقعات ہیں، جس سے صحت افزا کھیلوں کی تائید ہوتی ہے۔ عن محمد بنِ عليٍّ ابنِ رُكَانَةَ، أَنَّ رُكَانَةَ صَارَعَ النَّبِيَّ ﷺ، فَصَرَعَهُ النَّبِيُّ ﷺ، قَالَ رُكَانَةُ:وَسَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ، يَقُولُ: فَرْقُ مَا بَيْنَنَا وَبَيْنَ الْمُشْرِكِينَ الْعَمَائِمُ عَلَى الْقَلَانِسِ.

[ابو داؤد: -٤٠٧٨عن محمد ابن علی ابن رکانہؓ]

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اِس کی مقصدیت کو سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

تیراندازی کا مقابلہ

سبق ٦٧ :- جنابِ رسول اللہ ﷺ ہم کو کیسا صحت مند، جرآت منداور عقل مند دیکھنا چاہتے ہیں، اِس واقعے سے اندازہ لگائیے۔

ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ نے صحابہ کی دو ٹیمیں بنائیں کہ آپس میں تیراندازی کا مقابلہ ہوگا، ایک ٹیم کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ اِس ٹیم میں میں شامل رہوں گا، دوسری ٹیم کے صحابہ اِس پر راضی نہیں ہوئے، انہوں نے کہا: "كَيْفَ نَرْمِيْ وَأَنْتَ مَعَهُمْ." ہم کیسے تیر پھینکیں جب کہ آپ اُس ٹیم کے اندر ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا"اِرْمُوْا وَأَنَا مَعَكُمْ كُلِّكُمْ. " تیر پھینکو، میں دونوں ٹیموں میں رہوں گا؛ چنانچہ انہوں نے مقابلہ شروع کیا۔ مَرَّ النبيُّ ﷺ علَى نَفَرٍ مِن أَسْلَمَ يَنْتَضِلُونَ، فَقالَ رَسولُ اللّٰهِ ﷺ: ارْمُوا بَنِي إسْمَاعِيلَ، فإنَّ أبَاكُمْ كانَ رَامِيًا ارْمُوا، وأنَا مع بَنِي فُلَانٍ قالَ: فأمْسَكَ أحَدُ الفَرِيقَيْنِ بأَيْدِيهِمْ، فَقالَ رَسولُ اللّٰهِ ﷺ: ما لَكُمْ لا تَرْمُونَ. فَقالوا: يا رَسولَ اللّٰهِ نَرْمِي وأَنْتَ معهُمْ، قالَ: ارْمُوا وأَنَا معكُمْ كُلِّكُمْ.[بخاری: -٢٨٩٩ عن سلمہ بن اکوعؓ]

بچوں کو کھیل سے نہ روکیں؛ بلکہ اپنی نگرانی میں ایسے کھیل کھلائیں، جن سے اُن کی صحت بنے اور اُن کے اندر اسلام کے لیے قربانی دینے کے جذبات پیدا ہوں۔

ٹیکنولوجی کا استعمال کرنا

سبق ٦٨ :- چودہ سو سال پہلے ہمارے آقا ﷺ نے اپنی امّت کو ٹیکنولوجی حاصل کرنے کا ایک سائلینٹ میسج (خاموش پیغام) دیا، آپ نے فرمایا: "اِرْمُوْا وَارْکَبُوْا وَأَنْ تَرْمُوْا أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ أَنْ تَرْکَبُوْا. " تیراندازی بھی کرو اور گُھڑ سواری بھی سیکھو، مگر یاد رکھو! تمہارا تیراندازی کرنا تمہاری گُھڑسواری سے زیادہ بہتر ہے۔ [ابو داؤد: -٢٥١٣ عن عقبہ بن عامرؓ]

رسول اللہ ﷺ نے کتنا خوب صورت پیغام دیا کہ تم نشانے پر پھینکنے والی ٹیکنولوجی حاصل کرو، اِس لیے کہ جو چیز تیر کی طرح جاتی ہے، آج دنیا اُس سے زیادہ ڈرتی ہے، جن ملکوں نے اِس طرح کے ہتھیار "میزائل" وغیرہ تیار کیے ہیں۔

اِس لیے اِس حدیث پر عمل کرتے ہوئے ہمیں ٹیکنولوجی کا بھرپور استعمال کرنا چاہیے۔

بچوں کو تین کھیل کھلائیں

سبق ٦٩ :- ایک اور حدیث میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا: کہ "نشانے بازی سیکھو اور سکھاؤ، گُھڑ سواری (اور اِس وقت ڈرائیونگ بھی) سکھاؤ۔" **إِنَّ اللّٰہَ یُدخِلُ بالسَّھمِ الواحدِ ثلاثۃَ نفرٍ الجنّۃَ صانعَہ یحتسبُ فی صنعتِہ الخیرَ والرّامیَ بہ ومنبلَہ وارموا وارکبوا واَن ترموا احبُّ إلیَّ من اَن ترکبوا ومن ترک الرَّمیَ بعد ما علِمہ رغبۃً عنہ فإنَّھا نعمۃٌ ترکھا اَو قال کفرہ.** "[ترمذی: -١٦٣٧ عن عبد اللّٰہ ابن عبد الرحمٰن ابن ابی حسینؓ]

حضرت عمر نے حضرت عبیدہ بن جرّاح کو لکھا: "عَلِّمُوْا غِلْمَانَکُمُ الْعَوْمَ. " اپنے

بچوں کو تیرا کی سکھاؤ۔[مسند احمد : - ۳۲۳ عن ابی امامہ ابن سہلؓ]

آپ کو حیرت ہوگی کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: کہ "نشانے بازی اور تیرا کی وغیرہ کے کھیلوں میں فرشتے بھی حاضر ہوتے ہیں۔" **لَا يَحْضُرُ الْمَلَائِكَةُ شَيْئًا مِّنَ الْمَلَاهِيْ سِوَى النَّضَالِ وَالرِّهَانِ.** [الجامع الصغیر للسیوطی: - ۷۸۵۵عن عبد اللّٰہ ابن عمرؓ]

اِس سے معلوم ہوا کہ ہر وہ کھیل، جس میں جسمانی، روحانی اور دماغی ورزش ہو، وہ کھیل صرف جائز ہی نہیں؛ بلکہ اِس کی ترغیب دی گئی ہے، اِس لیے اس کام کو سنت سمجھ کر کریں۔

جن چیزوں سے روزہ نہیں ٹوٹتا

سبق ۷۰ :- روزے کی حالت میں اگر خون ٹیسٹ کرانے کی ضرورت پیش آئے، تو ٹیسٹ کرا سکتے ہیں، اِس سے روزہ نہیں ٹوٹے گا؛ لیکن اتنا زیادہ خون نہ نکلوائیں کہ کمزوری محسوس ہونے لگے۔[مستفاد، کتاب المسائل:۲/۱۴۵]

سونے کی حالت میں احتلام (نائٹ فال) ہو جائے، تو اُس سے روزہ نہیں ٹوٹتا (کتاب المسائل: ۲/۱۶۱) لیکن اگر جاگتے میں خود سے منی خارج کردی، تو روزہ ٹوٹ جائے گا قضاء لازم ہوگی؛ لیکن کفارہ لازم نہیں ہوگا۔[کتاب المسائل: ۲/۱۶۵]

نرمی

سبق ۷۱ :- نرمی ایک ایسی صفت ہے، جو ایک طرف تو اللہ کے یہاں انسان کو مقبول بناتی اور اِس کی وجہ سے وہ جہنم کی آگ سے بچ جاتا ہے، تو دوسری طرف یہ ایسی صفت ہے، جس کی وجہ سے آدمی دنیا میں بھی سب کا دوست بن جاتا ہے اور کوئی اُس کا دشمن باقی نہیں رہتا، یہ اسلام کا کتنا بڑا احسان ہے کہ وہ ہمارے اندر ایسے اوصاف پیدا کرنا چاہتا ہے، جو ہمیں آخرت میں بھی کامیاب کردیں اور دنیا میں بھی سُرخ روئی اور خوش حالی سے مالا مال کردیں۔

آپ ﷺ کے اندر کامل درجے کی نرمی موجود تھی، اللہ کا ارشاد ہے: "یہ اللہ ہی کی رحمت ہے، کہ آپ ان کے لیے نرم ہیں، اگر آپ سخت مزاج اور سخت دل ہوتے، تو یہ آپ کے پاس سے بھاگ گئے ہوتے۔" **فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ وَ لَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ.** [سورة ال عمران: ۱۵۹]

حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ "اللہ تعالیٰ نرم ہے اور ہر چیز میں نرمی کو پسند فرماتا ہے۔" **وعن عائشةؓ: أن النبيَّ ﷺ قَالَ: إِنَّ اللّٰهَ رَفِيقٌ يُحِبُّ الرِّفقَ، وَيُعْطِي على الرِّفق ما لا يُعطي عَلى العُنفِ، وَما لا يُعْطِي عَلى مَا سِوَاهُ.** [صحيح بخاري: ٦٠٢٤]

ایک روایت میں ہے کہ جس چیز میں نرمی ہوتی ہے تو اس کو مزیّن اور خوبصورت کر دیتی ہے اور جس چیز کے اندر سے نرمی نکال لی جاتی ہے تو اسے عیب دار بنا دیتی ہے۔ **إِنَّ الرِّفقَ لا يَكُونُ في شيءٍ إِلَّا زَانَهُ، وَلا يُنْزَعُ مِنْ شَيءٍ إِلَّا شَانَهُ.** [صحيح مسلم: ٢٥٩٤؛ ابو داؤد: ٤٨٠٨ عن عائشه]

اور ایک دوسری حدیث میں آتا ہے کہ جو انسان نرمی سے محروم کر دیا جاتا ہے وہ ہر خیر سے محروم کر دیا جاتا ہے۔ **وعن جرير بن عبداللهؓ قالَ: سمعتُ رَسُولَ اللّٰه ﷺ يقُولُ: مَنْ يُحْرَمِ الرِّفْقَ يُحرمِ الخيرَ كُلَّهُ.** (مسلم: ٢٥٩٢؛ ابو داؤد: ٤٨٠٩)

اللہ تعالیٰ ہم سب کو نرمی کرنے والا اور نرمی کی راہ اختیار کرنے والا بنائے۔ آمین

سب سے بڑے بہادر

سبق ۴۷:- آپ ﷺ اعلیٰ درجے کے بہادر اور نڈر تھے جب بھی نازک اور خطرہ کے حالات پیش آئے آپ کی استقامت اور اطمینان کی کیفیت قابل دید تھی، کون بھلا سکتا ہے غزوۂ حنین کا منظر جب مخالفین کی طرف سے تیروں کی زبردست بوچھار کی تاب نہ لا کر

اسلامی لشکر میں افراتفری مچ گئی تھی اور ایک عجیب خوف کا عالم تھا مگر اس وقت بھی جناب رسول اللہ ﷺ پوری شجاعت و بہادری کے ساتھ محاذ پر قائم تھے اور یہ نعرہ لگاتے ہوئے "میں بلاشک نبی ہوں، میں عبدالمطلب کا بیٹا ہوں" پڑھتے ہوئے دشمن کی طرف بڑھ رہے تھے اور صحابہ کو آواز دے کر یکبارگی حملہ کی تاکید فرما رہے تھے۔ سَأَلَ رَجُلٌ الْبَرَاءَ ؓ فَقَالَ: يَا أَبَا عُمَارَةَ، أَوَلَّيْتُمْ يَوْمَ حُنَيْنٍ؟قَالَ الْبَرَاءُ – وَأَنَا أَسْمَعُ: أَمَّا رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ لَمْ يُوَلِّ يَوْمَئِذٍ، كَانَ أَبُو سُفْيَانَ بْنُ الْحَارِثِ آخِذًا بِعِنَانِ بَغْلَتِهِ، فَلَمَّا غَشِيَهُ الْمُشْرِكُونَ نَزَلَ فَجَعَلَ يَقُولُ: أَنَا النَّبِيُّ لَا كَذِبْ أَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبْ قَالَ: فَمَا رُئِيَ مِنَ النَّاسِ يَوْمَئِذٍ أَشَدُّ مِنْهُ.(بخاری: ٣٠٤٢؛ مسلم: ١٧٧٠؛ ترمذی: ١٦٨٨)

یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے عظیم الشان فتح و نصرت سے سرفراز فرمایا۔ اور آپ ﷺ کی یہی کیفیت تمام غزوات میں رہی ہے جب بھی حالات پیچیدہ ہوتے تو صحابہ کے لیے بچاؤ کا سہارا آپ ہی کی ذات ہوا کرتی تھی۔ (شمائل الرسول: ص ۱۱۵) اسی طرح حضرت انس فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ مدینہ میں کسی آواز کی وجہ سے لوگوں میں گھبراہٹ پھیل گئی اور لوگ اُس آواز کی طرف دوڑ پڑے، تو کیا دیکھتے ہیں کہ آپ ﷺ گھوڑے کی خالی پیٹھ پر سوار اُس طرف سے واپس آرہے ہیں اور آپ کے گلے میں تلوار لٹکی ہوئی ہے اور فرما رہے ہیں کہ گھبراؤ نہیں! گھبراؤ نہیں! (یعنی میں دیکھ آیا کوئی خطرے کی بات نہیں ہے۔) عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ ؓ، قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ أَحْسَنَ النَّاسِ، وَكَانَ أَجْوَدَ النَّاسِ، وَكَانَ أَشْجَعَ النَّاسِ، وَلَقَدْ فَزِعَ أَهْلُ الْمَدِينَةِ ذَاتَ لَيْلَةٍ، فَانْطَلَقَ نَاسٌ قِبَلَ الصَّوْتِ، فَتَلَقَّاهُمْ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ رَاجِعًا وَقَدْ سَبَقَهُمْ إِلَى الصَّوْتِ، وَهُوَ عَلَى فَرَسٍ لِأَبِي طَلْحَةَ عُرْيٍ فِي عُنُقِهِ السَّيْفُ، وَهُوَ يَقُولُ: لَمْ تُرَاعُوا، لَمْ تُرَاعُوا. قَالَ: وَجَدْنَاهُ بَحْرًا، أَوْ إِنَّهُ لَبَحْرٌ، قَالَ: وَكَانَ فَرَسًا يُبَطَّأُ.(مسلم: ٢/٢٥٢، رقم: ٢٣٠٧، باب الشجاعة النبی)

اِس لیے ہمیں بھی بہادر انسان بننا چاہیے اور اپنے دل سے خوف کو مٹانا چاہیے۔ آمین۔

کورونا وائرس اور دوسری بیماریوں سے محفوظ رہنے کا علاج

سبق ۷۳ :- نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ "جو شخص کسی مصیبت یا بیماری میں مبتلا شخص کو دیکھ کر یا سن کر یہ دعا پڑھے: "اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ عَافَانِیْ مِمَّا ابْتَلَاکَ بِهٖ، وَفَضَّلَنِیْ عَلٰی کَثِیْرٍ مِّمَّنْ خَلَقَ تَفْضِیْلًا." (ترجمہ: تمام تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جس نے مجھ کو اس مصیبت سے عافیت دی جس میں تجھے مبتلا کیا اور مجھ کو اپنی بہت سی مخلوق پر فضیلت بخشی)، تو جب تک وہ زندہ رہے گا، اُس مصیبت میں مبتلا نہیں ہوگا۔" "مَـــن رَأَی مُبْتَلًی فقال الحمدُ للهِ الذی عافانی مِمَّا ابتلاک به وفَضَّلَنِی علی کثیرٍ مِمَّنْ خَلَقَ تفضیلًا لم یُصِبْهُ ذلک البلاءُ." [سنن ترمذی:-۳۴۳۱ عن عمرؓ]

اللہ ہمیں کورونا وائرس اور اس طرح کی تمام برائیوں سے محفوظ رکھے۔ آمین۔

غصہ ایک بیماری

سبق ۷۴ :- غصہ ایک ایسی بیماری ہے، جو انسان کے اخلاق کو تباہ کر دیتی ہے اور اُس کو کسی بھی عمدہ اور قابل اطمینان فیصلہ لینے سے روک دیتی ہے اور انسان کو جذباتی بنا کر کسی بھی پریشانی میں مبتلا کر دیتی ہے، غصے میں آدمی کسی قسم کی نصیحت سننے اور سمجھنے سے اندھا اور بہرہ ہو جاتا ہے، جس کی وجہ سے نقصان اُٹھا لیتا ہے، جس کا احساس اُسے غصہ ختم ہو جانے کے بعد خود بخود ہو جاتا ہے، اِس لیے اسلام نے غصے کو پی جانے کا حکم دیا۔

ایک روایت میں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ "جو شخص قدرت کے باوجود غصے کو پی جائے (یعنی بدلہ لینے پر قادر ہو؛ لیکن پھر بھی معاف کر دے)، تو کل قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اُسے ساری مخلوق کے سامنے بُلا کر اُسے یہ اختیار دیں گے کہ وہ جنت کی جس حور کو چاہے پسند کر لے"۔ "عَنْ سَهْلِ بْنِ مُعَاذِ بْنِ أَنَسٍ الْجُهَنِيِّ، عَنْ أَبِيهِ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ، قَالَ: "مَنْ كَظَمَ غَيْظًا وَهُوَ يَسْتَطِيعُ أَنْ يُنَفِّذَهُ؛ دَعَاهُ اللَّهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَلَى رُءُوسِ

الْخَلائِقِ حَتَّى يُخَيِّرَهُ فِي أَيِّ الْحُورِ شَاءَ."[ترمذی: ۲۰۲۱]

غصے کی حالت میں فیصلہ کرنا

سبق ۷۵ :- غصہ ایک ایسی چیز ہے، جو انسان کو ذہنی اور جسمانی طور پر کمزور کر دیتا ہے اور غصے والے بندے سے ہر انسان دور بھاگتا ہے، غصے کو تمام برائیوں کی جڑ بتایا گیا ہے اور رسول اکرم ﷺ نے اِس سے پرہیز کرنے کا بھی حکم دیا گیا ہے۔ لَا تَغْضَبُ۔ [بخاري:٦١١٦-عن أبي هريرةؓ]

اِس لیے کہ بسا اوقات غصے میں فیصلہ لینے کی وجہ سے انسان اپنے سارے کیے کرائے پر اور برسوں کی محنت پر ایک لمحے میں پانی پھیر دیتا ہے اور اِس کی وجہ سے بہت سے قابل اور باصلاحیت لوگ ناکام ہو گئے ہیں، اِس لیے رسول اللہ ﷺ نے غصے کی حالت میں فیصلہ کرنے سے منع فرمایا ہے۔ "كَتَبَ أَبِي إِلَى عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي بَكْرَةَ وَهُوَ قَاضٍ أَنْ: لَا تَحْكُمْ بَيْنَ اثْنَيْنِ وَأَنْتَ غَضْبَانُ، فَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ يَقُولُ: لَا يَحْكُمِ الْحَاكِمُ بَيْنَ اثْنَيْنِ وَهُوَ غَضْبَانُ." [ترمذی: ١٣٣٤]

غصہ کو پینا بڑا ہمت کا کام ہے

سبق ۷۶ :- کبھی کبھی ایسے ناپسندیدہ کام یا بات انسان کے سامنے پیش آجاتے ہیں ،جس سے انسان بہت غصہ ہو جاتا ہے ایسی حالت میں اپنے غصے کو پینا بے شک بڑی ہمت کا کام ہے اور اللہ تعالیٰ نے غصہ پی جانے کو مومنین کی خاص صفت قرار دیا ہے۔ "الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ فِي السَّرَّآءِ وَالضَّرَّآءِ وَالْكٰظِمِيْنَ الْغَيْظَ وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ." [سورۂ آل عمران:۱۳۴]

غصہ نہ کرنے پر جنت کے وعدے ہیں، آنحضرت ﷺ نے فرمایا:"لَا تَغْضَبْ وَلَكَ الْجَنَّةُ." غصہ نہ کرو، تو تمہارے لیے جنت ہے۔

"قال رجلٌ لرسولِ اللّٰہِ ﷺ: دُلَّنِیُ عَلَی عَمَلٍ یَدُخُلُنِیُ الُجَنَّۃَ قال: قال رسولُ اللّٰہِ ﷺ: لا تغضبُ ولکَ الجنۃُ."(مجمع الزوائد: ۱۳۴/۸، رقم: ۱۲۹۹۰، دارالفکر، بیروت)

حدیث میں ہے کہ جو شخص اپنا غصہ روک لے گا، اللہ تعالیٰ اُس سے اپنا عذاب روک لے گا "مَنُ کَفَّ غَضَبَہُ کَفَّ اللّٰہُ عَنُہُ عَذَابَہُ وَمَنُ خَزَنَ لِسَانَہُ سَتَرَ اللّٰہُ عَوُرَتَہُ وَمَنِ اعُتَذَرَ إِلَی اللّٰہِ قَبِلَ اللّٰہُ عُذُرَہُ)."[مسند ابی یعلیٰ: ۴۳۳۸؛ بلوغ المرام للعسقلانی: ۴۴۵، لہ شاھد]

طاقتور کون؟

سبق ۷۷ :- ایک صحابی نے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں آ کر عرض کیا: کہ "یارسول اللہ! کون سا عمل سب سے زیادہ افضل ہے؟"، تو آپ ﷺ نے جواب دیا: کہ "حُسنِ اخلاق" انہوں نے مختلف انداز سے مختلف جگہ سے کئی مرتبہ یہ بات پوچھی، تو نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ "کیابات ہے؟ تم سمجھتے نہیں؟ سب سے افضل عمل حسنِ اخلاق ہے اور وہ یہ ہے کہ تم حتی الامکان غصے سے پرہیز کرو"۔ "أَنَّ رَجُلاً جَاءَ النَّبِیَّ ﷺ مِنُ قِبَلِ وَجُهِهِ فَقَالَ: أَیُّ الُعَمَلِ أَفُضَلُ؟ فَقَالَ: حُسُنُ الُخُلُقِ . ثُمَّ أَتَاهُ عَنُ یَّمِیُنِهِ، فَقَالَ: أَیُّ الُعَمَلِ أَفُضَلُ: قَالَ: حُسُنُ الُخُلُقِ. ثُمَّ أَتَاهُ عَنُ شِمَالِهِ، فَقَالَ: أَیُّ الُعَمَلِ أَفُضَلُ؟ قَالَ حُسُنُ الُخُلُقِ ثُمَّ أَتَاهُ مِنُ بَعُدُ– یَعُنِیُ مِنُ خَلُفِهِ– فَقَالَ: أَیُّ الُعَمَلِ أَفُضَلُ؟ فَقَالَ النَّبِیُّ صلی ﷺ: مَا لَکَ لَا تَفُقَهُ؟ حُسُنُ الُخُلُقِ، هُوَ أَنُ لَّا تَغُضَبَ مَا اسُتَطَعُتَ."(الترغیب والترھیب: ۳۵۴/۲، صحیح)

گویا کہ نبی کریم ا نے یہ میسیج دیا ہے کہ غصہ تمام تر خرابیوں کی جڑ اور بنیاد ہے۔

ایک روایت میں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ "وہ شخص سب سے بڑا طاقتور اور پہلوان ہے، جو غصے کے وقت اپنے اوپر قابو رکھے"۔ "عَنُ أَبِی هُرَیُرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللّٰہِ ﷺ قَالَ: لَیُسَ الشَّدِیدُ بِالصُّرَعَةِ، إِنَّمَا الشَّدِیدُ الَّذِی یَمُلِکُ نَفُسَهُ عِنُدَ

الْغَضَبِ." (بخاری: ٦١١٤؛ مسلم، باب البر و الصلة)

اللہ تعالیٰ ہمیں غصے پر کنٹرول کرنے کی توفیق نصیب فرمائے۔ آمین۔

غصے کو ختم کرنے والا عمل

سبق ۷۸ :- غصہ شیطانی عمل ہے، اِس لیے جب غصہ آئے، تو "**أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ**" پڑھ لے اور خاموش ہو جائے۔ "**عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ صُرَدٍ قَالَ: اسْتَبَّ رَجُلَانِ عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ، فَجَعَلَ أَحَدُهُمَا تَحْمَرُّ عَيْنَاهُ وَتَنْتَفِخُ أَوْدَاجُهُ، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: إِنِّي لَأَعْرِفُ كَلِمَةً لَوْ قَالَهَا هٰذَا لَذَهَبَ عَنْهُ الَّذِي يَجِدُ: أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ فَقَالَ الرَّجُلُ: هَلْ تَرَى بِي مِنْ جُنُونٍ؟**" (ابو داؤد شریف: ٤٧٨١، باب ما يقال عند الغضب)

پھر پانی پی لے، اسی طرح اگر کھڑا ہو، تو بیٹھ جائے، بیٹھا ہو، تو لیٹ جائے۔ "**عَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ: إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ لَنَا: إِذَا غَضِبَ أَحَدُكُمْ وَهُوَ قَائِمٌ فَلْيَجْلِسْ، فَإِنْ ذَهَبَ عَنْهُ الْغَضَبُ وَإِلَّا فَلْيَضْطَجِعْ.**" (سنن ابی داؤد: ٤٧٨٢)

اور اگر غصہ پھر بھی ختم نہ ہو، تو وضو یا غسل کر لے؛ کیوں کہ پانی آگ کو بجھاتا ہے۔ "**عَنْ جَدِّي عَطِيَّةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: إِنَّ الْغَضَبَ مِنَ الشَّيْطَانِ، وَإِنَّ الشَّيْطَانَ خُلِقَ مِنَ النَّارِ، وَإِنَّمَا تُطْفَأُ النَّارُ بِالْمَاءِ، فَإِذَا غَضِبَ أَحَدُكُمْ فَلْيَتَوَضَّأْ.**" (سنن ابی داؤد: ٤٧٨٤)

اللہ تعالیٰ ہمیں بے جا غصہ کرنے سے محفوظ فرمائے اور غصہ پینے والے مومن کی صفت ہمارے اندر پیدا فرمائے۔ آمین۔

حالات کے مقابلے کے لیے ہر وقت تیار رہیں

سبق ۷۹ :- ہر زمانے اور ہر علاقے میں اللہ کی طرف سے حالات آتے ہیں،

آرہے ہیں اور قیامت تک آتے رہیں گے، اِس کے لیے ذہنی طور پر انسان کو تیار رہنے کا خود اللہ تبارک وتعالیٰ نے حکم دیا ہے۔ "کیا تمہارا خیال ہے کہ تم اُن آزمائشوں سے گزرے بغیر جنت میں داخل ہو جاؤ گے، جن سے تم سے پہلی امتیں گزر چکی ہیں۔ اُن کو تنگی اور سختی پیش آئی اور وہ ہلا ڈالے گئے، یہاں تک کہ رسول اور اُن کے ساتھ ایمان لانے والے بول اُٹھے کہ کب اللہ کی مدد آئے گی، تو (اُن سے کہا گیا کہ) سُن لو! یقیناً اللہ کی مدد قریب ہے۔" "اَمۡ حَسِبۡتُمۡ اَنۡ تَدۡخُلُوا الۡجَنَّةَ وَ لَمَّا یَاۡتِکُمۡ مَّثَلُ الَّذِیۡنَ خَلَوۡا مِنۡ قَبۡلِکُمۡ مَسَّتۡهُمُ الۡبَاۡسَآءُ وَالضَّرَّآءُ وَزُلۡزِلُوۡا حَتّٰی یَقُوۡلَ الرَّسُوۡلُ وَالَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا مَعَهٗ مَتٰی نَصۡرُ اللّٰهِ اَلَاۤ اِنَّ نَصۡرَ اللّٰهِ قَرِیۡبٌ۔" (سورۂ بقرہ: ۲۱۴)

قرآن کریم اور سیرت کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ بُرے حالات کے وقت لوگ تین جماعتوں میں تقسیم ہو جاتے ہیں:

ایک جماعت وہ ہوتی ہے، جو مایوسی کا شکار ہو جاتی ہے اور مایوسی چوں کہ کفریہ عمل ہے، اِس لیے وہ شکستہ ہو کر موجودہ حالات سے صلح کر لیتی ہے۔

دوسری جماعت وہ ہوتی ہے جو ذہنی دباؤ کا شکار ہو جاتی ہے، اُس کو جذبات پر کنٹرول نہیں رہ پاتا اور وہ پاگل ہاتھی کا مقابلہ سامنے سے کرتی ہے، جس کے نتیجے میں ہاتھی مرتا نہیں اور اُن کا دو طرح سے نقصان ہو جاتا ہے، یا تو اُن کو مار دیا جاتا ہے یا اُن کو جیل میں ڈال دیا جاتا ہے۔

تیسرا طبقہ ہمیشہ ایسا رہا ہے، جو نہ مایوسی کا شکار ہوتا ہے اور نہ ذہنی دباؤ کا؛ بلکہ اپنے کو وقتی طور پر پیچھے کرتا ہے اور پوری تیاری اور پلاننگ کے ساتھ باطل کا مقابلہ کرتا ہے اور یہی طبقہ ہر زمانے میں تبدیلی لا پاتا ہے۔ اللہ ہمیں اسی طبقے میں شامل فرمائے۔ آمین۔

پردہ

سبق ۸۰ :- اسلام دینِ فطرت اور مکمل ضابطۂ حیات ہے، اِس ضابطۂ حیات میں

مرد عورت کی حفاظت اور عزّت وآبرو کے لیے ایسے قوانین مقرّر کیے گئے ہیں کہ اُن کے عمل کرنے میں نہ کوئی دقّت پیش آتی ہے اور نہ ہی فطرتِ سلیم اُنہیں قبول کرنے میں کوئی گرانی محسوس کرتی ہے۔ اسلام باوقار زندگی گزارنے کا درس دیتا ہے۔ عورت کے لیے پردے کا شرعی حکم، اسلامی شریعت کا طرّہ امتیاز اور قابل فخر دینی روایت ہے۔ اسلام نے عورت کو پردے کا حکم دے کر اُسے عزّت کے اعلیٰ مقام پر لا کھڑا کیا۔ پردے کا شرعی حکم معاشرے کو سنوارنے میں بہت اہم کردار ادا کرتا ہے، جاننا چاہیے کہ اسلامی حجاب کے بغیر نہ تو بے حیائی پر بند لگ سکتا ہے اور نہ ہی عورتوں کا صحیح معنی میں تحفظ ہوسکتا ہے۔ جب عورت بے پردہ اپنے گھر سے باہر نکلتی ہے، تو اُس کا سب سے بڑا دشمن اُس کی عزّت وآبرو سے کھلواڑ کرنے کی پوری کوشش کرتا ہے۔ ہمارے اور آپ کے آقا جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کہ جب عورت اپنے گھر سے باہر نکلتی ہے، تو شیطان اُسے تاکنے لگتا ہے۔ "**المرأةُ عورةٌ ، فإذا خرجَتْ استَشْرَفَها الشيطانُ.**" [سنن ترمذی: ۱۱۷۳؛ معجم اوسط: -۸۰۹۶ عن عبد اللہ ابن مسعودؓ]

اور یہی بے پردگی معاشرے میں فتنے اور فساد کی وجہ بن جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ تمام مسلمان عورتوں کو اسلامی حجاب اور پردے میں رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

جذبۂ صدیقی

سبق ۸۱ :- رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد عرب کے بہت سارے قبائل مرتد ہو گئے اور بہت سوں نے حکومت کو زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا، یہ شریعت سے بغاوت کا کیس تھا، خود حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ ابا جان اُس وقت جن حالات سے دوچار تھے، اگر وہ پہاڑوں پر آتے، تو پہاڑ کمزور پڑ کر چورا چورا ہو جاتے۔ "**قُبِض رسولُ اللّٰہِ ﷺ و ارتَدّتِ العربُ و اشرأَبَّ النِّفاقُ ونزَل بأبي ما لو نزَل بالجبالِ لهاضَها.**" [المعجم الاوسط: ۱۴۸/۵]

لیکن حضرت ابوبکرؓ اِس موقع پر کمزور نہیں پڑے؛ بلکہ ایک تاریخی جملہ کہا، فرمایا: "إِنَّــهُ

قَدْ انْقَطَعَ الْوَحْيُ وَتَمَّ الدِّيْنُ أَيَنْقُصُ وَأَنَا حَيٌّ."

یعنی وحی کا آنا بند ہوگیا ہے اور دین اپنی تمام تفصیلات کے ساتھ مکمل ہوگیا ہے، کیا یہ ممکن ہے کہ میری رگوں میں زندگی کا خون دوڑتا رہے اور دین میں یوں ہی کمی کی جاتی رہے (یعنی میری زندگی کسی کام کی نہیں اگر میرے جیتے جی شریعت کے احکام کی دھجیاں اُڑائی جا رہی ہوں)۔[مشکوٰۃ: ٦٠٣٤]

یہ جملہ کوئی معمولی جملہ نہیں ہے، یہ ایک حوصلے کا اظہار ہے، جو ہر سچے مومن کا ہونا چاہیے، اگر ہمارے سامنے شریعت کے احکام کی پامالی کی جارہی ہو، تو ہمارا دل تڑپ جانا چاہیے، ہمارے پروگرام اور شعادی بیاہ وغیرہ میں اگر قرآن وسنت کے خلاف کوئی بات ہو، تو ہمارے اندر سے اِس حوصلے کا اظہار ہونا چاہیے کہ میرے جیتے جی اللہ کے حکموں اور رسول کی سنتوں کا مذاق نہیں بنایا جاسکتا۔ اللہ ہمیں جذبۂ صدیقی عطا فرمائے۔آمین۔

اچھے لوگوں کی پہچان

سبق ۸۲ :- اخلاق اللہ کی طرف سے عظیم نعمت ہیں، جسے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں جسے چاہتے ہیں عطا فرما دیتے ہیں، جس بندے کے ساتھ اللہ تعالیٰ خیر کا ارادہ فرماتے ہیں، اُسے اچھے اخلاق سے نواز دیتے ہیں۔

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ جن میں دس باتیں پائی جائیں گے، وہ اچھے اخلاق والے سمجھے جائیں گے:

[۱] وہ ہمیشہ سچ بولتے ہوں۔

[۲] اللہ کی راہ میں پوری بہادری سے لڑتے ہوں۔

[۳] ضرورت مندوں کو عطا کرتے ہوں۔

[۴] احسان کا بدلہ احسان سے دیتے ہوں۔

[۵] اپنی قریبی رشتے داروں کے ساتھ صلہ رحمی کرتے ہوں۔

[۶] امانت ادا کرتے ہوں۔

[۷] پڑوسیوں کے ساتھ اچھا سلوک کرتے ہوں۔

[۸] اپنے ساتھیوں کا خیال رکھتے ہوں۔

[۹] مہمان نوازی کرتے ہوں۔

[۱۰] اور اُن میں شرم وحیا پائی جاتی ہو۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اِن خوبیوں کو اختیار کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔ "قَالَتْ عَائِشَةُ قَال: إِنَّ مَكَارِمَ الْأَخْلَاقِ عَشَرَةٌ صِدْقُ الْحَدِيْثِ وَصِدْقُ الْبَأْسِ فِيْ طَاعَةِ اللّٰهِ وَإِعْطَاءُ السَّائِلِ وَمُكَافَاةُ الصَّنِيْعِ وَصِلَةُ الرَّحِمِ وَأَدَاءُ الْأَمَانَةِ وَالتَّذَمُّمُ لِلْجَارِ وَالتَّذَمُّمُ لِلصَّاحِبِ وَقِرَى الضَّيْفِ وَرَأْسُهُنَّ الْحَيَاءُ "[شعب الایمان: ۱۳۸/۶؛ مكارمُ الاخلاق لابی الدنیا: ص۲۸]

دشمن کو دوست بنانے والا عمل

سبق ۸۳ :- حضرت عقبہ بن عامر ایک صحابی ہیں، وہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ایک مرتبہ میرا ہاتھ پکڑ کر ارشاد فرمایا: "اے عقبہ! کیا میں تمہیں دنیا اور آخرت کے افضل ترین اخلاق کے بارے میں نہ بتلاؤں؟" میں نے عرض کیا: "ضرور ارشاد فرمایئے۔"، تو آپ ﷺ نے فرمایا: کہ "جو تم سے تعلق ختم کرے، تم اُس سے جوڑ پیدا کرنا، جو تمہیں محروم کرے، تم اُسے عطا کرنا، جو تم پر ظلم کرے، تم اُسے معاف کرنا۔" "قَالَ ﷺ لِعُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ: (يَا عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ! صِلْ مَنْ قَطَعَكَ، وَأَعْطِ مَنْ حَرَمَكَ، وَاعْفُ عَمَّنْ ظَلَمَكَ." (مسند احمد: ۱۷۴۵۲)

اسی بات کو اللہ نے یوں بیان فرمایا ہے: "برائی کا ایسے طریقے سے جواب دیجیے، جو بہت اچھا ہو، تو جس شخص کے اور تمہارے درمیان دشمنی تھی، وہ تمہارا جگری دوست بن جائے گا۔" "وَلَا تَسْتَوِي الْحَسَنَةُ وَلَا السَّيِّئَةُ اِدْفَعْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ فَاِذَا الَّذِيْ

بَیۡنَکَ وَبَیۡنَهٗ عَدَاوَةٌ کَاَنَّهٗ وَلِیٌّ حَمِیۡمٌ۔" [سورۂ حم سجدہ:۳۴]

یہ ایسے اخلاق ہیں کہ اِن کو اختیار کرنے سے دنیا عافیت کی جگہ بن جائے گی اور آپسی نفرتیں محبتوں میں بدل جائیں گی۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اِن ہدایات پر عمل کرنے کی توفیق نصیب فرمائے۔آمین۔

بیویوں سے بھی حسنِ اخلاق

سبق ۸۴ :- آج کل اکثر لوگ دوسروں کے ساتھ تو اچھے اخلاق سے پیش آتے ہیں؛ لیکن اپنی بیویوں کے ساتھ اُن کا اچھا رویّہ نہیں ہوتا؛ حالاں کہ اللہ کے حبیب جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ "تم میں سب سے بہتر وہ شخص ہے، جو اپنی بیویوں کے حق میں سب سے بہتر ہو اور اُن کے ساتھ اچھے اخلاق سے پیش آتا ہو"۔ **"خیرُکم خیرُکم لأهلِه وأنا خیرُکم لأهلي".** [مسند احمد: ۲۴۰۲-۷عن ابی هریرہ؛ الترغیب والترهیب: ۹/-۹۵عن عائشہؓ]

شادی میں اگر میل کا جوڑا نہ ملے، تب بھی میاں بیوی کو ایک دوسرے کے ساتھ نبھاؤ کرنا چاہیے، رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ کوئی مرد کسی مومن عورت سے نفرت نہ کرے، اگر اُس کو اُس کی کوئی بات ناپسند ہو، تو اُس کے اندر دوسری بات ہوگی، جو اُس کی مرضی کے مطابق ہو۔ **"عَنۡ أَبِي هُرَيۡرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ: »لَا يَفۡرَکۡ مُؤۡمِنٌ مُؤۡمِنَةً، إِنۡ کَرِهَ مِنۡهَا خُلُقًا رَضِيَ مِنۡهَا آخَرَ۔"** [صحیح مسلم: ۱٤٦۷]

اچھے اخلاق بھی اللہ سے مانگیے

سبق ۸۵ :- اللہ تعالیٰ کو وہی لوگ پسند ہیں، جن کے اخلاق اچھے ہوں، نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ "اللہ تعالیٰ خود کریم ہیں اور کرم اور اچھے اخلاق کو پسند فرماتے ہیں اور گھٹیا عادتوں کو نہ پسند فرماتے ہیں۔" **"عَنۡ سَهۡلِ بۡنَ سَعۡدٍ السَّاعِدِيِّ، أَنَّهٗ سَمِعَ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ: إِنَّ اللّٰهَ کَرِيۡمٌ يُحِبُّ الۡکَرَمَ وَيُحِبُّ مَعَالِيَ الۡأَخۡلَاقِ وَيَکۡرَهُ سَفۡسَافَهَا۔"**

[مستدرك للحاكم: ۱/۲۱٦، كتاب الايمان؛ كنز العمال: ٣/٦]

ایک روایت میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا: کہ "کامل مومن وہ ہے، جو اخلاق میں سب سے عمدہ ہو اور اپنے گھر والوں کے ساتھ نرمی برتنے والے ہوں۔" "عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا قَالَتْ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: إِنَّ مِنْ اَكْمَلِ الْمُؤْمِنِيْنَ إِيْمَانًا أَحْسَنَهُمْ خُلُقًا وَاَلْطَفَهُمْ بِاَهْلِهِ." [مسند احمد: ۲۴۱۳۴]

خود نبی کریم ﷺ یہ دعا فرمایا کرتے تھے: کہ "اے اللہ! مجھے اچھے اخلاق کی توفیق عطا فرما دیجیے، بے شک اچھے اخلاق کی ہدایت آپ ہی کر سکتے ہیں اور مجھے بُرے اخلاق سے بچا لیجیے؛ کیوں کہ مجھے بُرے اخلاق سے آپ ہی بچا سکتے ہیں۔" "عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رضی اللہ عنہ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ إِذَا اسْتَفْتَحَ الصَّلَاةَ كَبَّرَ ثُمَّ قَالَ إِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ لَا شَرِيكَ لَهُ وَبِذَلِكَ أُمِرْتُ وَأَنَا مِنَ الْمُسْلِمِينَ اللّٰهُمَّ اهْدِنِي لِأَحْسَنِ الْأَعْمَالِ وَأَحْسَنِ الْأَخْلَاقِ لَا يَهْدِي لِأَحْسَنِهَا إِلَّا أَنْتَ وَقِنِي سَيِّءَ الْأَعْمَالِ وَسَيِّءَ الْأَخْلَاقِ لَا يَقِي سَيِّئَهَا إِلَّا أَنْتَ." [سنن نسائی: ۸۹۷]

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اچھے اخلاق اختیار کرنے کی توفیق نصیب فرمائے۔ آمین۔

نماز، روزے اور صدقے سے بھی افضل عمل

سبق ۸٦ :- ایک حدیث میں جنابِ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ "کیا میں تمہیں ایسا عمل نہ بتاؤں، جو ثواب میں نماز، روزہ اور صدقہ خیرات سب سے افضل ہو؟" حضراتِ صحابہ نے فرمایا: کہ "ضرور ارشاد فرمایئے"، تو آپ ﷺ نے فرمایا: کہ "دو اختلاف کرنے والوں میں صلح کرانا اور اِس کے برخلاف لڑائی والوں میں مزید آگ لگا دینا، دین کو مونڈنے والی چیز ہے۔ میں یہ نہیں کہتا کہ وہ بالوں کو مونڈنے والی چیز ہے؛ بلکہ وہ دین کو مونڈنے والی چیز ہے"۔ "عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ رضی اللہ عنہ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: أَلَا أُخْبِرُكُمْ بِأَفْضَلَ مِنْ دَرَجَةِ الصِّيَامِ

وَالصَّلَاةِ وَالصَّدَقَةِ؟ قَالُوا: بَلَى، قَالَ: صَلَاحُ ذَاتِ الْبَيْنِ فَإِنَّ فَسَادَ ذَاتِ الْبَيْنِ هِيَ الْحَالِقَةُ، وَيُرْوَى عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ قَالَ: هِيَ الْحَالِقَةُ لَا أَقُولُ تَحْلِقُ الشَّعَرَ وَلَكِنْ تَحْلِقُ الدِّينَ." [ترمذی: ۲۵۰۹]

اس لیے کوشش یہ کرنی چاہیے کہ آپس کی رنجشیں ختم ہوں اور ہر شخص اپنے دوسرے بھائی کے حق میں بے ضرر بن جائے، اپنی ذات سے کسی بھائی کو تکلیف نہ پہنچائے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اچھے اخلاق کو اختیار کرنے کی توفیق نصیب فرمائے۔ آمین۔

زکوٰۃ کا نصاب

سبق ۸۷ :- ہر بالغ سمجھ دار صاحبِ نصاب مسلمان پر کُل مال کا چالیسواں حصہ کسی غریب کو زکوٰۃ میں دینا فرض ہے، صاحبِ نصاب وہ شخص کہلاتا ہے، جس کے پاس ساڑے سات تولہ سونا یعنی ۸۷ر گرام اور ۴۸۰ر ملی گرام سونا ہو یا ساڑے باوَن تولہ چاندی یعنی ۶۱۲ر گرام اور ۳۶۰ر ملی گرام چاندی ہو یا دونوں میں سے ہر ایک اِس سے کم ہوں؛ لیکن دونوں کو ملا کر ساڑے باوَن تولہ چاندی خریدی جا سکے، تو اُس شخص پر زکوٰۃ دینا واجب ہے، خواہ مرد ہو یا **عورت**۔ [مستفاد، از کتاب المسائل: ۲/ ۲۰۹ تا ۲۱۴]

زکوٰۃ نکالنے کا طریقہ یہ ہے کہ کُل مال کو ۴۰ر سے ڈِوَائِڈ (بھاگ) کر دیجیے، جو حاصلِ تقسیم ہوگا، وہی زکوٰۃ کی رقم ہوگی۔ مثلاً ہمارے پاس پچاس ہزار روپے ہیں، ۴۰ر سے بھاگ کیا، تو اِس کا جواب آیا بارہ سو پچاس روپے، بس یہی پچاس ہزار کی زکوٰۃ ہوگی، جس کو ادا کرنا ضروری ہوگا۔

مُنصِفانہ مزاج

سبق ۸۸ :- نبی کریم ﷺ نے حضرت عبد اللہ ابن رواحہؓ کو خیبر کے باغات کا جائزہ لینے

کے لیے بھیجا، تو وہاں کے یہودی باشندے نے حضرت عبد اللہ ابن رواحہؓ کو کچھ رشوت دینے کا ارادہ کیا کہ وہ اُس کے ساتھ نرمی کا معاملہ کریں، اِس بات پر حضرت عبد اللہ ابن رواحہؓ نے اُس سے فرمایا: "اللہ کی قسم! میں جس ذات کے پاس سے آ رہا ہوں، وہ مجھے تمام مخلوقات میں سب سے زیادہ محبوب ہے (یعنی رسول اللہ)، جب کہ تم لوگ میرے نزدیک بندر اور خنزیر جیسے ذلیل جانوروں سے بھی زیادہ ناپسند ہو؛ لیکن نبی کریم ﷺ سے محبت اور تم لوگوں سے بُغض مجھے اِس بات پر ہرگز آمادہ نہیں کرسکتا کہ میں تمہارے ساتھ ذرّہ برابر بھی ناانصافی کروں"۔

حضرت کا یہ جواب سُن کر خیبر کے یہودی بول اُٹھے کہ جب تک آپ جیسے لوگ اس زمین میں رہیں گے، زمین اور آسمان کا نظام ایسے ہی چلتا رہے گا۔"عَنْ سُلَيْمَانَ بْنَ يَسَارٍ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَبْعَثُ ابْنَ رَوَاحَةَ إِلَى خَيْبَرَ فَيَخْرُصُ بَيْنَهُ وَبَيْنَ يَهُوْدٍ، فَجَمَعُوْا حِلْيًا مِّنْ نِسَائِهِمْ فَقَالُوْا: هٰذَا لَكَ وَخَفِّفْ عَنَّا . قَالَ: يَا مَعْشَرَ يَهُوْدٍ، وَاللّٰهِ إِنَّكُمْ لَمِنْ أَبْغَضِ خَلْقِ اللّٰهِ إِلَيَّ، وَمَا ذَاكَ بِحَامِلِيْ عَلَى أَنْ أَحِيْفَ عَلَيْكُمْ، وَالرِّشْوَةُ سُحْتٌ . فَقَالُوْا: بِهٰذَا قَامَتِ السَّمَاءُ وَالْأَرْضِ. "(تفسير ابن كثير، مكمل: ٣٦٨)

ایک طرف صحابۂ رسول کا یہ کردار اور دوسری طرف ہمارا یہ معاشرہ، جس کا حال یہ ہے کہ فیصلے کے وقت دوستی اور دشمنی اثر انداز ہوتی ہے، جب کسی سے دوستی ہوتی ہے، تو اِس درجے کی کہ اُس کی کھلی ہوئی غلط باتوں کو بھی نظر انداز کر دیا جاتا ہے اور دشمنی ہوتی ہے، تو اِس درجے کی کہ اُس کی اچھائیوں کو نظر انداز کر دیا جاتا ہے، ظاہر ہے کہ یہ صورتِ حال اسلامی تعلیمات کے خلاف ہیں، آدمی کو بہر حال مُنصِف مزاج ہونا چاہیے، اگر انصاف نہیں کیا جائے گا، تو دنیا میں کہیں بھی امن قائم نہیں رہ سکتا۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو ہر موقع پر عدل و انصاف کے اِس معیار پر کھرا اُترنے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین۔❑❍❑

اولاد کے درمیان بھی انصاف کرو

سبق ۸۹ :- شریعتِ اسلامی نے اولاد کے درمیان لین دین میں برابری کرنے کا حکم دیا ہے؛ چناں چہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ "اللہ سے ڈرو اور اولاد کے درمیان عدل سے کام لو۔" "عَنْ عَامِرٍؒ، قَالَ: سَمِعْتُ النُّعْمَانَ بْنَ بَشِيرٍؓ وَهُوَ عَلَى الْمِنْبَرِ، يَقُولُ: أَعْطَانِي أَبِي عَطِيَّةً، فَقَالَتْ عَمْرَةُ بِنْتُ رَوَاحَةَ: لَا أَرْضَى حَتَّى تُشْهِدَ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ، فَأَتَى رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ، فَقَالَ: إِنِّي أَعْطَيْتُ ابْنِي مِنْ عَمْرَةَ بِنْتِ رَوَاحَةَ عَطِيَّةً، فَأَمَرَتْنِي أَنْ أُشْهِدَكَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ، قَالَ: أَعْطَيْتَ سَائِرَ وَلَدِكَ مِثْلَ هَذَا، قَالَ: لَا، قَالَ: فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْدِلُوا بَيْنَ أَوْلَادِكُمْ." [بخاری شریف : ۲۵۸۷]

ترجمہ: حضرت عامر شعبیؒ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت نعمان بن بشیرؓ سے منبر پر بیان کرتے ہوئے سنا کہ میرے باپ نے مجھے ایک عطیہ دیا، تو عمرہ بنت رواحہ رضی اللہ عنہا (نعمان کی والدہ) نے کہا کہ جب تک آپ رسول اللہ ﷺ کو اس پر گواہ نہ بنائیں میں راضی نہیں ہو سکتی؛ چناں چہ میرے والد صاحب آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ میں نے اپنے اُس بیٹے کو ہدیہ دیا ہے، جو میرے بیوی عمرہ بنت رواحہ سے ہے، تو انہوں نے کہا کہ پہلے میں آپ کو اس پر گواہ بنالوں، آپ ﷺ نے دریافت فرمایا کہ اسی جیسا عطیہ تم نے اپنی تمام اولاد کو دیا ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ نہیں، اس پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ سے ڈرو اور اپنی اولاد کے درمیان انصاف کو قائم رکھو؛ چنانچہ وہ واپس ہوئے اور ہدیہ واپس لے لیا۔

حضرات علماء نے یہاں تک لکھا ہے کہ اگر زندگی میں اپنے مال کی تقسیم کرنا چاہے، تو لڑکوں اور لڑکیوں کو برابر دیں، یہ نہیں کہ لڑکوں کو زیادہ اور لڑکیوں کو کم؛ بلکہ دونوں کو برابر دینا چاہیے، مرنے کے بعد فرق ہے؛ مگر زندگی میں سب برابر ہیں۔ (تکملہ فتح الملہم: ۲/۴۷)

اللہ ہمیں عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

بہنوں کی میراث

نبی کریم ﷺ نے یہاں تک ارشاد فرمایا: کہ "جو شخص اپنے وارث کو میراث سے محروم کر دے گا، تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اُس کو جنت کے حصے سے محروم کر دیں گے۔"

"مَن فَرَّ من میراثِ وارثِہِ قطعَ اللّٰہُ میراثَہُ من الجنةِ یومَ القیامةِ."

[مشکوٰة: ۱/-۲۶۶عن انسؓ]

یاد رکھنا چاہیے کہ باپ کے چھوڑے ہوئے مال میں بہنوں کا حق حساب لگا کر دینا چاہیے، جہیز دینے سے بہن کا حق ختم نہیں ہو جاتا، عام طور پر بھائیوں کی شرما حضوری میں بہنیں اپنے حق کا مطالبہ نہیں کرتیں، تو اُس کی وجہ سے اُن کا حق ختم نہیں ہو جاتا، اِس وجہ سے بھائیوں کو خود آگے بڑھ کر اُن کے حقوق ادا کرنے چاہیے؛ تاکہ آپس میں محبتیں برقرار رہیں اور خاندانوں اور نسلوں میں جوڑ قائم ہو اور ہم جنت میں اللہ کی میراث کے حقدار بن سکیں۔

اللہ ہمیں بہنوں کے حقوق ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

دوستی اور دشمنی میں اعتدال

سبق ۹۰ :- دوستی اور دشمنی میں اعتدال ہونا چاہیے۔ جس سے دوستی کی جائے، اُس سے دوستی میں اتنا نہ بڑھا جائے کہ اپنے تمام راض اُس کے سامنے ظاہر کر دیں؛ کیوں کہ ہو سکتا ہے کہ کبھی اُس سے دشمنی ہو جائے اور آپ کو سخت نقصان کا سامنا کرنا پڑے۔ جس سے دشمنی ہو جائے، تو اُس سے بھی اعتدال رہے، اور اگر اُس سے آگے چل کر دوستی ہو جائے، تو شرمندہ نہ ہونا پڑے۔

جنابِ رسول اللہ ﷺ نے اپنی امّت کو دوستی اور دشمنی میں اسی اعتدال کی نصیحت فرمائی۔ "عَنْ أَبِی ھُرَیْرَةَ، أُرَاهُ رَفَعَهُ، قَالَ: أَحْبِبْ حَبِیبَکَ ھَوْنًا مَا عَسَی أَنْ یَکُونَ بَغِیضَکَ یَوْمًا مَا، وَأَبْغِضْ بَغِیضَکَ ھَوْنًا مَا عَسَی أَنْ یَکُونَ حَبِیبَکَ یَوْمًا مَا."

[ترمذی: ۱۹۹۷] اللہ ہمیں عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

رشوت کیا ہے؟

سبق ۹۱ :- فقہ کی اصطلاح میں "رشوت" وہ مال ہے، جو کسی کے حق کو ختم کرنے کے لیے یا کسی ناحق کو حاصل کرنے کے لیے دیا جائے۔ مَا یُعْطٰی لِاِبْطَالِ حَقٍّ أَوْ لِإِحْقَاقِ بَاطِلٍ. [کتاب التعریفات:ص۱۲۵]

رشوت کے معنیٰ اُس رسّی کے ہیں، جس کے ذریعے پانی تک پہنچا جائے، رشوت کو رشوت اِسی وجہ سے کہا جاتا ہے کہ اُس کے ذریعے انسان ناحق کو حاصل کرتا ہے۔[القاموس الفقہ:۴۸۱/۳]

آج جب کہ زمانہ بہت تیزی کے ساتھ ترقی کر رہا ہے اور آئے دن نت نئے ایجادات ہو رہے ہیں، ایسے دور میں رشوت کا چلن بہت عام ہوتا جا رہا ہے۔

یاد رکھیں! رشوت صرف چند کاغذ کے نوٹ دینے کو ہی نہیں کہتے ہیں؛ بلکہ اپنے دنیوی مقاصد کو پورا کروانے کے لیے کسی عہدے دار کو کوئی بھی چیز دینا، جس سے اُس کا ناحق کام نکل جائے، وہ رشوت ہے۔[تفسیر ابن کثیر مکمل:۳۶۸]

رشوت، مسلمانوں کا کام نہیں

اسلام سے قبل زمانۂ جاہلیت میں مالدار طبقہ کھلے عام اپنے قاضی اور جج سے اپنے حق میں فیصلہ کرانے کے لیے قاضی کو رشوت دیتے تھے؛ تاکہ قانون کی زد سے بچ جائیں اور وہ قاضی رشوت لے کر فیصلہ اُن کے حق میں سنا دیتے تھے؛ یہی حال اُس زمانے کے یہودیوں کا تھا، تورات میں بیان کیے گئے احکام کو چھپا دیتے تھے اور تورات میں ردّ و بدل کر دیتے تھے، ایسے لوگوں پر لعنت کی گئی ہے۔ "وَتَرٰی کَثِیْرًا مِّنْهُمْ یُسَارِعُوْنَ فِی الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَاَكْلِهِمُ السُّحْتَ ؟ لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ." [سورۂ مائدہ:۶۲]

اللہ تعالیٰ ہر طرح کے گناہ، ظلم اور حرام کھانے سے پوری امت مسلمہ کی حفاظت فرمائے۔ آمین۔

رشوت لینا دینا دونوں گناہ ہے

حدیث میں رشوت لینے اور دینے والے دونوں کے بارے میں بڑی سخت وعید آئی ہیں۔

رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ "رشوت لینے اور دینے والے پر اللہ کی لعنت برستی ہے۔" "عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَؓ، قَالَ: لَعَنَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الرَّاشِيَ، وَالْمُرْتَشِيَ فِي الْحُكْمِ." [ترمذی:۱۳۳۶]

"راشی"، رشوت لینے والے کو اور "مرتشی"، رشوت دینے والے کو کہتے ہیں اور دونوں کے درمیان واسطہ اور ذریعہ بننے والے کو "رائش" کہا جاتا ہے۔[النہایہ:۲/۲۲۶]

ایک حدیث میں ہے کہ رشوت لینے والے اور دینے والے دونوں ہی کو جہنم میں ڈالا جائے گا۔"الرَّاشي أو المُرتشي في النَّارِ."[التلخيص الحبير لا بن الحجر: ۹۰۲/۳]

رشوت پر گواہ بھی نہ بنیں

اسلام کی نظر میں جس طرح رشوت لینے اور دینے والے دونوں ہی ملعون اور دوزخی ہیں، اسی طرح اِس معاملے کی دلالی کرنے والا بھی اللہ کی لعنت کا مستحق ہے۔حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے رشوت لینے، دینے اور رشوت کی دلالی کرنے والے سب پر لعنت فرمائی ہے۔ "عَنْ ثَوْبَانَ مَوْلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: الرَّاشِيَ وَالْمُرْتَشِيَ، وَالرَّائِشَ يَعْنِي الَّذِيْ يَمْشِيْ بَيْنَهُمَا."[مسند احمد:-۲۲۴۰۷عن ثوبانؓ]

اور آج ہم اِس کام میں بے حد ملوّث ہیں ہمیں اِس سے بچنا چاہیے؛ تا کہ ہم اِس وعید سے محفوظ رہیں۔

اللہ ہمیں حرام آمدنی کے شائبے سے بھی محفوظ فرمائے اور حلال اور پاکیزہ روزی عطاء فرمائے۔آمین۔

کب رشوت دینے کی گنجائش ہے؟

بغیر شدید مجبوری کے رشوت دینا بھی گناہ اور موجبِ لعنت ہے، رشوت دینا اُس وقت جائز ہے، جب اُس کا مقصد اپنے آپ کو ظلم سے بچانا ہو یا صرف انصاف کا حاصل کرنا ہو، اگر کام جلدی کروانے کے لیے رشوت دینے سے دوسرے کی حق تلفی لازم نہ آتی ہو اور کام جلد نہ ہونے کی وجہ سے حرجِ عظیم کا سامنا ہو اور کام ایسا ہو کہ اُس کو وصول کرنا ضروری ہو، تو ایسی مجبوری میں رشوت دینے کی گنجائش ہے۔[فتاویٰ دارالعلوم، دیوبند:فتویٰ نمبر ۱۲۳۵؛ جواب نمبر:۹۲۸۶]

اللہ تعالیٰ ہمیں شریعت کو سمجھنے اور پورے شرح صدر کے ساتھ اُس پر عمل کرنے کی توفیق عطاء فرمائے۔ آمین۔

مکمل سکون کہاں ملے گا؟

دنیا کی کوئی خوشی کامطلق نہیں ہے، ہر خوشی کے ساتھ غم لگا ہوا ہے؛ یہاں کی کوئی لذّت کامل نہیں، بہترین کھانا لگا ہوا ہے، بھوک لگ رہی ہے، اُس کے کھانے میں لذّت آرہی ہے؛ لیکن کوئی غم اور فکر دماغ کے اوپر مسلّط ہے، جس کی وجہ سے اُس کی لذّت مکدّر ہو رہی ہے، اِس لیے جاننا چاہیے کہ دنیا کی کوئی خوشی کامل نہیں، لوگ سمجھتے ہیں کہ خوب مال و دولت جمع کرلوں گا، تو سکون مل جائے گا؛ لیکن آپ بڑے بڑے مالداروں کی زندگیوں پر نظر ڈالیں، بہ ظاہر یہ نظر آئے گا کہ شاندار مکانات ہیں، بہترین گاڑیاں ہیں، خوب نوکر چاکر ہیں، راحت کے تمام اسباب موجود ہیں، آرام دہ بستر اور مسہریاں ہیں، ائیر کنڈیشن کمرے ہیں؛ لیکن رات کے وقت نیند نہیں آتی۔ معلوم ہوا کہ دنیا میں غم بھی ہے اور خوشی بھی، راحت بھی ہے اور تکلیف بھی ہے، لہٰذا اگر کوئی شخص یہ چاہے کہ اس دنیا میں مجھے کوئی صدمہ نہ پہنچے، میری مرضی کے خلاف کوئی کام نہ ہو، تو اِس دنیا میں یہ نہیں ہوسکتا۔ اِس سبق سے یہ پیغام دینا مقصد ہے کہ ہمیں ہمیشہ ذہنی طور پر غم اور پریشانی جھیلنے کے لیے تیار رہنا چاہیے۔ ہاں ایک

جنت ہی ایسی جگہ ہے جہاں انسان کو کوئی غم نہیں ہوگا اور اُس کی ہر خواہش پوری ہوگی، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:"وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَشْتَهِي اَنْفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَدَّعُونَ. "[سورۂ حم سجدہ:۳۱] اللہ ہمیں عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

لوگوں سے امید نہ لگائیں

اسلام میں استغناء اور بے نیازی کا بڑا اہم مقام ہے اور اصل میں بے نیازی مال و دولت سے نہیں ہوتی ہے؛ بلکہ اصل بے نیازی دل کا بے نیاز ہونا ہے۔ حدیث میں ہے کہ غنی اور بے نیاز ہونا مال پر موقوف نہیں ہے؛ بلکہ اصل مالداری دل کی مالداری ہے۔"عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَؓ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ، قَالَ: لَيْسَ الْغِنَى عَنْ كَثْرَةِ الْعَرَضِ، وَلَكِنَّ الْغِنَى غِنَى النَّفْسِ. "[بخاری:٦٤٤٦؛مسلم:۱۰۵۱؛ترمذی:۲۳۷۳]

بے نیازی اللہ کے بڑے مقبول بندوں کو نصیب ہوتی ہے۔ انسان کے لیے استغناء یہ ہے کہ اللہ کے علاوہ دوسرے تمام لوگوں سے بے نیاز ہو کر زندگی گزارے، نہ کسی کی مال و دولت پر نظر ہو، اور نہ عہدے، منصب اور شان وشوکت پر نظر ہو اور انسان کو خوش حالی اور فراوانی میں، امیری فقیری میں صرف اُسی ذات کے سامنے مانگنے کے لیے جُھکنا چاہیے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو دعا مانگنے کا طریقہ سکھاتے ہوئے فرمایا: "اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ. "[سورۂ فاتحہ:۴]

جو تمام مخلوقات سے بے نیاز ہے اور دنیا بھر کے تمام امیر اور شاہ کے سامنے ہاتھ نہیں پھیلانا چاہیے؛ کیوں کہ یہ سب بھی اُس ذات پاک کے ہی محتاج ہیں۔ "يَاَيُّهَا النَّاسُ اَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ اِلَى اللّٰهِ? وَاللّٰهُ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ. "[سورۂ فاطر:۱۵]

? روکھی سوکھی برداشت کرلے، فاقہ کرلے؛ لیکن کسی کے سامنے ہاتھ نہ پھیلائے؛ کیوں کہ حدیث میں ہے کہ دینے والے کا ہاتھ لینے والے کے ہاتھ سے بہتر ہے۔"اليدُ المعطيةُ خيرٌ منَ اليدِ السُّفلَى. "(الاستذکار، لابن عبد البر: ٦١٧/٧؛ صحيح ابن حبان:

-۳۵٦۱عن عبد اللّٰہ ابن عمر ؛ مجمع الزوائد: ۳/-۱۰۰عن عطیه بن عروہؓ]

اور دوسری حدیث میں ہے کہ جو شخص لوگوں کے مالوں پر نظر نہیں رکھے گا اور بے نیازی اختیار کرے گا، تو اللہ تعالیٰ اُسے غنی اور مالدار بنا دیں گے۔ "عـن أبـي سـعـيـد الخدری: أَنَّ أُنَاسًا مِنَ الْأَنْصَارِ سَأَلُوا رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ، فَلَمْ يَسْأَلْهُ أَحَدٌ مِنْهُمْ إِلَّا أَعْطَاهُ حَتَّى نَفِدَ مَا عِنْدَهُ، فَقَالَ لَهُمْ حِينَ نَفِدَ كُلُّ شَيْءٍ: أَنْفَقَ بِيَدَيْهِ مَا يَكُنْ عِنْدِي مِنْ خَيْرٍ لَا أَدَّخِرُهُ عَنْكُمْ، وَإِنَّهُ مَنْ يَسْتَعِفَّ يُعِفَّهُ اللّٰهُ، وَمَنْ يَتَصَبَّرْ يُصَبِّرْهُ اللّٰهُ، وَمَنْ يَسْتَغْنِ يُغْنِهِ اللّٰهُ، وَلَنْ تُعْطَوْا عَطَاءً خَيْرًا وَأَوْسَعَ مِنَ الصَّبْرِ."

[بخاری: ٦۴٧۰]

چند انصاری صحابہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مانگا اور جس نے بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مانگا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے دیا، یہاں تک کہ جو مال آپ کے پاس تھا وہ ختم ہو گیا۔ جب سب کچھ ختم ہو گیا جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دونوں ہاتھوں سے دیا تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو بھی اچھی چیز میرے پاس ہو گی میں اسے تم سے بچا کے نہیں رکھتا ہوں۔ بات یہ ہے کہ جو تم میں (سوال سے) بچتا رہے گا اللہ بھی اسے غیب سے دے گا اور جو شخص دل پر زور ڈال کر صبر کرے گا اللہ بھی اسے صبر دے گا اور جو بے پرواہ رہنا اختیار کرے گا اللہ بھی اسے بے پرواہ کر دے گا اور اللہ کی کوئی نعمت صبر سے بڑھ کر تم کو نہیں ملی۔

اِس لیے ہمیں لوگوں سے ہمیشہ بے نیاز اور غیر محتاج بن کر رہنا چاہیے اور زندگی عافیت کے ساتھ گزارنی چاہیے اور صرف اللہ کے در پر ہاتھ پھیلانا اور اُس کا محتاج بن کر رہنا چاہیے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں بے نیازی کی دولت سے مالا مال کر کے اپنے مقبول بندوں میں شامل فرمائے آمین۔

خیر خواہی

انسان کو ہر ایک کے ساتھ خیر خواہی کرنی چاہیے، خاص طور پر اپنے مسلمان بھائی کا

بہت ہی خیر خواہ ہونا چاہیے؛ کیوں کہ حدیث میں اُس شخص کے ایمان کو مکمل بتایا گیا ہے، جو اپنے مسلمان بھائی کا خیر خواہ ہو، اگر وہ اُس کی خیر خواہی نہیں کرتا، تو یہ اس بات کی علامت ہے کہ اُس کا ایمان ابھی مکمل نہیں ہوا۔ حدیث میں آتا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ تم میں سے کوئی شخص اُس وقت تک کامل مومن نہیں بن سکتا، جب تک کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کے لیے وہی چیز پسند نہ کرے، جو اپنے لیے پسند کرتا ہے (اور اُن کے لیے وہی چیز ناپسند کرے، جو اپنے لیے ناپسند کرتا ہے۔) "عَنْ أَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّى يُحِبَّ لِأَخِيهِ مَا يُحِبُّ لِنَفْسِهِ." [بخاری:۱۳]

اِس حدیث پر اگر عمل ہو جائے، تو ساری زندگی کے رگڑے جھگڑے ختم ہو جائیں، گھر جنت بن جائیں اور دنیا میں ہی جنت کا مزا آنے لگے، اِس لیے کہ آج سارے جھگڑوں کی بنیاد یہی ہے کہ جو ہم اپنے لیے چاہتے ہیں، وہ اپنے بھائی کے لیے نہیں چاہتے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں خیر خواہی کے جذبے سے سرشار فرمائے اور ہمارے ایمان کو مکمل فرمائے۔ آمین۔

اچھائی کی تلقین کرنا اور بُرائی سے روکنا

کسی معاشرے سے اچھائی کی محبت اور بُرائی سے نفرت ختم ہو جائے، تو اس کا اثر یہ ہوتا ہے کہ اُس سماج میں آپس میں ایک دوسرے کو اچھائی کی تلقین کرنا اور برائیوں سے روکنا ختم ہو جاتا ہے۔ مسلم معاشرے میں آپس میں اچھائیوں کی تلقین کرنا اور برائیوں سے روکنا بالکل ختم ہو چکا ہے، جو اِس بات کی دلیل ہے کہ ہمارے دلوں میں اچھائی سے محبت اور بُرائی سے نفرت ختم ہو چکی ہے؛ حالاں کہ اللہ تعالیٰ نے یہ ضروری قرار دیا تھا کہ اِس امت میں کچھ لوگ ہمیشہ ایسے ہونے چاہئیں، جو اچھائی کی باتیں بتاتے رہیں اور بُرائیوں سے روکتے رہیں۔ "وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ أُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ إِلَى الْخَيْرِ وَ يَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ يَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ? وَ أُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ." [سورۂ آل عمران:۱۰۴]

حدیث میں آتا ہے کہ تم میں سے ہر شخص سے اُس کے ماتحتوں کے بارے میں ضرور سوال کیا جائے گا۔ "عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرؓ، أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ يَقُولُ: كُلُّكُمْ رَاعٍ وَمَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ، فَالْإِمَامُ رَاعٍ، وَهُوَ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ، وَالرَّجُلُ فِي أَهْلِهِ رَاعٍ، وَهُوَ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ، وَالْمَرْأَةُ فِي بَيْتِ زَوْجِهَا رَاعِيَةٌ، وَهِيَ مَسْئُولَةٌ عَنْ رَعِيَّتِهَا، وَالْخَادِمُ فِي مَالِ سَيِّدِهِ رَاعٍ، وَهُوَ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّةِ. "
(بخاری:۲۴۰۹)

ترجمہ: تم میں سے ہر فرد ایک طرح کا حاکم ہے اور اس کی رعیت کے بارے میں اس سے سوال ہوگا۔ پس بادشاہ حاکم ہی ہے اور اس کی رعیت کے بارے میں اس سے سوال ہوگا۔ ہر انسان اپنے گھر کا حاکم ہے اور اس سے اس کی رعیت کے بارے میں سوال ہوگا۔ عورت اپنے شوہر کے گھر کی حاکم ہے اور اس سے اس کی رعیت کے بارے میں سوال ہوگا۔ خادم اپنے آقا کے مال کا حاکم ہے اور اس سے اس کی رعیت کے بارے میں سوال ہوگا۔ انہوں نے بیان کیا کہ یہ سب میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا تھا۔ اور میں سمجھتا ہوں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا تھا کہ مرد اپنے والد کے مال کا حاکم ہے اور اس سے اس کی رعیت کے بارے میں سوال ہوگا۔ پس ہر شخص حاکم ہے اور ہر شخص سے اس کی رعیت کے بارے میں سوال ہوگا۔

اللہ ہمیں اپنی ذمے داری سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

منافقوں کی پہچان

ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ مسلمان آپس میں ایک دوسرے کو اچھائیوں کا حکم کرتے اور برائیوں سے روکتے؛ لیکن اِس کے برعکس وہ برائیوں کا حکم دے رہے ہیں اور اچھائیوں سے روک رہے ہیں، مثلاً ہم شادی بیاہ میں دیکھتے ہیں کہ قرآن وسنت کے خلاف رسم و رواج کا حکم کیا جاتا ہے اور اگر کوئی سنت کے مطابق نکاح وغیرہ کی تقریبات ادا کرنا چاہے، تو اُسے لعن طعن کیا جاتا ہے؛ حالاں کہ بُرائی کا حکم کرنا اور اچھائی سے روکنا یہ منافقوں یعنی اُن لوگوں کا کام ہے، جن کے

دلوں میں کفر اور شرک بھرا ہوا ہے، بس باہر سے ہی مسلمان دکھائی دیتے ہیں۔ "اَلْمُنٰفِقُوْنَ وَ الْمُنٰفِقٰتُ بَعْضُهُمْ مِّنْ بَعْضٍ يَأْمُرُوْنَ بِالْمُنْكَرِ وَ يَنْهَوْنَ عَنِ الْمَعْرُوْفِ وَ يَقْبِضُوْنَ اَيْدِيَهُمْ نَسُوا اللّٰهَ فَنَسِيَهُمْ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ." [سورۂ توبہ:٦٧]

منافق مرد و عورت ایک دوسرے سے تعلق رکھتے ہیں، جو برائی کا حکم دیتے ہیں، بھلائی سے روکتے ہیں اور اپنی مٹھی بند رکھتے ہیں، اُن لوگوں نے اللہ کو بھلا دیا ہے تو اللہ نے بھی ان کو بھلا دیا ہے، اس میں کوئی شک نہیں کہ منافقین گنہگار لوگ ہیں۔

بنی اسرائیل میں پہلا عیب

بنی اسرائیل (حضرت یعقوب کی اولاد) میں سب سے پہلی بُرائی یہ آئی تھی کہ انہوں نے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر یعنی اچھائیوں کا حکم کرنا اور بُرائیوں سے روکنا اِس اندیشے سے چھوڑ دیا تھا کہ کل کہیں یہ بھی گناہ کرنے والے کے گناہ میں شریک نہ ہو جائیں اور اُس کے ہم پیالہ اور ہم نوالہ نہ بن جائیں۔ قرآن کریم میں ایسے لوگوں کے بارے میں فرمایا گیا: "بنی اسرائیل میں سے، جنھوں نے کفر کیا اُن پر داؤد علیہ السلام اور عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کی زبانی لعنت ہو چکی ہے، یہ لعنت اِس وجہ سے تھی کہ وہ نافرمان اور حد سے گذرتے تھے اور بُرائی سے نہیں روکتے تھے۔" "لُعِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ عَلٰى لِسَانِ دَاوٗدَ وَ عِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ ؟ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّ كَانُوْا يَعْتَدُوْنَ كَانُوْا لَا يَتَنَاهَوْنَ عَنْ مُّنْكَرٍ فَعَلُوْهُ ؟ لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ." [سورۂ مائدہ:٧٨،٧٩]

اِس لیے اِس کام کو اپنی ذمے داری سمجھ کر حکمتِ عملی کے ساتھ بُرائیوں پر روک تھام کرتے رہیں۔

ایمان کے تین درجات

رسول اللہ ﷺ نے ایمان کے تین درجات بتائے ہیں، پہلا اور سب سے اعلیٰ درجہ

یہ ہے کہ اگر کسی بُرائی کو ہوتے ہوئے دیکھے، تو اُس بُرائی کو طاقت اور ہاتھ سے روک دے، دوسرا درجہ ایمان کا یہ ہے کہ بُرائی کو زبان سے روکنے کی کوشش کرے اور سب سے کم تر اور تیسرا درجہ یہ ہے کہ کم از کم اپنے دل میں بُرائی کو بُرا سمجھے اور اُس بُرائی میں شرکت نہ کرے۔"مَنْ رَأَى مِنْكُمْ مُنْكَرًا فَلْيُغَيِّرْهُ بِيَدِهِ، فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِهِ، فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِهِ، وَذٰلِكَ أَضْعَفُ الْإِيمَانِ." [مسلم:-۴۹عن ابی سعیدؓ]

اِس لیے ہر وقت اپنے ایمان کا جائزہ لیتے رہنے کی ضرورت ہے کہ ہم ایمان کے کس معیار پر ہیں۔

پہلا درجہ حکومت اور با اختیار لوگوں کا ہے، جو اپنے اختیارات کو کام میں لاتے ہوئے بُرائیوں سے روکنے کی کوشش کریں، دوسرا درجہ علماء کا ہے کہ اُن کے پاس قرآن و حدیث کا علم ہے، اُس کی روشنی میں لوگوں کو اُس کا بُرا ہونا بتلا دیں، تیسرا درجہ عوام کا ہے کہ کم از کم بُرائی کو دل سے بُرا سمجھے اور اُس میں کسی طرح کی شرکت نہ کرے۔[مرقاۃ شرح مشکوٰۃ]

خاموشی سے بہتر بُرائی پر ٹوکنا ہے

آج کل بڑے اپنے چھوٹوں اور ماتحتوں کو بُرائی کرتے ہوئے دیکھتے ہیں؛ لیکن اُن کو ٹوکتے اور روکتے نہیں ہیں، جب اُن سے کہا جاتا ہے کہ آپ بڑے ہیں انہیں روکیے، تو کہتے ہیں کہ میاں! خاموش رہنا ہی بہتر ہے؛ حالاں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کہ تمہارا بُرائی سے منع کرنا اور بھلائی کا حکم کرنا خاموش اور چُپ رہنے سے بہتر ہے؛ چناں چہ حضرت عمران بن حطّان راوی فرماتے ہیں کہ میں حضرت ابو ذرؓ کے پاس آیا، تو میں نے اُنہیں دیکھا کہ مسجد میں ایک کالی چادر اوڑھے ہوئے تنہا بیٹھے ہوئے تھے، میں نے کہا: "ابو ذر! تنہائی کیوں اختیار کر لی؟" تو انہوں نے فرمایا: کہ "میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ تنہائی، بُرے ساتھی سے بہتر ہے اور نیک ساتھی، تنہائی سے بہتر ہے اور اچھی بات کرنا،

خاموش رہنے سے بہتر ہے اور خاموش رہنا، بُری بات کرنے سے بہتر ہے۔"" وَعَنْ عِمْرَان بْنِ حِطَّانَؓ قَالَ: أَتَيْتُ أَبَا ذَرٍّ فَوَجَدْتُهُ فِي الْمَسْجِدِ مُحْتَبِيًا بِكِسَاءٍ أَسْوَدَ وَحده. فَقلت: يَا أَبَا ذَر ماهذه الْوَحْدَةُ؟ فَقَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ يَقُولُ: الْوَحْدَةُ خَيْرٌ مِنْ جَلِيسِ السُّوءِ وَالْجَلِيسُ الصَّالِحُ خَيْرٌ مِنَ الْوَحْدَةِ وَإِمْلَاءُ الْخَيْرِ خيرٌ من السكوتِ والسكوتُ خيرٌ من إملاءِ الشَّرّ. "[شعب الایمان:۶/۹۹، رقم:۴۹۹۳]

اِس لیے بُرائی پر روک ٹوک کرتے رہنا چاہیے، اسی سے اصلاح ہوگی، اِس کے بغیر اصلاح ناممکن ہے؛ لیکن جہاں فتنے وفساد کا اندیشہ ہو، وہاں خاموشی بہتر ہے۔

اچھی باتوں سے روکنا اور بُری باتوں کا حکم دینا

امّت کا بدترین عمل

رسول اللہ ﷺ نے ارشادفرمایا: کہ "لوگو! اُس وقت تمہارا کیا حال ہوگا، جب تمہارے معاشرے کی عورتیں باغی ہو جائیں گی اور تمہارے جوان گناہ، فسق، فجور اور بے حیائی میں مبتلا ہو جائیں گے اور تم جہاد چھوڑ بیٹھو گے۔" صحابہ نے عرض کیا: کہ "اے اللہ کے رسول! کیا واقعی ایسا ہوگا؟" آپ ﷺ نے فرمایا: "جی ہاں!؛ بلکہ اِس سے بھی زیادہ شدید تر ہوگا کہ تم امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ یعنی اچھائی کا حکم کرنا اور بُرائی سے روکنا چھوڑ دو گے، یہ عورتوں کے باغی ہو جانے اور جوانوں کے فاسق، فاجر اور بے حیا ہو جانے سے بھی زیادہ سخت ہوگا۔" صحابہ نے عرض کیا: کہ "یارسول اللہ! ایسا بھی ہوگا کہ لوگ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر چھوڑ دیں گے؟" آپ ﷺ نے ارشادفرمایا: "جی ہاں! بلکہ اِس سے بھی زیادہ خطرناک حالات ہوں گے، معاشرے میں نیکی کو بُرائی سمجھا جانے لگے گا اور بُرائی کو اچھائی سمجھا جائے گا۔" عَنْ مُوسَى بْنِ أَبِي عِيسَى الْمَدِينِيِّؒ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰه ﷺ: كَيْفَ بِكُمْ إِذَا فَسَقَ فِتْيَانُكُمْ وَطَغَى نِسَاءُ

كُمْ؟ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! وَإِنَّ ذٰلِكَ لَكَائِنٌ؟ قَالَ نَعَمْ وَأَشَدُّ مِنْهُ، كَيْفَ بِكُمْ إِذَا لَمْ تَأْمُرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ؟ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَإِنَّ ذٰلِكَ لَكَائِنٌ؟ قَالَ نَعَمْ وَأَشَدُّ مِنْهُ كَيْفَ بِكُمْ إِذَا رَأَيْتُمُ الْمُنْكَرَ مَعْرُوْفًا وَالْمَعْرُوْفَ مُنْكَرًا. (مسند ابی یعلی، المسند: ۱۱/۳۰۴، رقم: ۶۴۲۰؛ کتاب الرقائق، ابن مبارک ص: ۴۸۴)

اِس حدیث کے ایک ایک ٹکڑے کو دیکھیے اور اپنے معاشرے پر نظر ڈالیے، ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے نبی کریم ﷺ نے ہمارے زمانے کے لیے یہ حدیث ارشاد فرمائی ہے اور معاشرے میں اِن برائیوں کے پیدا ہونے کا سب سے بڑا سبب اچھائیوں کا حکم کرنے اور برائیوں سے روکنے کے اِس حکم پر عمل نہ کرنا ہوگا، جیسا کہ اِن خرابیوں کا علاج خود اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا کہ تم اچھائیوں کا حکم کرتے رہو اور برائیوں پر روک ٹوک کرتے رہو۔ "وَأْمُرْ بِالْمَعْرُوْفِ وَانْهَ عَنِ الْمُنْكَرِ." [سورۂ لقمان: ۱۷]

اِس لیے ہر شخص خیر خواہی اور ہمدردی کے جذبے کے ساتھ روک ٹوک جاری رکھے۔ اللہ ہمیں عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

علم کس چیز کا نام ہے؟

امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ علم تین چیزوں کے مجموعے کا نام ہے:

(۱) تعلیم (۲) تربیت (۳) اُس کی عملی پریکٹس۔

پہلے آدمی پڑھے، پھر اُس کی تربیت ہو یعنی دل بنے اور اُس کے بعد اُس عمل کا اُس کو عادی بنایا جائے۔ تعلیم سے انسان کا دماغ بنتا ہے اور تربیت سے اُس کا دل بنتا ہے اور اگر بغیر تربیت کے صرف تعلیم پر محنت کرنے سے دماغ بن گیا اور دل نہیں بنا، تو ایسا ڈاکٹر گیس کے مریض کو دل کا مریض بتا کر آپریشن کردے گا، مرے ہوئے کو وینٹی لیٹر پر رکھ کر پیسے بنائے گا، وکیل جھوٹ کو سچ اور سچ کو جھوٹ کرے گا، جج، ملزم کو مجرم اور مجرم کو آزاد کردے گا، اِس لیے دماغ کے ساتھ دل پر محنت ہونی بھی ضروری ہے؛ تاکہ تعلیم سے اچھا انسان بنے،

معاشرے کا اچھا خادم بنے اور اسلام کا بھی نام روشن کرے اور اپنے والدین کا بھی۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے انبیاء کو بھیجنے کا مقصد اِنہی تینوں چیزوں کو قرار دیا ہے۔ رَبَّنَا وَابۡعَثۡ فِيۡهِمۡ رَسُوۡلًا مِّنۡهُمۡ يَتۡلُوۡا عَلَيۡهِمۡ اٰيٰتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الۡكِتٰبَ وَالۡحِكۡمَةَ وَ يُزَكِّيۡهِمۡ اِنَّكَ اَنۡتَ الۡعَزِيۡزُ الۡحَكِيۡمُ. [سورۂ بقرہ:۱۲۹]

اِس لیے علم کے ساتھ ساتھ تربیت، عملی پریکٹس اور اپنی اصلاح ضروری ہے، ورنہ یہی علم دنیا اور آخرت دونوں جگہ وبالِ جان بن جائے گا۔ اللہ ہم سب کو نفع بخش علم سے مالا مال فرمائے اور نقصان دہ علم سے حفاظت فرمائے۔ آمین۔

کسی کی آمد پر مجلس میں جگہ بنانا

ہم کہیں بھی بیٹھے ہوئے ہوں: بس ہو یا ٹرین، اسٹیشن ہو یا ہوائی جہاز یا اور کسی بھی جگہ بیٹھے ہوں، تو اسلام ہمیں یہ ہدایت دیتا ہے کہ ہم آنے والے کے لیے ایسا رویہ اختیار کریں، جس سے اُس کا دل خوش ہوجائے، اِس لیے آنے والے کے لیے فوراً جگہ بنا دینی چاہیے اور اگر بالکل جگہ نہ ہو، تب بھی اپنے بدن کو حرکت دے کر آنے والے کو یہ احساس دلانا چاہیے کہ ہمارے دل میں آپ کے لیے جگہ ہے، اگر چہ یہاں جگہ نہیں ہے، تو اِس سے سامنے والا خوش ہوجائے گا اگر چہ اُسے جگہ نہ ملے۔ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡۤا اِذَا قِيۡلَ لَـكُمۡ تَفَسَّحُوۡا فِى الۡمَجٰلِسِ فَافۡسَحُوۡا يَفۡسَحِ اللّٰهُ لَـكُمۡ‌ ۚ وَاِذَا قِيۡلَ انْشُزُوۡا فَانْشُزُوۡا يَرۡفَعِ اللّٰهُ الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا مِنۡكُمۡ ۙ وَالَّذِيۡنَ اُوۡتُوا الۡعِلۡمَ دَرَجٰتٍ‌ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ خَبِيۡرٌ. [سورۂ مجادلہ:۱۱]

ترجمہ: اے ایمان والو! جب تم سے کہا جائے کہ مجلس میں گنجائش پیدا کرو تو گنجائش پیدا کیا کرو، اللہ بھی تمہارے لئے کشادگی پیدا فرمادیں گے اور جب کہا جائے کہ اُٹھ کھڑے ہو تو اُٹھ کر کھڑے ہوجایا کرو، تم میں سے جو لوگ ایمان لائے اور جن کو علم عطا کیا گیا، اللہ ان کے درجے بلند کردیں گے اور اللہ تعالیٰ تمہارے تمام اعمال سے واقف ہیں۔

اللہ ہمیں عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

بدنظری

آنکھ اللہ کی عظیم نعمتوں میں سے ایک نعمت ہے۔ آنکھ ہے، تو کائنات کے حسین و جمیل مناظر کو دیکھ کر خوش ہوسکتا ہے اور جس کو اللہ نے اِس قیمتی نعمت سے محروم کر دیا، وہ قدم قدم پر دوسروں کا محتاج بن جاتا ہے اور کائنات اپنی وسعت اور کشادگی کے باوجود تنگ معلوم ہوتی ہے، اِس لیے اِس عظیم نعمت کا صحیح استعمال کرنا ہمارا شرعی اور دینی فریضہ ہے، اِسی لیے اللہ تعالیٰ نے نگاہوں کو نیچی رکھنے اور اُسے پاک رکھنے کا حکم دیا۔ قُلْ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ یَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِھِمْ وَیَحْفَظُوْا فُرُوْجَھُمْ ذٰلِکَ اَزْکٰی لَھُمْ اِنَّ اللّٰہَ خَبِیْرٌ بِمَا یَصْنَعُوْنَ. (سورۂ نور: ۳۰)

اللہ ہمیں بدنظری سے بچائے۔ آمین۔

زہر میں بجھا ہوا تیر

آنکھ کا غلط استعمال اللہ کے غصّے اور ناراض گی کا سبب ہے۔ آج ہمارے معاشرے میں بدنگاہی کا فتنہ اِس قدر عام ہو گیا ہے کہ ہر ایک اِس میں ملوّث ہے، اِس نظرِ بد کے اِس قدر نقصانات ہیں کہ اگر اس کا صحیح علم لوگوں کو ہو جائے، تو کبھی بھی اس کی جرأت نہ کریں۔ بدنظری شیطان کے زہر میں بجھا ہوا ایک تیر ہے، جو شخص بدنگاہی کو اللہ کے خوف سے چھوڑ دیتا ہے، تو اللہ اُس کو ایمان کی ایسی حلاوت عطا کرتے ہیں، جس کو وہ اپنے دل میں محسوس کرتا ہے۔ اَلنَّظْرَۃُ سَھْمٌ مِّنْ سِھَامِ إِبْلِیْسَ، مَنْ تَرَکَھَا خَوْفًا مِّنَ اللّٰہِ آتَاہُ اللّٰہُ إِیْمَانًا یَجِدُ حَلَاوَتَہُ فِي قَلْبِہِ. (المستدرک للحاکم:-۷۸۷۵ عن حذیفہ؛ مسند احمد:-۲۲۲۷۸ عن ابی امامہؓ)

زنا صرف کسی اجنبی عورت سے جنسی تعلق قائم کرنے کو ہی نہیں کہتے؛ بلکہ حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ نگاہ کا غلط استعمال بھی زنا ہے؛ چناں چہ حدیث میں آتا ہے کہ نامحرم کو

دیکھنا، اُس سے فحش باتیں کرنا، اُسے چھونا، سب زنا ہے۔ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: إِنَّ اللّٰهَ كَتَبَ عَلَى ابْنِ آدَمَ حَظَّهُ مِنَ الزِّنَى، أَدْرَكَ ذَلِكَ لَا مَحَالَةَ، فَزِنَى الْعَيْنَيْنِ النَّظَرُ، وَزِنَى اللِّسَانِ النُّطْقُ، وَالنَّفْسُ تَمَنَّى وَتَشْتَهِي، وَالْفَرْجُ يُصَدِّقُ ذَلِكَ أَوْ يُكَذِّبُهُ.[مسلم:۲۶۵۷]

ہمیں خود بھی اور اپنے معاشرے کو بھی اِس بدکاری سے بچانا چاہیے، اللہ ہماری حفاظت فرمائے۔ آمین۔

غیر شرعی تقریبات میں شرکت سے بچیں

جس مجلس میں کوئی نافرمانی ہو رہی ہو، چاہے وہ ولیمے کی دعوت ہو یا شادی بیاہ کی کسی قسم کی کوئی بھی تقریب ہو اگر وہاں شریعت کے خلاف کوئی کام ہو رہا ہو مثلاً مرد اور عورت بے پردہ آپس میں مل جل رہے ہوں، فوٹو کھینچے جا رہے ہوں اور ڈی۔جے لگا کر گانے بجانے ہو رہے ہوں، تو ایسی تقریب میں شرکت کرنا جائز نہیں ہے؛ بلکہ ایسی تقریب میں نہ جا کر آپ اہل خانہ کو ایک پیغام دے رہے ہوتے ہیں کہ یہ ساری چیزیں غلط ہیں، لہٰذا کسی بھی ایسی مجلس میں جہاں خلافِ شرع کام ہو رہا ہو وہاں شرکت کرنا جائز نہیں۔ عَنْ سَفِينَةَ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمَنِ، أَنَّ رَجُلًا أَضَافَ عَلِيَّ بْنَ أَبِي طَالِبٍ فَصَنَعَ لَهُ طَعَامًا، فَقَالَتْ فَاطِمَةُ: لَوْ دَعَوْنَا رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ فَأَكَلَ مَعَنَا. فَدَعَوْهُ، فَجَاءَ فَوَضَعَ يَدَهُ عَلَى عِضَادَتَيِ الْبَابِ، فَرَأَى الْقِرَامَ قَدْ ضُرِبَ بِهِ فِي نَاحِيَةِ الْبَيْتِ فَرَجَعَ، فَقَالَتْ فَاطِمَةُ لِعَلِيٍّ: الْحَقْهُ فَانْظُرْ مَا رَجَعَهُ؟ فَتَبِعْتُهُ فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ، مَا رَدَّكَ؟ فَقَالَ: إِنَّهُ لَيْسَ لِي أَوْ لِنَبِيٍّ أَنْ يَدْخُلَ بَيْتًا مُزَوَّقًا.[ابوداؤد:۳۷۵۵]

ایک شخص نے علی رضی اللہ عنہ کی دعوت کی اور ان کے لیے کھانا بنایا (اور بھیج دیا) تو فاطمہ رضی اللہ عنہا نے کہا: کاش ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بلا لیتے آپ بھی ہمارے ساتھ کھانا تناول فرما لیتے چنانچہ انہوں نے آپ کو بلوایا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے

اور اپنا ہاتھ دروازے کے دونوں پٹ پر رکھا، تو کیا دیکھتے ہیں کہ گھر کے ایک کونے میں ایک منقش پردہ لگا ہوا ہے، (یہ دیکھ کر) آپ لوٹ گئے تو فاطمہ رضی اللہ عنہا نے علی رضی اللہ عنہ سے کہا: جا کر ملیے اور دیکھیے آپ کیوں لوٹے جا رہے ہیں؟ (علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں) میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا پیچھا کیا اور پوچھا: اللہ کے رسول! آپ کیوں واپس جا رہے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے لیے یا کسی نبی کے لیے یہ زیب نہیں دیتا کہ وہ کسی آرائش وزیبائش والے گھر میں داخل ہو۔

حضور ﷺ کے اِس عمل سے معلوم ہوا کہ جہاں بُرائی ہو، ہمیں اُس جگہ سے بچنا چاہیے، اللہ ہمیں عمل کی توفیق نصیب فرمائے۔ آمین۔

اچانک کسی نامحرم پر نگاہ پڑ جائے، تو کیا کریں؟

حضرت علی سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کہ اے علی! (کسی اجنبی عورت پر) اچانک نظر (پڑ جائے) تو معاف ہے؛ لیکن دوسری نظر، جو تم قصداً ڈالو گے، وہ گناہ ہے۔

قَالَ رَسُولُ اللّٰہِ ﷺ لِعَلِیٍّ: یَا عَلِیُّ لَا تُتْبِعِ النَّظْرَۃَ النَّظْرَۃَ فَإِنَّ لَکَ الْأُولٰی وَلَیْسَتْ لَکَ الْآخِرَۃُ. [ترمذی:۲۷۷۷]

کسی غیر عورت کو خالہ، آپا یا منہ بولی بہن بنانے سے کچھ نہیں ہوتا، وہ آپ کی محرم نہیں بن جائے گی۔ یاد رکھیں! شریعت میں ممانی، چچی، پھوپھی زاد، خالہ زاد، چچازاد اور ماموزاد بہن سے بھی پردہ ہے اور بھاوج سے تو سخت پردہ ہے۔ ایک عورت نے رسول اللہ ﷺ سے دیور سے پردے کے متعلق پوچھا، تو آپ ﷺ نے فرمایا: کہ شوہر کا بھائی تو موت ہے۔

عَنْ عُقْبَۃَ بْنِ عَامِرٍؓ، أَنَّ رَسُولَ اللّٰہِ ﷺ قَالَ: إِیَّاکُمْ وَالدُّخُولَ عَلَی النِّسَاءِ. فَقَالَ رَجُلٌ مِنَ الْأَنْصَارِ: یَا رَسُولَ اللّٰہِ، أَفَرَأَیْتَ الْحَمْوَ. قَالَ: الْحَمْوُ الْمَوْتُ. [بخاری:-۵۲۳۲عن عقبہ بن عامرؓ]

اِس لیے بچوں اور بچیوں کو شروع سے ہی اِس کا عادی بنائیں کہ وہ اُن قریبی نامحرم رشتے داروں سے بے تکلفی نہ برتیں، ورنہ یہی آزاد خیالی آگے چل کر بُرے فتنوں کا ذریعہ

بن جاتی ہے۔ اللہ ہمیں اپنے گھروں کا ماحول اسلامی بنانے کی توفیق عطاء فرمائے۔ آمین۔

اپریل فُول

یکم اپریل ہمارے یہاں جھوٹ بولنے کا دن ہے، جس کی وجہ سے بعض وقت ایسے خطرناک واقعات پیش آتے ہیں، جو بیان سے باہر ہیں۔

لوگ اِس دن جان بوجھ کر اِس کو صحیح سمجھ کر بولتے ہیں اور اِس وقت اُن کے ذہن و دماغ مٰیں اس کا بُرا ہونا نہیں رہتا؛ حالاں کہ نبی کریم ﷺ نے مزاح تک میں بھی جھوٹ بولنے سے منع فرمایا ہے؛ بلکہ اِس پر تین تین مرتبہ بددعاء فرمائی: کہ "ہلاکت و بربادی ہو ایسے شخص پر، جو لوگوں کو ہنسانے کے لیے جھوٹ بولتا ہو، اُس کے لیے ہلاکت ہے، اُس کے لیے ہلاکت ہے، اُس کے لیے ہلاکت ہے۔" عَنْ مُعَاوِيَةَ ابْنِ حَيْدَةَ قَالَ: قَالَ النَّبِيَّ ﷺ: وَيْلٌ لِلَّذِي يُحَدِّثُ بِالْحَدِيثِ لِيُضْحِكَ بِهِ الْقَوْمَ فَيَكْذِبُ، وَيْلٌ لَهُ، وَيْلٌ لَهُ. (ترمذی:-۲۳۱۵ عن معاویہ ابن حیدہؓ)

اللہ اکبر! رسول اللہ ﷺ نے مذاق میں جھوٹ بولنے والے کے لیے کتنی سخت بددعا فرمائی، ہمیں جھوٹ سے بچنا چاہیے؛ تاکہ ہم اِس بددعا کی وجہ سے ہلاک نہ ہو جائیں۔

اللہ مزاح میں بھی جھوٹ بولنے سے ہماری حفاظت فرمائے۔ آمین۔

کسی کا راز فاش نہ کریں

ایک مومن کی دینی اور اخلاقی ذمہ داری یہ ہے کہ وہ کسی کا راز فاش نہ کرے اور کسی کی پوشیدہ بات جاننے کی کوشش بھی نہ کرے اور اپنی بات بلاضرورت دوسروں سے نہ کہے؛ کیوں کہ یہ بہت سی آفتوں سے نجات کا باعث ہے اور باہمی اختلاف اور آپس کی پھوٹ سے بچاؤ کا ذریعہ ہے، اگر کوئی شخص کسی پر اعتماد کر کے اپنی کوئی بات کہے یا اُس سے کوئی مشورہ لے، تو وہ اُس بات کو امانت سمجھ کر کسی کے سامنے اُس کو ظاہر نہ کرے۔

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس شخص سے کسی معاملے میں مشورہ کیا جائے، وہ

اُس میں امانت دار ہے، (یعنی جس چیز میں وہ خیر سمجھ رہا ہے، اُس کا مشورہ دے اور اِس بات کو راز میں رکھے)۔ **إِنَّ الْمُسْتَشَارَ مُؤْتَمَنٌ.** [ترمذی: -۲۸۲۲ عن ابی ہریرہؓ]

اللہ تبارک وتعالیٰ ہمارے اندر امانت داری پیدا فرمائے۔ آمین۔

ایک آدمی پورے معاشرے کو بدل سکتا ہے

اگر ہر انسان یہ سوچتا رہے کہ جب تک معاشرہ نہیں بدلے گا، اُس وقت تک میں نہیں بدلوں گا، تو پھر معاشرے میں بھی کبھی تبدیلی نہیں آسکتی، تبدیلی ہمیشہ اس طرح آئی ہے کہ کوئی اللہ کا بندہ فرد بن کر اپنی زندگی میں تبدیلی لاتا ہے، پھر اُس چراغ کو دیکھ کر دوسرا چراغ جلتا ہے اور پھر دوسرے سے تیسرا چراغ جلتا ہے اِسی طرح افراد کے سنورنے سے معاشرہ سنورتا ہے اور افراد سے قوموں کی تعمیر ہوتی ہے اِس لیے ہم یہ نہ سوچیں کہ جب تک ماحول اور معاشرہ اچھا نہ ہوگا ہم کچھ نہیں کر سکتے۔ رسول اللہ ﷺ جس ماحول میں تشریف لائے، اُس میں ہر طرح کی بُرائی موجود تھی؛ لیکن آپ ﷺ اٹھ کھڑے ہوئے اور "**یٰاَیُّھَا النَّاسُ! قُوْلُوْا لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ تُفْلِحُوْ.**" (مسند احمد: -١٩٠٠٤ عن ربیعہ ابن عباد الدیلمیؓ) کا نعرہ لگا کر پوری دنیا میں انقلاب برپا کر دیا۔

اسی لیے ہم میں سے ہر شخص اپنی اصلاح کی فکر کرے، اللہ ہمیں اپنی فکر کرنے والا بنائے۔ آمین۔

قیامت کے دن مجھے رسوا نہ کرنا

نبی کریم ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر آخر میں یہ رونگٹے کھڑے کر دینے والے الفاظ فرمائے: کہ "خبر دار رہو! میں حوضِ کوثر پر تمہارا منتظر رہوں گا اور تمہارے ذریعے دیگر امتوں پر فخر کروں گا، اِس لیے تم بدعملی کر کے میرا چہرہ سیاہ مت کر دینا۔" **أَلَا وَإِنِّي فَرَطُكُمْ عَلَى الْحَوْضِ، وَأُكَاثِرُ بِكُمُ الْأُمَمَ، فَلَا تُسَوِّدُوا وَجْهِي.** [سنن ابن ماجه:

-۲۱۹عن عبد اللّٰہ ابن مسعودؓ]

ایک حدیث میں ہے کہ کان کھول کر سن لو کہ حوضِ کوثر پر میں کچھ لوگوں کو چھاٹوں گا اور کچھ لوگ مجھ سے الگ کیے جائیں گے، تو میں کہوں گا کہ اے رب! یہ تو میرے ساتھی ہیں، تو اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ آپ کو نہیں معلوم کہ انہوں نے آپ کو بعد کیا کیا نئے نئے کام کیے (یعنی بدعت اور بدعملیوں میں یہ مبتلا رہے) اِس لیے یہ جامع کوثر کے لائق نہیں۔

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ، قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: أَنَا فَرَطُكُمْ عَلَى الْحَوْضِ، لَيُرْفَعَنَّ إِلَيَّ رِجَالٌ مِنْكُمْ، حَتَّى إِذَا أَهْوَيْتُ لِأُنَاوِلَهُمُ اخْتُلِجُوا دُونِي، فَأَقُولُ: أَيْ رَبِّ، أَصْحَابِي، يَقُولُ: لَا تَدْرِي مَا أَحْدَثُوا بَعْدَكَ. (بخاری:۷۰۴۹)

اللہ تعالیٰ ہمیں ایسی قابلِ رشک زندگی گذارنے کی توفیق عطا فرمائے، جس سے ہمارے آقا کی آنکھوں کو ٹھنڈک پہنچے۔ آمین۔

اسلام ایک امن پسند مذہب

جس مذہب میں جانوروں تک کو ستانے سے منع کیا گیا ہو، اُس مذہب کے ماننے والوں سے یہ کیسے تصور کیا جا سکتا ہے کہ وہ کسی کے محض غیر مسلم ہونے پر اُس کو نقصان پہنچائیں یا اُس کو فنا کے گھاٹ اُتار دیں، اسلام ایک خالص امن پسند مذہب ہے، اُس کی تعلیمات سراسر رحم دلی، خیر خواہی اور امن پسندی پر مبنی ہیں۔

جنابِ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کہ ”رحم کرنے والوں پر رحمان رحم کرتا ہے، تم زمین والوں پر رحم کرو، آسمان والا تم پر رحم کرے گا۔“ **عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍوؓ، يَبْلُغُ بِهِ النَّبِيَّ ﷺ: الرَّاحِمُونَ يَرْحَمُهُمُ الرَّحْمَنُ، ارْحَمُوا أَهْلَ الْأَرْضِ يَرْحَمْكُمْ مَنْ فِي السَّمَاءِ.**

(ابوداؤد:۲/۶۷۵،رقم:۴۹۴۱)

اللہ تعالیٰ دنیا میں فتنہ فساد اور خوں ریزی کو ہرگز برداشت نہیں کرتا؛ چناں چہ سورۂ

بقرہ کے اندر دہشت گردی کرنے والوں کی مذمّت بیان کرتے ہوئے فرمایا: "جب وہ حکومت پالتے ہیں، تو زمین میں اِس بات کے لیے دوڑ دھوپ کرتے ہیں کہ فساد برپا کریں اور کھیتوں اور جانوروں کو ہلاک و برباد کردیں اور اللہ فساد کو پسند نہیں کرتے۔" وَاِذَا تَوَلّٰی سَعٰی فِی الْاَرْضِ لِیُفْسِدَ فِیْهَا وَ یُهْلِکَ الْحَرْثَ وَ النَّسْلَ وَ اللّٰهُ لَا یُحِبُّ الْفَسَادَ. (سورۂ بقرہ:۲۰۵)

اللہ ہمیں ہر قسم کے فتنہ وفساد سے بچائے۔ آمین۔

ظلم کو روک کر ظالم کی مدد کرو

حضرت انس کی روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: کہ "اپنے بھائی کی مدد کرو، خواہ وہ ظالم ہو یا مظلوم۔" ایک صحابی نے حیرت سے عرض کیا: کہ "اللہ کے رسول! مظلوم ہونے کی حالت میں تو اُس کی مدد کروں (یہ بات تو سمجھ میں آتی ہے)؛ لیکن اگر وہ ظالم ہے، تو اُس کی مدد کیسے کروں؟"، تو آپ ﷺ نے فرمایا: کہ "ظالم بھائی کی مدد یہ ہے کہ تم اُس کو ظلم سے روک دو (تاکہ وہ آخرت کے عذاب سے بچ جائے)۔" عَنْ أَنَسٍؓ، عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ: انْصُرْ أَخَاکَ ظَالِمًا أَوْ مَظْلُومًا. قُلْنَا: یَا رَسُولَ اللّٰهِ، نَصَرْتُهُ مَظْلُومًا فَکَیْفَ أَنْصُرُهُ ظَالِمًا؟ قَالَ: تَکُفُّهُ عَنِ الظُّلْمِ، فَذَاکَ نَصْرُکَ إِیَّاهُ. (ترمذی:۲۲۵۵)

اسلام نے اپنے ماننے والوں کو یہ تعلیم دی ہے کہ آدمی جہاں تک بھی ہو سکے اپنی قوّت و طاقت کا استعمال کرکے مظلوم کی حمایت کرے اور ظالم کا ہاتھ پکڑ لے، اِس لیے کہ اسلام بنیادی طور پر ظلم کا مخالف ہے اور اُس کا وجود ہی دنیا میں ظلم کو مٹانے کے لیے ہوا ہے، اسلام کا ایک شاندار اصول ہے "لَا ضَرَرَ وَلَا ضِرَارَ." (ابن ماجہ:۲۳۴۰ عن عبادہ بن صامتؓ)

یعنی نہ نقصان اُٹھاؤ اور نہ نقصان پہنچاؤ، یہی اصول اسلام کی ہر تعلیم میں آپ کو روشن نظر آئے گا۔

اللہ ہمیں اس اسلامی اصول کو عملی شکل میں امت کے سامنے پیش کرنے کی توفیق نصیب فرمائے۔آمین۔

اللہ کا خاندان

ہمارے آقا جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کہ "دنیا میں رہنے والا ہر شخص اللہ کی فیملی اور خاندان ہے اور اللہ کی نظر میں سب سے زیادہ پسندیدہ شخص وہ ہے، جو اللہ کی مخلوق سے اچھا سلوک کرنے والا ہو۔" اَلْخَلْقُ عِيَالُ اللّٰهِ فَأَحَبُّ الْخَلْقِ إِلَى اللّٰهِ مَنْ أَحْسَنَ إِلٰى عِيَالِهٖ (شعب الایمان :-٤٩٩٩عن أنس و عبد اللّٰه بن مسعود ؛ مشکوٰۃ: ٢/٤٢٥)

ایک روایت میں آپ نے فرمایا کہ جو شخص کسی مصیبت زدہ شخص کی مدد کرے، تو اللہ تعالیٰ اُس کے لیے۷۳/مغفرت لکھ دیتے ہیں، جن میں سے صرف ایک مغفرت اُس کے تمام معاملات سدھارنے کے لیے کافی ہے اور بقیہ۷۲/مغفرتیں آخرت میں اُس کے لیے رفعِ درجات کا ذریعے بنیں گی۔ مَنْ أَغَاثَ مَلْهُوْفًا كَتَبَ اللّٰهُ لَهٗ ثَلَاثًا وَّ سَبْعِيْنَ مَغْفِرَةً وَّاحِدَةٌ فِيْهَا صَلَاحُ أَمْرِهٖ كُلِّهٖ وَثِنْتَانِ وَسَبْعُوْنَ لَهٗ دَرَجَاتٌ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ.

(شعب الایمان للبیهقي:٦/١٢٠، رقم:٧٦٧٠)

اِن ارشادات سے بہ خوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ اسلام کی نظر میں رحم دلی کی کیا اہمیت ہے اور وہ دنیا میں ظلم کا کتنا بڑا مخالف ہے، آج جو لوگ اسلام کو ظلم و ناانصافی کا مذہب قرار دیتے ہیں درحقیقت وہ خود وحشیانہ مظالم کے مرتکب ہیں اور اپنے سیاہ کارناموں پر پردہ ڈالنے کے لیے اسلام جیسے عظیم مذہب پر کیچڑ اُچھالنے کی کوشش کر رہے ہیں، اسلام بنا کسی امتیاز کے کسی بھی فرد، شخص یا جماعت پر ظلم کرنے سے انکار کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں صحیح سمجھ عطا فرمائے۔آمین۔

جہاد ظلم روکنے کا نام ہے

اسلام کے ایک مقدس عمل جہاد کو عام طور پر میڈیا کے ذریعے غلط انداز پر پیش

کرنے کی کوشش کی جاتی ہے، جس سے خود مسلمان یہ سمجھتے ہیں کہ جہاد کوئی خطرناک ظلم کرنے کا نام ہے، ہمیں خود بھی اِس بات کو سمجھنا ہے اور اپنے برادرانِ وطن کو بھی سمجھانا ہے، شریعتِ اسلامی نے اپنے ماننے والوں کو جہاد کا حکم دے کر حقیقت میں اُن کا تحفظ کیا ہے، اگر جہاد کا حکم اسلام میں نہ ہوتا، تو دیگر قومیں نہ جانے کب کی مسلمانوں کو ختم کر چکی ہوتیں اور مسلمانوں کا تشخص فنا ہو جاتا، اِس حکم کی تاثیر یہ ہے کہ آج بھی جب کہ بڑی تعداد میں مسلم حکومتیں اس فریضے سے غافل ہیں، جہاد کا نام سُن کر وقت کے فرعونوں کی روح فنا ہو جاتی ہے اور محض جہاد کے تصور ہی سے دشمنوں کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں، جہاد ظلم کرنے کا نام نہیں ہے،

اصل میں ظلم کو ختم کرنے کا نام ہے، قتل و غارت گری کا نام جہاد نہیں ہے، اِس زمین پر ظلم و ناانصافی کو ختم کر کے اللہ تعالیٰ کے حکم کو جاری کرنے کے لیے جدوجہد کرنے کا نام جہاد ہے۔ (تکملہ فتح الملهم: ٤/٣)

اور جہاد کرنے کی ذمے داری اسلامی اصول کے اعتبار سے فرد پر نہیں ہے؛ بلکہ حکومت پر ہے۔ اسلام میں جب بھی جہاد کیا جاتا ہے، تو اُس کے پیچھے صرف اور صرف ظلم کا خاتمہ اور اللہ تعالیٰ کے دین کو بلند کرنا مقصد ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اِن سب باتوں کو سمجھنے کی توفیق نصیب فرمائے۔ آمین۔

جہاد میں بھی اصولوں کی پابندی

اسلام میں مسلمانوں کو یہ حکم نہیں دیا گیا ہے کہ جس کافر کو جہاں پائیں وہیں قتل کر دیں؛ بلکہ اُن کو اصول کا پابند بنایا گیا ہے، اِس سے تجاوز کرنا کسی شخص کے لیے جائز نہیں ہے، اگر کوئی بے اصولی کرے گا، تو سخت سزا کا مستحق ہوگا۔

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ "جو شخص کسی ذِمّی (یعنی اسلامی حکومت میں پناہ لینے والے غیر مسلم شہری کو ذمی کہا جاتا ہے) کو خواہ مخواہ قتل کر دے، تو وہ جنت کی خوشبو بھی نہ سونگھ پائے گا، اگر چہ جنت کی خوشبو چالیس سال کی مسافت سے آنے لگتی ہے۔" "عَنْ عَبْدِ

اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍوؓ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: مَنْ قَتَلَ مُعَاهَدًا لَمْ يَرِحْ رَائِحَةَ الْجَنَّةِ، وَإِنَّ رِيحَهَا تُوجَدُ مِنْ مَسِيرَةِ أَرْبَعِينَ"." (بخاری: ٣١٦٦)

لہٰذا! جہاد اور غیر مسلموں کے حقوق کے بارے میں خلاف ورزی کرنے کی کسی کو اجازت نہیں۔

مُردے کو جلدی دفن کریں

جب کسی کی موت کا یقین ہو جائے، تو اُس کو نہلا کر، کفن پہنا کر جلد سے جلد دفن کرنا سنت ہے۔شرعی عذر یا قانونی مجبوری کے تحت دیر کرنا جائز نہیں ہے، اِس سے میّت کی بے حرمتی ہوتی ہے، لاش پھول جاتی ہے، کبھی کبھی بدبو بھی آنے لگتی ہے۔ یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ میّت کے رشتے داروں کا بہت دیر انتظار کیا جاتا ہے؛ حالاں کہ اللہ کے نبی ﷺ نے جلد دفن کرنے کا حکم فرمایا۔ "عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍؓ، أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ لَهُ: يَا عَلِيُّ، ثَلَاثٌ لَا تُؤَخِّرْهَا: الصَّلَاةُ إِذَا آنَتْ، وَالْجَنَازَةُ إِذَا حَضَرَتْ، وَالْأَيِّمُ إِذَا وَجَدْتَ لَهَا كُفْؤًا"۔(ترمذی: ١٧١)

آپ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: اے علی! تین چیزوں میں کبھی دیر مت کرنا: (۱) نماز میں جب اُس کا وقت ہو جائے، (۲) جنازے میں جب وہ حاضر ہو جائے اور (۳) لڑکی ک نکاح میں جب اُس کے مناسب اچھا رشتہ مل جائے۔

حالات سے گھبرانا مومن کی شان نہیں

ہر زمانے اور ہر علاقے میں اہل ایمان اور اہل نفاق میں امتیاز اور نیک بندوں کے درجات بلند کرنے کے لیے اللہ تعالی کی طرف سے امتحان کا سلسلہ مقرر ہے، اس کے لیے ذہنی طور پر تیار رہنے کا حکم دیتے ہوئے ہمارے خالق اور مالک نے فرمایا: "اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ

تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَ لَمَّا يَاْتِكُمْ مَّثَلُ الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ مَسَّتْهُمُ الْبَاْسَآءُ وَ الضَّرَّآءُ وَ زُلْزِلُوْا حَتّٰى يَقُوْلَ الرَّسُوْلُ وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ مَتٰى نَصْرُ اللّٰهِ اَلَا اِنَّ نَصْرَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ۔" (سورة البقرة:٢١٤)

مسلمانو! کیا تمہارا خیال ہے کہ تم آزمائشوں سے گزرے بغیر جنت میں داخل ہو جاؤ گے، جن سے تم سے پہلے کی امتیں گزر چکی ہیں؟ ان کو تنگی اور سختی پیش آئی، اور وہ ہلا کے رکھ دیے گئے؛ یہاں تک کہ رسول اور ان کے ساتھ ایمان لانے والے بول اٹھے کہ اللہ کی مدد کب آئے گی؟ (ان سے کہا گیا) سن لو! یقیناً اللہ کی مدد قریب ہے۔

نبی کریم ﷺ اور صحابہ پر ایسے خطرناک حالات آئے جن کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ ایک موقع پر مشرکین کی تکلیفوں سے پریشان ہو کر حضرت خبابِ ابنِ ارت نے عرض کیا: "اے اللہ کے رسول کیا آپ ہمارے لیے اللہ سے مدد نہیں مانگتے اور ہمارے حق میں دعا نہیں فرماتے؟"، تو آنحضرت ﷺ نے جواب دیا: کہ "تم سے پہلے امتوں کا حال یہ تھا کہ ان میں سے کسی ایک شخص کے سر کے بیچوں بیچ آری رکھ کر پیروں تک چیر دیا جاتا تھا، مگر یہ اذیت ناک حالت بھی اس کو اپنے دین سے نہیں ہٹا پائی تھی، اور کبھی لوہے کی کنگھیاں اس کے گوشت اور ہڈیوں میں چلائی جاتی تھیں، مگر یہ تکلیف بھی اسے اپنا دین چھوڑنے پر مجبور نہ کر پائی تھی۔ "عَنْ خَبَّابِ بْنِ الْأَرَتِّ قَالَ: شَكَوْنَا إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ وَهُوَ مُتَوَسِّدٌ بُرْدَةً لَهُ فِي ظِلِّ الْكَعْبَةِ، قُلْنَا لَهُ: أَلَا تَسْتَنْصِرُ لَنَا، أَلَا تَدْعُو اللّٰهَ لَنَا؟ قَالَ: " كَانَ الرَّجُلُ فِيمَنْ قَبْلَكُمْ يُحْفَرُ لَهُ فِي الْأَرْضِ فَيُجْعَلُ فِيهِ، فَيُجَاءُ بِالْمِنْشَارِ فَيُوضَعُ عَلَى رَأْسِهِ، فَيُشَقُّ بِاثْنَتَيْنِ، وَمَا يَصُدُّهُ ذٰلِكَ عَنْ دِينِهِ، وَيُمْشَطُ بِأَمْشَاطِ الْحَدِيدِ مَا دُونَ لَحْمِهِ مِنْ عَظْمٍ أَوْ عَصَبٍ، وَمَا يَصُدُّهُ ذٰلِكَ عَنْ دِينِهِ، وَاللّٰهِ لَيُتِمَّنَّ هٰذَا الْأَمْرَ حَتَّى يَسِيرَ الرَّاكِبُ مِنْ صَنْعَاءَ إِلَى حَضْرَمَوْتَ لَا

يَخَافُ إِلَّا اللّٰهَ أَوِ الذِّئْبَ عَلَى غَنَمِهِ، وَلٰكِنَّكُمْ تَسْتَعْجِلُونَ۔"(بخاری: ٣٦١٢)

اِس لیے موجودہ صبر آزما حالات میں ہر مسلمان کو اللہ تعالیٰ کے فیصلوں پر آزمائش کی نہیں؛ بلکہ عافیت کی دعا کرنی چاہیے۔

اللہ ہمیں عمل کی توفیق مرحمت فرمائے۔ آمین۔

عورتوں اور بچوں کو مارنے کی ممانعت

اسلام جنگ کی حالت میں بھی اپنے ماننے والوں کو پوری طرح کنٹرول میں رہنے کا حکم دیتا ہے، جو لوگ مقابلے میں نہ ہوں یا کمزور اور بے قصور ہوں جیسے: عورتیں، بچے، بوڑھے اور دنیا مافیہا سے بے خبر یکسوئی کے ساتھ عبادت کرنے والے لوگ، تو اِن پر حملہ نہیں کیا جائے گا، ایسے بے قصوروں کو بلا وجہ قتل کر دینا یہ اسلام میں سنگین جرم ہے۔

حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ کسی غزوے کے موقع پر آنحضرت ﷺ نے ایک مردہ عورت کی لغش دیکھی، جسے قتل کر دیا گیا تھا، تو آپ ﷺ نے عورتوں اور بچوں کو قتل کرنے سے منع فرمایا۔ عَنِ ابْنِ عُمَرَؓ، قَالَ : وُجِدَتِ امْرَأَةٌ مَقْتُولَةً فِي بَعْضِ مَغَازِي رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ، فَنَهَى رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ عَنْ قَتْلِ النِّسَاءِ وَالصِّبْيَا۔" (بخاری: ٣٠١٥؛ مسلم: ٨٤/٢، رقم: -١٧٤٤ عن عبد اللّٰہ ابن عمر)

اور ایک روایت میں ہے کہ خلیفۂ اوّل، امیر المومنین سیدنا ابوبکر صدیق نے ایک جہادی لشکر کو روانہ کرتے وقت اُس کے کمانڈر کو کچھ ہدایات ارشاد فرمائی تھیں کہ یاد رکھنا! کسی بچے کو قتل نہ کرنا، کسی عورت پر ہاتھ نہ اُٹھانا، کسی ضعیف بوڑھے کو مت مارنا، کوئی پھل دار درخت نہ کاٹنا، کسی بکری اونٹنی وغیرہ کو خواہ مخواہ ذبح مت کرنا، ہاں! اگر کھانے کے لیے ہو، تو حرج نہیں، کسی باغ کو نہ جلانا، کسی باغیچے میں پانی چھوڑ کر اُسے تباہ مت کرنا، بُزدلی مت دکھانا اور غنیمت کے مال میں خیانت نہ کرنا۔ "عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍؓ، أَنَّ أَبَا بَكْرٍ الصِّدِّيقَ

بَعَثَ جُيُوشًا إِلَى الشَّامِ، فَخَرَجَ يَمْشِي مَعَ يَزِيدَ بْنِ أَبِي سُفْيَانَ، وَكَانَ أَمِيرَ رُبْعٍ مِنْ تِلْكَ الْأَرْبَاعِ، فَزَعَمُوا أَنَّ يَزِيدَ قَالَ لِأَبِي بَكْرٍ : إِمَّا أَنْ تَرْكَبَ، وَإِمَّا أَنْ أَنْزِلَ، فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ : مَا أَنْتَ بِنَازِلٍ، وَمَا أَنَا بِرَاكِبٍ ؛ إِنِّي أَحْتَسِبُ خُطَايَ هَذِهِ فِي سَبِيلِ اللَّهِ، ثُمَّ قَالَ لَهُ : إِنَّكَ سَتَجِدُ قَوْمًا زَعَمُوا أَنَّهُمْ حَبَّسُوا أَنْفُسَهُمْ لِلَّهِ، فَذَرْهُمْ وَمَا زَعَمُوا أَنَّهُمْ حَبَّسُوا أَنْفُسَهُمْ لَهُ، وَسَتَجِدُ قَوْمًا فَحَصُوا عَنْ أَوْسَاطِ رُءُوسِهِمْ مِنَ الشَّعَرِ، فَاضْرِبْ مَا فَحَصُوا عَنْهُ بِالسَّيْفِ، وَإِنِّي مُوصِيكَ بِعَشْرٍ : لَا تَقْتُلَنَّ امْرَأَةً وَلَا صَبِيًّا وَلَا كَبِيرًا هَرِمًا، وَلَا تَقْطَعَنَّ شَجَرًا مُثْمِرًا، وَلَا تُخَرِّبَنَّ عَامِرًا، وَلَا تَعْقِرَنَّ شَاةً وَلَا بَعِيرًا إِلَّا لِمَأْكَلَةٍ، وَلَا تَحْرِقَنَّ نَحْلًا، وَلَا تُغَرِّقَنَّهُ، وَلَا تَغْلُلْ، وَلَا تَجْبُنْ."(مؤطا امام مالك: ١٢٩٢)

اورایک روایت میں یہ بھی ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق لشکر روانہ کرتے وقت یہ تاکید فرماتے تھے کہ جو راہب اپنی کوٹھیوں اور آشرموں میں عبادت میں مشغول ہیں، اُن کو قتل مت کرنا۔ قَامَ أَبُو بَكْرٍ فِي النَّاسِ فَحَمِدَ اللَّهَ وَأَثْنَى عَلَيْهِ، ثُمَّ قَالَ: أَلَا لَا يُقْتَلُ الرَّاهِبُ فِي الصَّوْمَعَةِ.(مصنف ابن ابی شیبه: ٤٨٧/٦، رقم: ٣٣٧٩٨)

اِن تفصلات سے معلوم ہوا کہ اسلام کسی بھی مرحلے میں بے قصوروں کے ساتھ زیادتی کو پسند نہیں کرتا اور اِس بارے میں اسلامی تعلیمات فطری طور پر انسانیت کی بقا اور تحفظ کی ضمانت دیتی ہیں۔

عمل کے مقبول ہونے کے لیے دو شرائط

مسلمان جو بھی عمل کرتا ہے، تو اُسی وقت وہ ثواب کا مستحق ہوتا ہے جب اُس میں دو چیزیں پائی جائیں:

ایک تو اُس کا عمل رسول اللہ ﷺ کی سنت کے مطابق ہو۔ جیسا کہ قرآن میں ارشاد

فرمایا گیا"قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَ یَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ، وَ اللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ."(سورۂ ال عمران: ۳۱)

اور دوسرا اُس میں اخلاص ہو۔"عَلْقَمَةَ بْنَ وَقَّاصٍ اللَّيْثِيَّ ، يَقُولُ : سَمِعْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَلَى الْمِنْبَرِ، قَالَ : سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ : " إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ، وَإِنَّمَا لِكُلِّ امْرِءٍ مَا نَوَى، فَمَنْ كَانَتْ هِجْرَتُهُ إِلَى دُنْيَا يُصِيبُهَا، أَوْ إِلَى امْرَأَةٍ يَنْكِحُهَا فَهِجْرَتُهُ إِلَى مَا هَاجَرَ إِلَيْهِ." (بخاری: ۱-عن عمر)

اِن دونوں چیزوں میں سے اگر کوئی ایک بھی نہیں پائی جائے گی، تو اُس کا عمل اللہ کی بارگاہ میں قبول نہیں ہوگا۔اسی لیے اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو اپنے حبیب ﷺ کے طریقے کو اپنی پوری زندگی میں اپنانے کا حکم دیا ہے۔"لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ یَرْجُوا اللّٰهَ وَ الْیَوْمَ الْاٰخِرَ وَ ذَكَرَ اللّٰهَ كَثِیْرًا." (سورۂ احزاب: ۲۱)

اللہ ہمیں ہر عمل میں اخلاص اور پیغمبر علیہ السلام کا طریقہ اختیار کرنے کی توفیق نصیب فرمائے۔آمین۔

زنا ایک مہلک بیماری

آج ہمارا معاشرہ زنا جیسی مہلک بیماری میں مبتلا ہے، جو نہ صرف انسان کی ذات پر اثر کرتی ہے؛ بلکہ اُس کے مال و دولت اور اُس کے زندگی اور آخرت کے اعمال پر بھی اثر ڈالتی ہے۔رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ "جب کسی قوم میں سود اور زنا عام ہو جائے، تو اُس قوم پر (کسی نہ کسی شکل میں) اللہ کا عذاب ضرور آتا ہے۔" "مَا ظَهَرَ فِيْ قَوْمٍ الزِّنَا وَ الرِّبَا إِلَّا أَحَلُّوْا بِأَنْفُسِهِمْ عِقَابَ اللّٰهِ. "(مستدرك للحاكم: ۲/۳۷-عن عبد اللّٰه ابن مسعود)

اِس لیے معاشرے میں نکاح کو آسان اور عام کیا جائے؛ تاکہ ہر نوجوان آسانی سے نکاح کرسکے؛ کیوں کہ یہی زنا سے بچنے کا ایک واحد راستہ ہے۔

زنا کے دنیوی نقصانات

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ زنا کرنے والے کا دنیا میں تین طرح سے نقصان ہوتا ہے:

﴿۱﴾ اُس کے مال کی برکت ختم ہو جاتی ہے۔ ہمیشہ تنگ دستی اور فقیری چھا جاتی ہے۔

﴿۲﴾ اُس کے چہرے کی خوبصورتی اور رونق زائل اور ختم ہو جاتی ہے۔

﴿۳﴾ اُس کی عمر کم ہو جاتی ہے، یعنی اُس کی عمر کی برکت ختم ہو جاتی ہے۔ **عَنْ حُذَيْفَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: إِيَّاكُمْ وَالزِّنَا فَإِنَّ فِيهِ سَتَّ خِصَالٍ: ثَلَاثٌ فِي الدُّنْيَا وَثَلَاثٌ فِي الآخِرَةِ، فَأَمَّا اللَّوَاتِي فِي الدُّنْيَا: فَإِنَّهُ يُذْهِبُ الْبَهَاءَ وَيَقْطَعُ الرِّزْقَ وَيُورِثُ الْفَقْرَ.**" (الکافی الشافی لابن حجر العسقلانی: ص-۱۹۷ عن حذیفہ بن یمان)

اِن نقصانات کو سامنے رکھ کر کسی عقل مند انسان کے لیے یہ مناسب نہیں ہے کہ وہ اِس گندگی کے قریب بھی جائے۔

زنا کے اخروی نقصانات

زنا کار کو آخرت میں اتنا خطرناک نقصان ہوگا، جس کے تصور سے بھی رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں: پیغمبر علیہ السلام نے زنا کے تین اخروی نقصانات ارشاد فرمائے ہیں۔

[۱] زنا کرنے والے پر اللہ کا غذب لازمی ہو جاتا ہے۔

[۲] قیامت کے دن اُس سے بہت سخت طریقے سے حساب لیا جائے گا۔

[۳] دوزخ میں اُسے بہت سخت عذاب دیا جائے گا۔ "**وَأَمَّا اللَّوَاتِي فِي الآخِرَةِ: يَسْخَطُ الرَّب عزوجل وَسُوءُ الْحِسَابِ وَالْخُلُودُ فِي النَّارِ.**" (الکافی الشافی

لابن حجر العصقلانی: ص-۱۹۷ عن حذیفه بن یمان)

اللہ تعالیٰ ہمارے معاشرے کو ہر قسم کی گندگیوں سے پاک صاف رکھے۔ آمین۔

قرآن میں زنا کی سزا

قرآن میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: کہ زنا کے پاس بھی نہ جاؤ؛ کیوں کہ وہ بڑی بے حیائی اور بُرا راستہ ہے۔ "وَ لا تَقْرَبُوا الزِّنٰۤا اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً وَ سَآءَ سَبِيْلًا. "(سورۂ بنی اسرائیل: ۳۲)

اگر کوئی غیر شادی شدہ اس میں ملوّث پایا جائے، خواہ مرد ہو یا عورت، تو قرآن میں ہے کہ اُن پر سو کوڑے لگائے جائیں اور سزا دینے کے دوران اُن پر بالکل ترس نہ کھائی جائے اور اُن کی سزا کے وقت مسلمانوں کی ایک بڑی تعداد کا وہاں موجود رہنے کا بھی حکم ہے۔ "اَلزَّانِيَةُ وَ الزَّانِيْ فَاجْلِدُوْا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ وَّ لَا تَأْخُذْكُمْ بِهِمَا رَأْفَةٌ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَ لْيَشْهَدْ عَذَابَهُمَا طَآئِفَةٌ مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ." (سورۂ نور: ۲)

اور اگر شادی شدہ ہے، تو اُس کی سزا یہ ہے کہ اُسے سنگ سار کر دیا جائے۔ "أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ: أَتَى رَجُلٌ مِنْ أَسْلَمَ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ وَهُوَ فِي الْمَسْجِدِ، فَنَادَاهُ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ، إِنَّ الْأَخِرَ قَدْ زَنَى. يَعْنِي نَفْسَهُ، فَأَعْرَضَ عَنْهُ، فَتَنَحَّى لِشِقِّ وَجْهِهِ الَّذِي أَعْرَضَ قِبَلَهُ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ، إِنَّ الْأَخِرَ قَدْ زَنَى، فَأَعْرَضَ عَنْهُ، فَتَنَحَّى لِشِقِّ وَجْهِهِ الَّذِي أَعْرَضَ قِبَلَهُ، فَقَالَ لَهُ ذَلِكَ فَأَعْرَضَ عَنْهُ، فَتَنَحَّى لَهُ الرَّابِعَةَ، فَلَمَّا شَهِدَ عَلَى نَفْسِهِ أَرْبَعَ شَهَادَاتٍ دَعَاهُ، فَقَالَ: هَلْ بِكَ جُنُونٌ؟ قَالَ: لَا. فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: اذْهَبُوا بِهِ فَارْجُمُوهُ وَكَانَ قَدْ أُحْصِنَ. "

(بخاری: ۵۲۷۱؛ مسلم: -۱۶۹۱ عن عبادہ بن صامت)

تا کہ اِس سزا کو دیکھ کر آیندہ کوئی اِس گناہ کی جرأت نہ کر سکے اور اِس کے تصور ہی سے اُن کے رونگٹے کھڑے ہو جائیں۔

اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر اتنے مہربان ہونے کے باوجود اتنی سخت سزا کو مقرر فرمایا ہے، اسی سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ اللہ کے نزدیک یہ کتنا سنگین گناہ ہے، ورنہ اتنی سخت سزا کا حکم اللہ کبھی نہ دیتے۔ اللہ ہم سب کی تمام گناہوں سے حفاظت فرمائے۔ آمین۔

زنا سے کیسے بچیں؟

بدنظری زنا کی سیڑھی ہے، اسی گناہ کی وجہ سے انسان زنا تک پہنچتا ہے، اِس لیے قرآن میں اللہ تعالیٰ نے مرد اور عورت کو اپنی نگاہیں نیچی رکھنے کا حکم دیا ہے۔ "**قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَ يَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ ذٰلِكَ اَزْكٰى لَهُمْ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌ بِمَا يَصْنَعُوْنَ.**" (سورۂ نور: ۳۰)

کیوں کہ اگر ہماری نظر غلط پڑتی ہے، تو پھر یہ تصویر خواہش میں بدل جاتی ہے اور پھر یہی خواہش بے حیائی کا راستہ بن جاتی ہے۔ دوسری جگہ عورتوں کو حکم دیا گیا ہے کہ اپنی زینت کو چھپا کر رکھیں اور اپنی زینت والے اعضاء کو بھی ڈھانپ کر رکھیں۔ "**قُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَ يَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ.**" (سورۂ نور: ۳۱)

اگر آج اِن آیتوں پر عمل کر کے مرد حضرات اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور عورتیں اپنی زینت والے اعضاء کو ظاہر نہ کریں اور شرعی پردے کا پورا اہتمام کریں، تو ہمارے معاشرے سے اِس بُرائی کا ان شاء اللہ کُلّی طور پر خاتمہ ہو جائے گا۔

اللہ ہمیں اِس بے حیائی والے کام سے محفوظ فرمائے۔ آمین۔

زکاۃ کسے دیں؟

اِس سلسلے میں ایک اصول یاد رکھیں، جن سے ہم پیدا ہوئے یا ہمارے ماں باپ پیدا

ہوئے (یعنی والدین، دادا، دادی، نانا، نانی)، اسی طرح جو ہم سے یا ہماری اولاد سے پیدا ہوئے (یعنی ہمارے بیٹے، بیٹیاں، پوتے، پوتیاں، نواسے، نواسیاں)، اِن کو زکاۃ نہیں دی جائے گی، اسی طرح شوہر بیوی کو اور بیوی شوہر زکاۃ نہیں دے سکتے، غیر مسلم کو زکاۃ دینا جائز نہیں، اِس کے علاوہ دنیا میں جتنے بھی لوگ ہیں، اُن سب کو زکاۃ دی جا سکتی ہے، صرف دو باتیں دیکھنی ہیں: ایک تو یہ کہ وہ خود مالدار نہ ہو (یعنی اُن کے پاس ساڑے باوَن تولہ چاندی کی قیمت کے بقدر مالیت نہ ہو) اور دوسرا یہ ہے کہ وہ نبی کریم ﷺ کے خاندان کے نہ ہوں (یعنی سید، عباسی، علوی، جعفری، عقیلی یہ سب ہاشمی خاندان کہلاتے ہیں۔ ہاں! اگر یہ لوگ غریب ہوں، تو اِن کی الگ سے مدد کی جائے)۔ (کتاب المسائل: ۲/۲۶۶)

داڑھی بڑھانا مردانگی کی علامت ہے

آج امّتِ مسلمہ نے رسول اللہ ﷺ کی ایک بہت اہم اور خاص سنت کو چھوڑ کر غیروں کے طریقے کو اپنا رکھا ہے اور وہ سنت داڑھی ہے، جس سنت کو آج بہت سے مسلمان بھائیوں نے چھوڑ رکھا ہے اور ایسے میں فخر اور اپنی خوبصورتی محسوس کرتے ہیں اور اِس کو فیشن سمجھتے ہیں؛ حالاں کہ داڑھی، اسلام کا خاص شعار اور یونیفارم کی حیثیت رکھتی ہے اسی طرح داڑھی مرد کی زینت اور مردانگی کی علامت ہے۔ ایک مشت داڑھی کا رکھنا ہر مسلمان پر واجب ہے اور ایک مشت سے کم رکھنا جائز نہیں ہے۔ عَنِ ابْنِ عُمَرَ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: خَالِفُوا الْمُشْرِكِينَ، وَفِّرُوا اللِّحَى، وَأَحْفُوا الشَّوَارِبَ. وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ إِذَا حَجَّ أَوِ اعْتَمَرَ، قَبَضَ عَلَى لِحْيَتِهِ، فَمَا فَضَلَ أَخَذَهُ. (بخاری: ۵۸۹۲)

نبی کریم ﷺ نے خود بھی داڑھی رکھی اور تمام مسلمانوں کو داڑھی کا حکم بھی دیا ہے۔ داڑھی کا کاٹنا اور اِس کو منڈوانا یہودیوں اور کفار کا شیوہ اور اُن کی علامت ہے۔ حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مشرکین کی مخالفت کرو اور داڑھی کو بڑھاؤ۔ عَنِ ابْنِ عُمَرَ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: خَالِفُوا الْمُشْرِكِينَ، وَفِّرُوا

اللِّحی، وَأَحْفُوا الشَّوَارِبَ. وَکَانَ ابْنُ عُمَرَ إِذَا حَجَّ أَوِ اعْتَمَرَ، قَبَضَ عَلَی لِحْیَتِهِ، فَمَا فَضَلَ أَخَذَهُ۔ (بخاری: ۵۸۹۲)

اسی طرح داڑھی مونڈنے سے انسان میں عورت کی مشابہت آ جاتی ہے اور نسوانیت سی محسوس ہونے لگتی ہے اور اگر مرد عورت والے کام اور اُن کا رویہ اپناتا ہے، تو یہ بہت بڑا گناہ ہے اور اِس پر بہت سخت وعید آئی ہے؛ چناں چہ حدیث میں ایسے مردوں پر جو عورتوں کی مشابہت اختیار کرتے ہیں، نبی کریم ﷺ نے لعنت فرمائی ہے۔ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ، عَنِ النَّبِیِّ ﷺ، أَنَّهُ لَعَنَ الْمُتَشَبِّهَاتِ مِنَ النِّسَاءِ بِالرِّجَالِ، وَالْمُتَشَبِّهِینَ مِنَ الرِّجَالِ بِالنِّسَاءِ۔ (سنن أبي داؤد: ۴۰۹۷- عن ابن عباسؓ)

اِس لیے ہم ابھی سے عہد کریں کہ ہم اپنی داڑھی کو نہ کٹوا کر نبی کریم ﷺ کی سنت پر عمل کریں گے؛ تاکہ قیامت کے دن ہمیں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ رہنے کا شرف حاصل ہو۔ عَنْ سَعِیدِ بْنِ الْمُسَیَّبِؒ قَالَ: قَالَ أَنَسُ بْنُ مَالِکٍؓ قَالَ لِی رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: یَا بُنَیَّ، إِنْ قَدَرْتَ أَنْ تُصْبِحَ وَتُمْسِیَ لَیْسَ فِی قَلْبِکَ غِشٌّ لِأَحَدٍ فَافْعَلْ . ثُمَّ قَالَ لِی: یَا بُنَیَّ، وَذٰلِکَ مِنْ سُنَّتِی، وَمَنْ أَحْیَا سُنَّتِی فَقَدْ أَحَبَّنِی، وَمَنْ أَحَبَّنِی کَانَ مَعِی فِی الْجَنَّةِ۔(ترمذی: ۲۶۷۸)

بڑی مونچھوں کا رکھنا نقصان دِہ ہے

غیر مسلموں کی ایک بہت اہم علامت جو نبی کریم ﷺ کے زمانے سے چلی آ رہی ہے وہ یہ ہے کہ وہ مونچھوں کو خوب بڑھاتے تھے اور داڑھی کو کٹواتے اور منڈواتے تھے افسوس! آج اِس پر سب سے زیادہ امت مسلمہ عمل کر رہی ہے۔ ہمارے نبی ﷺ نے ہمیں جس کا حکم دیا تھا آج ہم اُس کے مخالف کام کر رہے ہیں، ہمارے نبی جناب رسول اللہ ﷺ کا حکم ہے داڑھی بڑھاؤ اور مونچھوں کو کٹواؤ۔ عَنِ ابْنِ عُمَرَؓ، عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ: خَالِفُوا

الْمُشْرِكِينَ، وَفِّرُوا اللِّحَى، وَأَحْفُوا الشَّوَارِبَ۔(بخاری: ۵۸۹۲-عن ابن عمرؓ)

لیکن ہم مونچھوں کو بڑھا کر غیروں کے کام کرتے ہیں اور نبی کے فرمان کو چھوڑ دیتے ہیں؛ حالاں کہ یہ مجوسیوں (آگ کی عبادت کرنے والے) اور مشرکوں کا طریقہ ہے۔ نبی کریم ﷺ نے اِن کی مخالفت کا حکم دیا ہے۔ **عَنِ ابْنِ عُمَرَؓ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: خَالِفُوا الْمُشْرِكِينَ، وَفِّرُوا اللِّحَى، وَأَحْفُوا الشَّوَارِبَ**۔ (بخاری:۵۸۹۲؛ مسلم: -۲۵۹عن ابن عمرؓ)

اور مونچھوں کے بڑھانے میں صرف اخروی نقصان ہی نہیں بلکہ دنیوی نقصان بھی ہے اور وہ یہ ہے کہ انسان جب سانس لیتا ہے، تو ناک کے راستے سے انسان کے جسم سے سانس کے ذریعے نکلنے والے جراثیم مونچھوں میں جمع ہو جاتے ہیں اور کھانا کھاتے پیتے وقت ہمارے جسم میں داخل ہو کر بیماریاں پیدا کرتے ہیں، جس سے ہماری صحت خراب ہو جاتی ہے، اِس لیے ہمیں دینی اور دنیوی دونوں فائدوں کو سامنے رکھنا چاہیے اور اپنی مونچھوں کو کاٹ کر نبی ﷺ کے فرمان پر عمل کرنا چاہیے۔

اللہ ہمیں نبی ﷺ کی سنت پر چلنے والا بنائے۔ آمین۔

نفلی اعتکاف کا ثواب

نفلی اعتکاف کا کوئی وقت اور کوئی مقدار متعین نہیں ہے؛ لیکن اِس کا بھی بہت ثواب ہے۔ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ جو شخص مغرب سے عشاء تک ایسی مسجد میں اعتکاف کرے، جس میں جماعت کے ساتھ نماز ہوتی ہو اور سوائے نماز اور قرآن پاک کی تلاوت کے کوئی دنیوی گفتگو نہ کرے، تو اللہ تعالیٰ اُس کے لیے جنت میں محل بنائیں گے۔

عَنْ ثَوْبَانَؓ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: مَنِ اعْتَكَفَ نَفْسَهُ مَا بَيْنَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ فِيْ مَسْجِدِ جَمَاعَةٍ لَمْ يَتَكَلَّمْ إِلَّا بِصَلَاةٍ وَقُرْآنٍ كَانَ حَقًّا عَلَى اللّٰهِ تَعَالٰى أَنْ يَّبْنِيَ لَهُ قَصْرًا فِي الْجَنَّةِ۔[کشف الغمہ: ۲۱۲؛ طبقات الشافعیۃ الکبریٰ: ۲۹۷/۶؛ شمائل کبریٰ: ۱۹۸/۸]

معتکف تمام گناہوں سے محفوظ

آدمی کتنا ہی عبادت کا شوقین ہو، کسی کام میں مستقل مشغول رہنے کے باعث طبیعت میں فطری طور پر اکتاہٹ پیدا ہو ہی جاتی ہے اور عبادت کا تسلسل موقوف ہو جاتا ہے؛ لیکن اعتکاف ایک ایسی عبادت ہے کہ معتکف اگر مسجد میں خالی بھی بیٹھا رہے پھر بھی عبادت کرنے والوں میں شمار ہوتا ہے اور اعتکاف کرنے کی وجہ سے معتکف کا کوئی لمحہ ضائع نہیں ہوتا اور مسجد میں بیٹھے بٹھائے اُسے بے شمار عملِ صالح کا ثواب ملتا رہتا ہے۔

حضرت عبداللہ ابن عباس نبی کریم ﷺ کا یہ ارشاد نقل کرتے ہیں: کہ "معتکف گناہوں سے محفوظ رہتا ہے، اور اُسے اُن تمام نیکیوں کا، جنہیں وہ اعتکاف کے سبب انجام نہیں دے سکتا، اتنا ہی ثواب عطا کیا جاتا ہے جتنا نیکی کرنے والے کو ملتا ہے۔" **عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ فِي الْمُعْتَكِفِ: هُوَ يَعْكِفُ الذُّنُوبَ، وَيُجْرَى لَهُ مِنَ الْحَسَنَاتِ كَعَامِلِ الْحَسَنَاتِ كُلِّهَ۔** (مشکوٰۃ: ۱۸۳/۱؛ ابن ماجہ: - ۱۷۸۱ عن ابن عباسؓ)

اعتکاف کیجیے، برکتیں لُوٹیے

رمضان المبارک کی رحمتوں اور برکتوں سے پوری طرح فائدہ اٹھانے کے لیے بہترین چیز اگر کوئی ہے، تو وہ اعتکاف ہے۔ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ "جو شخص اللہ رب العزت کی خوشنودی کی تلاش میں ایک دن کا اعتکاف کرتا ہے، تو اللہ تعالیٰ اُس کے اور جہنم کے درمیان تین ایسی بڑی خندقیں بیچ میں حائل فرما دیتے ہیں، جو دنیا جہاں سے چوڑی اور وسیع ہوتی ہیں۔" **مَنِ اعْتَكَفَ يَوْمًا ابْتِغَاءَ وَجْهِ اللّٰهِ جَعَلَ اللّٰهُ بَيْنَهُ وَبَيْنَ النَّارِ ثَلَاثَةَ خَنَادِقَ، أَبْعَدَ مِمَّا بَيْنَ الْخَافِقَيْنِ۔** (الترغیب: ۹۶/۲)

یعنی اُس کو جہنم سے بہت دور کر دیا جاتا ہے۔

دو حج اور دو عُمروں کا ثواب

اعتکاف اگر چہ سنت علی الکفایہ ہے کہ چند لوگ بھی ادا کرلیں، تو پورا محلّہ گناہ سے محفوظ ہو جاتا ہے؛ لیکن نبی کریم ﷺ کے یہاں اِس کی اتنی قدر دانی تھی کہ حکم ملنے کے بعد آپ نے ہمیشہ اعتکاف فرمایا ہے۔

ایک روایت میں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ "جس شخص نے رمضان المبارک کے دس دنوں کا اعتکاف کیا، تو اُسے دو حج اور دو عمروں کا ثواب عطا کیا جاتا ہے۔"

مَنِ اعْتَكَفَ عَشْرًا فِيْ رَمَضَانَ كَانَ كَحَجَّتَيْنِ وَ عُمْرَتَيْنِ۔ (الترغیب: ۲/ ۹۶)

کتنی معمولی قربانی پر اللہ کی طرف سے کتنی عظیم نعمتوں کا وعدہ کیا جا رہا ہے، اللہ تعالیٰ ہمیں اِس عبادت کی پوری طرح قدر دانی کی توفیق نصیب فرمائے۔ آمین۔

نوجوانوں کے لیے بہترین اِسکیم

رمضان المبارک میں جماعت کی نماز اور تراویح وغیرہ کا تو ماشاء اللہ کچھ اہتمام ہو جاتا ہے؛ لیکن اعتکاف کی سنت کی ادائیگی کی طرف رجحان بہت کم ہوتا ہے اور اِس کی وجہ اِس کے سوا کچھ نہیں کہ ہم عید کی تیاریوں میں اتنا وقت لگانا چاہتے ہیں کہ کوئی ارمان باقی نہ رہ جائے اور یہ سمجھتے ہیں کہ اعتکاف کی وجہ سے سارے ارمان پورے نہ ہو سکیں گے، تجارت پیشہ لوگ تو اعتکاف کا خیال بھی دل میں نہیں لاتے، اِس لیے کہ یہی اُن کی سال بھر کی کمائی کا وقت ہوتا ہے؛ حالاں کہ اعتکاف کی خود اپنی فضیلت جو ہے، وہ تو ہے ہی، اُس کے ساتھ مزید اعتکاف کرنے والے کو ایک فائدہ یہ بھی حاصل ہوتا ہے کہ اُسے شبِ قدر کا ثواب نصیب ہوتا ہے، شبِ قدر کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے "لَيْلَةُ الْقَدْرِ خَيْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ۔ (سورۂ قدر: ۳)" کہ وہ ہزار مہینوں سے افضل ہے اور جسے ایک مرتبہ بھی شبِ قدر

نصیب ہو جائے، تو گویا کہ اُس نے چوراسی سال (۸۴؍) چار مہینے عبادت میں گذارے، یہ فائدہ اعتکاف کے بغیر ہاتھ آنا مشکل ہے۔

رمضان المبارک کی اِس اسکیم سے فائدہ اُٹھانا ضروری ہے، اِس لیے کہ یہ فضیلت پورے سال ہاتھ نہیں آئے گی، عام طور پر جوانی میں اِن چیزوں کی قدر نہیں ہوتی اور بہت بڑی خیر سے ہم محروم ہو جاتے ہیں، جس کی طرف توجہ دلاتے ہوئے نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ دو نعمتیں ایسی ہیں، جن کی اکثر لوگ قدر نہیں کر پاتے: (۱) صحت (اور جوانی) اور (۲) فراغت۔ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: نِعْمَتَانِ مَغْبُونٌ فِيهِمَا كَثِيرٌ مِنَ النَّاسِ؛ الصِّحَّةُ وَالْفَرَاغُ. (بخاری: ٦٤١٢)

اللہ تعالیٰ ہمیں صحت، جوانی اور فرصت کے لمحات کی قدر دانی کی اور اِس اِسکیم سے فائدہ اُٹھانے کی توفیق نصیب فرمائے۔ آمین۔

اعتکاف کی تشکیل

ہر گھرانے میں اِس طرح کا نظام بنے کہ اُن کے گھر کا ایک فرد اعتکاف کرے، مثلاً: باپ بیٹے ہیں، تو ایک مرتبہ باپ اعتکاف کر لے اور بیٹا کاروبار سنبھال لے اور ایک مرتبہ بیٹا اعتکاف کر لے، باپ کاروبار دیکھ لے، اسی طرح گھر میں دو بھائی ہیں، تو ایک اعتکاف کر لے اور دوسرا گھر کی خبر گیری کر لے، اگلی مرتبہ دوسرا بیٹھ جائے۔ مسجد سے دور رہنے والے حضراتِ صحابہ نے اپنے ساتھیوں اور پڑوسیوں کے ساتھ مل کر یہی ترتیب بنا رکھی تھی، جس کی وجہ سے وہ نبی کریم ﷺ کی مجلس میں ہونے والی عملی اور علمی چیزوں سے باخبر رہتے تھے، جیسا کہ حضرتِ عمر کا عمل روایت میں ملتا ہے۔ اِس طریقے سے اِس عبادت کی قدر بھی پیدا ہوگی اور اِس کے اثرات پورے گھر میں محسوس کیے جائیں گے، خاص کر نوجوانوں کو اِس عبادت کی طرف متوجہ کرنے کی ضرورت ہے، اِس لیے کہ رمضان المبارک میں اعتکاف اُن کے لیے بے شمار گناہوں سے محفوظ

رہنے کا ذریعہ بنے گا اور اِس طرح اُن کی دینی تربیت بھی ہو سکے گی، خاص طور سے ائمہ حضرات اور تبلیغ میں لگے ہوئے حضرات اعتکاف کے لیے باقاعدہ تشکیل کریں؛ تاکہ عمومی طور پر اِس کی طرف رجحان پیدا ہو اور مسجدیں اللہ کے ذکر سے آباد ہوں۔

رسول اللہ ﷺ اعلیٰ درجے کے مبلغ اور مسجدِ نبوی کے امام بھی ہیں، آپ ﷺ اپنے صحابہ کو اعتکاف کرنے کی بھی ترغیب دیا کرتے تھے، بخاری شریف میں ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے صحابۂ کرام سے فرمایا: کہ جس نے میرے ساتھ اعتکاف کیا ہو، وہ آخری عشرے میں بھی اعتکاف کرے۔ **عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ: أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ يَعْتَكِفُ فِي الْعَشْرِ الْأَوْسَطِ مِنْ رَمَضَانَ، فَاعْتَكَفَ عَامًا حَتَّى إِذَا كَانَ لَيْلَةَ إِحْدَى وَعِشْرِينَ، وَهِيَ اللَّيْلَةُ الَّتِي يَخْرُجُ مِنْ صَبِيحَتِهَا مِنِ اعْتِكَافِهِ، قَالَ: مَنْ كَانَ اعْتَكَفَ مَعِي، فَلْيَعْتَكِفِ الْعَشْرَ الْأَوَاخِرَ۔** (بخاری: ۲۰۲۷)

اللہ تعالیٰ ہمیں عبادتوں کی لذّت نصیب فرمائے۔ آمین۔

اعتکاف سے متعلق مسئلہ

رمضان المبارک کے آخری عشرے میں، مَردوں کے لیے مسجد میں اعتکاف کرنا سنت مؤکدہ علی الکفایہ ہے، یعنی اگر محلے یا بستی کے کسی ایک شخص نے بھی یہ سنت ادا کر لی، تو ساری بستی والوں کی طرف سے سنت کی ادائیگی ہو جائے گی؛ لیکن اگر کسی شخص نے بھی یہ سنت ادا نہیں کی، تو ساری بستی والے سنت کے چھوڑنے کی وجہ سے گناہ گار ہوں گے۔ (**مستفاد: کتاب المسائل: ۲/۱۸۱**)

یہ بات واضح رہے کہ اگرچہ اعتکاف سنت مؤکدہ علی الکفایہ ہے؛ لیکن ہر ایک کو چاہیے کہ اِس عظیم عبادت کو انجام دے اور مسجد کو اللہ کے ذکر سے آباد کرے، جیسا کہ ہم میں ہر شخص تراویح اور روزے کی عبادت کو انجام دیتا ہے۔

اعتکاف،غفلت دور کرنے کا بہترین ذریعہ

انسان ذاتی مصروفیات اور دنیوی کاروبار میں اُلجھ کر غافل ہو جاتا ہے اور رفتہ رفتہ یہ غفلت اتنی بڑھ جاتی ہے کہ نماز کے لیے مسجد میں کچھ دیر کے لیے ٹھہرنے اور دوسری عبادتوں کے انجام دینے سے بھی ختم نہیں ہوتی ہے؛ لیکن اگر وہ ہر طرف سے یکسو اور سب سے الگ ہو کر اللہ سے لَو لگالیتا ہے اور اعتکاف کی نیت سے اُس کے گھر پر آ کر پڑ جاتا ہے اور تمام جھمیلوں کو چھوڑ کر اللہ کی عبادت اور اُس کے ذکر وفکر میں لگ جاتا ہے، تو اُس کی غفلت دور ہو جاتی ہے اور اُس کا دل بھی روشن ہو جاتا ہے۔ اعتکاف کی بڑی اہمیت ہے، رسول اللہ ﷺ ہمیشہ رمضان کے اخیر عشرے کا اعتکاف فرمایا کرتے تھے۔ حضرت ابو ہریرہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ ایک عشرے کا اعتکاف فرمایا کرتے تھے اور جس سال آپ کی وفات ہوئی، اُس سال آپ نے بیس دن کا اعتکاف فرمایا۔

عَنْ أَبِی هُرَیْرَةَؓ قَالَ: کَانَ النَّبِیُّ ﷺ یَعْتَکِفُ فِی کُلِّ رَمَضَانٍ عَشْرَةَ أَیَّامٍ، فَلَمَّا کَانَ الْعَامُ الَّذِی قُبِضَ فِیهِ اعْتَکَفَ عِشْرِینَ یَوْمًا۔ (بخاری: ۲۷٤/۱)

اور دوسری حدیث میں ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: کہ جو شخص ایمان کے ساتھ ثواب کی نیت سے اعتکاف کرے گا، اُس کے پچھلے سارے گناہ معاف ہو جائیں گے۔

مَنِ اعْتَکَفَ اِیمَانًا وَاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ۔ (کنز العمال: ۵۲۲/۸۔عن عائشةؓ)

اعتکاف کرنے والے کو اللہ تعالیٰ دو خوشیاں عطا فرماتا ہے: ایک تو وہ تمام گناہوں سے محفوظ رہتا ہے اور دوسرا اُس کے لیے وہ تمام نیکیاں لکھ دی جاتی ہیں، جنہیں وہ اعتکاف کی وجہ سے نہیں کرسکتا تھا۔ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ فِی الْمُعْتَکِفِ: هُوَ یَعْکِفُ الذُّنُوبَ، وَیُجْرَی لَهٗ مِنَ الْحَسَنَاتِ کَعَامِلِ الْحَسَنَاتِ کُلِّهَا۔ (ابن ماجه: ۱۷۸۱؛ مشکوٰة: ۱۸۳/۱)

اورحضرت حسین رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کہ جو شخص رمضان کے کسی ایک عشرے کا اعتکاف کرے گا،تو اُسے دو حج اور دو عمروں کا ثواب ملے گا۔ مَنِ اعْتَكَفَ عَشْرًا فِيْ رَمَضَانَ كَانَتْ حَجَّتَيْنِ وَعُمْرَيْنِ ۔(کنزالعمال: ۸/۵۳۰-عن حسینؓ)

اللہ کا کس قدر انعام ہے کہ اُس نے صرف ایک عشرے کے اعتکاف پر اتنا عظیم ثواب عطا کرنے کا وعدہ فرمایا ہے، اِس کے باوجود اگر ہم اِس انعام کو نہ حاصل کرسکیں،تو ہمارے لیے اِس سے بڑی محرومی کی کوئی بات نہیں ہوگی۔اس لیے ہمیں چاہیے کہ وقت نکال کر اِس نیک کام کو انجام دیں اور اِس اجر کے مستحق بن سکیں،جس کا اللہ نے ہم سے وعدہ کیا ہے۔اللہ ہمیں اعمالِ صالحہ کی توفیق عطا فرمائے۔آمین۔

عورتوں کے لیے بھی اعتکاف سنت ہے

جس طرح مرد عبادت اور اعتکاف کے ذریعے اللہ کا قُرب حاصل کرسکتا ہے،اسی طرح عورت بھی عبادت اور اعتکاف کے ذریعے اللہ کا قُرب حاصل کرسکتی ہے؛ لیکن ہمارے یہاں مردوں کے اندر تو اعتکاف کا شوق ہے؛ لیکن عورتوں کے اندر بہت کم اِس کا شوق ہوتا ہے؛ حالاں کہ صحابیات اعتکاف کیا کرتی تھیں۔بخاری شریف میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ رمضان کے اخیر عشرے کا اعتکاف فرمایا کرتے تھے، یہاں تک کہ آپ کی وفات ہوگئی،اِس کے بعد آپ کی بیویوں نے اعتکاف کیا۔عَنْ عَائِشَةَؓ زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ، أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَعْتَكِفُ الْعَشْرَ الْأَوَاخِرَ مِنْ رَمَضَانَ حَتَّى تَوَفَّاهُ اللّٰهُ، ثُمَّ اعْتَكَفَ أَزْوَاجُهُ مِنْ بَعْدِهِ۔(بخاری: ۲۰۲۶)

مگر افسوس آج نیکی دیکھ کر نیکی کا شوق نہیں ہوتا، ہاں! بُرائی یا فیشن دیکھ کر فیشن کا شوق ہو جاتا ہے۔ یہ دینی بے رغبتی اور بیزاری کی بات ہے، اسی وجہ سے آج دین کے

برکات اور دین پر اللہ کی مدد حاصل نہیں ہو رہی ہے؛ حالاں کہ اعتکاف کی فضیلت کا اندازہ اِس حدیث سے لگایا جا سکتا ہے کہ جو بندے یا بندیاں اللہ کی رضا کے لیے ایک دن کا بھی اعتکاف کرتے ہیں، تو اللہ تعالیٰ اُس کے اور جہنم کے درمیان تین خندقوں کو آڑ بنا دیتا ہے جس میں سے ایک خندق کی مسافت آسمان اور زمین کی درمیانی مسافت سے بھی زیادہ چوڑی ہے۔ **مَنِ اعْتَكَفَ يَوْمًا ابْتِغَاءَ وَجْهِ اللّٰهِ جَعَلَ اللّٰهُ بَيْنَهُ وَبَيْنَ النَّارِ ثَلَاثَةَ خَنَادِقَ، أَبْعَدَ مِمَّا بَيْنَ الْخَافِقَيْنِ۔** (المعجم الاوسط للطبرانی: -٧٣٢٦عن ابن عباسؓ؛ الترغیب: ٩٦/٢)

جب ایک دن کے اعتکاف کی یہ فضیلت ہے، تو رمضان المبارک کے آخری عشرے کے اعتکاف کی کیا فضیلت ہوگی؟ خوش قسمت ہیں وہ اللہ کے بندے اور بندیاں، جو رمضان کی مبارک گھڑیوں میں اِس عبادت کو انجام دیتے ہیں اور اِس فضیلت کے مستحق ہوتے ہیں۔

اچھی موت کی علامت

رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرماتے ہیں، تو موت سے پہلے اُسے اچھے اعمال کی توفیق دے دیتے ہیں۔ **عَنْ أَنَسٍؓ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: إِذَا أَرَادَ اللّٰهُ بِعَبْدٍ خَيْرًا اسْتَعْمَلَهُ. فَقِيلَ: كَيْفَ يَسْتَعْمِلُهُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ؟ قَالَ: يُوَفِّقُهُ لِعَمَلٍ صَالِحٍ قَبْلَ الْمَوْتِ۔"** (ترمذی: ٢١٤٢)

اور ایک حدیث میں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ مومن کی موت کے وقت اُس کی پیشانی پر پسینہ آ جاتا ہے۔ **"عَنْ بُرَيْدَةَؓ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: الْمُؤْمِنُ يَمُوتُ بِعَرَقِ الْجَبِينِ۔"** (ترمذی: ١٩٢/١)

ہمیں چاہیے کہ ہم اچھے اعمال کرتے رہیں اور اللہ سے اچھی موت کی دعا کرتے رہیں اور اپنی حیثیت کے مطابق صدقہ دیتے رہیں؛ کیوں کہ صدقہ بُری موت سے بچاتا

ہے۔ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: إِنَّ الصَّدَقَةَ لَتُطْفِئُ غَضَبَ الرَّبِّ، وَتَدْفَعُ مِيتَةَ السُّوءِ۔ (ترمذی: ٦٦٤)

عذابِ قبر سے نجات

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو مسلمان جمعے کے دن یا اُس کی رات میں وفات پا جائے، وہ عذابِ قبر سے محفوظ رہے گا۔ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: مَا مِنْ مُسْلِمٍ يَمُوتُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ، أَوْ لَيْلَةَ الْجُمُعَةِ إِلَّا وَقَاهُ اللّٰهُ فِتْنَةَ الْقَبْرِ۔" (ترمذی: ١٠٧٤؛ مجمع الزوائد: ٣١٩/٢)

حضرت عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس کی موت رمضان المبارک میں ہو، وہ جنت میں داخل ہوگا اور جس کی موت عرفے کے دن ہو، وہ بھی جنت میں داخل ہوگا اور جس کی موت صدقے کے موقع پر ہو (صدقہ کرنے کے بعد ہو)، وہ بھی جنت میں داخل ہوگا۔ مَن وافقَ موتُه عندَ انقضاءِ رمضانَ دخلَ الجنَّةَ، ومَن وافقَ موتُه عندَ انقضاءِ عرفةَ دخلَ الجنَّةَ، ومن وافقَ موتُه عندَ انقضاءِ صدقةٍ دخلَ الجنَّةَ۔ (ابو نُعَیم شرح الصدور: ص-٣١٤ عن عبد اللّٰہ ابن مسعودؓ)

اللہ تعالیٰ ہم سب کو عذابِ قبر سے محفوظ رکھے۔ آمین۔

کسی کو حقیر نہ سمجھیں

بعض لوگ، جو ہماری نظروں میں زیادہ اہمیت نہیں رکھتے اور بہت معمولی سے انسان سمجھے جاتے ہیں اُن کے رمضان المبارک میں یا جمعے میں انتقال پر لوگوں کو بڑا تعجب ہوتا ہے؛ لیکن یاد رکھنا چاہیے کہ اللہ کے یہاں کس کا کیا مقام ہے اور کس کا کون سا عمل اللہ کے یہاں مقبول ہے، یہ اللہ ہی بہتر جانتا ہے، کسی بزرگ نے کہا ہے

کون مقبول ہے، کون مردود ہے   بے خبر کیا خبر تجھ کو کیا کون ہے

جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کہ "اپنے مُردوں کی خوبیاں بیان کیا کرو اور اُن کی بُرائیوں کا تذکرہ نہ کیا کرو۔" عَنِ ابْنِ عُمَرَؓ، أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: اذْكُرُوا مَحَاسِنَ مَوْتَاكُمْ، وَكُفُّوا عَنْ مَسَاوِيهِمْ. (ترمذی: ۱۰۱۹؛ ابوداؤد: ۴۹۰۰)

اللہ تعالیٰ ہم سب کا خاتمہ بھی ایمان پر فرمائے۔آمین۔

بیماری کی موت پر شہادت کا درجہ

یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ بیماری کی حالت میں موت کا آنا، صحت مندی کی موت سے بہتر ہے۔ جو لوگ صحت مندی کی موت کی دعا کرتے ہیں وہ لوگ بیماری کی موت کی فضیلت سے غافل ہیں، حتیٰ کہ خود نبی کریم ﷺ کی موت اِس حال میں آئی تھی کہ آپ سخت بیماری میں مبتلا تھے، جیسا کہ حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ کی موت کی سختی دیکھنے کے بعد، میں کسی پر موت کی سختی کو بُرا نہیں سمجھتی۔عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: مَاتَ النَّبِيُّ ﷺ وَإِنَّهُ لَبَيْنَ حَاقِنَتِي وَذَاقِنَتِي، فَلَا أَكْرَهُ شِدَّةَ الْمَوْتِ لِأَحَدٍ أَبَدًا بَعْدَ النَّبِيِّ ﷺ. (بخاری: ٤٤٤٦)

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ جو شخص مرض کی حالت میں مرتا ہے وہ شہید ہوتا ہے اور عذاب قبر سے محفوظ رہتا ہے، صبح و شام اُسے جنت سے رزق دیا جاتا ہے۔ مَنْ مَّاتَ مَرِيضًا مَاتَ شَهِيدًا أَوْ وُقِيَ فِتْنَةَ الْقَبْرِ وَغُدِيَ وَرِيحَ عَلَيْهِ بِرِزْقِهِ مِنَ الْجَنَّةِ۔

(ابن ماجه: ص١١٦، رقم: ١٦١٥)

نبی کریم ﷺ نے سات طرح کی موت سے پناہ مانگی ہے:

(۱) اچانک کی موت سے،

(۲) سانپ کے کاٹنے سے،

(۳) درندوں کا شکار بن جانے سے،

(۴) پانی میں ڈوبنے سے،

(۵) آگ مین جلنے سے،

(۶) اور ایسی موت سے، جو کسی چیز پر گرنے یا کسی چیز کے گرنے سے ہو،

(۷) میدانِ جنگ میں پیٹھ دکھا کر بھاگتے ہوئے مارے جانے سے۔عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍوؓ، عَنِ النَّبِیِّ ﷺ اَنَّهُ اسْتَعَاذَ مِنْ سَبْعِ مُوْتَاتٍ، مَوْتُ الْفَجْاَةِ، وَمِنْ لَدْغِ الْحَیَّةِ، وَمِنَ السَّبُعِ، وَمِنَ الْغَرَقِ، وَمِنَ الْحَرْقِ، وَمِنْ اَنْ یَخِرَّ عَلٰی شَیْءٍ، اَوْ یَخِرَّ عَلَیْهِ شَیْءٌ، وَمِنَ الْقَتْلِ عِنْدَ فِرَارِ الزَّحْفِ."(مسند احمد: ٦٥٩٤؛ مجمع الزوائد: ٣١٨/٢) اللہ ہم سب کی اچانک موت سے حفاظت فرمائے۔آمین۔

پانچ قسم کے شہداء

بخاری شریف میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ پانچ قسم کے لوگ شہید ہیں: (۱) طاعون میں مرنے والے، (۲) پیٹ کی بیماری میں مرنے والے، (۳) ڈوب کر مرنے والے، (۴) دیوار وغیرہ کے گرنے سے مرنے والے اور (۵) اللہ کے راستے میں قتل ہو کر مرنے والے۔ عَنْ أَبِی هُرَیْرَةَؓ، أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: الشُّهَدَاءُ خَمْسَةٌ: الْمَطْعُونُ، وَالْمَبْطُونُ، وَالْغَرِقُ، وَصَاحِبُ الْهَدْمِ، وَالشَّهِیدُ فِی سَبِیلِ اللّٰهِ.[بخاری: ٩٠/١، رقم: ٢٨٢٩]

واضح رہے کہ یہ تعداد حصر اور تعیین کے لیے نہیں ہے؛ بلکہ اِن پانچ قسم کے لوگوں کی خاص فضیلت ہے، ورنہ تو حدیث میں اور بہت سے لوگوں کو شہید قرار دیا ہے، جیسا کہ ایک حدیث میں ہے کہ بچے کی وجہ سے مرنے والی عورت شہید ہے۔ وَالْمَرْأَةُ تَمُوتُ بِجُمْعٍ شَهِیدَةٌ. [ابو داؤد: ٣١١١]

مومن کی وفات پر آسمان کے دروازے روتے ہیں

ترمذی شریف میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ہر مومن کے لیے

(آسمان میں) دو دروازے ہیں، ایک سے اُس کا عمل چڑھتا ہے اور دوسرے سے اُس کا رزق اترتا ہے، جب اُس کا انتقال ہوجاتا ہے، تو دونوں دروازے روتے ہیں۔ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: مَا مِنْ مُؤْمِنٍ إِلَّا وَلَهُ بَابَانِ: بَابٌ يَصْعَدُ مِنْهُ عَمَلُهُ وَبَابٌ يَنْزِلُ مِنْهُ رِزْقُهُ، فَإِذَا مَاتَ بَكَيَا عَلَيْهِ فَذٰلِكَ قَوْلُهُ عَزَّ وَجَلَّ فَمَا بَكَتْ عَلَيْهِمُ السَّمَاءُ وَالْأَرْضُ وَمَا كَانُوا مُنْظَرِينَ. [ترمذی: ۳۲۵۵؛ کنزالعمال: ۶۸۱/۱۵]

ایک حدیث میں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ جب نیک آدمی کا انتقال ہوجاتا ہے، تو جہاں وہ نماز پڑھتا تھا وہ جگہ اور جس جگہ سے اُس کا عمل آسمان پر چڑھتا تھا وہ جگہ روتی ہے، پھر آپ ﷺ نے قرآن پاک کی یہ آیت تلاوت فرمائی: "فَمَا بَكَتْ عَلَيْهِمُ السَّمَآءُ وَالْاَرْضُ. [سورۃ الدخان: ۲۹] یعنی کافروں کی موت پر نہ آسمان روتے ہیں اور نہ زمین۔ [کنزالعمال: ۷۴۹/۱۵، رقم: ۴۳۰۴۱، عن علیؓ] برخلاف مومن کے؛ کیوں کہ مومن کی موت پر ساری چیزیں روتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو سچا پکا مومن بنائے اور ہمارا خاتمہ ایمان پر فرمائے۔ آمین۔

صدقۃ الفطر کی شرعی مقدار

جو لوگ صاحبِ نصاب ہیں اور وسعت رکھتے ہیں، اُن کو ایک صاع یعنی سوا تین کلو کھجور یا چھوارہ یا کشمش یا اسی قیمت سے صدقۃ الفطر ادا کرنا چاہیے؛ تا کہ اُن کے ثواب میں زیادتی ہوجائے اور جو لوگ عام صاحبِ نصاب ہیں، اُن کے لیے نصف صاع یعنی موجودہ اوزان کے اعتبار سے ایک (۱/) کلو، پانچ سو چوہتّر (۵۷۴/) گرام اور چھے سو چالیس (۶۴۰/) ملی گرام گیہوں، آٹا یا اُس کی قیمت ادا کردیں؛ لیکن صاحبِ حیثیت لوگوں کے لیے مشورہ وہی ہے کہ وہ کھجور، کشمش وغیرہ کے ذریعے سے صدقۂ فطر ادا کریں، جن لوگوں کے اوپر زکوۃ واجب ہے، اُنہیں پر صدقۂ فطر بھی واجب ہے، البتہ اِس میں سال گذرنا

ضروری نہیں ہے؛ بلکہ عید کی صبح صادق سے پہلے پہلے بھی اتنا مال آ گیا کہ وہ صاحبِ نصاب ہو گئے، تو اُن کے اوپر صدقۂ فطر واجب ہو جائے گا۔

اللہ ہمیں خوش دلی کے ساتھ دل کھول کر اپنے دین پر خرچ کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

روزے کی زکوٰۃ

روزے میں ہم کتنا ہی اہتمام کریں کچھ نہ کچھ کوتاہیاں ہم سے ہو ہی جاتی ہیں، کھانے پینے سے رُکنا تو بہت آسان ہوتا ہے؛ لیکن فضول گفتگو اور لغو کاموں سے رُکنا بہت مشکل ہوتا ہے، اِس طرح کی کوتاہیوں کی تلافی کے لیے شریعت نے رمضان المبارک کے ختم پر صدقۃ الفطر کے نام سے روزے کی زکوٰۃ الگ سے واجب قرار دی ہے۔ نبی کریم ﷺ نے صدقۃ الفطر کو ضروری قرار دیا ہے، جو روزے دار کے لیے لغو اور بے حیائی کی باتوں سے پاکی کا ذریعہ ہے اور غریبوں کے لیے کھانے کا انتظام ہے۔ جو شخص اِسے عید کی نماز سے پہلے ادا کر دے، تو یہ مقبول زکوٰۃ ہو گی اور جو شخص اِسے عید کی نماز کے بعد ادا کرے، تو یہ عام صدقات میں سے ایک صدقہ ہو گا۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ قَالَ: فَرَضَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ زَكَاةَ الْفِطْرِ طُهْرَةً لِلصَّائِمِ مِنَ اللَّغْوِ وَالرَّفَثِ وَطُعْمَةً لِلْمَسَاكِينِ، مَنْ أَدَّاهَا قَبْلَ الصَّلَاةِ فَهِيَ زَكَاةٌ مَقْبُولَةٌ، وَمَنْ أَدَّاهَا بَعْدَ الصَّلَاةِ فَهِيَ صَدَقَةٌ مِنَ الصَّدَقَاتِ. (ابو داؤد: ۱۶۰۹)

اِس روایت سے معلوم ہوا کہ صدقۃ الفطر واجب ہونے کے دو مقاصد ہیں:

روزے کی کوتاہیوں کی تلافی

امت کے غریبوں کے لیے عید سے پہلے رزق کا انتظام؛ تاکہ وہ بھی اِس روزِ عید کی خوشیوں میں شریک ہو سکیں۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: کہ "عید سے پہلے پہلے غریبوں پر اتنا خرچ کرو کہ وہ سوال

سے بے نیاز ہوجائیں۔"عن عبداللہ بن عمر: فَرَضَ رَسُولُ اللّٰہِ ﷺ زکاۃ الفِطْرِ، وَقَالَ: أغنُوهم فی هذا الیومِ (یَومِ العِیْد). (سنن الدار قطني، كتاب الزكاة:٢/١٥٢، رقم:٦٧)

اللہ ہمیں اِس کے اہتمام کی توفیق عطاء فرمائے۔آمین۔

صدقہ دینے میں جلدی کریں

ایک حدیث میں ارشاد فرمایا گیا: کہ صدقہ دینے میں جلدی کرو، اِس لیے کہ مصیبت، صدقے سے آگے نہیں بڑھ سکتی۔(مشکوٰۃ: ١/١٦٧، رقم: ١٨٨٧؛ بیهقی: ٤/١٨٩)

عَنْ عَلِيٍّ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰہِ ﷺ: بَادِرُوا بِالصَّدَقَةِ فَإِنَّ الْبَلَاءَ لَا يَتَخَطَّاهَا.

اور ایک روایت میں ہے کہ بے شک صدقہ اللہ تعالیٰ کے غصے کو ٹھنڈا کر دیتا ہے اور بُری موت سے بچاتا ہے۔ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰہِ ﷺ: إِنَّ الصَّدَقَةَ لَتُطْفِءُ غَضَبَ الرَّبِّ وَتَدْفَعُ عَنْ مِيتَةِ السُّوءِ.(ترمذي: ٦٦٤)

یعنی سخت بیماری اور سنگین حالات سے بچاؤ میں صدقہ بہت مفید ہے، اِس لیے جو لوگ وسعت رکھتے ہوں اُن کے اوپر لازم ہے کہ وہ صدقۂ فطر جلدی ادا کرنے کا اہتمام کریں؛ کیوں کہ صحابہ عید سے پہلے ہی لوگوں کو صدقہ دے دیا کرتے تھے۔ عَنْ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: أَمَرَنَا رَسُولُ اللّٰہِ ﷺ بِزَكَاةِ الْفِطْرِ أَنْ تُؤَدَّى قَبْلَ خُرُوجِ النَّاسِ إِلَى الصَّلَاةِ، قَالَ: فَكَانَ ابْنُ عُمَرَ يُؤَدِّيهَا قَبْلَ ذٰلِكَ بِالْيَوْمِ وَالْيَوْمَيْنِ. (ابو داؤد: ١٦١٠)

اِس لیے عید سے پہلے دیں گے، تو زیادہ ثواب ملے گا اور یہ مناسب بھی ہے؛ تاکہ مستحق حضرات پہلے سے ہی عید کی تیاری کرلیں۔

جنت میں اللہ کا دیدار

ہر مومن کی دلی خواہش ہوتی ہے کہ اُس سے اللہ راضی ہو جائے اللہ رب العزت

اُسے جنت میں داخل فرمادیں،تو جاننا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر اُس شخص کے لیے جنت تیار کررکھی ہے،جس کے اندر دوصفات پائی جائیں:

(۱) پہلی صفت تو یہ کہ وہ جوبھی کام کرے یہ سوچ کر کرے کہ قیامت کے دن اُس کو اللہ کے سامنے کھڑے ہوکراپنا حساب دینا ہے،اُس کے دل میں اللہ کے سامنے کھڑے ہونے کا خوف اورڈر ہو۔

(۲) دوسری صفت یہ ہے کہ وہ اللہ کے بتائے ہوئے کاموں کے سامنے اپنی دلی خواہشات اورنفسانی چاہتوں کوچھوڑ دے۔ "وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَ نَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى." [سورۂ نازعات:٤٠]

وہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ملے تو ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: میں اللہ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ مجھے اورتم کو جنت کے بازار میں اکٹھا کرے۔سعید بن مسیّب نے کہا: کیا اس میں بازار بھی ہے؟ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: ہاں، مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی کہ جب جنتی جنت میں داخل ہوں گے تو وہ اس میں اپنے اعمال کے مطابق اتریں گے، پھر دنیا کے دنوں میں سے جمعہ کے دن کے برابر انہیں اجازت دی جائے گی تو وہ اپنے رب کی زیارت کریں گے،ان کے لیے عرش ظاہر ہوگا اور جنت کے ایک باغ میں نظر آئے گا، پھر ان کے لیے نور کے منبر،موتی کے منبر، یاقوت کے منبر، زمرد کے منبر،سونے کے منبر، اور چاندی کے منبر رکھے جائیں گے،ان کے ادنیٰ درجہ والے حالانکہ ان میں کوئی بھی ادنیٰ نہیں ہوگا مشک اور کافور کے ٹیلے پر بیٹھیں گے اور دوسرے منبر والوں کے بارے میں یہ نہیں خیال کریں گے کہ وہ ان سے اچھی جگہ بیٹھے ہیں۔ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں نے عرض کیا: اللہ کے رسول! کیا ہم اپنے رب کو دیکھیں گے؟ آپ نے فرمایا: ''ہاں، کیا تم سورج اور چودھویں رات کے چاند دیکھنے میں دھکم پیل کیے جاتے ہو؟'' ہم نے کہا: نہیں، آپ نے فرمایا: ''اسی طرح تم اپنے رب کا دیدار کرنے میں دھکم پیل نہیں کروگے،اور اس مجلس میں کوئی

ایسا آدمی نہیں ہوگا جس کے روبرو اللہ تعالیٰ گفتگو نہ کرے، حتیٰ کہ ان میں سے ایک آدمی سے کہے گا: اے فلاں بن فلاں! کیا تمہیں وہ دن یاد ہے جب تم نے ایسا ایسا کیا تھا؟ پھر اسے اس کے بعض گناہ یاد دلائے گا جو دنیا میں اس نے کیے تھے تو وہ آدمی کہے گا: اے میرے رب! کیا تو نے مجھے معاف نہیں کر دیا؟ اللہ تعالیٰ کہے گا: کیوں نہیں؟ میری مغفرت کے سبب ہی تم اس مقام پر ہو۔ وہ سب اسی حال میں ہوں گے کہ اوپر سے انہیں ایک بدلی ڈھانپ لے گی اور ان پر ایسی خوشبو برسائے گی کہ اس طرح کی خوشبو انہیں کبھی نہیں ملی ہوگی اور ہمارا رب تبارک وتعالیٰ کہے گا: اس کرامت اور انعام کی طرف جاو؟ جو ہم نے تمہارے لیے تیار کر رکھی ہے، اور اس میں سے جو چاہو لو، چنانچہ ہم ایک ایسے بازار میں آئیں گے جسے فرشتے گھیرے ہوں گے اس میں ایسی چیزیں ہوں گی کہ اس طرح نہ کبھی آنکھوں نے دیکھی ہوگی نہ کانوں نے سنا ہوگا اور نہ کبھی دلوں میں اس کا خیال آیا ہوگا، ہم جو چاہیں گے ہمارے پاس لایا جائے گا، اس میں خرید و فروخت نہیں ہوگی اور اسی بازار میں جنتی ایک دوسرے سے ملاقات کریں گے"، آپ نے فرمایا: "ایک بلند مرتبہ والا آدمی اپنے سے کم رتبہ والے کی طرف متوجہ ہوگا اور اس سے ملاقات کرے گا (حالانکہ حقیقت میں اس میں سے کوئی بھی کم مرتبے والا نہیں ہوگا) تو اسے (ادنیٰ مرتبے والے کو) اس کا لباس دیکھ کر عجیب سا لگے گا پھر اس کی آخری گفتگو ختم بھی نہیں ہوگی کہ اسے محسوس ہوگا کہ اس کا لباس اس سے بھی اچھا ہے اور یہ اس وجہ سے ہوگا کہ جنت میں کسی کا مغموم ہونا مناسب نہیں ہے۔ پھر ہم (جنتی) اپنے گھروں کی طرف واپس جائیں گے اور اپنی بیویوں سے ملیں گے تو وہ کہیں گی: خوش آمدید! آپ ایسا حسن و جمال لے کر آئے ہیں جو اس سے کہیں بہتر ہے جب آپ ہم سے جدا ہوئے تھے، تو وہ آدمی کہے گا: آج ہم اپنے رب جبار کے ساتھ بیٹھے تھے اور ہمارا حق ہے کہ ہم اسی طرح لوٹیں جس طرح لوٹے ہیں"۔

عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ، أَنَّهُ لَقِيَ أَبَا هُرَيْرَةَ، فَقَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ: أَسْأَلُ اللَّهَ أَنْ

يَجْمَعَ بَيْنِي وَبَيْنَكَ فِي سُوقِ الْجَنَّةِ، فَقَالَ سَعِيدٌ: أَفِيهَا سُوقٌ؟ قَالَ: نَعَمْ، أَخْبَرَنِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَنَّ أَهْلَ الْجَنَّةِ إِذَا دَخَلُوهَا نَزَلُوا فِيهَا بِفَضْلِ أَعْمَالِهِمْ ثُمَّ يُؤْذَنُ فِي مِقْدَارِ يَوْمِ الْجُمُعَةِ مِنْ أَيَّامِ الدُّنْيَا فَيَزُورُونَ رَبَّهُمْ وَيُبْرِزُ لَهُمْ عَرْشَهُ وَيَتَبَدَّى لَهُمْ فِي رَوْضَةٍ مِنْ رِيَاضِ الْجَنَّةِ، فَتُوضَعُ لَهُمْ مَنَابِرُ مِنْ نُورٍ وَمَنَابِرُ مِنْ لُؤْلُؤٍ وَمَنَابِرُ مِنْ يَاقُوتٍ وَمَنَابِرُ مِنْ زَبَرْجَدٍ وَمَنَابِرُ مِنْ ذَهَبٍ وَمَنَابِرُ مِنْ فِضَّةٍ، وَيَجْلِسُ أَدْنَاهُمْ وَمَا فِيهِمْ مِنْ دَنِيٍّ عَلَى كُثْبَانِ الْمِسْكِ وَالْكَافُورِ، وَمَا يُرَوْنَ أَنَّ أَصْحَابَ الْكَرَاسِيِّ بِأَفْضَلَ مِنْهُمْ مَجْلِسًا، قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ؟ وَهَلْ نَرَى رَبَّنَا؟ قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: هَلْ تَتَمَارَوْنَ فِي رُؤْيَةِ الشَّمْسِ وَالْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ؟ قُلْنَا: لَا، قَالَ: كَذَلِكَ لَا تَتَمَارَوْنَ فِي رُؤْيَةِ رَبِّكُمْ وَلَا يَبْقَى فِي ذَلِكَ الْمَجْلِسِ رَجُلٌ إِلَّا حَاضَرَهُ اللَّهُ مُحَاضَرَةً حَتَّى يَقُولَ لِلرَّجُلِ مِنْهُمْ: يَا فُلَانُ بْنَ فُلَانٍ أَتَذْكُرُ يَوْمَ قُلْتَ: كَذَا وَكَذَا؟ فَيُذَكِّرُهُ بِبَعْضِ غَدَرَاتِهِ فِي الدُّنْيَا، فَيَقُولُ: يَا رَبِّ أَفَلَمْ تَغْفِرْ لِي؟ فَيَقُولُ: بَلَى فَبِسَعَةِ مَغْفِرَتِي بَلَغْتَ بِكَ مَنْزِلَتَكَ هَذِهِ، فَبَيْنَمَا هُمْ عَلَى ذَلِكَ غَشِيَتْهُمْ سَحَابَةٌ مِنْ فَوْقِهِمْ فَأَمْطَرَتْ عَلَيْهِمْ طِيبًا لَمْ يَجِدُوا مِثْلَ رِيحِهِ شَيْئًا قَطُّ، وَيَقُولُ رَبُّنَا تَبَارَكَ وَتَعَالَى: قُومُوا إِلَى مَا أَعْدَدْتُ لَكُمْ مِنَ الْكَرَامَةِ فَخُذُوا مَا اشْتَهَيْتُمْ، فَنَأْتِي سُوقًا قَدْ حَفَّتْ بِهِ الْمَلَائِكَةُ فِيهِ مَا لَمْ تَنْظُرْ الْعُيُونُ إِلَى مِثْلِهِ وَلَمْ تَسْمَعِ الْآذَانُ، وَلَمْ يَخْطُرْ عَلَى الْقُلُوبِ، فَيُحْمَلُ لَنَا مَا اشْتَهَيْنَا لَيْسَ يُبَاعُ فِيهَا وَلَا يُشْتَرَى، وَفِي ذَلِكَ السُّوقِ يَلْقَى أَهْلُ الْجَنَّةِ بَعْضُهُمْ بَعْضًا، قَالَ: فَيُقْبِلُ الرَّجُلُ ذُو الْمَنْزِلَةِ الْمُرْتَفِعَةِ فَيَلْقَى مَنْ هُوَ دُونَهُ وَمَا فِيهِمْ دَنِيٌّ فَيَرُوعُهُ مَا يَرَى عَلَيْهِ مِنَ اللِّبَاسِ فَمَا يَنْقَضِي آخِرُ حَدِيثِهِ حَتَّى يَتَخَيَّلَ إِلَيْهِ مَا هُوَ أَحْسَنُ مِنْهُ، وَذَلِكَ أَنَّهُ لَا يَنْبَغِي لِأَحَدٍ أَنْ يَحْزَنَ فِيهَا، ثُمَّ نَنْصَرِفُ إِلَى مَنَازِلِنَا، فَتَتَلَقَّانَا أَزْوَاجُنَا فَيَقُلْنَ: مَرْحَبًا وَأَهْلًا لَقَدْ جِئْتَ وَإِنَّ بِكَ مِنَ الْجَمَالِ أَفْضَلَ مِمَّا فَارَقْتَنَا عَلَيْهِ، فَيَقُولُ: إِنَّا جَالَسْنَا الْيَوْمَ رَبَّنَا الْجَبَّارَ، وَيَحِقُّنَا أَنْ نَنْقَلِبَ بِمِثْلِ مَا انْقَلَبْنَا [ترمذی: ۲۵۴۹؛ ابن ماجه: ۴۳۳۶ عن ابی هریرةؓ]

اس لیے ہمیں سارے کام کرنے سے پہلے یہ سوچنا چاہیے کہ ہمیں اللہ کے سامنے

کھڑے ہوکر حساب دینا ہوگا اور اپنی خواہشات کو چھوڑ کر نیک کاموں میں لگنا ہوگا؛ تاکہ ہمیں بھی جنت میں اللہ کا دیدار نصیب ہو۔ آمین۔

اللہ کی طرف سے روزی کا انتظام

جب عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا آخری وقت چل رہا تھا، تو حضرت عثمان بن عفّان رضی اللہ عنہ آپ کی عیادت کے لیے تشریف لائے اور فرمایا: کہ "آپ کو کیا تکلیف ہے؟" فرمایا: کہ "میں اپنے گناہوں سے ڈر رہا ہوں (کہ اللہ میرے ساتھ کیا معاملہ کریں گے۔)" حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کہ "آپ کی کوئی خواہش ہے؟" فرمایا: کہ "اپنے رب کی رحمت کی امید لگائے ہوئے ہوں۔" حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کہ "کیا میں آپ کے لیے حکیم/ڈاکٹر بلالوں؟" فرمایا: کہ "حکیم (اللہ) ہی نے مجھے بیماری دی ہے۔" حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کہ "کیا میں آپ کو کچھ مال دے دوں؟" حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کہ "مجھے مال کی کوئی ضرورت نہیں۔" تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کہ "یہ مال آپ کے بعد آپ کی بیٹیوں کے کام آجائے گا۔" آپ نے فرمایا: کہ "کیا آپ میری بیٹیوں پر فقر (فاقے) کا اندیشہ کرتے ہیں؟ میں نے اپنی بیٹیوں کو ہر رات سورۂ واقعہ پڑھنے کا حکم دیا ہے (اور الحمدللہ وہ ہر رات سورۂ واقعہ پڑھتی ہیں) اور یقیناً میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو شخص ہر رات سورۂ واقعہ پڑھے گا، اُسے کبھی بھی فقر و فاقہ نہیں ہوسکتا۔" مَرِضَ عَبْدُ اللّٰہِ مَرَضَهُ الَّذِي تُوُفِّيَ فِيهِ فَعَادَهُ عُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ فَقَالَ مَا تَشْتَكِي؟ قَالَ ذُنُوبِي قَالَ فَمَا تَشْتَهِي؟ قَالَ رَحْمَةَ رَبِّي قَالَ أَلَا آمُرُ لَکَ بِطَبِيبٍ؟ قَالَ الطَّبِيبُ أَمْرَضَنِي قَالَ أَلَا آمُرُ لَکَ بِعَطَاءٍ؟ قَالَ لَا حَاجَةَ لِي فِيهِ قَالَ يَكُونُ لِبَنَاتِکَ مِنْ بَعْدِکَ قَالَ أَتَخْشَى عَلَى بَنَاتِي الْفَقْرَ؟ إِنِّي أَمَرْتُ بَنَاتِي يَقْرَأْنَ كُلَّ لَيْلَةٍ سُورَةَ الْوَاقِعَةِ إِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰہِ ﷺ يَقُولُ: مَنْ قَرَأَ سُورَةَ الْوَاقِعَةِ كُلَّ لَيْلَةٍ لَمْ تُصِبْهُ فَاقَةٌ أَبَدًا. (تفسیر ابن کثیر، زکریا:

٧٩/٦، رقم: ٦٥٠٦ عن عبد اللہ ابن مسعودؓ)

اِس لیے خود بھی اور اپنے بچوں کو بھی اِن مسنون اعمال کا پابند بنائیں۔

عید خوشی کا دن

اسلام خوشی منانے کے خلاف نہیں ہے؛ لیکن وہ اپنے ماننے والوں کو محض کھیل کود، ناچ گانے، شراب نوشی اور بے حیائی کے ذریعے خوشی کے اظہار سے روکتا ہے اور حقیقی خوشی منانے کا حکم کرتا ہے، جو اُس کے ظاہر اور باطن سے نمایا ہو سکے اور وہ طریقہ یہ ہے کہ انسان جس رب کا بندہ ہے اُس کے سامنے اپنی بندگی کا اظہار کر کے اُس کی خوش نودی کا مستحق بن جائے، اِس لیے اللہ تعالیٰ نے اہلِ ایمان کو یہ تاکیدی حکم دیا ہے کہ وہ عید کے دن نہا دھو کر، جو اچھے کپڑے میسر ہوں وہ پہن کر، خوشبو لگا کر آبادی سے دور عید گاہ پر اپنی بندگی کے اظہار کے لیے شکرانے کے طور پر دوگانہ ادا کرنے جائیں اور یہ ظاہر کر دیں کہ وہ اپنے رب کے فرماں بردار اور اطاعت گذار ہیں اور ایسے ہی بندوں کو آج خوشی منانے کا حق ہے۔

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا، قَالَتْ: دَخَلَ أَبُو بَكْرٍ وَعِنْدِي جَارِيَتَانِ مِنْ جَوَارِي الْأَنْصَارِ تُغَنِّيَانِ بِمَا تَقَاوَلَتْ الْأَنْصَارُ يَوْمَ بُعَاثَ، قَالَتْ: وَلَيْسَتَا بِمُغَنِّيَتَيْنِ، فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ: أَمَزَامِيرُ الشَّيْطَانِ فِي بَيْتِ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ وَذٰلِكَ فِي يَوْمِ عِيدٍ، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: يَا أَبَا بَكْرٍ إِنَّ لِكُلِّ قَوْمٍ عِيدًا وَهٰذَا عِيدُنَا.

[بخاري:٩٥٢؛ مسلم:٨٩٢ عن عائشةؓ]

اللہ تعالیٰ ہمیں عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

خوشی کے دو دن

نبی کریم ﷺ جب مدینہ ہجرت کر کے تشریف لائے، تو مدینے کے لوگ سال میں دو بار خوشیاں مناتے تھے، اِن دونوں دنوں میں خوب کھیل کود ہوتا تھا، گانے باجے کی مجلسیں

جمتی تھیں، شراب نوشی ہوا کرتی تھی؛ مگر نبی کریم ﷺ نے اِن سب سلسلوں کو ختم فرما کر اللہ تعالیٰ کے حکم سے اِن دو دنوں کے بجائے دو خوشی کے دن عید الفطر اور عید الاضحیٰ مقرر فرمائے۔ عَنْ أَنَسٍ قَالَ: قَدِمَ رَسُولُ اللّٰہِ ﷺ الْمَدِينَةَ وَلَهُمْ يَوْمَانِ يَلْعَبُونَ فِيهِمَا، فَقَالَ: مَا هَذَانِ الْيَوْمَانِ؟ قَالُوا: كُنَّا نَلْعَبُ فِيهِمَا فِي الْجَاهِلِيَّةِ . فَقَالَ رَسُولُ اللّٰہِ ﷺ إِنَّ اللّٰهَ قَدْ أَبْدَلَكُمْ بِهِمَا خَيْرًا مِنْهُمَا: يَوْمَ الْأَضْحٰى وَيَوْمَ الْفِطْرِ." (ابو داؤد: ۱/۱۶۱، رقم: ۱۱۳٤ عن انسؓ)

اور اِن دنوں میں اظہارِ مسرت کا مظاہرہ کھیل کود، ناچ گانے اور تفریحات کے ذریعے نہیں کرایا گیا؛ بلکہ اسلام نے اپنے ماننے والوں کو خوشی منانے کا جو انداز دیا ہے وہ دنیا میں کسی مذہب کے پاس نہیں پایا جاتا۔

اللہ تعالیٰ ہمیں حقیقی خوشی نصیب فرمائے۔ آمین۔

اچھے کپڑے پہننے کا نام عید نہیں

بعض علماء نے عید کے سلسلے میں بڑے حکمت بھرے اقوال بیان فرمائے ہیں، آج کی نشست میں انہیں اقوال کو آپ کے سامنے پیش کیا جائے گا۔

لَيْسَ الْعِيدُ لِمَنْ لَبِسَ الْجَدِيدَ إِنَّمَا الْعِيدُ لِمَنْ اٰمِنَ مِنَ الْوَعِيدِ.

اصل عید اس کی نہیں، جو محض نئے نئے کپڑے پہنے؛ بلکہ عید اس کی ہے جو اللہ تعالیٰ کی وعید سے محفوظ ہو جائے یعنی منکرات اور معاصی سے بچے اور اپنے آقا کو راضی کرنے کی کوشش کرے۔ اس کے برخلاف اگر گناہوں میں مست ہے اور محض ظاہری طور پر نئے کپڑے پہن کر عید کی خوشی میں شریک ہونا چاہتا ہے، تو اسے حقیقی مسرت حاصل نہیں ہو سکتی ہے۔

لَيْسَ الْعِيدُ لِمَنْ تَبَخَّرَ بِالْعُودِ إِنَّمَا الْعِيدُ لِلتَّائِبِ الَّذِي لَا يَعُودُ.

اصل عید اس کی نہیں، جو عود کی خوشبو استعمال کرے؛ بلکہ عید تو اس توبہ کرنے والے کے لیے ہے، جو یہ عزم کر لے کہ اب کبھی گناہ نہ کرے گا، یعنی توبہ بھی محض وقتی نہ ہو؛ بلکہ سچی اور پختہ

توبہ کرنے والا ہی حقیقی مسرت سے مالا مال ہوسکتا ہے۔

دنیوی زیب وزینت کا نام عید نہیں

لَیسَ الْعِیدُ لِمَنْ تَزَیَّنَ بِزِیْنَةِ الدُّنیَا اِنَّمَا الْعِیدُ لِمَنْ تَزَوَّدِ بِزَادِ التَّقْویٰ.

اصل عید اس کی نہیں، جو دنیا کی زیب وزینت اختیار کرے؛ بلکہ عید تو اس کی ہے جو تقویٰ کے توشہ کو مہیّا کرے بالخصوص رمضان المبارک کا مہینہ تو اللہ تعالیٰ نے تقویٰ کے حصول کا بہترین سبب بنا کر امتِ محمدیہ کو مرحمت فرمایا ہے۔

? روزوں کی فرضیت کا خاص مقصد بھی قرآن کریم میں یہی بیان کیا گیا ہے۔اس لیے رمضان میں جو لوگ تقویٰ سے اپنے آپ کو آراستہ کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کا خوف دل میں بٹھاتے ہیں وہی درحقیقت عید کی مسرتوں کے حقدار ہیں۔

اچھی چادریں بچھالینے کا نام عید نہیں

لَیسَ الْعِیدُ لِمَنْ رَکِبَ الْمَطَایَا اِنَّمَا الْعِیدُ لِمَنْ تَرَکَ الْخَطَایَا.

اصل عید اس کی نہیں، جو سواریوں پر سوار ہو؛ بلکہ عید اس کی ہے جو گناہوں اور غلطیوں کو چھوڑ دے؛ کیوں کہ اگر گناہ رہیں گے، تو اللہ تعالیٰ کے عذاب کا خوف اور خطرہ بھی رہے گا۔اس خطرہ کی موجودگی میں حقیقی خوشی حاصل نہیں ہوسکتی۔

لَیسَ الْعِیدُ لِمَنْ بَسَطَ الْبِسَاطَ اِنَّمَا الْعِیدُ لِمَنْ جَاوَزَ الصِّرَاطَ.

اصل عید اس کی نہیں، جو فرش اور گدّے بچھالے؛ بلکہ عید تو اس کی ہے جو اپنے لیے پُل صراط سے گذرنے کا انتظام کرلے۔(مظاهر حق: ۱/۴۹۲؛ لطائف المعارف: ۲۷۷)

ہر قدم پر ایک سال کے نفلی روزوں اور نمازوں کا ثواب

اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو نوازنے کے لیے بہت سارے مواقع اور آسان عمل عنایت فرمائے ہیں؛ تاکہ میرے بندے اُن سے فائدہ اُٹھا کر میری رحمت کے زیادہ سے

زیادہ مستحق بن سکیں۔

نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں کہ جو شخص جمعہ کے دن یہ چھ عمل کرے گا، اُس کو مسجد تک ہر قدم پر ایک سال کے روزوں کا اور ایک سال کی نفلی نمازوں کا ثواب ملے گا۔

(۱) خود بھی غسل کرنا اور بیوی (بچوں) کو بھی غسل کرانا۔

(۲) مسجد جلدی جانے کی کوشش کرنا۔

(۳) پیدل چل کر مسجد جانا۔

(۴) امام کے قریب بیٹھنا۔

(۵) خطبہ غور سے سننا۔

(۶) اور کوئی لغو کام اور فضول حرکت نہ کرنا۔ عَنْ أَوْسِ بْنِ أَوْسٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: مَنِ اغْتَسَلَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ، وَغَسَّلَ، وَبَكَّرَ، وَابْتَكَرَ، وَدَنَا، وَاسْتَمَعَ، وَأَنْصَتَ كَانَ لَهُ بِكُلِّ خُطْوَةٍ يَخْطُوهَا أَجْرُ سَنَةٍ، صِيَامِهَا وَقِيَامِهَا. " [ترمذی: ٤٩٦- عن اوس بن اوس ثقفیؓ]

اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اپنی طرف سے ملنے والی رحمتوں، برکتوں اور وسعتوں کا مستحق بنائے۔ آمین۔

۸۰/سال کی عبادت کا ثواب

ایک حدیث میں نقل کیا گیا ہے: کہ "جو شخص جمعہ کے دن عصر کی نماز کے بعد اپنی جگہ سے اٹھنے سے پہلے اسّی مرتبہ درود پڑھے: (اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدِنِ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ، وَعَلٰى اٰلِهِ وَسَلِّمْ تَسْلِيمًا.) تو اُس کے اسّی سال کے گناہ معاف ہوں گے اور اسّی سال کی عبادت کا ثواب اُس کے لیے لکھا جائے گا"۔ من صلّى صَلاةَ الْعَصْرِ مِنْ يَوْمِ الْجُمعةِ فقال قَبْلَ أَن يَقُوْمَ مِنْ مَكَانه: اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدِ نِ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ، وَعَلٰى اٰلِهِ وَسَلِّمْ تَسْلِيمًا ثَمَانِيْنَ مَرَّةً، غُفِرَتْ لَهٗ ذُنُوبُ ثَمَانِيْنَ عامًا،

وَ كُتِبَتْ لَه عِبَادَةُ ثَمَانِيْنَ سنةً. (القول لبديع:ص-۱۸۸عن أبي هريرةؓ)

اور دوسری حدیث میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: کہ "جو شخص سو مرتبہ درود پڑھے گا، وہ قیامت کے دن اس قدر نور کے ساتھ آئے گا کہ اس کا نور تمام امت کو تقسیم کر دیا جائے، تو کافی ہو جائے گا۔"

وعن عَلَيٍّ بن أبي طالبٍؓ قال: قال رسول الله ﷺ من صلّى عَلَيّ يومَ الـجُمُعةِ مِائَةَ مَرّة، جَاء يومَ القيامة وَمَعَه نورٌ لو قُسِم ذلك النُورُ بين الخَلق كُلِّهِمْ لَوَ سِعَهُمْ. (القول البديع:ص۱۸۹)

نیز ایک روایت میں ہے کہ جو شخص جمعہ کے دن سو مرتبہ درود پڑھے گا، اللہ تعالیٰ اس کی سو ضروریات پوری کریں گے۔ تیس دنیا کی اور ستر آخرت کی۔

مَنْ صَلّٰى عَلَيَّ فِي يَوْمِ الْجُمُعَةِ وَلَيلَة الْجُمُعةِ مِائَةَ مَرّةً قَضَى اللهُ لَه مِائَةَ حَاجَةٍ، سَبعِيْنَ مِنْ حَوَائِجِ الْاٰخِرَة، وَثَلاثِين مِنْ حَوَائِجِ الدُّنيا. (شعب الايمان:۳/-۱۱۱عن انس ابن مالکؓ)

اللہ تعالیٰ ہمیں زیادہ سے زیادہ درودِ پاک پڑھنے کی توفیق نصیب فرمائے اور اُس کی برکتوں اور رحمتوں سے مالا مال فرمائے اور غیب سے ہماری ضروریات کی تکمیل فرمائے۔ آمین۔

بیس مرتبہ موت کو یاد کرنے والا بھی شہید

حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا: ''کیا شہیدوں کے ساتھ بھی کسی شخص کا حشر ہوگا۔؟'' (وہ شہید نہ ہوا ہو، پھر بھی اُس کا حشر شہیدوں کے ساتھ ہو) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جی ہاں! جو دن اور رات میں بیس مرتبہ موت کو یاد کرے گا، اُس کا حشر شہیدوں کے ساتھ ہوگا۔'' وقالتِ عائشةؓ يَا رَسولَ اللّٰه هَلْ يُحشَرُ مَعَ الشُّهَدَاء أحدٌ قَالَ نَعَمْ مَنْ يَّذْكُرُ الْمَوْتَ فِي الْيَوْمِ وَاللَّيْلَةِ عِشْرِيْنَ مرّة. (التحاف السادة: ص-۲۲۷عن عائشةؓ)

اِس لیے موت کو زیادہ سے زیادہ یاد رکھنا چاہیے؛ تاکہ آخرت کی یاد تازہ رہے۔

لڑکا، لڑکی کا انتخاب

لڑکے اور لڑکی کے انتخاب میں سب سے بنیادی چیز دین داری اور اچھے اخلاق ہیں۔ اگر یہ دونوں چیزیں موجود ہیں، تو ان شاء اللہ شادی کا مقصد حُسنِ خوبی حاصل ہو جائے گا؛ لیکن اگر دین داری کو معیار نہ بنا کر دوسری چیزوں کو معیار بنایا جائے گا، تو زمین میں فتنہ اور فساد برپا ہو جائے گا۔ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: إِذَا خَطَبَ إِلَيْكُمْ مَنْ تَرْضَوْنَ دِينَهُ، وَخُلُقَهُ فَزَوِّجُوهُ، إِلَّا تَفْعَلُوا تَكُنْ فِتْنَةٌ فِي الْأَرْضِ، وَفَسَادٌ عَرِيضٌ."

[ترمذی:-١٠٨٤عن ابی ہریرةؓ]

اس لیے دینداری کو ملحوظ رکھیں؛ تا کہ ہماری زندگی سکون وعافیت کے ساتھ گذرتی رہے۔

نکاح کی مجلس

پوری تقریب میں اسراف اور فضول خرچیوں سے ہر ممکن طور پر بچا جائے؛ کیوں کہ سب سے بابرکت نکاح وہ ہے، جس میں کم سے کم خرچ ہو۔" عَنْ عَائِشَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: إِنَّ أَعْظَمَ النِّكَاحِ بَرَكَةً أَيْسَرُهُ مَئُونَةً." [مسند احمد:-٢٤٥٢٩عن عائشةؓ]

بہتر ہے کہ اس مبارک تقریب کا انعقاد جمعہ کے دن کیا جائے۔ يَوْمُ الْجُمُعَةِ يَوْمُ خُطْبَةِ النِّكَاحِ. [مسند ابی یعلی: ٢٦١٢عن عبد اللہ ابن عباسؓ] وَيُسْتَحَبُّ مُبَاشَرَةُ عَقْدِ النِّكَاحِ فِي الْمَسْجِدِ لِأَنَّهُ عِبَادَةٌ وَكَوْنُهُ فِي يَوْمِ الْجُمُعَةِ. [فتح القدیر:١٨٩/٣]

نکاح مسجد میں کیا جائے۔ ہوٹلوں اور دیگر جگہوں پر نکاح کرنے سے پرہیز کیا جائے۔" عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: أَعْلِنُوا هَذَا النِّكَاحَ، وَاجْعَلُوهُ فِي الْمَسَاجِدِ." [ترمذی:-١٠٨٩عن أبی ہریرةؓ]

نکاح کے عقد سے پہلے "خطبہ مسنونہ" پڑھا جائے۔ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ، قَالَ: عَلَّمَنَا

رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ التَّشَهُّدَ فِي الصَّلَاةِ، وَالتَّشَهُّدَ فِي الْحَاجَةِ قَالَ: التَّشَهُّدُ فِي الصَّلَاةِ: التَّحِيَّاتُ لِلَّهِ، وَالصَّلَوَاتُ وَالطَّيِّبَاتُ، السَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ، وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ، السَّلَامُ عَلَيْنَا، وَعَلَى عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِينَ، أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللّٰهُ، وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ. وَالتَّشَهُّدُ فِي الْحَاجَةِ: إِنَّ الْحَمْدَ لِلَّهِ نَسْتَعِينُهُ، وَنَسْتَغْفِرُهُ، وَنَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُورِ أَنْفُسِنَا، وَسَيِّئَاتِ أَعْمَالِنَا، فَمَنْ يَهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهُ، وَمَنْ يُضْلِلْ فَلَا هَادِيَ لَهُ، وَأَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللّٰهُ، وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ. وَيَقْرَأُ ثَلَاثَ آيَاتٍ. قَالَ عَبْثَرٌ: فَفَسَّرَهُ لَنَا سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ: اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقَاتِهِ وَلَا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَأَنْتُمْ مُسْلِمُونَ، وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِي تَسَاءَلُونَ بِهِ وَالْأَرْحَامَ إِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيبًا، اتَّقُوا اللّٰهَ وَقُولُوا قَوْلًا سَدِيدًا. وَفِي." [ترمذی:-۱۱۰۵عن عبد اللہ ابن مسعودؓ]

نکاح کی مجلس برسرِعام منعقد کی جائے اور چھپ کر نکاح نہ کیا جائے۔"عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: أَعْلِنُوا هَذَا النِّكَاحَ، وَاجْعَلُوهُ فِي الْمَسَاجِدِ." [ترمذی:-۱۰۸۹عن ابی ھریرۃؓ]

نکاح کے بعد یا نکاح کی خبر سُن کر دولہا اور دلہن کو یہ دعا دیں:"بَارَكَ اللّٰهُ لَكَ وَبَارَكَ عَلَيْكَ وَجَمَعَ بَيْنَكُمَا فِي خَيْرٍ." عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ إِذَا رَفَّأَ الْإِنْسَانَ إِذَا تَزَوَّجَ قَالَ: بَارَكَ اللّٰهُ لَكَ، وَبَارَكَ عَلَيْكَ، وَجَمَعَ بَيْنَكُمَا فِي خَيْرٍ." [ابو داؤد:-۲۱۳۰عن ابی ھریرۃؓ]

نکاح کے بعد چھوہارے یا شیرینی وغیرہ تقسیم کرنا مسنون ہے۔"تَزَوَّجَ بَعْضَ نِسَآئِهِ فَنَثَرَ عَلَيْهِ التَّمْرَ. [بیہقی:۲۸۷/۷، رقم:-۱۴۶۸۲عن عائشۃؓ]

اپنی حیثیت کے مطابق ولیمہ

دعوتِ ولیمہ سارے انبیاء کی سنّت ہے۔رسول اللہ ﷺ نے اکثر نکاح میں، جو کچھ بھی میسر ہوا اُس کے ذریعے ولیمہ فرمایا ہے، ولیمے کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ بلا تکلف اور بلا فخر کے

اختصار کے ساتھ جس قدر میسر ہو اپنے خاص لوگوں کو کھلا دے، دعوتِ ولیمہ کے لیے جانور ذبح کرنا یا کوئی خاص انتظام کرنا ضروری نہیں ہے اور اگر جانور ذبح کرنے کا ارادہ ہے، تو کھانا پکوا کر اپنے گھر بُلا کر کھلانا ہی ضروری نہیں؛ بلکہ کچا گوشت بھی ہم اپنے عزیز و اقارب کے یہاں بھیج کر ولیمے کی سنت ادا کر سکتے ہیں، ''آہ!'' جو کام شریعت نے اتنا آسان کیا تھا ہم نے کتنا مشکل بنا دیا، ہاں! اگر کھلانا ہو، تو خالص اللہ ہی کے لیے کیا جائے، دکھلاوا مقصود نہ ہو اور اُس میں غریبوں کو بھی بُلایا جائے، صرف امیروں ہی کو دعوت دینے پر اکتفا نہ کیا جائے۔ عَنْ أَبِی هُرَیْرَةَؓ، أَنَّهُ کَانَ یَقُولُ: شَرُّ الطَّعَامِ طَعَامُ الْوَلِیمَةِ، یُدْعَی لَهَا الْأَغْنِیَاءُ وَیُتْرَکُ الْفُقَرَاءُ، وَمَنْ تَرَکَ الدَّعْوَةَ فَقَدْ عَصَی اللّٰهَ وَرَسُولَهُ ﷺ. [بخاري: ٥١٧٧]

اگر دعوتِ ولیمہ میں کوئی خلافِ شرع کام نہ ہو رہا ہو، ولیمے کی دعوت قبول کرنا: عَنْ أَبِی هُرَیْرَةَؓ، أَنَّهُ کَانَ یَقُولُ: شَرُّ الطَّعَامِ طَعَامُ الْوَلِیمَةِ یُدْعَی لَهَا الْأَغْنِیَاءُ وَیُتْرَکُ الْمَسَاکِینُ، وَمَنْ لَمْ یَأْتِ الدَّعْوَةَ فَقَدْ عَصَی اللّٰهَ وَرَسُولَهُ.

|سنن ابی داؤد:٣٧٤٢|

ہاں! جس ولیمے میں خلافِ شرع کام ہو، ایسی دعوت میں شریک نہیں ہونا چاہیے۔ رسول اکرم ﷺ نے ایسی دعوت میں شرکت کرنے سے منع فرمایا ہے۔'' نَهَی رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ عَنْ مَطْعَمَیْنِ: عَنِ الْجُلُوسِ عَلَی مَائِدَةٍ یُشْرَبُ عَلَیْهَا الْخَمْرُ، وَأَنْ یَأْکُلَ الرَّجُلُ وَهُوَ مُنْبَطِحٌ عَلَی بَطْنِهِ.'' (ابو داؤد:-٣٧٧٤ عن عبد اللّٰه بن عمرؓ)

مثلاً: جس دعوت میں فوٹو گرافی یا ویڈیو گرافی کی جا رہی ہو یا مردوں اور عورتوں کا اختلاط ہو یا کھڑے ہو کر ھانا کھلایا جا رہا ہو؛ کیوں کہ اِن تمام کاموں پر سخت وعید وارد ہوئی ہے، فوٹو گرافی کرنے والے یا ویڈیو گرافی بنانے والے، رسول اکرم ﷺ کا یہ ارشاد یاد رکھیں: کہ ''قیامت کے دن اللہ کے یہاں تصویر بنانے والوں کو سخت سے سخت عذاب ہوگا۔'' سَمِعْتُ النَّبِیَّ ﷺ یَقُولُ: إِنَّ أَشَدَّ النَّاسِ عَذَابًا عِنْدَ اللّٰهِ یَوْمَ الْقِیَامَةِ الْمُصَوِّرُونَ. [بخاري: ٥٩٥٠۔عن عبد الله ابن مسعودؓ]

اسی طرح عورتوں کا مردوں کے ساتھ مل کر کھانا پینا تو بدترین گناہ ہے، رسول اکرم ﷺ نے ایسی عورتوں کے بارے میں مردوں کو اپنی طرف مائل کرنے والیاں ہیں، فرمایا: کہ ''یہ عورتیں جنت کی خوشبو بھی نہیں پائیں گی۔'' عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صِنْفَانِ مِنْ أَهْلِ النَّارِ لَمْ أَرَهُمَا قَوْمٌ مَعَهُمْ سِيَاطٌ كَأَذْنَابِ الْبَقَرِ يَضْرِبُونَ بِهَا النَّاسَ وَنِسَاءٌ كَاسِيَاتٌ عَارِيَاتٌ مُمِيلَاتٌ مَائِلَاتٌ رُءُوسُهُنَّ كَأَسْنِمَةِ الْبُخْتِ الْمَائِلَةِ لَا يَدْخُلْنَ الْجَنَّةَ وَلَا يَجِدْنَ رِيحَهَا وَإِنَّ رِيحَهَا لَيُوجَدُ مِنْ مَسِيرَةِ كَذَا وَكَذَا. [مسلم:۲۱۲۸-عن أبي هريرةؓ]

اور کھڑے ہو کر کھانے پینے سے رسول اکرم ﷺ نے منع فرمایا۔ عَنْ أَنَسٍ عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ نَهَى أَنْ يَشْرَبَ الرَّجُلُ قَائِمًا قَالَ قَتَادَةُ فَقُلْنَا فَالْأَكْلُ فَقَالَ ذَاكَ أَشَرُّ أَوْ أَخْبَثُ. [مسلم:۲۰۲۴]

شریکِ حیات آپسی غلطیوں کو معاف کریں

گھر میں سکون کا ماحول بنانے کے لیے ضروری ہے کہ گھر میں اگر کسی سے کوئی چھوٹی موٹی غلطی ہو جائے، تو اُس پر غصے کا اظہار نہیں کرنا چاہیے اور معافی سے کام لینا چاہیے، ورنہ تو گھر جہنم بن جائے گا؛ کیوں کہ ہر انسان سے بھول چوک ہوتی رہتی ہے، اِس لیے بات بات پر غصہ ہونا، ڈرانا دھمکانا یہ سب اسلامی اخلاق کے خلاف ہے اور اِس سے گھر والوں میں چڑ چڑا پن اور نافرمانی اور بغاوت پیدا ہو جاتی ہے، جس سے گھر کا سکون برباد ہو جاتا ہے۔ یاد رکھو! تم میں سب سے اچھے لوگ وہ ہیں، جو اپنی بیویوں سے اچھے اخلاق کے ساتھ پیش آتے ہوں۔

چناں چہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کہ "تم میں سب سے بہتر وہ شخص ہے، جو اپنی بیوی کے ساتھ سب سے بہتر ہو اور میں اپنی بیویوں کے ساتھ سب سے بہتر ہوں۔ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَؓ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: أَكْمَلُ الْمُؤْمِنِينَ إِيمَانًا أَحْسَنُهُمْ خُلُقًا،

وَخَيْرُكُمْ خَيْرُكُمْ لِنِسَائِهِمْ. [ترمذی: ۱۱۶۲]

نبی ﷺ کی گیارہ بیویاں تھیں اور ایک بیوی بھی آپ کی بُرائی اور شکایت کرنے کو تیار نہ تھی اور ہم سے ایک بیوی کو بھی خوش نہیں رکھا جاتا ہے، گھروں میں پیار ومحبت کے ساتھ رہیے، اپنے گھروں کو جہنم نہ بنائیے، اللہ نے ایک دوسرے کے حقوق کی ادائیگی کی توفیق عطاء فرمائے۔ آمین۔

مہر عورت کا واجبی حق

نکاح کے موقع پر سب سے بڑا اور اہم خرچ، مہر کا ہے اور واجبی حق ہے، اِس میں بہت ٹال مٹول کی جاتی ہے اور اخیر تک اِس کی ادائیگی کی فکر تک نہیں ہوتی، نبی ﷺ نے اِس گناہ پر بہت سخت وعید فرمائی ہے۔

جو مرد کسی عورت سے کم یا زیادہ مہر کی کسی مقدار پر نکاح کرتا ہے اور اُس کا ارادہ مہر ادا کرنے کا نہیں ہوتا، تو اُس نے اُس عورت کو دھوکا دیا ہے، لہٰذا اگر مہر ادا کیے بغیر مر جاتا ہے، تو قیامت کے دن اللہ سے اِس حالت میں ملاقات کرے گا کہ اُس کا شمار زانیوں میں ہوگا۔

قال النبی ﷺ: مَنْ نَكَحَ امْرَأَةً وَهُوَ يُرِيدُ أَن يَذْهَبَ بِمَهْرِهَا فَهو عِنْدَ اللّٰهِ زَانٍ يَوْمَ الْقِيَامَةِ. (مصنف ابن أبی شیبة: ٤/ ٣٦٠؛ المعجم الأوسط للطبرانی:-٦٢١٣ عن میمون الکردی عن ابیہؓ)

اللہ تعالیٰ ہم سب کو مہر کی اہمیت سمجھنے اور اوّل وہلے میں اُس کی ادائیگی کی توفیق نصیب فرمائے۔ آمین۔

بے ضرورت قرض لینے سے بچیں

مسلمان میّت کے ذمے اگر قرض رہ گیا ہو اور اُسے ادا نہ کیا ہو، تو اُس کی روح کو جنت میں جانے سے روک دیا جاتا ہے، اِس لیے سب سے پہلے میّت کے ترکے (چھوڑے

گئے مال) سے اُس کے کفن دفن کے بعد قرض ادا کرنا چاہیے۔ صدقہ، خیرات اور ایصالِ ثواب سب بعد میں کرنا چاہیے اور اگر وہ مال چھوڑ کر نہیں مرا ہے یا اگر مال چھوڑا ہے؛ لیکن قرضہ زائد ہے اور مال کم ہے، تو اُس کے وَرَثہ اور اُس کے رشتے داروں کے لیے بہت بڑا ثواب کا کام ہے کہ اُس کی طرف سے اپنی طاقت اور وُسعت کے مطابق قرضہ ادا کریں؛ تاکہ میّت ثواب پانے اور جنت میں جانے سے رُکی نہ رہے؛ کیوں کہ حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جبرئیل نے مجھے اُس شخص کی نمازِ جنازہ پڑھنے سے منع فرمایا ہے، جس پر قرض ہو؛ کیوں کہ قرض دار اپنی قبر میں (جنت میں جانے) سے رُکا رہتا ہے، جب تک اُس کا قرض ادا نہ کر دیا جائے۔ عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍؓ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ صَلَّى الْفَجْرَ ذَاتَ يَوْمٍ فَقَالَ هَاهُنَا مِنْ بَنِي فُلَانٍ أَحَدٌ مَرَّتَيْنِ فَقَالَ رَجُلٌ هُوَ ذَا فَكَأَنِّي أَسْمَعُ صَوْتَ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ إِنَّ صَاحِبَكُمْ قَدْ حُبِسَ عَلَى بَابِ الْجَنَّةِ بِدَيْنٍ كَانَ عَلَيْهِ. (مسند أحمد: ۲۰۲۳۰-۱۹عن سمرةؓ مجمع الزوائد: ۳/۴۳-عن انسؓ)

مالدار کا قرض ادا کرنے میں ٹال مٹول کرنا ظلم ہے

دیکھنے میں آتا ہے کہ دنیوی سارے کام ہوتے رہتے ہیں، حتیٰ کہ کچھ لوگ فضول خرچی تک بھی کرتے رہتے ہیں؛ لیکن جس سے قرض لے لیا ہے اُسے سیٹھ بن کر تاریخ پر تاریخ دیتے رہتے ہیں اور وہ بے چارہ بھکاریوں کی طرح اپنا ہی دیا ہوا قرض مانگتا رہتا ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مال ہونے کے باوجود ٹال مٹول کرنے کو ظلم قرار دیا ہے۔ عن أبي هريرةؓ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: مَطْلُ الغَنِيِّ ظُلْمٌ. (بخاري: ۲۴۰۰)

نیز یہ حدیث بھی ضرور یاد رکھیں: کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کہ "جو شخص کسی سے قرض اِس نیت سے لیتا ہے کہ میں اِسے وقت پر ضرور لوٹا دوں گا، تو اللہ تعالیٰ اُس کی ادائیگی کا ضرور انتظام کر دیتے ہیں اور جس شخص کی نیت میں کھوٹ اور خرابی ہو، تو اللہ تعالیٰ اُس کی مدد نہیں فرماتے۔" عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ، قَالَ: مَنْ أَخَذَ أَمْوَالَ

النَّاسِ يُرِيدُ أَدَاءَ هَا أَدَّى اللّٰهُ عَنْهُ، وَمَنْ أَخَذَ يُرِيدُ إِتْلَافَهَا أَتْلَفَهُ اللّٰهُ. (بخاری: ۲۳۸۷)

نکاح جلدی کیجیے

آج ہمارے معاشرے میں نکاح کو بہت ہی مشکل بنا دیا گیا ہے اور اِس کو مشکل سمجھنے کی وجہ سے اِس میں بے حد تاخیر کی جاتی ہے، جب کہ شریعت کا طریقہ تو یہ ہے کہ جب انسان نکاح کے قابل ہو جائے، تو جلد سے جلد اُسے نکاح کرنے کی کوشش کرنی چاہیے؛ کیوں کہ حدیث میں نکاح کی بڑی فضیلت آئی ہے۔

ایک روایت میں رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ "جس نے نکاح کر لیا، اُس نے اپنے آدھے دین کو مکمل کر لیا، بس اُسے چاہیے کہ وہ بقیہ آدھے دین کے بارے میں اللہ سے ڈرتا رہے۔" إِذَا تَزَوَّجَ الْعَبْدُ فَقَدْ كَمَّلَ نِصْفَ الدِّيْنِ فَالْيَتَّقِ اللّٰهَ فِي النِّصْفِ الثَّانِيْ. [مجمع الزوائد: ٤/ ٢٥٥؛ شعب الايمان: – ٥٤٨٦ عن انس]

حضرت سعید بن جُبیرؓ کہتے ہیں کہ مجھ سے حضرت عبداللہ بن عبّاس رضی اللہ عنہ نے پوچھا: تم نے شادی کی یا نہیں؟، میں نے کہا کہ نہیں، تو آپ نے فرمایا: "شادی کرو، اِس اُمّت میں سب سے افضل وہ ہے کہ جس کی بیویاں سب سے زیادہ ہوں گی۔" عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍؒ، قَالَ: قَالَ لِي ابْنُ عَبَّاسٍ: هَلْ تَزَوَّجْتَ؟ قُلْتُ: لَا، قَالَ: فَتَزَوَّجْ فَإِنَّ خَيْرَ هٰذِهِ الْأُمَّةِ أَكْثَرُهَا نِسَاءً. [البخاری: ٥٠٦٩]

جناب رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: وہ مرد مسکین ہے جس کی بیوی نہ ہو اور وہ عورت مسکین ہے، جس کا شوہر نہ ہو اگر چہ اُس کے پاس خوب مال ہو اور یہ بات آپ نے تین مرتبہ فرمائی۔ مِسْكِيْنٌ مِسْكِيْنٌ مِسْكِيْنٌ! رَجُلٌ لَيْسَ لَهُ امْرَأَةٌ وَإِنْ كَانَ غَنِيًّا مِّنَ الْمَالِ، وَمِسْكِيْنَةٌ مِسْكِيْنَةٌ مِسْكِيْنَةٌ! امْرَأَةٌ لَيْسَ لَهَا زَوْجٌ وَإِنْ كَانَتْ غَنِيَّةً مِّنَ الْمَالِ. [مجمع الزوائد: ٤/ ٢٥٥؛ كنز العمال – ٤٤٤٥٥ عن ابی نجيح]

نکاح ہمیشہ شریف اور دین دار عورت سے کرنا چاہیے ورنہ دین اور دنیا دونوں تباہ ہو

جاتی ہے۔ جناب نبی کریم ﷺ نے شریف عورتوں سے نکاح کی ترغیب دیتے ہوئے فرمایا:"جو شخص اللہ تعالیٰ سے گناہوں سے پاک صاف ملنا چاہتا ہو، وہ شریف اور دیندار عورتوں سے نکاح کرے۔" سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍؓ، يَقُولُ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ، يَقُولُ: مَنْ أَرَادَ أَنْ يَلْقَى اللّٰهَ طَاهِرًا مُطَهَّرًا فَلْيَتَزَوَّجِ الْحَرَائِرَ. (ابن ماجه: ۱۸٦۲ - عن انس بن مالكؓ)

اللہ تعالیٰ ہم سب کو شریعت کے مطابق جلد سے جلد نکاح کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

نکاح میں خرابیاں

آج کل نکاح کے اندر بہت سی خرابیاں پیدا ہو گئی ہیں، جن کی وجہ سے نکاح کی خیر و برکت ختم ہو رہی ہے اور نکاح مشکل بنتا جا رہا ہے، جن میں سے چند خرابیوں کا ہم ذکر کر رہے ہیں؛ تاکہ ہم تمام لوگ اِن خرابیوں سے بچ کر سنت کے مطابق نکاح کرنے والے بن جائیں:

(۱) رشتہ کرنے میں مالداری اور خوبصورتی کو تلاش کرنا۔

(۲) منگنی کے موقعے پر لوگوں کو جمع کرنا اور لمبی لمبی دعوتیں کرنا۔

(۳) حیثیت سے زیادہ مہر مقرر کرنا اور اُن کا ادا نہ کرنا۔

(۴) قیمتی سے قیمتی شادی کارڈ بنوانا۔

(۵) لڑکی کو مایو بیٹھانے اور اُبٹن ملنا۔

(۶) دولہے کا غیر محرم عورتوں سے مہندی اور اُبٹن لگوانا۔

(۷) عورتوں کی بھیڑ میں کھلے عام غسل کرنا۔

(۸) دولہے کے سہرا اور ہار ڈالنا۔

(۹) دولہے کی آنکھوں میں بھابھی کے ہاتھوں سے سرمہ لگوانا۔

(۱۰) لڑکی والوں کے یہاں لمبی لمبی باراتیں لے جانا۔

(۱۱) شادیوں میں زیادہ سے زیادہ وقت کو ضائع کرنا۔

(۱۲) شادی میں ڈیک اور ڈی۔جے۔ بجانا۔

(۱۳) شادیوں میں فوٹو اور ویڈیو فلم بنانا۔

(۱۴) پنڈالوں میں بے جا، لائیٹیں اور سجاوٹ کرنا۔

(۱۵) قیمتی سے قیمتی شادی ہال بُک کرنا۔

(۱۶) شادیوں میں عورتوں کا شرعی پردے کے بغیر شریک ہونا۔

(۱۷) مردوں اور عورتوں کا ایک ساتھ جمع ہونا۔

(۱۸) دولہے کا لڑکی والوں سے جہیز کا مطالبہ کرنا۔

(۱۹) جہیز کی نمائش کرنا۔

(۲۰) لڑکی سے اجازت لانے کے لیے غیر محرم کو وکیل اور گواہ بنانا۔

(۲۱) نکاح کے بعد دولہے سے نکاح کا سلام ومصافحہ کرنا۔

(۲۲) دولہا کا سلامی کے لیے نامحرم عورتوں کی بھیڑ میں جانا۔

(۲۳) دلہن کا دولہے کو سونے کی چین یا انگوٹھی پہنانا۔

(۲۴) نامحرم مردوں کو دلہن کی صورت دکھانا۔

(۲۵) سالیوں کا بہنوئی سے مذاق کرنا اور اُس کے جوتے چُرانا۔

(۲۶) کھڑے ہو کر چل پھر کر کھانا پینا۔

رسول اللہ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے رسم ورواج کو مٹانے کے لیے مبعوث فرمایا اور اپنے مبارک طریقے کو عام کرنے کا حکم دیا۔ اسی لیے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "جو شخص میری امّت کے فساد کے وقت (رسم ورواج کو چھوڑ کر) میری سنّت کو مضبوطی سے پکڑے گا، تو اللہ تعالیٰ اُسے سو شہیدوں کا ثواب عطا فرمائیں گے۔" **عَنْ أَبِی هُرَیْرَةَ ؓ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: مَنْ تَمَسَّکَ بِسُنَّتِی عِنْدَ فَسَادِ أُمَّتِی فَلَهُ أجر مائة شَهِید.**

(مشکوٰۃ، رقم: ۱۷۶؛ رواه الطبرانی فی الاوسط: ۵٤۱۰)

اللہ تعالیٰ اِن سب خرافات اور ناجائز چیزوں سے ہم سب کی حفاظت فرمائے اور ہر عمل کو سنّت کے مطابق کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

رشتے داری توڑنے کے نقصانات

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ "اُس قوم پر اللہ کی رحمت نازل نہیں ہوتی، جس میں رشتے داری توڑنے والے، والدین کی نافرمانی کرنے والے اور شراب پینے کے عادی لوگ موجود ہوں۔" **عن عبداللّٰه بن أبي أوفى: لا تنزلُ الرحمةُ على قومٍ فيهم قاطعُ رحمٍ.** (مشكوة المصابيح: ٤٨٥٩)

اور ایک روایت میں ہے کہ جس شخص نے ناراضگی کی وجہ سے اپنے مسلمان بھائی سے ایک سال تک ملنا جُلنا چھوڑے رکھا، گویا اُس نے اُس کا خون کر دیا، یعنی سال بھر قطع تعلق کا گناہ اور ناحق قتل کرنا برابر سرابر ہے۔ **عَنْ أَبِي خِرَاشٍ السُّلَمِيِّ، أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ، يَقُولُ: مَنْ هَجَرَ أَخَاهُ سَنَةً فَهُوَ كَسَفْكِ دَمِهِ.** (ابوداؤد: ۴۹۱۵-عن ابی خراش سلمیؓ)

اِس لیے دنیوی نقصان برداشت کرلیا جائے؛ لیکن کسی بھی حال میں رشتے داری ختم نہ کی جائے۔

اللہ کی رحمت سے محروم

رشتے داری اور تعلقات توڑنے کی نحوست کی وجہ سے دعائیں تک قبول نہیں ہوتیں، ایک مرتبہ حضرت عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ فجر کی نماز کے بعد ایک حلقے میں تشریف فرما تھے اور لوگوں سے عرض کر رہے تھے کہ میں تمھیں اللہ کا واسطہ دے کر کہتا ہوں، جو رشتے داری کو توڑنے والا ہو، وہ یہاں سے اُٹھ کر چلا جائے؛ چوں کہ ہم دعا کر رہے ہیں اور آسمان کے دروازے قطع رحمی کرنے والے کے لیے بند ہوتے ہیں۔ **كان ابنُ مسعودٍؓ جالسًا بعد الصُّبحِ في حلقةٍ فقال أنشُدُ اللّٰهَ قاطعَ رحِمٍ لما قام عنّا فإنّا نريدُ**

أن نـدعـوَ ربَّنا وإنَّ أبوابَ السَّماءِ مرتجَّةٌ دون قاطعِ رحِمٍ. (شعب الایمان: ۷۹٦٤؛ الترغیب والترھیب: ۳۱۲/۳)

اللہ تعالیٰ نے جب صلہ رحمی کو پیدا کیا، تو اُس سے فرمایا: کہ "جو تجھے جوڑے گا، میں اُسے جوڑوں گا اور جو تجھے توڑے گا، میں اُس کو توڑ دوں گا۔" **عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: إِنَّ الرَّحِمَ شَجْنَةٌ مِنَ الرَّحْمٰنِ، فَقَالَ اللّٰهُ: مَنْ وَصَلَكِ وَصَلْتُهُ، وَمَنْ قَطَعَكِ قَطَعْتُهُ.** (بخاری: ۵۹۸۸ عن ابی ھریرہ)

جو لوگ اللہ کی رحمت سے مالا مال ہونا چاہتے ہیں وہ اپنے رشتے داروں کی طرف سے پہنچنے والی تکلیفوں کو برداشت کرتے رہیں اور اُن کے ساتھ صلہ رحمی جاری رکھیں۔

بُرا سلوک کرنے والے کے ساتھ اچھا سلوک

رشتے داروں کی طرف سے تکلیفیں پہنچنے کے باوجود، اُن کے ساتھ صلہ رحمی کرنے والے کے لیے اجر وثواب کیا ہے؟ اِس واقعے سے اندازہ کیجیے: کہ ایک صحابی نے عرض کیا: کہ "میرے کچھ رشتے دار ہیں، میں اُن سے تعلقات جوڑتا ہوں؛ لیکن وہ مجھ سے تعلقات توڑتے ہیں، میں اُن کے ساتھ بھلائی کرتا ہوں، تو وہ میرے ساتھ بُرائی کرتے ہیں اور میں اُن سے درگذر کرتا ہوں، تو وہ میرے ساتھ بُرا سلوک کرتے ہیں۔" اللہ کے رسول ﷺ نے اُن کو یہ کہتے ہوئے خوش خبری سنائی: کہ "اگر بات ایسی ہی ہے جیسا تم کہہ رہے ہو، تو تم اُن کے منہ میں مٹی جھونک رہے ہو، تم جب تک اُن کے ساتھ اچھا سلوک کرتے رہو گے، تو اللہ کی جانب سے ایک مددگار تمہارے ساتھ رہے گا۔" **عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَجُلًا قَالَ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ، إِنَّ لِي قَرَابَةً أَصِلُهُمْ وَيَقْطَعُونِي، وَأُحْسِنُ إِلَيْهِمْ وَيُسِيئُونَ إِلَيَّ، وَأَحْلُمُ عَنْهُمْ وَيَجْهَلُونَ عَلَيَّ. فَقَالَ: لَئِنْ كُنْتَ كَمَا قُلْتَ فَكَأَنَّمَا تُسِفُّهُمُ الْمَلَّ، وَلَا يَزَالُ مَعَكَ مِنَ اللّٰهِ ظَهِيرٌ عَلَيْهِمْ مَا دُمْتَ عَلَى ذَلِكَ.** (مسلم: ۲۵۵۸)

یعنی ایک فرشتہ بطور مددگار اللہ کی جانب سے اُس کے لیے متعین ہوگا، جو اُس سے

لوگوں کی جانب سے پہنچنے والی تکلیفوں کو دور کرتا رہے گا۔

بھائیوں کے ساتھ ہمدردی اور خیر خواہی

اِس روئے زمین پر ایک دوسرے کے ساتھ ہمدردی اور خیر خواہی کرنے والے ایسے حضرات بھی پیدا ہوئے ہیں، جن پر زمین و آسمان بھی رشک کرتا ہے، جن کے دلوں میں دنیا کی ذرّہ برابر محبت نہ تھی اور ہمدردی کا ایسا بے مثال جذبہ اُن کے اندر پیدا ہو گیا تھا کہ جس کی نظیر ملنی مشکل ہے، اِس کا اندازہ اِس واقعے سے لگایئے: کہ "بنی اسرائیل کے ایک شخص نے دوسرے شخص سے ایک باغ خریدا اور اُس کی رقم (پیمینٹ) ادا کردی، اُس کے بعد جب اُس زمین پر انہوں نے ہل چلایا، تو سونے کا ایک مٹکا نکلا، وہ اُسی وقت اُس مٹکے کو لے کر اُن بیچنے والے صاحب کے پاس پہنچے اور اُن کو وہ مٹکا واپس کرنا چاہا، انہوں نے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ میں زمین بیچ چکا ہوں، اب وہ اور اُس کی ہر چیز آپ کی ہے؛ چناں چہ دونوں میں جھگڑا ہوا، وہ کہتے ہیں کہ اِس کو لو اور دوسرے کہتے ہیں کہ میں نہیں لوں گا (ہمارے یہاں جھگڑا ہوتا ہے کہ لاؤ اور وہ کہتا ہے کہ میں نہیں دوں گا)؛ چناں چہ مقدمہ قاضی صاحب کے پاس پہنچا، قاضی صاحب کے کہنے کے باوجود بھی جب ایک دوسرے نے نہیں لیا، تو انہوں نے معلوم کیا کہ تمہاری اولادیں ہیں؟ چناں چہ ایک شخص کے لڑکی تھی اور ایک کے لڑکا، تو انہوں نے دونوں کی شادی کردی اور وہ خزانہ اُن دونوں کو دے دیا۔" عَنْ أَبِی هُرَیْرَةَ ؓ قَالَ: قَالَ النَّبِیُّ ﷺ: اشْتَرَى رَجُلٌ مِنْ رَجُلٍ عَقَارًا لَهُ، فَوَجَدَ الرَّجُلُ الَّذِی اشْتَرَى الْعَقَارَ فِی عَقَارِهِ جَرَّةً فِیهَا ذَهَبٌ، فَقَالَ لَهُ الَّذِی اشْتَرَى الْعَقَارَ: خُذْ ذَهَبَکَ مِنِّی، إِنَّمَا اشْتَرَیْتُ مِنْکَ الْأَرْضَ وَلَمْ أَبْتَعْ مِنْکَ الذَّهَبَ. وَقَالَ الَّذِی لَهُ الْأَرْضُ: إِنَّمَا بِعْتُکَ الْأَرْضَ وَمَا فِیهَا. فَتَحَاکَمَا إِلَى رَجُلٍ، فَقَالَ الَّذِی تَحَاکَمَا إِلَیْهِ: أَلَکُمَا وَلَدٌ؟ قَالَ أَحَدُهُمَا: لِی غُلَامٌ. وَقَالَ الْآخَرُ: لِی جَارِیَةٌ. قَالَ: أَنْکِحُوا الْغُلَامَ الْجَارِیَةَ، وَأَنْفِقُوا عَلَى أَنْفُسِهِمَا مِنْهُ وَتَصَدَّقَا. (بخاري: ٣٤٧٢؛ مسلم: ١٧٢١؛ سنن ابن ماجه: ٢٥١١)

جب والدین نیک ہوتے ہیں، تو اللہ تعالیٰ دنیوی اعتبار سے بھی اولاد کو نوازتے ہیں۔ **وَ كَانَ اَبُوْهُمَا صَالِحًا.** (سورة الكهف: ٨٢)

حضرات صحابہ کے پیشِ نظر آخرت تھی، اِس لیے دنیا کی بڑی سے بڑی دولت کو ٹھکرادیا کرتے تھے، حتیٰ کہ مزدور اور غریب صحابی کو بھی یہ دنیا اپنے چنگل میں نہ لے پاتی تھی۔

اللہ یہی کردار ہر موقع پر ہم سب کو پیش کرنے کی توفیق عطاء فرمائے۔ آمین۔

رشتے داری اور تعلقات کو نبھانا بھی دین ہے

رشتے داری کی اہمیت کا اندازہ نبی کریم ﷺ کے اِس واقعے سے لگایا جاسکتا ہے کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد آپ کا یہ معمول تھا کہ جب کبھی گھر میں کوئی جانور ذبح ہوتا، تو آپ ڈھونڈ ڈھونڈ کر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی سہیلیوں کے پاس گوشت بھجوایا کرتے تھے۔ **عَنْ عَائِشَةَؓ، قَالَتْ: مَا غِرْتُ عَلَى امْرَأَةٍ مَا غِرْتُ عَلَى خَدِيجَةَ وَلَقَدْ هَلَكَتْ قَبْلَ أَنْ يَتَزَوَّجَنِي بِثَلَاثِ سِنِينَ، لِمَا كُنْتُ أَسْمَعُهُ يَذْكُرُهَا وَلَقَدْ أَمَرَهُ رَبُّهُ عَزَّ وَجَلَّ أَنْ يُبَشِّرَهَا بِبَيْتٍ مِنْ قَصَبٍ فِي الْجَنَّةِ، وَإِنْ كَانَ لَيَذْبَحُ الشَّاةَ، ثُمَّ يُهْدِيهَا إِلَى خَلَائِلِهَا.** (مسلم: -٢٤٣٥عن عائشةؓ)

ایک دفع حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے انتقال کے بعد اُن کی بہن ہالہ نبی کریم ﷺ کے پاس آئیں اور رسول اللہ ﷺ سے اندر آنے کی اجازت مانگی، اُن کی آواز حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے ملتی تھی، اُن کی آواز سنتے ہی رسول اللہ ﷺ کو حضرت خدیجہ یاد آگئیں اور آپ بے جھجھک اُٹھے اور فرمایا: کہ "ہالہ ہوں گی۔" حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا موجود تھیں، تو فرمانے لگیں: کہ "اب آپ اُن بُڑھیا کو یاد نہ کریں، وہ مرچکی ہیں اور اللہ نے آپ کو اُن سے اچھی بیویاں دے دیں۔" **عَنْ عَائِشَةَؓ قَالَتِ: اسْتَأْذَنَتْ هَالَةُ بِنْتُ خُوَيْلِدٍ أُخْتُ خَدِيجَةَ عَلَى رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ، فَعَرَفَ اسْتِئْذَانَ خَدِيجَةَ، فَارْتَاعَ لِذَلِكَ، فَقَالَ: اللّٰهُمَّ هَالَةَ. قَالَتْ: فَغِرْتُ، فَقُلْتُ: مَا تَذْكُرُ مِنْ عَجُوزٍ مِنْ**

عَجَائِزِ قُرَيْشٍ حَمْرَاءِ الشِّدْقَيْنِ هَلَكَتْ فِي الدَّهْرِ، قَدْ أَبْدَلَكَ اللّٰهُ خَيْرًا مِنْهَا. (بخاري: - ۳۸۲۱ عن عائشةؓ)

سیرت کی کتابوں میں لکھا ہے کہ آپ نے جواب میں فرمایا: کہ "ہرگز نہیں! کہ جب لوگ مجھے جھٹلا رہے تھے انہوں نے میری تصدیق کی، جب لوگ کافر تھے، تو وہ اسلام لائیں، جب میرا کوئی مددگار نہیں تھا، تو اُس وقت انہوں نے میری مدد کی۔" (سیرت النبی:۲/۲۳۹)

نقصان کی تلافی

حضرت ہشام سے روایت ہے کہ کسی مسلمان کے لیے یہ بات جائز نہیں کہ وہ اپنے مسلمان بھائی سے تین دن سے زیادہ بول چال بند رکھے، (اگر کسی نے بات چیت شروع نہیں کی) تو دونوں اللہ کی رحمت سے محروم رہیں گے اور اِن میں سب سے اچھا آدمی وہ ہے، جو سلام میں پہل کرلے، سلام میں پہل کرنا رشتے داری توڑنے کے گناہ کا کفارہ ہو جائے گا اور (اگر ایک نے سلام کیا اور) دوسرے نے جواب نہیں دیا، تو سلام کرنے والے کو فرشتے جواب دیں گے اور دوسرے کو شیطان جواب دے گا، نیز رشتے داری توڑنے کی حالت میں اگر مر گئے، تو جنت میں داخل نہیں ہوسکیں گے اور نہ جنت میں اکھٹے ہوسکیں گے۔

(صحیح ابن حبان: - ٥٦٦٤ عن هشام ؛ مجمع الزوائد: - ١٢٩٦٩ عن ابی هریره)

اللہ تعالیٰ محبتوں کے ساتھ دنیا میں بھی رہنا نصیب فرمائے اور آخرت میں بھی۔

گھر جنت کیسے بنے؟

خوش گوار زندگی کا ایک اصول یہ بھی ہے کہ شوہر بیوی کے کاموں میں دلچسپی لے، مطلب یہ ہے کہ گھریلو کاموں میں تھوڑا ہاتھ بٹائے، یا کم از کم اپنی جانب سے گھریلو معاملات میں کچھ مشورہ دے، اِس طرح بیوی کے دل کو جیتا جاسکتا ہے اور گھر کو جنت کو بنایا جاسکتا ہے، حضرات انبیاء کرام علیہم السلام اپنے اہلِ خانہ کی ضروریات کا بہت خیال کیا کرتے تھے۔

نبی کریم ﷺ کی سنتِ مبارکہ تھی کہ اپنی بیویوں کا ہاتھ بٹاتے، کبھی گھر میں آٹا گوندھ دیتے، گھر کی دیگر ضروریات کو پورا کرتے، بے تکلف بکری کا دودھ دوہتے، اپنے کپڑے سی لیا کرتے، اپنے کام خود کر لیتے، حتی کہ اپنے جوتے تک سی لیتے اور اپنے آپ کو گھر کے کاموں میں مصروف رکھتے؛ لیکن جیسے ہی مسجد سے اذان کی آواز آتی، تو چھوڑ کر فوراً نماز کے لیے چل دیتے۔(ترمذی: - ۲۴۸۹ عن عائشه) **عَنِ الْأَسْوَدِ بْنِ يَزِيدٌ قَالَ: قُلْتُ لِعَائِشَةَ: أَيُّ شَيْءٍ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَصْنَعُ إِذَا دَخَلَ بَيْتَهُ؟ قَالَتْ: كَانَ يَكُونَ فِي مَهْنَةِ أَهْلِهِ، فَإِذَا حَضَرَتِ الصَّلَاةُ، قَامَ فَصَلَّى.**

معلوم ہوا کہ مردوں کو اپنے گھر کے کام میں حصہ لینا چاہیے؛ تا کہ بیویوں کو سہولت بھی ہو اور آپس میں محبت بھی، لوگ کیا کہیں گے اِس کی فکر ہرگز ہرگز نہ کریں، سنت سمجھ کر گھر کے تمام کاموں کو انجام دیں۔

اللہ ہمیں خوش گوار زندگی گذارنے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین۔

بیوی سے محبت کا اظہار

شوہر کو چاہیے کہ بیوی سے محبت اور الفت کا اظہار بھی کرتا رہے، کوئی ایسی بات کہے یا ایسے عمل، جس سے بیوی کی محبت کا اظہار ہوتا ہو، اِس سے آپس کے تعلقات پر بہت اچھا اور خوش گوار اثر پڑتا ہے، نبی کریم ﷺ کو اپنی بیویوں سے بے انتہا محبت تھی، حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ پیالہ لے کر اُس جگہ سے پانی پیتے جہاں سے میں نے پانی پیا ہوتا۔ **وَيَضَعُ فَمَهُ حَيْثُ وَضَعْتُ فَمِي مِنَ الْقَدَحِ.** (نسائی: - ۲۷۹ عن عائشه)

سنن ابن ماجہ کی حدیث میں ہے کہ حضرت عائشہ کہتی ہیں کہ میں کھانے کے دوران ہڈی کو چوستی، تو آپ ﷺ جہاں سے میں نے ہڈی کو چوسا ہوتا تھا وہاں سے منہ رکھ کر ہڈی کو چوستے تھے۔ **عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: كُنْتُ أَتَعَرَّقُ الْعَظْمَ وَأَنَا حَائِضٌ، فَيَأْخُذُهُ رَسُولُ اللهِ ﷺ، فَيَضَعُ فَمَهُ حَيْثُ كَانَ فَمِي.** (ابن ماجه: - ۶۴۳ عن عائشه)

حضرت موسیٰ علیہ السلام اللہ کے پیغمبر ہیں، اُن کی بیوی بیمار تھیں، اُنہیں سردی لگ رہی تھی اور وقت کے پیغمبر اپنی بیوی کی سردی کی تکلیف کو دور کرنے کے لیے آگ ڈھونڈنے گئے، اللہ تعالیٰ کو اُن کا بیوی کے ساتھ ہمدردی اور خیر خواہی کا یہ جذبہ اتنا پسند آیا کہ آپ کو نبوت سے سرفراز فرمادیا۔

اِذْ رَاٰ نَارًا فَقَالَ لِاَهْلِهِ امْكُثُوْا اِنِّيْ اٰنَسْتُ نَارًا لَّعَلِّيْ اٰتِيْكُمْ مِّنْهَا بِقَبَسٍ اَوْ اَجِدُ عَلَى النَّارِ هُدًى. (مستفاد، سورۂ طٰہٰ: ١٠)

اِس لیے شوہر کو چاہیے کہ ایسے کام کرتا رہے، جس سے بیوی کو احساس ہوتا رہے کہ ہم سے بے پناہ محبت کرتا ہے، اِس سے دونوں کی زندگی پُرسکون گذرتی رہے گی۔

بیوی کے اچھے کاموں کی تعریف

خوش گوار زندگی کا ایک اصول یہ بھی ہے کہ شوہر بیوی کے کاموں کی تعریف کرے، مثلاً: آپ نے کھانا بہت اچھا بنایا ہے، آپ کپڑے بہت اچھے پہنتی ہیں، آپ گھر کو کتنا صاف ستھرا رکھتی ہیں اور یہ تعریف بھی سنت سمجھ کر کریں، آپ ﷺ کو کھانا پسند آتا، تو آپ تعریف فرماتے، جس طرح کہ آپ نے اپنے گھر والوں سے سالن کے بارے میں پوچھا، تو انہوں نے جواب دیا: کہ اِس وقت ہمارے پاس سرکے کے علاوہ کچھ نہیں ہے، تو آپ سرکہ منگوا کر کھاتے ہوئے فرمارہے تھے: کہ سرکہ بہت اچھا سالن ہے۔ **عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ، أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ سَأَلَ أَهْلَهُ الْأُدُمَ ، فَقَالُوا: مَا عِنْدَنَا إِلَّا خَلٌّ . فَدَعَا بِهِ، فَجَعَلَ يَأْكُلُ بِهِ وَيَقُولُ: نِعْمَ الْأُدُمُ الْخَلُّ، نِعْمَ الْأُدُمُ الْخَلُّ.** (مسلم: ٢٠٥٢)

اور کھانا پسند نہ آتا، تو خاموش رہتے (بُرائی نہیں کرتے تھے)، آپ ﷺ نے کبھی کسی کھانے میں عیب نہیں نکالا۔ **عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: مَا عَابَ النَّبِيُّ ﷺ طَعَامًا قَطُّ، إِنِ اشْتَهَاهُ أَكَلَهُ وَإِلَّا تَرَكَهُ.** (بخاری: ٣٥٦٣)

اور اگر کسی کمی پر اصلاح کرنی ہو، تو پہلے اُس کے اچھے کام کی تعریف کرے پھر بتادو

کہ یہ کام اگر ایسے ہو جاتا، تو اور اچھا تھا، نبی کریم ﷺ کا طریقۂ کار بھی یہی تھا۔

ایک صحابی کی پابندی سے تہجد نہیں ہوتی تھی، آپ ﷺ نے اُن کو بُلایا اور نام لے کر فرمایا: کہ "عبداللہ کتنے ہی اچھے آدمی ہیں، اگر یہ تہجد کے پابند ہوتے، تو کتنا اچھا ہوتا، تو حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اُس کے بعد کبھی میرے بھائی کی تہجد نہیں چھوٹی۔"

فَقَصَصْتُهَا عَلَى حَفْصَةَ، فَقَصَّتْهَا حَفْصَةُ عَلَى رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ: نِعْمَ الرَّجُلُ عَبْدُ اللّٰهِ لَوْ كَانَ يُصَلِّي مِنَ اللَّيْلِ. فَكَانَ بَعْدُ لَا يَنَامُ مِنَ اللَّيْلِ إِلَّا قَلِيلًا. (بخاری: ۱۱۲۲)

ساری بہاریں مزدوروں کی برکت سے

دنیا میں جو آپ ساری بہاریں دیکھ رہے ہیں، حقیقت یہ ہے کہ یہ مزدوروں ہی کی برکت سے ہیں، اِس وقت جو آپ کو اونچی اونچی عمارتیں، خوب صورت گھر، صاف شفاف سڑکیں اور سرسبز و شاداب کھیتیاں، ہرے بھرے باغات، حسین اور خوب صورت بستیاں، یہ پُررونق اسپتال، شادی ہال، جاذبِ نظر اسکول اور کالج نظر آرہے ہیں، یہ سب مزدوروں کے دم خم سے ہیں؛ لیکن آج ستم ظریفی یہ ہے کہ سماج کا یہی طبقہ سب سے زیادہ معاشی بحران کا شکار، دنیوی نعمتوں سے محروم اور خوش حالی اور فارغ البالی سے دور نظر آتا ہے، نبی کریم ﷺ جیسے ہمدرد اور خیر خواہ نبی اُن کے حقوق کے سلسلے میں کیسے رہنمائی نہ فرماتے، اسلام نے مزدوروں کو بلند اور عظیم مقام عطا کیا ہے اور اِس طبقے کے فضائل اور اہمیت بیان کر کے حقیر اور کم تر سمجھنے والے تصور کو دور کیا ہے، چھوٹے بچوں، اہل و عیال، ماں باپ اور خود اپنی کفالت کے لیے دوڑ دھوپ اور محنت کرنے کو نبی کریم ﷺ نے اللہ کی راہ میں جد و جہد کرنا بتلایا ہے۔ مَرَّ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ رَجُلٌ فَرَأَى أَصْحَابُ رَسُولِ اللّٰه ﷺ مِنْ جِلْدِهِ وَنَشَاطِهِ فَقَالُوْا: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! لَوْ كَانَ هٰذَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ، فَقَالَ ﷺ: (إِنْ كَانَ خَرَجَ يَسْعَى عَلَى وُلْدِهِ صِغَارًا فَهُوَ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ، وَإِنْ كَانَ خَرَجَ يَسْعَى عَلَى أَبَوَيْنِ شَيْخَيْنِ

كَبِيْرَيْنِ فَهُوَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ،وَإِنْ كَانَ خَرَجَ يَسْعَى عَلَى نَفْسِهِ يُعِفُّهَا فَهُوَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ، وَإِنْ كَانَ خَرَجَ يَسْعَى رِيَاءً وَمُفَاخَرَةً فَهُوَ فِيْ سَبِيْلِ الشَّيْطَانِ. (الترغيب والترهيب: ۲/ ۳۳۵، رقم: ۲۶۹۲؛ المعجم الصغير: ۹۴۰)

مزدور، اللہ کا محبوب

محنت اور مزدوری کی فضیلت اور عظمت کا اندازہ اِس سے لگایا جا سکتا ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام اور اللہ کے برگزیدہ بندوں نے بھی محنت اور مزدوری کی ہے۔

آپ ﷺ نے فرمایا کہ سب سے پاکیزہ عمل یہ ہے کہ آدمی خود اپنے ہاتھوں سے کمائے اور اللہ کے نبی حضرت داوٗد اپنے ہاتھ کی کمائی کھاتے تھے۔

مَا أَكَلَ أَحَدٌ طَعَامًا قَطُّ، خَيْرًا مِنْ أَنْ يَأْكُلَ مِنْ عَمَلِ يَدِهِ، وَإِنَّ نَبِيَّ اللّٰهِ دَاوُدَ عَلَيْهِ السَّلَام، كَانَ يَأْكُلُ مِنْ عَمَلِ يَدِهِ. (بخاري: ۲۰۷۲)

ایک حدیث میں رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ ''یقیناً اللہ تعالیٰ پیشہ ور (محنت اور مزدوری کرنے والے) مسلمان کو محبوب رکھتا ہے۔''

اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُؤْمِنَ الْمُحْتَرِفَ. (المعجم الأوسط للطبراني، رقم: ۸۹۳۴)

اِس لیے خود بھی محنت سے کمانا چاہیے اور محنت مزدوری کرنے والوں کی بھی قدر کرنی چاہیے۔

پسینہ خشک ہونے سے پہلے مزدور کی اُجرت دے دیں

نبی کریم ﷺ نے محنت کرنے والوں کی قدردانی کرتے ہوئے فرمایا: کہ "مزدور کا پسینہ خشک ہونے سے پہلے اُس کی اُجرت دے دو۔" عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: أَعْطُوا الْأَجِيرَ أَجْرَهُ قَبْلَ أَنْ يَجِفَّ عَرَقُهُ. (ابن ماجه: ۲۴۴۳)

نیز ایک روایت میں آپ ﷺ نے فرمایا: کہ "تین شخص ایسے ہیں کہ میں قیامت

کے دن اُن کا دشمن رہوں گا:

[۱] یک وہ آدمی جو میرا نام لے کر عہد کرے پھر اسے توڑ ڈالے،

[۲] دوسرے وہ شخص جو کسی آزاد آدمی کو بیچ کر اس کی قیمت کھا جائے

[۳] اور تیسرا وہ شخص ہے، جو کسی (مزدور) سے اُجرت پر (پورا) کام لے اور اُس کو پوری اُجرت نہ دے۔"عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَؓ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ، قَالَ: قَالَ اللّٰهُ: ثَلاثَةٌ أَنَا خَصْمُهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ: رَجُلٌ أَعْطَى بِي ثُمَّ غَدَرَ، وَرَجُلٌ بَاعَ حُرًّا فَأَكَلَ ثَمَنَهُ، وَرَجُلٌ اسْتَأْجَرَ أَجِيرًا فَاسْتَوْفَى مِنْهُ وَلَمْ يُعْطِ أَجْرَهُ. (بخاری:۲۲۲۷)

اللہ تعالیٰ ہمیں سب سے حقوق کی ادائیگی کی توفیق نصیب فرمائے۔آمین۔

مزدور ہمارے بھائی ہیں

جب یہ تصور ہوگا کہ جن سے ہم کام لے رہے ہیں، وہ ہمارے بھائی ہیں، تو پھر اُن کے لیے ہمدردی کے جذبات کام لینے والے کے دل میں پیدا ہوتے ہیں اور کام سے زیادہ اُجرت دینے پر انسان کا دل نہیں دُکھتا، اسی کی طرف رہنمائی کرتے ہوئے نبی کریم ﷺ نے فرمایا: کہ "مزدور تمہارے بھائی ہیں، جن کو خدا نے تمہارے ماتحت رکھا ہے، اِس لیے ہر شخص کو چاہیے کہ اُس کو وہی کھلائے، جو خود کھاتا ہے اور ویسا ہی پہنائے جیسا خود پہنتا ہے اور اُس سے ایسا سخت کام نہ لے، جو اُس کے لیے دشوار ہو اور اُس کے ساتھ کام میں ہاتھ بٹائے۔" قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: إِخْوَانُكُمْ خَوَلُكُمْ، جَعَلَهُمُ اللّٰهُ تَحْتَ أَيْدِيكُمْ، فَمَنْ كَانَ أَخُوهُ تَحْتَ يَدِهِ فَلْيُطْعِمْهُ مِمَّا يَأْكُلُ، وَلْيُلْبِسْهُ مِمَّا يَلْبَسُ، وَلَا تُكَلِّفُوهُمْ مَا يَغْلِبُهُمْ، فَإِنْ كَلَّفْتُمُوهُمْ فَأَعِينُوهُمْ. (بخاری: - ۳۰عن ابی ذرؓ)

رکشے والے، ریڑی والے اور مزدوری کرنے والے لوگوں کو اپنا بھائی سمجھتے ہوئے اُن کو حق سے زیادہ دینے کی کوشش کریں۔

مزدوروں کے ساتھ حسنِ سلوک

کمزور پیشہ لوگوں کے ساتھ اچھا برتاؤ اور حسنِ سلوک کرنا چاہیے، اُن کو گالم گلوچ کرنا، مارنا پیٹنا یا اُن کی حق تلفی کرنا جائز نہیں ہے، ایک مرتبہ حضرت ابومسعود انصاری رضی اللہ عنہ نے اپنے غلام کو غلطی کی وجہ سے مارا، پیچھے سے نبی کریم ﷺ کی آواز آئی: کہ "اللہ کو تم پر تمہاری اِس قدرت وطاقت سے زیادہ طاقت حاصل ہے۔" یہ سنتے ہی حضرت ابومسعود انصاری رضی اللہ عنہ نے اُس غلام کو آزاد کر دیا، نبی کریم ﷺ نے فرمایا: کہ "اگر تم ایسا نہ کرتے، تو جہنم کی آگ تمہیں لپیٹ لیتی۔ عَنْ أَبِي مَسْعُودٍ الْأَنْصَارِيِّ، قَالَ: كُنْتُ أَضْرِبُ غُلَامًا لِي، فَسَمِعْتُ مِنْ خَلْفِي صَوْتًا: اعْلَمْ أَبَا مَسْعُودٍ، لَلّٰهُ أَقْدَرُ عَلَيْكَ مِنْكَ عَلَيْهِ. فَالْتَفَتُّ فَإِذَا هُوَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ، فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ، هُوَ حُرٌّ لِوَجْهِ اللّٰهِ. فَقَالَ: أَمَا لَوْ لَمْ تَفْعَلْ لَلَفَحَتْكَ النَّارُ "، أَوْ " لَمَسَّتْكَ النَّارُ. (مسلم: ١٦٥٩)

اِس سے معلوم ہوا کہ خادموں، ملازموں اور ماتحتوں کے ساتھ سختی اور ظلم یہ اللہ کے عذاب کا سبب ہے، اِس لیے اُن کے ساتھ اچھا سلوک کریں، حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے کبھی نہ اپنی بیوی کو اور نہ اپنے خادم کو اپنے ہاتھ سے مارا اور نہ ستایا۔ عَنْ عَائِشَةَ ؓ، قَالَتْ: مَا ضَرَبَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ شَيْئًا قَطُّ بِيَدِهِ، وَلَا امْرَأَةً، وَلَا خَادِمًا، إِلَّا أَنْ يُجَاهِدَ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ. (مسلم: ٢٣٢٨)

اپنے طلبہ کے ساتھ بھی بے جا سختی نہ کریں؛ بلکہ پیار اور محبت سے اُن کو سمجھائیں، اسی طرزِ عمل سے ان شاء اللہ بہت جلد ہی وہ بات سمجھنے والے بن جائیں گے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو ان ہدایات پر عمل کی توفیق نصیب فرمائے۔ آمین۔

مزدوروں کی مدد

ہر شخص کو چاہیے کہ وہ اپنے ملازم کا ہاتھ بٹائے، بھاری اور مشقت کے کاموں میں

اُس کا ساتھ دے، سارا بوجھ اُسی پر نہ ڈالے، نبی کریم ﷺ نے مزدور کا ہاتھ بٹانے پر اجر و ثواب کا وعدہ فرمایا ہے۔ **مَا خَفَّفْتَ عَنْ خَادِمِکَ مِنْ عَمَلِهٖ کَانَ لَکَ أَجْرًا فِی مَوَازِیْنِکَ.** (شعب الایمان: ۸۲۲۶عن عبد اللّٰہ ابن عمرؓ)

اُس کے ساتھ اچھا سلوک کرے، اُسے ہیچ، حقیر اور کم تر نہ سمجھے، نبی کریم ﷺ نے اپنی امّت کے مزدوروں کے ساتھ تواضع اور انکساری کے ساتھ پیش آنے کا حکم کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: کہ "تکبر نہ ہونے کی ایک پہچان یہ ہے کہ وہ اپنے ملازموں کے ساتھ بیٹھ کر کھائے، معمولی سی سواری پر سوار ہو کر بازار جائے اور بکری کو باندھے اور اُس کا دودھ دوہے۔" **مَا اسْتَکْبَرَ مَنْ أَکَلَ مَعَهٗ خَادِمُهٗ، وَرَکِبَ الْحِمَارَ بِالْأَسْوَاقِ، وَاعْتَقَلَ الشَّاةَ فَحَلَبَهَا.** (الادب المفرد: ۱/۱۹۴، رقم: ۵۵۰عن ابی ہریرہؓ)

موت سے نفرت تمام خرابیوں کی جڑ

آج پوری دنیا میں ہماری تعداد لگ بھگ ایک سو پچاس (۱۵۰/) کروڑ ہے اور چھپّن (۵۶/) ممالک پر ہماری حکومت ہے، نیز، سونے کی کانیں اور پیٹرول کے کنوؤں کے ہم مالک؛ لیکن اِن سب چیزوں کے باوجود سب سے زیادہ بے حیثیت کوئی قوم اگر اِس دنیا میں ہے، تو وہ مسلمان ہی ہے، اِس کی وجہ بیان کرتے ہوئے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "تم پر ایسا وقت آنے والا ہے کہ دنیا کی تمام قومیں تم پر ایسے ٹوٹیں گی، جیسے کھانے والے دسترخوان پر رکھی ہوئی چیزوں پر ٹوٹتے ہیں۔" صحابہ نے عرض کیا: کہ "یا رسول اللہ! کیا ہم اُس وقت کم تعداد میں ہوں گے؟" آپ ﷺ نے فرمایا: کہ "نہیں! بلکہ تم اُس وقت کثیر تعداد میں ہوگے؛ لیکن اللہ رب العزت تمہارے دشمنوں کے سینوں سے تمہارا رعب نکال دے گا اور تمہارے دلوں میں "وَہَن" ڈال دے گا۔" آپ ﷺ سے پوچھا گیا: کہ "اے اللہ کے رسول ﷺ یہ "وَہَن" کیا ہے؟" آپ ﷺ نے فرمایا: کہ "دنیا کی محبت اور موت کا خوف (یہ وَہَن ہے)۔" **عَنْ ثَوْبَانَؓ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: یُوشِکُ الْأُمَمُ أَنْ تَدَاعَی عَلَیْکُمْ کَمَا تَدَاعَی الْأَکَلَةُ إِلَی قَصْعَتِهَا. فَقَالَ**

قَائِلٌ: وَمِنْ قِلَّةٍ نَحْنُ يَوْمَئِذٍ؟ قَالَ: بَلْ أَنْتُمْ يَوْمَئِذٍ كَثِيرٌ، وَلَكِنَّكُمْ غُثَاءٌ كَغُثَاءِ السَّيْلِ، وَلَيَنْزِعَنَّ اللّٰهُ مِنْ صُدُورِ عَدُوِّكُمُ الْمَهَابَةَ مِنْكُمْ، وَلَيَقْذِفَنَّ اللّٰهُ فِي قُلُوبِكُمُ الْوَهْنَ. فَقَالَ قَائِلٌ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ، وَمَا الْوَهْنُ؟ قَالَ: حُبُّ الدُّنْيَا وَكَرَاهِيَةُ الْمَوْتِ.

(ابو داؤد: ۴۲۹۷؛ مشکوٰۃ المصابیح: -۵۲۹۸ عن ثوبان)

دنیا کی محبت اور موت کے خوف کی وجہ سے مسلمان پوری دنیا میں بے حیثیت ہو جائے گا؛ حالاں کہ مومن کا یہ عقیدہ ہے کہ مرنا تو ایک دن ہے ہی، نہ وقت سے پہلے مر سکے اور نہ آنے کے بعد کوئی اُسے ٹال سکے۔ اِذَا جَاءَ اَجَلُهُمْ لَايَسْتَأْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ. (النّحل: ۶۱)

اِس لیے موت کا خوف اپنے دلوں سے نکالیے اور پوری قوّت اور ایمانی جذبے کے ساتھ امّت کی دیکھ بھال کیجیے۔

دوا سے پہلے دعا کریں

ہم جب بھی کسی مصیبت یا پریشانی کو دیکھتے ہیں، تو اُس سے نکلنے کے لیے ایسے آدمی کو ڈھونڈتے ہیں، جو ہماری اِس مصیبت میں مدد کر سکے۔ بیمار ہوتے ہیں، تو صرف اچھے ڈاکٹروں کو ڈھونڈتے ہیں، تنگی آتی ہے، تو مالداروں کے گھر قرض کے لیے جاتے ہیں اور اُس ذات کو بھول جاتے ہیں، اسباب کے درجے میں یہ تمام کام کرنے کے ہیں؛ لیکن ہم عین ضرورت کے وقت خدا کی ذات کو بھول جاتے ہیں، جس نے اِن سب کو پیدا کیا ہے، جو ڈاکٹروں کی دوائی میں اثر ڈالتا ہے، وکیلوں کی زبان میں طاقت پیدا کرتا ہے، اگر ہم اسباب اختیار کرنے کے ساتھ ساتھ اللہ رب العزت سے بھی دعا کریں، تو ہمارے سارے کام آسان ہو جائیں؛ کیوں کہ ہمارے اختیار کیے ہوئے اسباب میں تاثیر اللہ ہی ڈالتا ہے، لہٰذا اگر ہم اللہ کو ساتھ لے لیں گے، تو ہمارے سارے کام آسان ہو جائیں گے۔ اِس لیے کہ اللہ کے نزدیک ساری چیزوں میں سب سے زیادہ پسندیدہ چیز یہ ہے کہ بندہ اللہ سے دعا

کرے۔ **عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَؓ، أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: لَيْسَ شَيْءٌ أَكْرَمَ عَلَى اللّٰهِ مِنَ الدُّعَاءِ.** (ترمذی: ٣٣٧٠؛ مسند احمد: ٨٧٤٨)

اور ہم اسی کو چھوڑ دیتے ہیں، اگر ہم اللہ کے سامنے اُس کے پسندیدہ کام کریں گے، تو اللہ تعالیٰ ہمیں کیسے محروم کرے گا؛ بلکہ وہ تو زیادہ سے زیادہ عطا کرے گا اور ایک حدیث میں تو یہاں تک ہے کہ ساری عبادتوں کا اصل مغز دعا ہے۔ **عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍؓ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: الدُّعَاءُ مُخُّ الْعِبَادَةِ.** (ترمذی: ٣٣٧١)

اِس لیے آج ہم عہد کریں کہ ہم اپنی محنتوں میں دعا کو بھی شامل کریں گے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

یتیموں کے ساتھ حسنِ سلوک

شریعت نے یتیم کے حقوق کے بارے میں بہت محتاط رہنے کی ترغیب دی ہے، "یتیم" اس بچے کو کہتے ہیں جس کا باپ اُس کے بالغ ہونے سے پہلے وفات پا جائے۔ یتیم کے مال، ناحق طریقے پر کھانا حرام ہے؛ چناں چہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور یتیم پر سختی نہ کیجیے۔ **فَأَمَّا الْيَتِيْمَ فَلَا تَقْهَرْ.** (سورة الضحیٰ: ٩)

دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور ضرورت مند ہونے کے باوجود محتاج، یتیم اور قیدی کو کھلاتے ہیں۔ (سورۂ دھر: ٨) **وَ يُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ مِسْكِيْنًا وَّ يَتِيْمًا وَّ اَسِيْرًا.** (سورة الدھر: ٨)

حضرت سہل ابن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ "میں اور یتیم کی پرورش کرنے والا، جنت میں اس طرح ہوں گے" اور آپ نے شہادت اور درمیانی انگلی کے اشارے سے (قرب کو) بتایا۔ **قَالَ النَّبِيُّ ﷺ قَالَ: أَنَا وَكَافِلُ الْيَتِيمِ فِي الْجَنَّةِ هَكَذَا. وَقَالَ بِإِصْبَعَيْهِ السَّبَّابَةِ وَالْوُسْطَى.** (بخاری: ٦٠٠٥)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: بے شک جو لوگ ناحق طریقہ پر یتیموں کا مال کھا جاتے

ہیں، وہ اپنے پیٹ میں آگ بھر رہے ہیں اور عنقریب وہ جہنم میں داخل ہوں گے۔ اِنَّ الَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ الْيَتٰمٰى ظُلْمًا اِنَّمَا يَاْكُلُوْنَ فِيْ بُطُوْنِهِمْ نَارًا وَ سَيَصْلَوْنَ سَعِيْرًا. (سورۂ نسا: ١٠)

نیز رسول اکرم ﷺ نے یتیم کے مال کو ناحق طریقے سے کھانے کو ہلاک کرنے والے گناہوں میں شمار کیا ہے۔ (بخاری:٢٧٦٦) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: اجْتَنِبُوا السَّبْعَ الْمُوبِقَاتِ . قَالُوا: يَا رَسُولَ اللّٰهِ، وَمَا هُنَّ؟ قَالَ: الشِّرْكُ بِاللّٰهِ، وَالسِّحْرُ، وَقَتْلُ النَّفْسِ الَّتِي حَرَّمَ اللّٰهُ إِلَّا بِالْحَقِّ، وَأَكْلُ الرِّبَا، وَأَكْلُ مَالِ الْيَتِيمِ، وَالتَّوَلِّي يَوْمَ الزَّحْفِ، وَقَذْفُ الْمُحْصَنَاتِ الْمُؤْمِنَاتِ الْغَافِلَاتِ. (بخاري:٢٧٦٦)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "سات گناہوں سے جو تباہ کر دینے والے ہیں بچتے رہو۔" صحابہ رضی اللہ عنہم نے پوچھا: یارسول اللہ! وہ کون سے گناہ ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: "اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانا، جادو کرنا، کسی کی ناحق جان لینا کہ جسے اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے، سود کھانا، یتیم کا مال کھانا، لڑائی میں سے بھاگ جانا اور پاک دامن بھولی بھالی ایمان والی عورتوں پر تہمت لگانا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ "کان کھول کر سن لو! میں دو کمزوروں (یتیم اور عورت) کے حق مارنے کو حرام قرار دیتا ہوں"۔ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: اللّٰهُمَّ إِنِّي أُحَرِّجُ حَقَّ الضَّعِيفَيْنِ: الْيَتِيمِ وَالْمَرْأَةِ. (ابن ماجه:٣٦٧٨؛ مسند احمد:٩٦٦٦)

ایک روایت میں ہے کہ مسلمانوں کا سب سے بہترین گھر وہ ہے، جس میں کوئی یتیم بچہ ہو اور اُس کے ساتھ حسنِ سلوک کیا جائے اور سب سے بدترین گھر وہ ہے، جس میں کوئی یتیم ہو اور اُس کے ساتھ بُرا سلوک کیا جائے۔ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: خَيْرُ بَيْتٍ فِي الْمُسْلِمِينَ بَيْتٌ فِيهِ يَتِيمٌ يُحْسَنُ إِلَيْهِ، وَشَرُّ بَيْتٍ فِي الْمُسْلِمِينَ بَيْتٌ فِيهِ يَتِيمٌ يُسَاءُ إِلَيْهِ. (ابن ماجه:٣٦٧٩)

اللہ تعالیٰ ہم سب کو یتیموں کے ساتھ حسنِ سلوک کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین۔

اعتکاف سے متعلق چند مسائل

اعتکاف کرنے والے کے لیے مسجد سے باہر نکلنا جائز نہیں ہے؛ مگر یہ کہ کوئی جسمانی ضرورت ہو،مثلاً: پیشاب پائے خانہ، یا کوئی شرعی عذر ہو،مثلاً: اُس مسجد میں جمعہ نہ ہوتا ہو،تو جمعہ پڑھنے دوسری مسجد میں جا سکتے ہیں، اگر پہلے سے وضو ہو،تو نیا وضو کرنے کے لیے بھی باہر نہیں جائیں گے، ہاتھ دھونے کے لیے ٹب وغیرہ مسجد ہی میں رکھیں، بلا ضرورت غسل کرنے کی بھی اجازت نہیں ہے؛ لیکن جمعے کا مسنون غسل کے لیے بعض علماء نے اجازت لکھی ہے، اسی طرح جن لوگوں کو روزانہ نہانے کی عادت ہے کہ نہائے بغیر چین ہی نہ پڑتا ہو،تو ایسے لوگوں کے لیے بھی بعض علماء نے نہانے کی اجازت دی ہے، ریح اگر بدبودار ہو،تو پھر مسجد سے باہر خارج کرنے کے لیے جا سکتے ہیں، اگر بیماری ہو،تو ڈاکٹر کو اعتکاف کی ہی جگہ پر بلالیں، خود باہر نہ جائیں، اِس سے اعتکاف ٹوٹ جائے گا، معتکف کو اذان دینے کے لیے مسجد سے باہر جانا ضروری ہو،تو جا سکتا ہے، بیڑی وغیرہ پینے کے لیے مسجد سے باہر نکلنے کی بھی اجازت نہیں ہے، ہاں! پیشاب پائے خانے کے لیے جائیں،تو اِس ضرورت کو پورا کرلیں، اگر اعتکاف کی حالت میں جان بوجھ کر روزہ توڑ دیا،تو روزے کے ساتھ ساتھ اعتکاف بھی ٹوٹ جاتا ہے؛ لیکن اگر بھولے سے کچھ کھا پی لے،تو نہ روزہ ٹوٹے گا اور نہ ہی اعتکاف۔(مستفاد، کتاب المسائل: ۲/ ۱۷۹-۲۰۲)

کوشش کریں کہ پورا وقت عبادت ہی میں گذرے، فضول کاموں اور باتوں سے معتکف حضرات پرہیز کریں۔

واش رُوم، شیطان کا گھر

شیطان یہ بات جانتا تھا کہ اللہ کی رحمت، غصے کے وقت بھی غالب ہی رہتی ہے،

اِس لیے جب اللہ تعالیٰ نے اُس کو آسمانوں سے نکالا، تو اُس نے اللہ سے چند چیزیں مانگیں: کہ تو نے مجھے اپنے دربار سے نکال دیا، تو مجھے دنیا میں رہنے کی جگہ عطا کر، اللہ تعالیٰ نے اُس سے فرمایا: کہ تیرے رہنے کی جگہ دنیا میں ٹوائی لیٹ اور باتھ روم رہیں گے۔ **عَنْ أَبِي أُمَامَةَؓ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ، أَنَّهُ قَالَ: إِنَّ إِبْلِيسَ لَمَّا أُنْزِلَ إِلَى الْأَرْضِ قَالَ: يَا رَبِّ أَنْزَلْتَنِي إِلَى الْأَرْضِ، وَجَعَلْتَنِي رَجِيمًا أَوْ كَمَا ذَكَرَ فَاجْعَلْ لِي بَيْتًا، قَالَ: الْحَمَّامُ.** (المعجم الكبير: ٢٠٧/٨؛ رقم: ٧٧٤٤)

اِس لیے ہمارے آقا جنابِ رسول اللہ ﷺ نے اُس سے بچاؤ کی تدبیر یہ بیان فرمائی کہ جب بھی واش رُوم جانا ہو یہ دعا پڑھ کے جائیں: "**اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَعُوذُبِكَ مِنَ الْخُبُثِ وَالْخَبَائِثِ.**" ترجمہ: اے اللہ میں تیری پناہ چاہتا ہوں، سرکش شیطان اور خبیث جنات سے۔ "**عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ صُهَيْبٍؓ قَالَ: سَمِعْتُ أَنَسًا يَقُولُ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ إِذَا دَخَلَ الْخَلَاءَ قَالَ: "اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ الْخُبُثِ وَالْخَبَائِثِ.**"

(بخاری: -١٤٢ عن انسؓ)

دعا پڑھنے کے نتیجے میں شیطان کو نظر آنا بند ہو جاتا ہے اور انسان اُس کے شر سے بچ جاتے ہیں، اِس لیے گھر میں ہر چھوٹے بڑے کو یہ دعا یاد کرائیں۔

واش رُوم (ٹوائی لیٹ اور غسل خانے) صاف رکھیں

نبی کریم ﷺ کا معمول تھا کہ پیشاب اور پاخانے کی ضرورت کو پورا کرنے کے لیے گھر سے بہت دور جایا کرتے تھے۔ "**عَنِ الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَؓ، أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ إِذَا ذَهَبَ الْمَذْهَبَ أَبْعَدَ.**" (ابوداؤد: -١ عن المغیرہ ابن شعبةؓ)

اِس لیے کہ گندگی اور بدبُو کی جگہ میں شیاطین رہتے ہیں۔ **عَنْ زَيْدِ بْنِ أَرْقَمَؓ، عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: إِنَّ هٰذِهِ الْحُشُوشَ مُحْتَضَرَةٌ.** (ابوداؤد: -٦ عن زید بن ارقم)

اور شیاطین انسان کے کھلے دشمن ہیں۔ **اِنَّ الشَّيْطٰنَ لِلْاِنْسَانِ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ.** (سورۂ یوسف: ٥)

ہمارے دور میں ہر کمرے میں "اٹیچ ٹائلیٹ اور باتھ رُوم" بنے ہوئے ہیں، گھروں میں بیماری کا ایک بہت بڑا سبب یہ اٹیچ ٹائلیٹ باتھ رُوم ہیں، اِس لیے ٹائلیٹ کو صاف رکھنے کا بہت اہتمام کریں، نہ اُس میں گندگی رہے اور نہ بدبُو اور اُس کا دروازہ مستقل بند رکھیں؛ تاکہ شیاطین کے شر سے محفوظ رہیں اور جتنی مرتبہ بھی داخل ہوں، دعا پڑھنا نہ بھولیں۔

ٹوائی لیٹ کا نظام ٹھیک رکھیں

اگر ہمارا صرف بیت الخلاء کا نظام ٹھیک رہے، تو ہم بڑی بڑی پریشانیوں، بیماریوں، جادو، جنات اور دیگر مشکلات سے بچ سکتے ہیں، اللہ کے رسول کی بتائی ہوئی یہ دعا چھوڑنے سے اِس قدر نقصانات ہوتے ہیں، اُس کا ہم اندازہ بھی نہیں کرسکتے، ماہرین کا کہنا ہے کہ ستّر (۷۰٪) فیصد جراثیم اور نوّے (۹۰٪) فیصد بیماریاں بیت الخلاء سے لگتی ہیں، مثلاً: وسوسوں کا آنا، خشوع خضوع میں کمی آنا، ذکر سے غفلت، گناہوں کی طرف میلان، اللہ کی نافرمانی کا جذبہ، یہ سب پریشانیاں بیت الخلاء میں جاتے وقت دعا نہ پڑھنے کے نتیجے میں ہوتی ہیں، اِس لیے سنتوں کا اہتمام کریں اور خصوصاً بیت الخلاء کی سنتوں کا اہتمام کریں، ورنہ سخت بیماریوں میں مبتلا ہونے کا اندیشہ ہے۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ کا غسل خانے میں قتل

حضرت سعد رضی اللہ عنہ ایک بڑے درجے کے صحابی ہیں، نبی کریم ﷺ کی وفات کے بعد ملکِ شام چلے گئے تھے، ایک مرتبہ ضرورت کے لیے وہ غسل خانے میں گئے اور وہیں اُن کا انتقال ہوگیا، بعد میں لوگوں نے اُن کی لاش کو غسل خانے سے نکالا، جس دن ملکِ شام میں اُن کی وفات کا یہ واقعہ پیش آیا، اُسی دن مدینہ منورہ کے ایک کنویں سے یہ آواز سنائی دے رہی تھی: "**قَتَلْنَا سَيِّدَ الْخَزْرَجِ، سَعَدَ بْنَ عُبَادَةَ، رَمَيْنَاهُ بِسَهْمٍ فَلَمْ نُخْطِ فُؤَادَهُ**" ترجمہ: ہم نے قبیلۂ خزرج کے سردار "سعد بن عبادہ" کو قتل کردیا اور ہم نے

اُن کے ایک تیر مارا اور ہم نے اُن کے دل کو ٹھکانا بنانے میں خطا نہیں کی (یعنی تیر کو ٹھیک دل پر مارا)، اِن اشعار کی آواز آتی رہی؛ لیکن پڑھنے والا کوئی نظر نہیں آیا، اِس لیے کہ وہ سرکش شیطان تھا۔ قَالَ سَعِيدُ بْنُ أَبِي عَرُوبَةَؓ: سَمِعْتُ مُحَمَّدَ بْنَ سِيرِينَؒ يُحَدِّثُ: أَنَّ سَعْدَ بْنَ عُبَادَةَ بَالَ قَائِمًا، فَلَمَّا رَجَعَ قَالَ لأَصْحَابِهِ: إِنِّي لأَجِدُ دَبِيبًا، فَمَاتَ، فَسَمِعُوا الْجِنَّ تَقُولُ: قَتَلْنَا سَيِّدَ الْخَزْرَجِ سَعْدَ بن عبادة، رميناه بسهمين فلم نُخْطِ فُؤَادَه.

(المعجم الكبير: ١٦/٦)

اِس واقعے سے اندازہ لگانا مشکل نہیں ہے کہ دعا نہ پڑھنے سے بسا اوقات جان سے ہی ہاتھ دھونے پڑ جاتے ہیں۔

بچے کو بھی شیطان کے شر سے محفوظ رکھیں

شیطان مردود کا کام انسان اور اُس کی نسل کو ہر طرح سے نقصان پہنچانا ہے، اِس لیے وہ ہر ایسے موقع کی تاک میں رہتا ہے، جس میں انسان کو زیادہ سے زیادہ نقصان پہنچا سکے، جب انسان کا اصلی نطفہ حلال طریقے سے رحمِ مادر میں جاتا ہے، تو وہاں بھی شیطان پہنچ کر ماں باپ اور بچے کو نقصان پہنچانے کی کوشش کرتا ہے؛ لیکن جب انسان اُس وقت وہ دعا پڑھ لیتا ہے، جس کو رسول اللہ ﷺ نے اپنی امّت کو سکھایا ہے، تو ماں باپ اور بچہ شیطان کے شر سے محفوظ ہو جاتے ہیں اور اِس مبارک دعا کی نورانیت اور برکت بچے کی پوری زندگی رہتی ہے، جس کو ماں باپ کھلی آنکھوں دیکھتے ہیں اور وہ دعا یہ ہے: "بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُمَّ جَنِّبْنَا الشَّيْطَانَ وَجَنِّبِ الشَّيْطَانَ مَا رَزَقْتَنَا" ترجمہ: میں اللہ کے نام سے یہ کام شروع کرتا ہوں، اے اللہ! ہم کو اور ہماری اولاد کو شیطان کے شر سے محفوظ فرما۔ "عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ يَبْلُغُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَوْ أَنَّ أَحَدَكُمْ إِذَا أَتَى أَهْلَهُ قَالَ: بِاسْمِ اللّٰهِ، اللّٰهُمَّ جَنِّبْنَا الشَّيْطَانَ وَجَنِّبِ الشَّيْطَانَ مَا رَزَقْتَنَا، فَقُضِيَ بَيْنَهُمَا وَلَدٌ لَمْ يَضُرَّهُ." (بخاری: ۱۴۱-عن ابن عباسؓ)

نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں کہ بیوی سے صحبت کرنے سے پہلے اگر انسان یہ دعا

پڑھے، تو اگر اُس صحبت سے اللہ کی طرف سے اولاد کا فیصلہ ہوگا، تو شیطان اُس کو کچھ نقصان نہ پہنچا سکے گا، اللہ تعالیٰ ہمیں ہر موقع پر دعاؤں کا اہتمام کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

شیطان کا کان میں پیشاب کرنا

حدیث میں آتا ہے کہ ایک صحابی کی فجر کی نماز قضا ہوگئی، نبی کریم ﷺ کے سامنے جب اِس بات کا تذکرہ کیا گیا، تو آپ ﷺ نے فرمایا: کہ "شیطان نے اُس کے کان میں پیشاب کردیا۔" "عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ : ذُكِرَ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلٌ، فَقِيلَ : مَا زَالَ نَائِمًا حَتّٰى أَصْبَحَ مَا قَامَ إِلَى الصَّلَاةِ، فَقَالَ : "بَالَ الشَّيْطَانُ فِي أُذُنِهِ." (بخاری: ۱۵۳/۱، رقم: ۱۱۴۴- عن عبد اللّٰہ ابن مسعودؓ)

جب آدمی رات کو ذکر کے بغیر سوتا ہے، تو شیطان آکر اُس کی گدھی میں تین گرہیں لگا دیتا ہے اور اُس پر تھپکتا رہتا ہے کہ سوجاؤ، سوجاؤ بڑی لمبی رات ہے۔ "عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : "يَعْقِدُ الشَّيْطَانُ عَلَى قَافِيَةِ رَأْسِ أَحَدِكُمْ - إِذَا هُوَ نَامَ - ثَلَاثَ عُقَدٍ، يَضْرِبُ كُلَّ عُقْدَةٍ عَلَيْكَ لَيْلٌ طَوِيلٌ."

(بخاری: ۱۵۳/۱، رقم: ۱۱۴۲- عن ابی ہریرہؓ)

اور ایک روایت میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کہ "شیطان انسان کے ناک کے بانسے (اندرونی حصے) میں رات گذارتا ہے، اِس لیے اُٹھنے کے بعد سب سے پہلے وضو کریں اور تین مرتبہ ناک کے اندر پانی پہنچا کر اچھی طرح ناک صاف کریں۔" "عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : "إِذَا اسْتَيْقَظَ - أُرَاهُ - أَحَدُكُمْ مِنْ مَنَامِهِ فَتَوَضَّأَ، فَلْيَسْتَنْثِرْ ثَلَاثًا ؛ فَإِنَّ الشَّيْطَانَ يَبِيتُ عَلَى خَيْشُومِهِ."

(بخاری: ۴۶۵/۱، رقم: ۳۱۸۹- عن ابی ہریرہؓ)

اِس کا علاج بتاتے ہوئے نبی کریم ﷺ نے فرمایا: کہ "بیدار ہونے کے بعد آدمی سب سے پہلے ذکر کرے (یعنی سو کر اُٹھنے کی دعا پڑھ لے) تو اُس سے ایک گرہ کھل جاتی

ہے، وضو کرے اور خاص طور سے ناک میں تین مرتبہ پانی ڈال کر گندگی صاف کرے؛ تاکہ شیطانی اثرات سے پوری طرح محفوظ ہو جائے اور تیسرا یہ کہ آدمی نماز پڑھ لے، تو پورے دن بشاشت سے نشاط سے گذرے گا؛ اگر ان تینوں کاموں میں سے ایک کام بھی چھوڑ دیا، تو پورا دن اِنسان سُستی اور طبیعت میں بھاری پن محسوس کرے گا۔" "عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : "يَعْقِدُ الشَّيْطَانُ عَلَى قَافِيَةِ رَأْسِ أَحَدِكُمْ - إِذَا هُوَ نَامَ - ثَلَاثَ عُقَدٍ، يَضْرِبُ كُلَّ عُقْدَةٍ عَلَيْكَ لَيْلٌ طَوِيلٌ فَارْقُدْ، فَإِنِ اسْتَيْقَظَ فَذَكَرَ اللّٰهَ انْحَلَّتْ عُقْدَةٌ، فَإِنْ تَوَضَّأَ انْحَلَّتْ عُقْدَةٌ، فَإِنْ صَلَّى انْحَلَّتْ عُقْدَةٌ، فَأَصْبَحَ نَشِيطًا طَيِّبَ النَّفْسِ، وَإِلَّا أَصْبَحَ خَبِيثَ النَّفْسِ كَسْلَانَ." (بخاری: ۱/۱۵۳، رقم: ۱۱۴۲)

غور فرمائیے کہ کورونا کا ٹیسٹ ناک سے ہی کیا جا رہا ہے، تو جن کے ناک میں گندگی ہوگی وہ بیماری سے متأثر ہوں گے، اِس لیے بار بار ناک میں پانی ڈال کر ناک صاف کرتے رہیں۔

اِس کی ہدایت کرتے ہوئے رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ جب سو کر اُٹھو، تو تین مرتبہ ناک میں پانی ڈال کر صاف کرلو۔

جنت کا شیش محل

ایک موقع پر جنابِ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کہ "جنت کے اندر ایسے خوب صورت شیش محل ہیں، جن کا اندر کا حصہ باہر سے اور باہر کا حصہ اندر سے نظر آتا ہے" ایک صحابی پوچھنے لگے: کہ "یا رسول اللہ! یہ شیش محل کس کو ملیں گے؟" رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کہ "یہ شیش محل اُن لوگوں کو ملیں گے، جن کے اندر چار صفات ہوں گی:؟ جو نرم گفتگو کرتے ہیں، لوگوں کو کھانا کھلاتے ہیں، خوب سلام کرتے ہیں اور رات میں اُٹھ کر تہجد کی نماز پڑھتے ہیں۔" "عَنْ عَلِيٍّ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: "إِنَّ فِي الْجَنَّةِ لَغُرَفًا، يُرَى ظُهُورُهَا مِنْ بُطُونِهَا، وَبُطُونُهَا مِنْ ظُهُورِهَا ." فَقَامَ إِلَيْهِ أَعْرَابِيٌّ، فَقَالَ : لِمَنْ هِيَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ؟ قَالَ: هِيَ لِمَنْ أَطَابَ الْكَلَامَ، وَأَطْعَمَ الطَّعَامَ، وَأَدَامَ الصِّيَامَ، وَصَلَّى

لِلّٰهِ بِاللَّیْلِ وَالنَّاسُ نِیَامٌ." (شعب الایمان: ۳۳۶۰)

اِس میں پہلی صفت نرم گفتگو ہے، جاننا چاہیے کہ نرم گفتگو کرنے والا اللہ اور مخلوق دونوں کی نگاہ میں قابلِ عزت بن جاتا ہے اور سخت مزاج رکھنے والے انسان سے لوگ دور بھاگتے ہیں؛ چناں چہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:"فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ وَ لَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِیْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ."(سورۂ ال عمران: ۱۵۹)

نبی کریم ﷺ سے کہا جارہا ہے: کہ اگر آپ سخت مزاج ہوتے اور سخت کلام کرنے والے ہوتے ،تو ایک بھی آپ کے پاس نہ ٹکتا۔تو ہم اگر سخت کلام کریں گے،تو کون ہماری بات سنے گا؟۔

دوسری صفت کھانا کھلانا ہے، آج کل رسمی یعنی شادی بیاہ کی دعوتیں تو عام ہوتی جارہی ہیں؛ لیکن گھریلو دعوتوں کا سلسلہ بالکل ختم ہوتا جارہا ہے، یاد رکھیں کہ رسمی دعوتوں سے محبت نہیں بڑھتی، اِس لیے گھریلو دعوتوں کا سلسلہ مستقل جاری رہنا چاہیے، اِس سے ہی محبت بڑھتی ہے۔

تیسری صفت سلام کو عام کرنا ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کہ "تم لوگ جنت میں اُس وقت تک داخل نہیں ہوسکتے، جب تک آپس میں ایک دوسرے سے محبت نہ کرنے لگو اور آپس میں محبت اُس وقت تک نہیں ہوسکتی، جب تک خوب سلام نہ کرنے لگو"عَنْ أَبِی هُرَیْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: لَا تَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ حَتَّى تُؤْمِنُوا، وَلَا تُؤْمِنُوا حَتَّى تَحَابُّوا، أَوَلَا أَدُلُّكُمْ عَلَى شَیْءٍ إِذَا فَعَلْتُمُوهُ تَحَابَبْتُمْ؟ أَفْشُوا السَّلَامَ بَیْنَكُمْ."(مسلم: ۵۴عن ابی ھریرۃؓ)

چوتھی صفت یہ ہے کہ جب لوگ سو رہے ہوں، تو آدمی اُٹھ کر تہجد پڑھے، یہ اعمال سلامتی کے ساتھ جنت میں داخلے کا ذریعہ ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کے اندر بھی اِن چاروں صفات کو پیدا فرمائے، اپنے نیک بندوں میں شامل فرمائے اور جنت کا شیش محل عطا فرمائے۔آمین۔

سورج غروب کے وقت بچوں کو اندر رکھیں

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: کہ "سورج

ڈوبنے کے وقت اپنے بچوں کو گھروں کے اندر رکھو، اِس لیے کہ شیاطین ہر طرف منتشر ہوجاتے ہیں اور جب رات کا کچھ حصہ گذر جائے، تو اب اُن کے نکلنے میں کوئی نقصان نہیں۔""عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: إِذَا كَانَ جُنْحُ اللَّيْلِ أَوْ أَمْسَيْتُمْ فَكُفُّوا صِبْيَانَكُمْ فَإِنَّ الشَّيَاطِينَ تَنْتَشِرُ حِينَئِذٍ فَإِذَا ذَهَبَتْ سَاعَةٌ مِنَ اللَّيْلِ فَخَلُّوهُمْ." (بخاری:٣٣٠٤؛ مسلم: ١٧٠/٢، رقم:-٢٠١٢)

اور شیطان سے بچاؤ کی تدبیر بیان کرتے ہوئے نبی کریم ﷺ نے فرمایا: کہ "اپنے گھر کا دروازہ (اور کھڑکیوں کے دروازے) "بِسمِ اللہ" پڑھ کر بند کرو اور لائٹ کا سوِچ "بِسمِ اللہ" پڑھ کر کھولیں یا بند کریں، پانی کے برتن کو "بِسمِ اللہ" پڑھ کر ڈھکیں اور اپنے برتنوں کو "بِسمِ اللہ" پڑھ کر اُلٹا کر کے رکھیں (یا ڈھک کر رکھیں۔)""وَأَغْلِقْ بَابَكَ وَاذْكُرِ اسْمَ اللّٰهِ، وَأَطْفِئْ مِصْبَاحَكَ وَاذْكُرِ اسْمَ اللّٰهِ، وَأَوْكِ سِقَاءَكَ وَاذْكُرِ اسْمَ اللّٰهِ، وَخَمِّرْ إِنَاءَكَ وَاذْكُرِ اسْمَ اللّٰهِ، وَلَوْ تَعْرُضُ عَلَيْهِ شَيْئًا." (بخاری: ٤٦٣/١، رقم:-٣٢٨٠ عن جابرؓ)

اِس لیے غروبِ آفتاب کے وقت اپنے بچوں کو باہر نہ نکلنے دیں؛ تاکہ ہم اور ہمارے بچے شیطان کے شر سے محفوظ رہیں، اللہ تعالیٰ ہم سب کو آپ ﷺ کی ہدایات پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

غیر مسلموں سے تعلق

جو مسلمان غیر مسلموں کی کالونیوں میں رہنا اپنے لیے فخر سمجھتے ہیں اور انہیں مسلم آبادیوں میں رہتے ہوئے گُھٹن ہوتی ہے کبھی صفائی ستھرائی نہ ہونے کا بہانہ بنا کر اور کبھی بھیڑ بھاڑ کا عذر پیش کر کے وہ مسلمانوں کے علاقوں سے نکل کر غیروں کے ماحول میں رہنا پسند کرتے ہیں انہیں چاہیے کہ وہ نبی کریم ﷺ کی تعلیمات اور ہدایات کو پیشِ نظر رکھیں، قرآن کریم میں فرمایا گیا: "مومن بندے، مشرکین سے بہتر ہیں۔""وَلَعَبْدٌ مُّؤْمِنٌ خَيْرٌ

مِّنۡ مُّشۡرِكٍ." (سورۂ بقرہ: ۲۲۱)

ظاہر ہے کہ ایمان کے بغیر کسی خوبی کی کوئی حیثیت نہیں، اِس لیے اِن ہدایات کو پیشِ نظر رکھنا ہر مسلمان کے لیے ضروری ہے۔

برادرانِ وطن کے ساتھ مشابہت نہ کریں

اسلام نے انسانی بنیادوں پر غیر مسلموں سے ہمدردی اور رواداری کی تعلیم دی ہے؛ لیکن اُس کے باوجود اِس حد تک دوری بنائے رکھنے کا حکم دیا ہے، جس سے عقائد، اعمال، معاشرت اور رہن سہن وغیرہ، اُس سے متأثر نہ ہوں، اِس لیے کہ تشخص کی حفاظت کے بغیر دنیا میں کوئی قوم نہ کبھی محفوظ رہی ہے اور نہ رہ سکتی ہے، اِس سلسلے میں ایک اصولی بات بیان کرتے ہوئے نبی کریم ﷺ نے فرمایا: کہ "جو شخص کسی قوم سے مشابہت اختیار کرے، تو وہ اُسی قوم میں سے سمجھا جائے گا۔"عَنِ ابۡنِ عُمَرَ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ : " مَنۡ تَشَبَّهَ بِقَوۡمٍ فَهُوَ مِنۡهُمۡ." (ابو داؤد: ۵۵۹/۲، رقم: ۴۰۳۱)

یعنی اگر مسلمانوں کے ساتھ مشابہت ہے، تو وہ مسلمانوں میں شمار ہوگا اور غیر مسلموں کے ساتھ مشابہت ہے، تو وہ انہیں میں شمار ہوگا۔

برادرانِ وطن کی مذہبی چیزوں کو اختیار نہ کریں

مسلمانوں پر لازم ہے کہ وہ کسی ایسے عمل کو اختیار نہ کریں، جو کسی دوسرے مذہب کی مذہبی پہچان ہو، جیسے: "نمستے" یا "رام رام" یہ غیر مسلموں کا سلام ہے، کسی مسلمان کے لیے سلام کی جگہ اِن الفاظ کا کہنا جائز نہیں ہے؛ بلکہ جب کسی غیر مسلم سے ملاقات ہو، تو "آداب" جیسے الفاظ استعمال کرنے چاہئیں، عام طور پر ہمارے بھائی، جو میدانِ سیاست میں ہیں اُن کے ذہنوں سے مسلمان ہونا بھی نکل جاتا ہے اور وہ غیر مسلم آقاؤں کے سامنے "رام رام" یا "نمستے" جیسے الفاظ بول کر اُن کی خوشنودی حاصل کرنا چاہتے ہیں، یہ نہایت کم

ظرفی اور حماقت کی بات ہے، انسان کو کسی بھی حال میں اپنے اسلامی تقاضوں کو نظر انداز نہیں کرنا چاہیے، ورنہ دنیا اور آخرت میں رسوائی کے سوا کچھ ہاتھ نہ آئے گا، اِس بات پر یقینِ کامل ہونا چاہیے کہ دونوں جہاں کی عزّت، اللہ کو راضی کرنے میں ہی ہے، اللہ جسے چاہتا ہے دونوں جہاں میں عزت دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے ذلیل کر دیتا ہے۔"وَ تُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَ تُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ" (سورۂ ال عمران: ۲٦)

اِس لیے برادرانِ وطن کی مذہبی چیزوں کو اختیار کر کے، عزت حاصل کرنے کی کوشش نہ کریں۔

ہاتھ میں ڈورے باندھنا

مشرکین کی ایک ظاہری علامت یہ بھی ہے کہ وہ اپنی کلائی میں لال رنگ کے کچھ ڈورے باندھتے ہیں، جب کہ "سکھوں" کے یہاں علامت کے طور پر ایک خاص قسم کا کڑا پہننے کا رواج ہے، مسلم نوجوانوں میں اِس طرح کے ڈورے باندھنے اور کڑے پہننے کا رواج تیزی سے بڑھ رہا ہے، ظاہر ہے کہ اسلام ایسی مشابہت والی چیزوں کی ہرگز اجازت نہیں دے سکتا، مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ ہوش کے ناخن لیں اور اِس طرح کے واہیات کاموں سے باز آئیں اور دوسرے مذہب کی چیزیں اختیار کر کے جہنم مول نہ لیں اور دوسری قوموں کی مشابہت اختیار کرنے سے اپنے آپ کو بچائیں۔"عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : " مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ." (ابوداؤد: ۵۵۹/۲، رقم: ۴۰۳۱)

برادرانِ وطن کے مخصوص لباس

اسلام کا ایک امتیاز یہ بھی ہے کہ اُس میں برادرانِ وطن کے مخصوص رنگ والے لباس پہننے کی اجازت نہیں ہے، حدیث میں آتا ہے کہ ایک مرتبہ ایک صحابی حضرت عبداللہ ابن عمروؓ "گیرو (زعفرانی)" رنگ کا لباس پہن کر رسول اللہ ﷺ کی مجلس میں تشریف لے

آئے،تو آپ ﷺ نے اُن کو دیکھ کر ارشاد فرمایا: کہ یہ کافروں کے خاص لباسوں میں سے ہے،اِس لیے تم اِسے مت پہنو۔" "إِنَّ هٰذِهِ مِنْ ثِيَابِ الْكُفَّارِ فَلَا تَلْبَسْهَا" (مسلم: ۲۰۷۷؛ ابو داؤد: ٤٠٦٦؛ ترمذی: -۲۸۰۷عن عبد الله ابن عمرو ابن عاصؓ)

اِس روایت میں نبی کریم ﷺ نے ایک اصول بتا دیا کہ ہر وہ لباس جو کسی غیر قوم کی مذہبی علامت ہو، وہ مسلمان کے لیے پہننا جائز نہیں ہے،مسلمان مردوں کے لیے سنت یہ ہے کہ وہ سفید رنگ کا لباس پہنیں۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ تم سفید کپڑے پہنو؛ کیوں کہ یہ تمہارے کپڑوں میں سب سے بہتر کپڑا ہے اور سفید کپڑوں میں اپنے مُردوں کو دفن کرو۔عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : " الْبَسُوا مِنْ ثِيَابِكُمُ الْبَيَاضَ ؛ فَإِنَّهَا مِنْ خَيْرِ ثِيَابِكُمْ، وَكَفِّنُوا فِيهَا مَوْتَاكُمْ. (ابو داؤد: ۳۸۷۸؛ ترمذی: -۹۹٤عن ابن عباسؓ)

غیر مسلموں کے تہواروں میں شرکت

غیر مسلموں کے تہواروں کے موقع پر مسلمانوں کی جانب سے مبارک باد کے بڑے بڑے اشتہارات اور باتصویر ہورڈِنگ لگانے کا ایک فیشن چل پڑا ہے،اسلامی شریعت میں کسی غیر مسلم کے مذہبی تہوار پر خوشی کا اظہار کرنا اور اُن کی مذہبی مجالس میں شرکت کرنا جائز نہیں ہے، حضرت عمر ابن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: کہ "(اِجْتَنِبُوْا أَعْدَاءَ اللهِ فِيْ دِيْنِهِمْ) اللہ کے دشمنوں کے تہواروں کے موقع پر اُن سے دوری اختیار کرو۔" (شعب الایمان: ۸۹۴۰)

بعض بڑے علماء نے اِس عمل پر کفر کا خطرہ ظاہر کیا ہے،فتاویٰ بزّازیہ میں ہے کہ اگر کوئی شخص پچاس سال اپنی عبادت میں مشغول رہے،پھر مشرکین کے تہوار کے دن اُن کی تعظیم کے طور پر ہدیہ (مٹھائی وغیرہ) بھیجے،تو ایسے شخص پر کفر کا اندیشہ ہے۔(فتاویٰ بزّازیہ: ٦/٣٣٤)

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ "جو شخص کسی قوم کی تعداد میں اضافہ کرے، وہ انہیں میں سے ہے اور جو شخص کسی قوم کے عمل پر راضی ہو،تو وہ گویا اُن کے عمل میں شریک

ہے۔"مَنْ كَثَّرَ سَوَادَ قَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ، وَمَنْ رَضِيَ عَمَلَ قَوْمٍ كَانَ شَرِيْكًافِي عَمَلِهٖ." (کنزالعمال: ۱۱/۹، رقم: ۲٤۷۳۔عن بن مسعودؓ)

اللہ تعالیٰ ہم سب کو سمجھ نصیب فرمائے۔آمین۔

غیر مسلموں کی تقریبات میں شرکت

اگر برادران وطن کے کھانوں پر حلال ہونے کا غالب گمان ہو، تو ان کے یہاں کھانے میں کوئی حرج نہیں ؛لیکن آج کل چند باتوں کا دھیان رکھنا ضروری ہے:

اُن کی تقریبات میں دیگر خرابیوں کے علاوہ شراب کا چلن عام ہوگیا ہے، ایسی جگہ کسی مسلمان کا موجود ہونا ہرگز جائز نہیں ہے، نبی کریمﷺ نے ایسے دستر خوان پر بیٹھنے سے منع فرمایا ہے جہاں شراب کا دور چل رہا ہو۔"نَهَى رَسُوْلُ اللّٰهِﷺ عَنْ مَطْعَمَيْنِ: عَنِ الْجُلُوسِ عَلَى مَائِدَةٍ يُشْرَبُ عَلَيْهَا الْخَمْرُ، وَأَنْ يَأْكُلَ الرَّجُلُ وَهُوَ مُنْبَطِحٌ عَلَى بَطْنِهٖ." (ابوداؤد : ۲/ ۵۳۰، رقم: - ۳۷۷٤عن عبد الله ابن عمرؓ)

برادرانِ وطن کے یہاں عام طور پر جھٹکے کا گوشت استعمال ہوتا ہے اور پکانے والے بھی عام طور پر اس کی احتیاط نہیں کرتے، ایک چمچہ دوسرے میں ڈال دیتے ہیں، جس کی وجہ سے ایسی تقریبات میں پکی ہوئی سبزیاں وغیرہ بھی پاکی کے اعتبار سے مشتبہ ہو جاتی ہیں، اس لیے جب تک پاکی یا حلال ہونے کا غالب گمان یا مشاہدہ نہ ہو جائے، اُس سے بچنا ہی بہتر ہے۔

یہی حال غیر مسلموں کے ہوٹلوں اور ڈھابوں کا بھی ہے جہاں شرابیں اور حلال حرام کھانے ایک ساتھ ہوں، وہاں مسلمانوں کو کھانا تو دور، جانا بھی جائز نہیں ہے، آج کل "فائیو اِسٹار"(StarFive) ہوٹلوں کے ریسٹرینٹ میں یہ سب باتیں عام ہیں، اِس لیے بہت سخت مجبوری کے بغیر ایسی جگہ سے مسلمانوں کو بچنا چاہیے۔

غیر مسلم آبادیوں میں رہن سہن

اسلام کی ایک اہم تعلیم یہ بھی ہے کہ مسلمان خالص غیر مسلموں کی آبادیوں میں

رہائش اختیار نہ کرے، اِس لیے کہ پڑوسیوں سے آدمی متأثر ہوتا ہے، نبی کریم ﷺ نے اس سے سختی سے منع فرمایا ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: کہ "شرک کرنے والوں کے ساتھ نہ رہو، جو شخص اُن کے ساتھ رہنا سہنا اور اُٹھنا بیٹھنا کرے گا، وہ ہم میں سے نہیں۔" عن سمرة عن النبی صلی الله علیه وسلم قال : (لَا تُسَاكِنُوا الْمُشْرِكِيْنَ وَلَا تُجَامِعُوْهُمْ فَمَنْ سَاكَنَهُمْ أَوْ جَامَعَهُمْ فَلَيْسَ مِنَّا)." (بیهقی: ۱٤۲/۹؛ المستدرك: ۲٦۲۷)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کہ "میں ہر ایسے مسلمان سے بیزار ہوں، جو مشرکین کے درمیان قیام پذیر ہو" "أَنَا بَرِيءٌ مِنْ كُلِّ مُسْلِمٍ يُقِيمُ بَيْنَ أَظْهُرِ الْمُشْرِكِينَ."

(ابو داؤد: ۳۵۵/۲، رقم: ۲٦٤٥ عن جریر ابن عبد اللهؓ)

اور ایک روایت میں آپ ﷺ نے مسلمانوں کو مشورہ دیا: کہ "مشرکین کی آگ سے اپنی آگ مت جلاؤ۔" "عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا تَسْتَضِيئُوا بِنَارِ الْمُشْرِكِينَ." (مسند احمد: ۹۹/۳، رقم: ۱۱۹٥٤؛ نسائی: ٥۲۰۹)

یعنی مشرکین کے مکانات کے قریب اپنے مکانات مت بناؤ کہ وقت وقت پر اُن سے ضرورتیں وابستہ رہیں؛ بلکہ اُن سے دور ہٹ کر رہو۔

اِس ممانعت کی اصل وجہ یہ ہے کہ جب کوئی مسلمان چوبیس گھنٹے غیروں کے ساتھ رہے گا اور اُن کی عورتوں اور بچوں کی آمد و رفت گھروں میں رہے گی، تو رفتہ رفتہ اُن کے کفریہ جراثیم محسوس اور غیر محسوس طریقے پر مسلمانوں میں داخل ہوتے چلے جائیں گے، یہ کوئی محض خیال نہیں ہے؛ بلکہ عین مشاہدہ ہے کہ آپ کسی بھی ایسی کالونی کے مسلمانوں کے گھروں کا جائزہ لے کر دیکھ لیجیے، تو ایسے حقائق سامنے نظر آئیں گے۔

صرف دعوتی نقطۂ نظر سے اُن سے تعلق رکھنا ہے اور اسی نیت سے اُن کے پاس آنا جانا، اُن کے ساتھ کاروبار کرنا ہے؛ تا کہ اللہ اُن کو ہدایت دے دے اور اسلام اور مسلمانوں سے اُن کی بدگمانی دور ہو جائے۔

جنگ، آخری درجہ

شریعتِ اسلامی میں لڑائی بہ ذاتِ خود مقصود نہیں ہے؛ بلکہ جب سارے راستے بند ہو جائیں اور امن کے قیام کے لیے لڑائی ضروری ہو جائے، ایسی صورتِ حال پیدا ہو جائے کہ لڑائی کے بغیر چارہ ہی نہ رہے، تو اب شرائط کے مطابق مضبوطی کے ساتھ جہاد اور لڑائی مطلوب اور پسندیدہ عمل ہو جاتا ہے، جو بالکل انصاف کے تقاضے کے مطابق ہے، کوئی بھی عقل مند اور منصف مزاج شخص اسلامی شریعت کے اِس موقف کو ہرگز غلط قرار نہیں دے سکتا، نبی کریم ﷺ نے فرمایا: کہ "دشمن سے لڑنے کی تمنا نہ کرو اور اللہ تعالیٰ سے عافیت کی دعا مانگو؛ لیکن جب جنگ کا موقع آ جائے، تو ڈٹ جاؤ۔" **أَيُّهَا النَّاسُ، لَا تَتَمَنَّوْا لِقَاءَ الْعَدُوِّ، وَسَلُوا اللّٰهَ الْعَافِيَةَ، فَإِذَا لَقِيتُمُوهُمْ فَاصْبِرُوا، وَاعْلَمُوا أَنَّ الْجَنَّةَ تَحْتَ ظِلَالِ السُّيُوفِ.**" (بخاری: ۱/۶۱۶، رقم: ۲۹۶۶-عن عبد الله ابی اوفیؓ)

خود نبی کریم ﷺ کا عملِ مبارک اِس بارے میں یہی رہا کہ آپ نے ٹکراؤ سے بچنے کی ہر ممکن کوشش فرمائی، نبوت ملنے کے بعد تیرہ سال مکی زندگی میں پورے صبر سے کام لیا اور مدینے جانے کے بعد جب کافروں نے مدینے پر چڑھائی کی، جس کے نتیجے میں اسلام کی پہلی جنگ "غزوۂ بدر" ہوئی، تو پھر آپ نے دفاعی پوزیشن اختیار کی اور کافروں کو پورا سبق سکھایا۔

اِس لیے ہر حال میں اُن تک اسلام کا پیغام پہنچانے کی ہر ممکن کوشش کرنی چاہیے۔

دجال، سب سے بڑا فتنہ

رسول اللہ نے ایک حدیث میں ارشاد فرمایا ہے: کہ "(حضرت) آدمؑ کی پیدائش سے لے کر قیامت کے دن تک دجال کے فتنے سے بڑا کوئی فتنہ نہیں۔" "**كُنَّا نَمُرُّ عَلَى هِشَامِ بْنِ عَامِرٍ إِلَى عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ بِمِثْلِ حَدِيثِ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ مُخْتَارٍ غَيْرَ أَنَّهُ قَالَ أَمْرٌ أَكْبَرُ مِنَ الدَّجَّالِ.**" (مسلم: ۷۳۹۶ – عن عمران بن حصین)

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ، نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ "دجال جب ظاہر ہوگا، تو اس کے ساتھ پانی ہوگا اور آگ ہوگی، بس لوگ جس چیز کو پانی سمجھیں گے وہ حقیقت میں جلانے والی آگ ہوگی اور جس چیز کو لوگ آگ سمجھیں گے وہ حقیقت میں ٹھنڈا اور شیریں پانی ہوگا، لہٰذا تم میں سے جو شخص اس کو (یعنی دجال کو یا اس کی فریب کاریوں کی مذکورہ چیزوں کو) پائے، تو اس کو چاہیے کہ وہ اس چیز میں گرنا پسند کرے، جس کو وہ آگ دیکھتا ہے؛ کیوں کہ حقیقت میں وہ (آگ نہیں ہوگی؛ بلکہ) نہایت شیریں اور ٹھنڈا پانی ہوگا۔" فَقَالَ حُذَيْفَةُ لَأَنَا بِمَا مَعَ الدَّجَّالِ أَعْلَمُ مِنْهُ إِنَّ مَعَهُ نَهْرًا مِنْ مَاءٍ وَنَهْرًا مِنْ نَارٍ فَأَمَّا الَّذِي تَرَوْنَ أَنَّهُ نَارٌ مَاءٌ وَأَمَّا الَّذِي تَرَوْنَ أَنَّهُ مَاءٌ نَارٌ فَمَنْ أَدْرَكَ ذَلِكَ مِنْكُمْ فَأَرَادَ الْمَاءَ فَلْيَشْرَبْ مِنَ الَّذِي يَرَاهُ أَنَّهُ نَارٌ فَإِنَّهُ سَيَجِدُهُ مَاءً قَالَ أَبُو مَسْعُودٍ هَكَذَا سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ." (بخاری: ۷۱۳۰؛ مسلم: ۲۹۳۵- عن حذیفہ بن یمان)

اِس وقت قدم قدم پر فتنے ہیں اور ہر آنے والا فتنہ پچھلے فتنے سے زیادہ بڑا ہوگا، اِس لیے ہر وقت فتنوں سے محفوظ رہنے کی کوشش کریں۔

دجّالی فتنوں میں مبتلا ہونے والے لوگ

سورۂ کہف کے مطالعے سے اندازہ ہوتا ہے کہ چار طرح کے لوگ دجّالی فتنوں میں بہت جلد مبتلا ہو جائیں گے:

(۱) جن لوگوں کا ایمان کمزور ہوگا، وہ بہت جلد دجّالی فتنوں میں مبتلا ہو جائیں گے۔ (سورۂ کہف: ۲۶-۹)

(۲) جن کے دلوں میں دنیا کی محبت ہوگی، وہ فوراً دجّالی فتنوں میں مبتلا ہو جائیں گے۔ (سورۂ کہف: ۴۴-۳۲)

(۳) جن کو اپنے علم پر گھمنڈ اور تکبر ہوگا، وہ بھی بہت جلد دجّالی فتنوں میں مبتلا ہو جائیں گے۔ (سورۂ کہف: ۸۲-۶۰)

(۴) جن کو عہدوں کی حرص اور لالچ ہوگا، وہ لوگ بہت جلدی فتنوں میں مبتلا ہو جائیں گے۔(سورۂ کہف: ۹۹-۸۳)

انہیں چاروں باتوں کو سورۂ کہف کے اندر واقعات کی شکل میں بیان کیا گیا، اللہ تعالیٰ ہمیں ہر طرح کے فتنوں سے محفوظ فرمائے۔ آمین۔

کمزور ایمان والا فتنے میں مبتلا

اللہ تعالیٰ نے سورۂ کہف میں سات نوجوانوں کا تذکرہ کیا ہے، جو اُس زمانے میں دین برحق پر ایمان لے آئے تھے، حکومتِ عراق پوری کفر اور شرک والی تھی، بادشاہ کو جب پتہ چلا، تو اُس نے اُن ساتوں نوجوانوں کو گرفتار کرالیا، بادشاہ نے اُن کو ایمان چھوڑنے کی دھمکی دی؛ لیکن وہ پختہ ایمان لا چکے تھے، اِس لیے انہوں نے ہر طرح کی سختیاں برداشت کرنے کا ارادہ کرلیا، مشورے کے بہانے وہ محل سے نکلے اور غار کی طرف چلے گئے، اللہ نے اُن کے ایمان کی برکت سے اُن کی حفاظت فرمائی اور تین سو سال سے زائد اُن کو سلائے رکھا اور اُن کے ایمان کی حفاظت فرمائی، اللہ تعالیٰ نے اُن کی قربانی کے نتیجے میں اُس پورے علاقے میں اسلامی حکومت قائم کردی، شروع کے تین رکوع میں اللہ نے اِس پورے واقعے کو بیان کیا ہے۔ (مستفاد، سورۂ کہف: ۲۶-۹)

دنیا کی محبت والے فتنوں میں مبتلا ہو جائیں گے

سورۂ کہف کے چوتھے رکوع میں اللہ تعالیٰ نے دو شخصوں کا تذکرہ کیا ہے، جس میں سے ایک مسلمان تھا اور دوسرا ایمان سے محروم؛ لیکن وہ دولت وعزّت کا مالک تھا، مال ودولت پر اُس کو گھمنڈ تھا، دوبارہ زندہ کیے جانے کا انکار کرتا تھا، اپنے غریب دوست کو حقارت کی نظر سے دیکھتا تھا، دوسرا شخص مسلمان تھا؛ مگر غریب تھا، اللہ کی ذات پر بھروسہ رکھتا تھا، اللہ کی دی ہوئی نعمتوں پر شکر ادا کرتا تھا، اللہ تعالیٰ نے اُس متکبر دولت مند شخص کی ساری دولت ختم کر

دی، اُس کے ہرے بھرے باغات، چٹیل میدان میں بدل دیے اور ہر طرح کا اُس کو محتاج بنا دیا، اِس لیے کہ اُس نے دنیا کو اپنا خدا بنالیا تھا اور دنیا کی بے پناہ محبت اُس کے دل میں آ گئی تھی، جس کی وجہ سے اُس نے آخرت تک کا انکار کر دیا تھا۔(مستفاد، سورۂ کہف: ۳۲-۴۴)

پتہ چلا کہ جن کے دلوں میں دینا کی محبت ہوگی، وہ بہت جلد دجّالی فتنوں میں مبتلا ہو جائیں گے۔

اللہ تعالیٰ دنیا کی محبت سے ہماری حفاظت فرمائے۔آمین۔

علمی تکبر والے فتنوں کا شکار

سورۂ کہف کے اندر تیسرا واقعہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ذکر کیا گیا ہے، حدیث میں آتا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت موسیٰ نے مجمع میں تقریر فرمائی، لوگوں کا اُس پر بڑا گہرا اثر ہوا، کسی صاحب نے معلوم کیا کہ حضرت! اِس وقت دنیا میں سب سے بڑا عالم کون ہے؟ نبی کی موجودگی میں سب سے بڑا عالم نبی ہی ہوتا ہے؛ چوں کہ براہِ راست اُس کو اللہ کی طرف سے علم ملتا ہے، اِس لیے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: کہ "میں!"

یہ بات اگر چہ حقیقت کے مطابق تھی ؛ لیکن اللہ کو تعبیر کے اعتبار سے یہ بات پسند نہیں آئی، پیغمبر کی شان یہ تھی کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام فرماتے کہ اِس کا علم اللہ تعالیٰ ہی کو ہے؛ چناں چہ اللہ تعالیٰ نے اُن سے فرمایا کہ دو دریاؤں کے سنگم پر ہمارا ایک بندہ رہتا ہے، جو تم سے زیادہ علم رکھتا ہے۔"حَدَّثَنَا عَنْ أُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ، أَنَّ مُوسَى قَامَ خَطِيبًا فِي بَنِي إِسْرَائِيلَ، فَسُئِلَ: أَيُّ النَّاسِ أَعْلَمُ؟ فَقَالَ: أَنَا. فَعَتَبَ اللّٰهُ عَلَيْهِ إِذْ لَمْ يَرُدَّ الْعِلْمَ إِلَيْهِ، فَقَالَ لَهُ: بَلَى، لِي عَبْدٌ بِمَجْمَعِ الْبَحْرَيْنِ هُوَ أَعْلَمُ مِنْكَ. قَالَ: أَيْ رَبِّ، وَمَنْ لِي بِهِ؟ — وَرُبَّمَا قَالَ سُفْيَانُ: أَيْ رَبِّ، وَكَيْفَ لِي بِهِ؟ قَالَ: تَأْخُذُ حُوتًا فَتَجْعَلُهُ فِي مِكْتَلٍ، حَيْثُمَا فَقَدْتَ الْحُوتَ فَهُوَ ثَمَّ — وَرُبَّمَا قَالَ: فَهُوَ ثَمَّهْ — وَأَخَذَ حُوتًا فَجَعَلَهُ فِي مِكْتَلٍ، ثُمَّ انْطَلَقَ هُوَ وَفَتَاهُ يُوشَعُ بْنُ نُونٍ، حَتَّى أَتَيَا الصَّخْرَةَ وَضَعَا رُءُوسَهُمَا، فَرَقَدَ مُوسَى،

وَاضْطَرَبَ الْحُوتُ فَخَرَجَ فَسَقَطَ فِي الْبَحْرِ، }فَاتَّخَذَ سَبِيلَهُ فِي الْبَحْرِ سَرَبًا .{ فَأَمْسَكَ اللّٰهُ عَنِ الْحُوتِ جِرْيَةَ الْمَاءِ فَصَارَ مِثْلَ الطَّاقِ – فَقَالَ: هٰكَذَا مِثْلَ الطَّاقِ – فَانْطَلَقَا يَمْشِيَانِ بَقِيَّةَ لَيْلَتِهِمَا وَيَوْمَهُمَا . حَتّٰى إِذَا كَانَ مِنَ الْغَدِ }قَالَ لِفَتَاهُ آتِنَا غَدَاءَ نَا لَقَدْ لَقِينَا مِنْ سَفَرِنَا هٰذَا نَصَبًا .{ وَلَمْ يَجِدْ مُوسَى النَّصَبَ حَتّٰى جَاوَزَ حَيْثُ أَمَرَهُ اللّٰهُ. قَالَ لَهُ فَتَاهُ: أَرَأَيْتَ إِذْ أَوَيْنَا إِلَى الصَّخْرَةِ فَإِنِّي نَسِيتُ الْحُوتَ وَمَا أَنْسَانِيهِ إِلَّا الشَّيْطَانُ أَنْ أَذْكُرَهُ وَاتَّخَذَ سَبِيلَهُ فِي الْبَحْرِ عَجَبًا . فَكَانَ لِلْحُوتِ سَرَبًا وَلَهُمَا عَجَبًا . قَالَ لَهُ مُوسَى: ذٰلِكَ مَا كُنَّا نَبْغِي فَارْتَدَّا عَلَى آثَارِهِمَا قَصَصًا رَجَعَا يَقُصَّانِ آثَارَهُمَا حَتّٰى انْتَهَيَا إِلَى الصَّخْرَةِ، فَإِذَا رَجُلٌ مُسَجًّى بِثَوْبٍ، فَسَلَّمَ مُوسَى فَرَدَّ عَلَيْهِ، فَقَالَ: وَأَنّٰى بِأَرْضِكَ السَّلَامُ؟ قَالَ: أَنَا مُوسَى . قَالَ: مُوسَى بَنِي إِسْرَائِيلَ؟ قَالَ: نَعَمْ، أَتَيْتُكَ لِتُعَلِّمَنِي }مِمَّا عُلِّمْتَ رُشْدًا .{ قَالَ: يَا مُوسَى، إِنِّي عَلَى عِلْمٍ مِنْ عِلْمِ اللّٰهِ عَلَّمَنِيهِ اللّٰهُ لَا تَعْلَمُهُ، وَأَنْتَ عَلَى عِلْمٍ مِنْ عِلْمِ اللّٰهِ عَلَّمَكَهُ اللّٰهُ لَا أَعْلَمُهُ . قَالَ هَلْ أَتَّبِعُكَ؟ }قَالَ إِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيعَ مَعِيَ صَبْرًا وَكَيْفَ تَصْبِرُ عَلَى مَا لَمْ تُحِطْ بِهِ خُبْرًا{ إِلَى قَوْلِهِ: }إِمْرًا.{ فَانْطَلَقَا يَمْشِيَانِ عَلَى سَاحِلِ الْبَحْرِ، فَمَرَّتْ بِهِمَا." (بخاری: ٤٠١٣ـعن عبد اللہ ابن عباسؓ)

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے یہ بات حقیقتاً بیان فرمائی تھی، کوئی بڑائی نہیں تھی؛ لیکن اللہ کو یہ جواب پسند نہیں آیا، اِس سے گویا اللہ نے ہمیں یہ سبق دیا کہ جو لوگ علمی تکبر اور بڑائی میں مبتلا ہوں گے، وہ بہت جلد دجّالی فتنوں کا شکار ہو جائیں گے۔

عہدے والے فتنوں کا شکار ہو جائیں گے

چوتھا واقعہ ذوالقرنین کا بیان کیا گیا ہے کہ وہ ایک انصاف پرور اور بلند ہمّت بادشاہ تھے اور پوری دنیا کے اندر اسلامی نظام قائم کرنے کے لیے انہوں نے سفر کیا، پہلے مغرب کا سفر کیا اور اُس کی انتہا تک پہنچ گئے، پھر انہوں نے مشرق کا سفر کیا اور کامیابی اُن کے قدم چومتی چلی گئی اور پھر علما کے بیان کے مطابق شمال کا سفر کیا اور پوری کامیابی کے ساتھ جہاں تک پہنچ سکتے تھے پہنچے

اور پوری دنیا کے اندر اسلام کا صحیح تعارف پیش کیا۔(مستفاد، سورۂ کھف: ۹۹-۸۳)

اُن کا مقصد صرف نظامِ اسلامی کا قیام تھا، وہ چاہتے تھے کہ پوری دنیا میں اسلامی نظام قائم ہو جائے، اِس کے لیے انہوں نے پوری دنیا میں جہاں تک جا سکتے تھے، پہنچ کر اللہ کے نظام کو قائم کرنے کی محنت کی، اِس نیت سے جو عہدے پر فائز ہوگا، اُس کو تو اللہ تعالیٰ دجالی فتنوں سے بچالیں گے۔

اور جو لوگ دنیوی مقاصد کے لیے عہدوں کو حاصل کریں گے، وہ بہت جلد دجّالی فتنوں میں مبتلا ہو جائیں گے، یہ عہدے اور منصب دیکھنے میں بہت خوش نما نظر آتے ہیں؛ لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ کانٹوں کا تاج ہیں، نبی کریم ﷺ نے از خود عہدوں کا مطالبہ کرنے اور اُس کے لیے سفارشیں کرنے سے منع فرمایا ہے۔"عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ سَمُرَةَ ، قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : " لا تَسْأَلِ الْإِمَارَةَ ؛ فَإِنَّكَ إِنْ أُعْطِيتَهَا مِنْ غَيْرِ مَسْأَلَةٍ أُعِنْتَ عَلَيْهَا، وَإِنْ أُعْطِيتَهَا عَنْ مَسْأَلَةٍ وُكِلْتَ إِلَيْهَا. " (بخاری: -۷۲۲۶ عن عبد الرحمٰن بن سمرۃؓ)

ایسے شخص کے ساتھ اللہ کی مدد شاملِ حال نہیں ہوتی؛ لیکن جس کو بڑوں کی طرف سے عہدے دیے جائیں، تو پھر اللہ کی طرف سے ایک فرشتہ مقرر ہو جاتا ہے، جو اُس کے کاموں کو درست کرتا رہتا ہے۔"عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ : سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ : " مَنْ طَلَبَ الْقَضَاءَ وَاسْتَعَانَ عَلَيْهِ وُكِلَ إِلَيْهِ، وَمَنْ لَمْ يَطْلُبْهُ وَلَمْ يَسْتَعِنْ عَلَيْهِ أَنْزَلَ اللّٰهُ مَلَكًا يُسَدِّدُهُ. " (ابو داؤد: ۳۵۷۸)

اِن چاروں واقعات کو سورۂ کہف میں تفصیل سے بیان کیا گیا ہے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا: کہ ہر جمعے کا سورۂ کہف پڑھے گا، وہ دجّالی فتنوں سے محفوظ رہے گا۔

سورۂ کہف، دجّالی فتنوں سے بچاؤ کا ذریعہ

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ "ایسا کوئی نبی نہیں گزرا جس نے اپنی امت کو جھوٹے کانے (یعنی دجال) سے نہ ڈرایا ہو، آگاہ

رہو! دجال کانا ہوگا اور تمہارا پروردگار کانا نہیں ہے، نیز اس (دجال) کی دونوں آنکھوں کے درمیان ک، ف، ر (یعنی کفر کا لفظ) لکھا ہوا ہوگا۔ "عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَا بُعِثَ نَبِيٌّ إِلَّا أَنْذَرَ أُمَّتَهُ الْأَعْوَرَ الْكَذَّابَ، أَلَا إِنَّهُ أَعْوَرُ، وَإِنَّ رَبَّكُمْ لَيْسَ بِأَعْوَرَ، وَإِنَّ بَيْنَ عَيْنَيْهِ مَكْتُوبٌ كَافِرٌ." (بخاری: ۷۱۳۱؛ مسلم: ۷۳٦۳)

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: کہ "جو جمعے کے دن سورۂ کہف پڑھے گا وہ ہر فتنے سے محفوظ رہے گا، اگر اُس دن کانا دجّال بھی پیدا ہو گیا، جو اِس امّت کا بدترین فتنہ ہے، تو اُس کے فتنے سے بھی محفوظ رہے گا۔"

ایک روایت میں شروع کی دس آیات یاد کرنے پر دجّال سے فتنے کا وعدہ فرمایا ہے؛ چناں چہ اللہ کے آخری نبی ﷺ نے فرمایا: کہ جس شخص نے سورۂ کہف کی شروع کی دس آیات یاد کرلیں، تو وہ دجالی فتنوں سے محفوظ ہوجائے گا۔ مَنْ حَفِظَ عَشْرَ آيَاتٍ مِنْ أَوَّلِ سُورَةِ الْكَهْفِ عُصِمَ مِنْ فِتْنَةٍ. (مسلم: ۸۰۹؛ ابو داؤد: -۴۳۲۳ عن ابی درداءؓ)

مسند احمد کی روایت میں ہے کہ جو شخص سورۂ کہف کی آخری دس آیات پڑھ لے، اُس کو دجّال کے فتنے سے بچالیا جائے گا۔ عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَنَّهُ قَالَ: "مَنْ قَرَأَ عَشْرَ آيَاتٍ مِنْ آخِرِ الْكَهْفِ عُصِمَ مِنْ فِتْنَةِ الدَّجَّالِ ."قَالَ حَجَّاجٌ: "مَنْ قَرَأَ الْعَشْرَ الْأَوَاخِرَ مِنْ سُورَةِ الْكَهْفِ. (مسند احمد: ۲۷۵۱٦)

اِس لیے کم از کم سورۂ کہف کا پہلا اور آخری رکوع حفظ یاد کرلیں اور اپنے اہل و عیال کو بھی یاد کرا دیں اور صبح و شام اس کو ایک بار پڑھیں اور پڑھوائیں؛ تاکہ ہم اور ہماری نسلیں دجّالی فتنوں سے محفوظ رہیں۔ آمین۔

فتنوں سے پہلے نیک کام کرلیں

حضرت ابو ہریرہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اُن فتنوں سے

پہلے (نیک) کام کرلو، جو اندھیری رات کے ٹکڑوں کی طرح آئیں گے (کہ نہ تو ان کے آنے کا سبب معلوم ہوگا، نہ ان سے نجات کی کوئی راہ سمجھ میں آئے گی اور لوگوں کا حال یہ ہوگا کہ) صبح کے وقت ایک شخص مؤمن ہوگا، تو شام کو کافر ہو جائے گا اور شام کو مؤمن ہوگا، تو صبح کو کافر ہو جائے گا اور دنیا کے حقیر سامان کے بدلے اپنا دین وایمان فروخت کردے گا۔"عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: بَادِرُوا بِالْأَعْمَالِ فِتَنًا كَقِطَعِ اللَّيْلِ الْمُظْلِمِ، يُصْبِحُ الرَّجُلُ مُؤْمِنًا، وَيُمْسِي كَافِرًا – أَوْ: يُمْسِي مُؤْمِنًا، وَيُصْبِحُ كَافِرًا – يَبِيعُ دِينَهُ بِعَرَضٍ مِنَ الدُّنْيَا." (مسلم: ۱۱۸)

فتنوں سے بچاؤ کے طریقے

فتنوں سے حفاظت کا طریقہ بیان کرتے ہوئے خود نبی کریم ﷺ نے فرمایا: کہ "اللہ سے ظاہری اور باطنی فتنوں سے حفاظت کی دعا کرو۔""تَعَوَّذُوا بِاللّٰهِ مِنَ الْفِتَنِ، مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ ." قَالُوا : نَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الْفِتَنِ، مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ."

(مسلم:-۲۸٦۷عن زید بن ثابتؓ)

اِس لیے کہ فتنوں کے رونما ہونے کے وقت اللہ کی خاص مدد کے بغیر کوئی انسان فتنوں سے بچ نہیں سکے گا۔

دوسرا طریقہ بیان کرتے ہوئے نبی کریم ﷺ نے فرمایا: کہ "قرآن کریم کو لازم پکڑو (یعنی کثرت سے قرآن کریم پڑھو اور اُس کے مطابق عمل کرو)۔""عَلَيْكَ بِتِلَاوَةِ الْقُرْآنِ." (مشکوۃ: -٤٨٦٦عن ابی ذرؓ)

تیسرا طریقہ فتنوں سے حفاظت کا یہ ہے کہ آدمی اپنی زبان پر قابو رکھے اور بے ضرورت گھر سے باہر نہ نکلے اور اپنے گناہوں کو یاد کرکے روئے اور اللہ سے معافی مانگتا رہے۔"عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ، مَا النَّجَاةُ؟ قَالَ: امْلِكْ عَلَيْكَ لِسَانَكَ، وَلْيَسَعْكَ بَيْتُكَ، وَابْكِ عَلَى خَطِيئَتِكَ." (ترمذی: -۲٤۰٦عن عقبہ بن عامرؓ)

اِن کاموں کا کرنے والا، ان شاء اللہ فتنوں کے زمانے میں بھی محفوظ رہے گا۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو ہر طرح کے ظاہری اور باطنی فتنوں سے محفوظ رکھے۔آمین۔

ٹیکنولوجی، دجّالی ٹُول (آلہ)

دجّال کا سب سے بڑا ٹُول اور آلہ ٹیکنولوجی اور جادو ہوگا، جس کے ذریعے سے وہ ایسے ایسے کرتب دکھائے گا کہ لوگ اُس کے بہکاوے میں آجائیں گے، حضرت اُمّ شریک فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ "لوگ دجّال کے (مکروفریب اور فتنہ فساد کے) خوف سے بھاگ کر پہاڑوں میں جا چھپیں گے۔"، اُمّ شریک فرماتی ہیں کہ میں نے (یہ سن کر) عرض کیا: کہ "یارسول اللہ! اس وقت میں عرب کہاں ہوں گے؟"، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ "ان دنوں عرب بہت کم ہوں گے۔"عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ يَقُولُ أَخْبَرَتْنِي أُمُّ شَرِيكٍ أَنَّهَا سَمِعَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لَيَفِرَّنَّ النَّاسُ مِنَ الدَّجَّالِ فِي الْجِبَالِ قَالَتْ أُمُّ شَرِيكٍ يَا رَسُولَ اللّٰهِ فَأَيْنَ الْعَرَبُ يَوْمَئِذٍ قَالَ هُمْ قَلِيلٌ." (مسلم: ۷۳۹۳-عن اُمّ شریکؓ)

حضرت انس رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ "اصفہان (ایران) کے ستّر ہزار یہودی دجّال کی اطاعت وپیروی کریں گے، جن کے سروں پر سیاہ چادریں (خاص قسم کی چادریں، جن کو علماء اور مشائخ پہنتے ہیں) ہوں گی۔"عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَتْبَعُ الدَّجَّالَ مِنْ يَهُودِ أَصْبَهَانَ سَبْعُونَ أَلْفًا عَلَيْهِمُ الطَّيَالِسَةُ." (مسلم: ۲۹۴۴)

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ "جو شخص دجّال کے نکلنے کی خبر سنے وہ اس سے دور رہے، خدا کی قسم! آدمی دجّال کے پاس آئے گا، اور اس کا گمان یہ ہوگا کہ میں مومن ہوں؛ لیکن وہ ان شبہات اور استدراجات (یعنی سحر وغیرہ) کی وجہ سے جس کے ساتھ اس کو بھیجا جائے گا، اس کی اطاعت قبول کرے گا

اوراس پر ایمان لے آئے گا۔"عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ يُحَدِّثُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ سَمِعَ بِالدَّجَّالِ فَلْيَنْأَ عَنْهُ ؛ فَوَاللّٰهِ إِنَّ الرَّجُلَ لَيَأْتِيهِ وَهُوَ يَحْسِبُ أَنَّهُ مُؤْمِنٌ فَيَتَّبِعُهُ مِمَّا يُبْعَثُ بِهِ مِنَ الشُّبُهَاتِ." (ابو داؤد: ۴۳۱۹)

اللہ تعالیٰ ہمیں ہر طرح کے فتنے سے محفوظ فرمائے۔آمین۔

اللہ کے بندوں سے بے تعلق نہ رہیں

ایک مسلمان کا دوسرے مسلمان بھائی پر یہ حق بھی ہے کہ جب وہ بیمار ہو،تو اُس کی عیادت کرے، ظاہر ہے کہ خدا سے تعلق رکھنے والا، خدا کے بندوں سے بے تعلق کیسے ہوسکتا ہے؟ مریض کی غم خواری اور خیر خواہی اور تعاون سے غفلت، دراصل خدا سے غفلت ہے، اللہ سے محبت کا ایک تقاضا یہ بھی ہے کہ اُس کے بندوں سے محبت ہو اور محبت کی علامت یہ ہے کہ اپنے بھائیوں سے ہمدردی ہو اور ہمدردی کا ایک تقاضا یہ بھی ہے کہ جب وہ بیمار ہو،تو اُس کی عیادت کرنے جائے۔

عیادت کا ایک فائدہ دنیا میں یہ بھی ہے کہ گویا کہ انسان خود اللہ سے ملاقات کرنے جاتا ہے، نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ "قیامت کے دن اللہ تعالیٰ بندوں سے ایک بات یہ بھی پوچھیں گے کہ "میں بیمار تھا تم میری عیادت کرنے نہیں آئے؟" بندہ کہے گا کہ پروردگار!"آپ ساری کائنات کے رب ہیں، میں آپ کی عیادت کیسے کرتا؟" تو اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ "میرا فلاں بندہ بیمار تھا، اُس کی عیادت کرنے جاتے،تو مجھے وہیں پاتے۔

"عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ يَقُولُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يَا ابْنَ آدَمَ مَرِضْتُ فَلَمْ تَعُدْنِي قَالَ يَا رَبِّ كَيْفَ أَعُودُكَ وَأَنْتَ رَبُّ الْعَالَمِينَ قَالَ أَمَا عَلِمْتَ أَنَّ عَبْدِي فُلَانًا مَرِضَ فَلَمْ تَعُدْهُ أَمَا عَلِمْتَ أَنَّكَ لَوْ عُدْتَهُ لَوَجَدْتَنِي عِنْدَهُ" (مسلم: ۲۵۶۹؛ مسند احمد: -۹۲۴۲عن ابی ھریرہؓ)

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے بھائیوں سے ہر طرح کی ہمدردی کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

عیادت کرنے والے کے لیے فرشتوں کی دعا

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: کہ "جو مسلمان کسی مسلمان کی صبح کے وقت عیادت کرتا ہے تو شام تک ستر ہزار فرشتے اس کے لیے استغفار کرتے ہیں اور جو شام کو عیادت کرتا ہے تو صبح تک ستر ہزار فرشتے اس کے لیے استغفار کرتے ہیں اور اس کے لیے جنت میں ایک باغ ہوگا۔" **ما من مُسلِمٍ يعودُ مُسلِمًا غُدوةً إلا صلَّى عليه سبعونَ ألفَ ملكٍ حتَّى يُمْسِيَ وإن عادَهُ عَشِيَّةً إلا صَلَّى عليه سبعُونَ ألفَ مَلَكٍ حتَّى يُصْبِحَ وكانَ له خَرِيفٌ في الجَنَّةِ.** "

(صحیح مسلم:۹۶۹؛ ترمذی: ۹۶۹؛ ابوداؤد: ۳۰۹۸)

ایک حدیث میں ہے کہ جب وہ اپنے بھائی سے ملاقات کرنے کے لیے جاتا ہے، تو ایک فرشتہ آواز لگا کر کہتا ہے کہ تیرا چلنا بھی مبارک، تیرا کام بھی مبارک اور اپنے بھائی کی عیادت کے نتیجے میں تو نے جنت میں اپنا ٹھکانا بنالیا۔ "**عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: مَنْ عَادَ مَرِيضًا أَو زَارَ أَخًا لَهُ فِي الله، نَادَاهُ مُنَادٍ: بِأَنْ طِبْتَ، وَطَابَ مَمْشَاكَ، وَتَبَوَّأْتَ مِنَ الجَنَّةِ مَنْزِلاً.**"

(ترمذی: ۲۰۰۸) اللہ تعالیٰ ہمیں اِن فضیلتوں سے مالا مال فرمائے۔ آمین۔

احتیاط ہو، ڈر نہیں!

رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جس نے اپنے مسلمان بھائی کی عیادت کی وہ جنت کے بالاخانے میں رہے گا۔ "**عَنْ ثَوْبَانَ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ، قَالَ: إِنَّ الْمُسْلِمَ إِذَا عَادَ أَخَاهُ الْمُسْلِمَ لَمْ يَزَلْ فِي خُرْفَةِ الْجَنَّةِ.**" (مسلم: ۲۵۶۸؛ ترمذی: ۹۶۷)

اِس وقت میں خاص طور سے ہماری ہمدردی اور خیر خواہی کا تقاضا یہ ہے کہ ہم اپنے

بھائیوں کی عیادت کرنے جائیں، اِس وقت خوف کا ماحول ہے، اِس خوف کے ماحول کو دور کریں اور یاد رکھیں کسی کی عیادت کرنے سے وہ بیماری ہمیں نہیں لگے گی، نبی کریم ﷺ نے فرمایا: کہ "جو کسی بیمار اور پریشان حال کو دیکھ کر یہ دعا پڑھے: "اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ عَافَانِیْ مِمَّا ابْتَلَاکَ بِهٖ وَفَضَّلَنِیْ عَلٰی کَثِیْرٍ مِّمَّنْ خَلَقَ تَفْضِیْلًا." "تمام تعریفیں اُس اللہ کے لیے ہیں، جس نے مجھے اِس بیماری سے عافیت عطا فرمائی اور اپنے بے شمار بندوں پر فضیلت عطا فرمائی۔

تو (جب تک وہ زندہ رہے گا)، اِس بیماری میں مبتلا نہیں ہوگا۔" "مَن رأى مُبتَلًى فقال الحمدُ للهِ الَّذی عافانی ممَّا ابتلاکَ به وفضَّلنی علی کثیرٍ ممَّن خلَق تفضیلًا لَمْ یُصِبْه ذلکَ البَلاءُ." (سنن ترمذی:- ۳۴۳۱عن عمر؛ المعجم الاوسط للطبرانی: ۵/-۲۸۳عن ابن عمر)

مریضوں کے لیے بہترین نسخہ

ایک روایت میں ہے کہ جب انسان اپنے بھائی کی عیادت کرنے جائے اور سات مرتبہ یہ دعا پڑھے: "أَسْئَلُ اللّٰهَ الْعَظِیْمَ رَبَّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ أَنْ یَّشْفِیَکَ." "میں عظیم اللہ سے، جو عرش کا رب ہے، درخواست کرتا ہوں کہ وہ آپ کو شفاء عطا فرما دے۔

تو اُس کا موت ہی کا وقت آ گیا، تو الگ بات ہے، ورنہ اللہ اُس مریض کو شفاء دے دے گا۔ "عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ، عَنِ النَّبِیِّ ﷺ، قَالَ: مَنْ عَادَ مَرِیضًا، لَمْ یَحْضُرْ أَجَلُهُ فَقَالَ عِنْدَهُ سَبْعَ مِرَارٍ: أَسْأَلُ اللّٰهَ الْعَظِیمَ، رَبَّ الْعَرْشِ الْعَظِیمِ، أَنْ یَشْفِیَکَ، إِلَّا عَافَاهُ اللّٰهُ مِنْ ذٰلِکَ الْمَرَضِ." (ابو داؤد:۳۱۰۶)

ہمارے جانے سے دو فائدہ ہوں گے، جب ہم وہ پہلی دعا پڑھیں گے، تو خود اُس بیماری سے محفوظ ہو جائیں گے اور دوسری دعا کی برکت سے اللہ تعالیٰ ہمارے بھائی کو شفا عطا فرما دے گا، اِس لیے اِس خوف کے ماحول کو ختم کریں اور اپنے بھائیوں کو بے تکلف دیکھنے جائیں، تعاون کی جو شکل بھی ممکن ہو سکتی ہو اس کو اختیار کریں۔ اُن کے گھر والوں کو بھی تسلی دیں۔

بیماری کی عیادت کو جانے سے پانچ فائدے ہوں گے:

(۱) ستّر ہزار فرشتے ہمارے لیے دعائے مغفرت کریں گے اور جنت میں ہمارے لیے ایک باغ لگا دیا جائے گا،

(۲) جب ہم وہ پہلی دعا پڑھیں گے، تو خود اُس بیماری سے محفوظ ہو جائیں گے،

(۳) دوسری دعا کی برکت سے اللہ تعالیٰ ہمارے بھائی کو شفاء عطا فرما دے گا،

(۴) اُس مریض کے دل میں عیادت کرنے والے کی محبت آ جاتی ہے اور اگر اُس سے پہلے اُس سے کوئی رنجش وغیرہ ہوگی، تو وہ ختم ہو جائے گی۔

(۵) ہمیں مریض کو دیکھ کر اپنی صحت کی نعمت پر شکر گذاری کی توفیق ہوگی، جس کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ ہماری صحت میں اضافہ فرمائیں گے، اِس لیے اِس خوف کے ماحول کو ختم کریں اور اپنے بھائیوں کو بے تکلف دیکھنے جائیں، تعاون کی جو شکل ہو سکتی ہو اس کو اختیار کریں۔ اُن کے گھر والوں کو بھی تسلی دیں۔

ہمدردی کا دامن نہ چھوڑیں

نبی کریم ﷺ جب کسی مریض کو دیکھنے جاتے، تو اُس سے حال معلوم کرتے: "کَیْفَ تَجِدُکَ"؟ کہیے! کیسی طبیعت ہے؟ "عن النعمانِ بنِ عجلانَ قال دخل عليَّ رسولُ اللهِ صلَّى اللهُ عليهِ وسلَّم وأنا وعكٌ فقال كيف تجدُك يا نعمانُ قلتُ أجدني أُوعَكُ فقال اللهمَّ شفاءً عاجلًا." (الاصابہ لابن حجر العسقلانی: ۳/-۵۶۲ عن نعمان ابن عجلان)

اور پھر تسلی دیتے ہوئے فرماتے: "لا بَأْسَ طَهُوْرٌ إِنْ شَآءَ اللهُ." گھبرانے کی کوئی بات نہیں ہے بہت جلدی ٹھیک ہو جائیں گے، ان شاء اللہ۔ "أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللهُ عليه وسلَّمَ دَخَلَ عَلَى أَعْرَابِيٍّ يَعُوْدُهُ فَقَالَ: لَا بَأْسَ عَلَيْكَ طَهُورٌ إِنْ شَاءَ اللّٰه." (بخاری: -۳۹۲۶ عن عائشۃؓ)

اور پھر اُس کی ہمّت بڑھانے کے لیے فرماتے: کہ "یہ مرض گناہ سے پاک ہونے کا ذریعہ ہے۔" عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ، أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ دَخَلَ عَلَى أَعْرَابِيٍّ يَعُودُهُ . قَالَ: وَكَانَ النَّبِيُّ ﷺ إِذَا دَخَلَ عَلَى مَرِيضٍ يَعُودُهُ قَالَ: لَا بَأْسَ، طَهُورٌ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ . فَقَالَ لَهُ: لَا بَأْسَ، طَهُورٌ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ. (بخاری: ٣٦١٦)

اس وقت خاص طور سے بیمار کو تسلی دینی ہے۔ اُس کی ہمّت کو بڑھانا ہے۔ اِس لیے گھبرانے کی ضرورت نہیں ہے پوری ہمّت اور جرأت کے ساتھ اِن حالات کا مقابلہ کریں، کسی بھی طرح ہمدردی کے دامن نہ چھوڑیں۔

اللہ ہم سب کو اپنے بھائیوں سے محبت کرنے کی اور اُن کی پریشانیوں میں اُن کے کام آنے کی توفیق نصیب فرمائے۔ آمین۔

عیادت کے آداب

جب کسی بھائی کی عیادت کرنے کے لیے جائیں، تو اِن باتوں کا خاص خیال رکھیں:

اجازت حاصل کرنے کے آداب پر اہتمام سے عمل کریں۔ عَنْ رِبْعِيٍّؓ قَالَ: حَدَّثَنَا رَجُلٌ مِنْ بَنِي عَامِرٍ، أَنَّهُ اسْتَأْذَنَ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ وَهُوَ فِي بَيْتٍ، فَقَالَ: أَلِجُ؟ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ وَسَلَّمَ لِخَادِمِهِ: اخْرُجْ إِلَى هَذَا فَعَلِّمْهُ الِاسْتِئْذَانَ فَقُلْ لَهُ: قُلِ: السَّلَامُ عَلَيْكُمْ، أَأَدْخُلُ؟ فَسَمِعَهُ الرَّجُلُ فَقَالَ: السَّلَامُ عَلَيْكُمْ، أَأَدْخُلُ؟ فَأَذِنَ لَهُ النَّبِيُّ ﷺ، فَدَخَلَ. (ابو داؤد: ٥١٧٧)

قبیلۂ بنو عامر کے ایک شخص نے نبی اکرم ﷺ کے پاس آنے کی اجازت طلب کی، آپ گھر میں تھے تو کہا: "أَلِجُ" (کیا میں اندر آجاؤں)؟ نبی اکرم ﷺ نے اپنے خادم سے فرمایا: کہ "تم اس شخص کے پاس جاؤ اور اسے اجازت لینے کا طریقہ سکھاؤ اور اس سے کہو: "اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ" کیا میں اندر آ سکتا ہوں؟" اُس آدمی نے یہ بات سُن لی اور کہا: "اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ" کیا میں اندر آ سکتا ہوں؟ تو نبی اکرم ﷺ نے اسے اجازت دے دی اور وہ اندر آ گیا۔

اگر کوئی عذر نہ ہو، تو ملاقات کے لیے آنے والے کو منع نہ کریں۔ وَإِنَّ لِـزَوْرِکَ عَلَيْکَ حَقًّا. (صحیح بخاری:-٦١٣٤ عن عبد الله ابن عمروؓ)

بلا اجازت کسی کے گھر میں داخل نہ ہوں

بے وقت کسی سے ملاقات کرنے نہیں جانا چاہیے، اسی طرح بلا اجازت کسی کے گھر میں داخل نہیں ہونا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ نے اس بات کی نصیحت کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: ''اے ایمان والو! اپنے گھروں کے سوا دوسرے گھروں میں اس وقت تک داخل نہ ہو، جب تک اجازت نہ لے لو اور گھر والوں کو سلام نہ کر لو، یہ تمہارے حق میں بہتر ہے، اُمید کہ تم خیال رکھو گے۔'' يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتًا غَيْرَ بُيُوْتِكُمْ حَتّٰى تَسْتَاْنِسُوْا وَ تُسَلِّمُوْا عَلٰٓى اَهْلِهَا ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ (سورۂ نور:٢٧)

مریض سے تسلی کی باتیں کریں۔

نبی کریم ﷺ ایک اعرابی کی عیادت کے لیے تشریف لے گئے۔ آپ ﷺ جب بھی کسی مریض کی عیادت کے لیے تشریف لے جاتے تو فرماتے کوئی حرج نہیں، ان شاء اللہ یہ بخار گناہوں کو دھو دے گا۔ آپ ﷺ نے اس اعرابی سے بھی یہی فرمایا کہ کوئی حرج نہیں ان شاء اللہ۔ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ دَخَلَ عَلَى أَعْرَابِيٍّ يَعُودُهُ. قَالَ: وَكَانَ النَّبِيُّ ﷺ إِذَا دَخَلَ عَلَى مَرِيضٍ يَعُودُهُ قَالَ: لَا بَأْسَ، طَهُورٌ إِنْ شَاءَ اللَّهُ. فَقَالَ لَهُ: لَا بَأْسَ، طَهُورٌ إِنْ شَاءَ اللَّهُ. (بخاری: ٣٦١٦)

مسکراتے ہوئے ملاقات کریں۔

حضرت ابو ذرؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: کہ ''تمہارا اپنے بھائی سے مسکرا کر ملنا، تمہارے لیے صدقہ ہے۔'' عَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: تَبَسُّمُكَ فِي وَجْهِ أَخِيكَ لَكَ صَدَقَةٌ. (سنن ترمذی:١٩٥٦)

گھر کی غیر محرم عورتوں سے نگاہ کی حفاظت کریں

اللہ آنکھوں کی چوری اور دلوں کی چھپی ہوئی باتوں کو بھی جانتے ہیں۔**یَعْلَمُ خَآئِنَةَ الْاَعْیُنِ وَ مَا تُخْفِی الصُّدُوْرُ.** (سورۂ غافر:۱۹)

صاحبِ خانہ کی آپسی باتوں کی طرف کان نہ لگائیں۔

جو لوگ لوگوں کی ایسی باتوں کی طرف کان لگائیں، جو وہ کسی کو بتانا نہیں چاہتے، تو قیامت کے دن ایسے لوگوں کے کانوں میں پگلا ہوا سیسہ ڈالا جائے گا۔۔**عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍؓ قَالَ: قَالَ النَّبِیُّ ﷺ: مَنِ اسْتَمَعَ إِلَی حَدِیْثِ قَوْمٍ وَهُمْ لَهُ کَارِهُوْنَ، صُبَّ فِیْ أُذُنِهِ الْآنُکَ یَوْمَ الْقِیَامَةِ.**(المعجم الکبیر للطبرانی: ۱۱۹۶۰)

اگر آپ کے جانے سے مریض کو تسلّی ہوتی ہو، تو آپ بار بار جا سکتے ہیں، ورنہ ملاقات کے لیے بہت زیادہ نہ جائیں۔**زُرْ غِبًّا تَزْدَدْ حُبًّا.** (شعب الایمان: ۵۷۱/۱۰، رقم: ۸۰۱۶-عن ابی ہریرہؓ)

واپسی پر صاحبِ خانہ سے اجازت لیں۔

جب تم میں سے کوئی اپنے بھائی سے ملاقات کرے، پھر اُس کے پاس بیٹھے، تو اُس کی اجازت کے بغیر واپس نہ ہو۔**إِذَا زَارَ أَحَدُکُمْ أَخَاهُ، فَجَلَسَ عِنْدَهُ فَلَا یَقُوْمَنَّ حَتَّی یَسْتَأْذِنَ.** (صحیح الجامع: ۵۸۳؛ الاحادیث المختارہ: ۲۳۶)

مریض کے پاس زیادہ دیر نہ بیٹھیں۔

تم کمزور ہو گئے، تم بہت دُبلے ہو گئے، تمہارا رنگ بالکل پیلا ہو گیا، اِس طرح کے جملے مریض سے نہ کہیں۔

وہ مریض جس ڈاکٹر یا حکیم کے زیرِ علاج ہو، میرض کے سامنے اُس کی بُرائی نہ کریں۔
مریض کے لیے کوئی مفید مشورہ ہو، تو تیماردار سے کہیں، مریض سے نہ کہیں، مثلاً:

فلاں ڈاکٹر کو دکھائیں یا فلاں دوا یا غذا کا استعمال کرائیں وغیرہ۔

غیر مسلم کی عیادت، اُس تک دین پہنچانے کا ذریعہ

بیمار اگر غیر مسلم ہو، تو کوشش کریں کہ اُس کی بھی عیادت کریں اور مناسب موقع دیکھ کر حکمتِ عملی کے ساتھ اُس کو دین پہنچا دیں، بیماری میں انسان بات کو جلدی قبول کر لیتا ہے؛ چناں چہ حدیث میں آتا ہے کہ نبی کریم ﷺ کے پاس ایک یہودی بچہ آتا تھا، کچھ دن جب وہ نبی کریم ﷺ کے پاس نہیں آیا، تو آپ ﷺ نے اُس کی تحقیق کرائی، تو معلوم ہوا کہ وہ بیمار ہے، نبی کریم ﷺ اُس کی عیادت کرنے کے لیے اُس کے گھر تشریف لے گئے، آپ ﷺ اُس کے سرہانے بیٹھے اور اُس کو اسلام کی دعوت دی: کہ "بیٹا کلمہ پڑھ لو۔" اُس بچے کے والد پاس ہی کھڑے تھے، بچے نے والد کو دیکھا، گویا کہ اُس نے اشارے سے اُس کی رائے معلوم کی، اُس کے والد سمجھ دار تھے، انہوں نے کہا: "بیٹا! محمد (ﷺ) کی بات مان لو۔"؛ چناں چہ اُس بچے نے کلمہ پڑھ لیا اور اسلام قبول کر لیا۔ نبی کریم ﷺ کو اُس سے بہت خوشی ہوئی اور آپ یہ کہتے ہوئے واپس آئے کہ "اللہ نے اُس کو جہنم سے بچا لیا۔" "عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: كَانَ غُلَامٌ يَهُودِيٌّ يَخْدُمُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمَرِضَ، فَأَتَاهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعُودُهُ، فَقَعَدَ عِنْدَ رَأْسِهِ فَقَالَ لَهُ: أَسْلِمْ، فَنَظَرَ إِلَى أَبِيهِ، وَهُوَ عِنْدَهُ، فَقَالَ لَهُ: أَطِعْ أَبَا الْقَاسِمِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَسْلَمَ، فَخَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَقُولُ: الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي أَنْقَذَهُ مِنَ النَّارِ."

(بخاری: ۱۳۵٦؛ مشکوٰۃ: ۱۵۷٤ عن انس)

معلوم ہوا کہ غیر مسلم پڑوس میں رہتے ہوں یا اُن سے کسی طرح کا تعلق ہو، اگر وہ بیمار ہوں یا اُن کے گھر میں کوئی بیمار ہو، تو انسانیت کا تقاضا یہ بھی ہے کہ دین کی دعوت کی نیت سے اُن کی بھی عیادت کرنے جائیں، ایسے وقت میں دل نرم ہوتے ہیں، بات کا اثر جلد قبول کر لیا جاتا ہے، اِس لیے اِس موقع کو ہاتھ سے نہ جانے دیں۔

نزاع کے وقت میّت کے پاس عورتوں کا جمع ہونا

خاتمے کا وقت بڑا نازُک ہوتا ہے، خاتمے ہی کے وقت کا اعتبار ہے۔ علامتوں سے اگر معلوم ہوجائے کہ آخری وقت ہے، تو گھر کے بڑے اور سمجھ دار اُس کے پاس سے بیوی بچوں کو ہٹا دیں، گھر کے یا محلے کے نیک صالح لوگ، لوگوں کو فوراً بُلا کر ذکر اللہ میں لگا دیں اور آہستہ آہستہ کلمے کی تلقین کریں اور سورہ یٰسٓ کی تلاوت میں لگ جائیں، اُن کے سامنے عورتوں اور بچوں اور زندگی میں جس سے اُن کو زیادہ تعلق تھا سامنے نہ کریں؛ تاکہ اُن پر افسوس کرتے ہوئے روح نہ نکلے، یہ مومن کے لیے اچھی بات نہیں۔ بعض لوگ ایسے نازک وقت میں بیوی بچوں کو اُن کے سامنے لاکر کھڑا کردیتے ہیں، یہ بُری بات ہے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ عورتوں کی جماعت (کی نماز) میں کوئی اچھائی نہیں اور نہ اُن کا میّت کے پاس جمع ہونا اچھی بات ہے۔ **"لا خیرَ فی جماعةِ النساءِ إلَّا فی المسجدِ أوْ فی جنازةِ قتیلٍ وفی روایةٍ لَا خیرَ فی جماعةِ النساءِ إلَّا فی مسجدِ جماعةٍ."** (مجمع الزوائد: ۲/ ۳۶ عن أُختی حذیفه خوله بنت یمان)

باوضو موت پر شہادت کا ثواب

جمعے اور رمضان میں مرنے والے کی فضیلت یہ ہے کہ قیامت تک کے لیے اُن کے اوپر سے عذابِ قبر ہٹالیا جاتا ہے۔ **"ما من مسلمٍ یموتُ یومَ الجمعةِ أو لیلةَ الجمعةِ إلَّا وقاه اللهُ فتنةَ القبرِ."** (ترمذی: ۱۰/ ۷۴ عن عبد الله ابن عمرؓ)؛ لیکن یہ فضیلت ہمارے اختیار میں نہیں ہے، اِس لیے نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ "جس کی موت وضو کی حالت میں آئے گی، اُسے بھی شہادت کا درجہ ملے گا۔ **"عن أَنسِ بْنِ مَالِكٍؓ عن النبی ﷺ قال له: یا بُنَیّ، إنِ اسْتَطَعْتَ أَلّا تبیتَ إلّا عَلَى وَضُوءٍ فَافْعَلْ، فَإِنَّهُ مَنْ أَتَاهُ الْمَوْتُ، وَهُوَ عَلَى وَضُوءٍ، أُعْطِيَ الشَّهَادَةَ.** (شعب الایمان: ۳/ ۲۹، رقم: ۲۷۸۳؛ مرقاۃ المفاتیح: ۴/ ۳۷؛ المعجم الاوسط للطبرانی: ۵۹۹۱؛ مسند ابی یعلیٰ: ۳۶۲۴)

کوشش یہ کریں کہ ہر وقت باوضو رہیں اِس لیے نبی کریم ﷺ نے تاکیداً اِس کا حکم دیا ہے اور آپ ﷺ خود بھی ہر وقت باوضو رہا کرتے تھے اور ہمیشہ باوضو رہنے والوں کی تعریف فرمائی ہے، فرمایا: کہ "جو کامل مومن ہوگا، وہی ہمیشہ باوضو رہ سکتا ہے۔" **"وَلَا يُحَافِظُ عَلَى الْوُضُوْءِ إِلَّا مُؤْمِنٌ.** (سنن ابن ماجہ:- ۲۷۷ عن ثوبانؓ)

اسی طرح ایک حدیث میں آپ ﷺ نے فرمایا: کہ "جو مسلمان بھی باوضو ذکر کرتے ہوئے سوتا ہے، پھر رات میں بیدار ہوتا ہے، تو وہ دنیا اور آخرت کی جو چیز بھی اللہ سے مانگے گا، اللہ اُسے ضرور عطاء فرمائیں گے۔" **"عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍؓ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: مَا مِنْ مُسْلِمٍ يَبِيتُ عَلَى ذِكْرٍ طَاهِرًا فَيَتَعَارُّ مِنَ اللَّيْلِ فَيَسْأَلُ اللّٰهَ خَيْرًا مِنَ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ إِلَّا أَعْطَاهُ إِيَّاهُ.** (ابوداؤد:۵۰۴۲)

اِس لیے کوشش کریں کہ دن رات میں جب بھی وضو ٹوٹ جائے، تو فوراً وضو کرلیں۔

میت کو غسل دینے والا، اللہ کے عرش کے سائے میں

آج کل لوگ میّت کو غسل دینے سے کتراتے ہیں؛ حالاں کہ اِس کا بہت بڑا ثواب ہے۔ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ جو میّت کو غسل دے، کوئی عیب دیکھے، تو اُس کو ظاہر نہ کرے، تو وہ گناہوں سے ایسے پاک صاف ہوجاتا ہے جیسے اُس کی ماں نے آج ہی اُسے جنا ہو۔ **"عَنْ عَلِيٍّؓ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: مَنْ غَسَّلَ مَيِّتًا وَكَفَّنَهُ وَحَنَّطَهُ وَحَمَلَهُ وَصَلَّى عَلَيْهِ، وَلَمْ يُفْشِ عَلَيْهِ مَا رَأَى، خَرَجَ مِنْ خَطِيئَتِهِ مِثْلَ يَوْمٍ وَلَدَتْهُ أُمُّهُ."** (ابن ماجہ: ۲/۲۰۱، کتاب الجنائز؛ مجمع الزوائد: ۳/-۲۴ عن عائشہ؛ ابن ماجہ: -۱۴۶۲ عن علی)

ایک روایت میں ہے کہ جو کسی میت کو غسل دے اور اُس کو کفنائے، اُس کے جنازے میں جائے اور دفن کرکے واپس آئے، تو وہ اِس حال میں لوٹے گا کہ اُس کی مغفرت ہوچکی ہوگی۔ **"عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ حُدَيْجٍؓ قَالَ: وَكَانَتْ لَهُ صُحْبَةٌ، مَنْ غَسَّلَ مَيِّتًا وَكَفَّنَهُ**

وَتَبِعَهُ وَوَلِیَ جُثَّتَهُ، رَجَعَ مَغْفُوْرًا لَهُ." (مسند احمد: ۳۰۹۷-عن معاویہ بن خدیجؓ)

نیز ایک روایت میں ہے کہ میت کو غسل دیا اور عیوب کو چھپایا، تو چالیس بار اُس کی مغفرت کردی جاتی ہے۔"مَنْ غَسَّلَ مَیِّتًا فَکَتَمَ عَلَیْهِ غَفَرَ اللّٰهُ لَهُ أَرْبَعِیْنَ مَرَّةً"

(صحیح الترغیب: ۳۴۹۲-عن ابی رافع)

قبر کھودنے والوں کے لیے جنت کا محل

ایک مسلمان کا دوسرے مسلمان پر یہ حق بھی ہے کہ وہ اُس کو دفن کرنے کے لیے قبر کھودے، حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: کہ "جو قبر کھودے گا، اللہ تعالیٰ اُس کے لیے جنت میں ایک محل بنائے گا۔" (مجمع الزوائد: ۲۴/۳)

ایک جگہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ "جس نے میت کے لیے قبر کھودی، اُس کے لیے قیامت تک ایسا ثواب لکھا جائے گا، جیسے اُس نے گھر بنا کر قیامت تک کے لیے کسی غریب کو اُس میں ٹھہرا دیا ہو۔"من غسَّل میتًا فکتم علیه غفر اللهُ له أربعین مرةً، ومن کفَّن میتًا کساه اللهُ من سُندسٍ واستبرقٍ فی الجنَّةِ، ومن حفر لمیت قبرًا فأجنَّه فیه أجری اللهُ له من الأجرِ کأجرِ مَسکنٍ أسکنَه إلی یومِ القیامةِ." (مستدرک للحاکم: ۵۰۵/۱، رقم: ۱۳۰۷-عن ابی رافع)

نیز ایک روایت میں ہے کہ قبر کو کشادہ کھودو، اللہ میت پر کشادگی کردے گا۔"عَنْ الْاَدْرَعِ السُّلَمِیِّ، قَالَ: جِئْتُ لَیْلَةً أَحْرُسُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ،فَإِذَا رَجُلٌ قِرَاءَتُهُ عَالِیَةٌ،فَخَرَجَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ، فَقُلْتُ: یَا رَسُولَ اللّٰهِ، هَذَا مُرَاءٍ، قَالَ: فَمَاتَ بِالْمَدِینَةِ، فَفَرَغُوا مِنْ جِهَازِهِ فَحَمَلُوا نَعْشَهُ، فَقَالَ النَّبِیُّ ﷺ: ارْفُقُوا بِهِ رَفَقَ اللّٰهُ بِهِ،إِنَّهُ کَانَ یُحِبُّ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ ، قَالَ: وَحَفَرَ حُفْرَتَهُ، فَقَالَ: أَوْسِعُوا لَهُ وَسَّعَ اللّٰهُ عَلَیْهِ ، فَقَالَ بَعْضُ أَصْحَابِهِ: یَا رَسُولَ اللّٰهِ لَقَدْ حَزِنْتَ عَلَیْهِ، فَقَالَ: أَجَلْ إِنَّهُ کَانَ یُحِبُّ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ." (صحیح الترغیب: ۳۴۹۲؛ ابن ماجہ: ۱۵۵۹-عن ادرع سلمی)

میں ایک رات آیا، اور میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پہرہ داری کیا کرتا تھا، ایک شخص بلند آواز سے قرآن پڑھ رہا تھا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم باہر نکلے، میں نے عرض کیا: اللہ کے رسول! یہ تو ریا کار معلوم ہوتا ہے، پھر اس کا مدینہ میں انتقال ہو گیا، جب لوگ اس کی تجہیز و تکفین سے فارغ ہوئے، تو لوگوں نے اس کی لاش اٹھائی تب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کے ساتھ نرمی کرو، اللہ تعالیٰ بھی اس کے ساتھ نرمی کرے، یہ اللہ اور اس کے رسول سے محبت رکھتا تھا، ادرع رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اس کی قبر کھودی گئی، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کی قبر کشادہ کرو، اللہ اس پر کشادگی کرے، یہ سن کر بعض صحابہ نے عرض کیا: اللہ کے رسول! کیا اس کی وفات پر آپ کو غم ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں، یہ اللہ اور اس کے رسول سے محبت رکھتا تھا۔

اِس لیے ہر شخص کو چاہیے کہ جس طرح ممکن ہو، وہ قبر کھودنے میں حصہ لے اور قبر کھودنے والے حضرات بھی اِس کو دین سمجھ کر خوش دلی سے انجام دیں۔

نمازِ جنازہ، مومن بھائی کی سفارش کی باوقار شکل

ایک مسلمان کا دوسرے مسلمان پر ایک اہم حق یہ بھی ہے کہ جب وہ مر جائے، تو اُس کی نمازِ جنازہ پڑھے۔ "عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ , يَقُولُ: حَقُّ الْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ خَمْسٌ: رَدُّ السَّلَامِ، وَعِيَادَةُ الْمَرِيضِ، وَاتِّبَاعُ الْجَنَائِزِ، وَإِجَابَةُ الدَّعْوَةِ، وَتَشْمِيتُ الْعَاطِسِ، تَابَعَهُ عَبْدُ الرَّزَّاقِ، قَالَ: أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، وَرَوَاهُ سَلَامَةُ بْنُ رَوْحٍ، عَنْ عُقَيْلٍ." (صحیح بخاری:- ۱۲٤۰ عن ابی ھریرہ)

مسلمان پر پانچ حق ہیں (۱) سلام کا جواب دینا، (۲) مریض کا مزاج معلوم کرنا، (۳) جنازے کے ساتھ چلنا، (۴) (اگر کوئی خلافِ شرع کام نہ ہو رہا ہو، تو) دعوت قبول کرنا اور (۵) چھینک پر (اس کے الحمدللہ کے جواب میں) یَرْحَمُکَ اللہ کہنا۔

نمازِ جنازہ اللہ کی بارگاہ میں اپنے مومن بھائی کی سفارش کی ایک باوقار شکل ہے، سو لوگ اگر اپنے بھائی کی نماز میں شریک ہوں اور اُس کے لیے مغفرت کی دعا کریں، تو اللہ اِن کی سفارش پر اُس میت کی مغفرت فرمادیتے ہیں۔ "عَنْ عَائِشَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ مَا مِنْ مَيِّتٍ تُصَلِّي عَلَيْهِ أُمَّةٌ مِنَ الْمُسْلِمِينَ يَبْلُغُونَ مِائَةً كُلُّهُمْ يَشْفَعُونَ لَهُ إِلَّا شُفِّعُوا فِيهِ." (مسلم: ۹۴۰)

مغفرت کے بعد مُردے پر اللہ کی طرف سے انعامات کا سلسلہ شروع ہوتا ہے، اُن میں سب سے پہلا انعام یہ ہوتا ہے کہ اُس کے پیچھے نمازِ جنازہ پڑھنے والوں کی بھی مغفرت کر دی جاتی ہے۔ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: إِنَّ أَوَّلَ مَا يُجَازَى بِهِ الْعَبْدُ الْمُؤْمِنُ بَعْدَ مَوْتِهِ أَنْ يُغْفَرَ لِجَمِيعِ مَنْ تَبِعَ جَنَازَتَهُ. (الترغیب والترھیب: ۵۳۲۲)

نیز ایک روایت میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا: کہ ایک نمازِ جنازہ پڑھنے والے کو ایک اُحُد پہاڑ کی برابر ثواب ملتا ہے اور جو قبرستان جاتا ہے، اُس کو دو احد پہاڑ کے برابر ثواب ملتا ہے۔ "عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ، قَالَ: مَنِ اتَّبَعَ جَنَازَةَ مُسْلِمٍ إِيمَانًا وَاحْتِسَابًا وَكَانَ مَعَهُ حَتَّى يُصَلَّى عَلَيْهَا وَيَفْرُغَ مِنْ دَفْنِهَا، فَإِنَّه يَرْجِعُ مِنَ الْأَجْرِ بِقِيرَاطَيْنِ كُلُّ قِيرَاطٍ مِثْلُ أُحُدٍ، وَمَنْ صَلَّى عَلَيْهَا ثُمَّ رَجَعَ قَبْلَ أَنْ تُدْفَنَ، فَإِنَّهُ يَرْجِعُ بِقِيرَاطٍ. (بخاری: ۴۷)

معلوم ہوا کہ نہ صرف یہ کہ نمازِ جنازہ سے میّت کو فائدہ پہنچتا ہے؛ بلکہ خود نمازِ جنازہ پڑھنے والے بھی سعادت سے محروم نہیں رہتے، اِس لیے کوشش کرنا چاہیے کہ نمازِ جنازہ میں شریک ہوں اور قبرستان بھی جائیں، چاہے وہ اپنا قریبی رشتے دار ہو یا نہ ہو۔

بے حیائی، بیماریوں کا سبب

نبی کریم ﷺ نے ایک مرتبہ مہاجرین سے فرمایا: کہ "اگر تم پانچ باتوں میں مبتلا ہو گئے، تو تم ہلاک ہوجاؤ گے۔" جس میں ایک سے یہ بھی ہے: کہ "جس قوم میں برسرِ عام بے حیائی کی جائے گی، تو اُن میں طاعون اور ایسی بیماریاں پھیل جائیں گی، جو اِن کے گذرے ہوئے لوگوں میں نہ رہی ہوں گی۔" عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ: أَقْبَلَ عَلَيْنَا رَسُولُ

اللّٰہِ ﷺ، فَقَالَ: یَا مَعْشَرَ الْمُهَاجِرِينَ، خَمْسٌ إِذَا ابْتُلِيتُمْ بِهِنَّ، وَأَعُوذُ بِاللّٰهِ أَنْ تُدْرِكُوهُنَّ: لَمْ تَظْهَرِ الْفَاحِشَةُ فِي قَوْمٍ قَطُّ حَتَّى يُعْلِنُوا بِهَا إِلَّا فَشَا فِيهِمُ الطَّاعُونُ، وَالْأَوْجَاعُ الَّتِي لَمْ تَكُنْ مَضَتْ فِي أَسْلَافِهِمُ الَّذِينَ مَضَوْا، وَلَمْ يَنْقُصُوا الْمِكْيَالَ وَالْمِيزَانَ إِلَّا أُخِذُوا بِالسِّنِينَ وَشِدَّةِ الْمَئُونَةِ وَجَوْرِ السُّلْطَانِ عَلَيْهِمْ، وَلَمْ يَمْنَعُوا زَكَاةَ أَمْوَالِهِمْ إِلَّا مُنِعُوا الْقَطْرَ مِنَ السَّمَاءِ، وَلَوْلَا الْبَهَائِمُ لَمْ يُمْطَرُوا، وَلَمْ يَنْقُضُوا عَهْدَ اللّٰهِ وَعَهْدَ رَسُولِهِ إِلَّا سَلَّطَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ عَدُوًّا مِنْ غَيْرِهِمْ، فَأَخَذُوا بَعْضَ مَا فِي أَيْدِيهِمْ، وَمَا لَمْ تَحْكُمْ أَئِمَّتُهُمْ بِكِتَابِ اللّٰهِ، وَيَتَخَيَّرُوا مِمَّا أَنْزَلَ اللّٰهُ إِلَّا جَعَلَ اللّٰهُ بَأْسَهُمْ بَيْنَهُمْ.

(سنن ابن ماجه:٤٠١٩؛ الترغيب والترهيب: ٤/٧٧)

رسول اللہ ﷺ نے ہماری طرف متوجہ ہوکر فرمایا: مہاجرین کی جماعت! پانچ باتیں ہیں جب تم ان میں مبتلا ہو جاؤ گے، اور میں اللہ کی پناہ چاہتا ہوں اس بات سے کہ تم اس میں مبتلا ہو، (وہ پانچ باتیں یہ ہیں):

پہلی یہ کہ جب کسی قوم میں علانیہ فحش (فسق وفجور اور زنا کاری) ہونے لگ جائے، تو ان میں طاعون اور ایسی بیماریاں پھوٹ پڑتی ہیں جو ان سے پہلے کے لوگوں میں نہ تھیں۔

دوسری یہ کہ جب لوگ ناپ تول میں کمی کرنے لگ جاتے ہیں تو وہ قحط، معاشی تنگی اور اپنے حکمرانوں کی زیادتی کا شکار ہو جاتے ہیں۔

تیسری یہ کہ جب لوگ اپنے مالوں کی زکاۃ ادا نہیں کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ آسمان سے بارش کو روک دیتا ہے، اور اگر زمین پر چوپائے نہ ہوتے تو آسمان سے پانی کا ایک قطرہ بھی نہ گرتا۔

چوتھی یہ کہ جب لوگ اللہ اور اس کے رسول کے عہد و پیمان کو توڑ دیتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان پر ان کے علاوہ لوگوں میں سے کسی دشمن کو مسلط کر دیتا ہے، وہ جو کچھ ان کے پاس ہوتا ہے چھین لیتا ہے۔

پانچویں یہ کہ جب ان کے حکمراں اللہ تعالیٰ کی کتاب کے مطابق فیصلے نہیں کرتے، اور اللہ نے جو نازل کیا ہے اس کو اختیار نہیں کرتے ،تو اللہ تعالیٰ ان میں پھوٹ اور اختلاف ڈال دیتا ہے۔

ظاہر ہے کہ اسلام جیسا پاکیزہ مذہب کسی بھی طرح کی بے حیائی کو کبھی برداشت نہیں کر سکتا؛ چناں چہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:"اے پیغمبر! آپ فرما دیجیے کہ میرے رب نے کھلی اور چھپی تمام بے حیائی کی باتوں کو حرام قرار دیا ہے۔""قُلْ اِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّیَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَ الْاِثْمَ وَالْبَغْیَ بِغَیْرِ الْحَقِّ وَاَنْ تُشْرِكُوْا بِاللّٰهِ مَا لَمْ یُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطٰنًا وَّاَنْ تَقُوْلُوْا عَلَی اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ." (سورۂ اعراف: ۳۳)

ایک روایت میں نبی کریم ﷺ نے عربوں کو للکارتے ہوئے فرمایا: کہ "اے عرب کے بدکاروں! مجھے تمہارے بارے میں سب سے بڑا ڈر، زنا اور پوشیدہ شہوت کا ہے۔"یا بغایا العرَبِ إنَّ من أخوَفَ ما أخافُ عليكمُ الزِّنا والشَّهوةُ الخَفِيَّةُ.(الترغیب: ۳۶۴۳)

یعنی یہ ایسی خطرناک لت ہے، جس سے پورا معاشرتی نظام تباہ و برباد ہو جاتا ہے اور گھر گھر میں فتنہ اور فساد اور خون خرابے کی نوبت آ جاتی ہے، حتیٰ کہ نسلیں تک تباہ ہو جاتی ہیں، موجودہ دور میں جو خطرناک بیماریاں پوری دنیا میں عام ہیں، اِس طرح کی بیماریوں سے بچنے کے لیے ہمیں اِن بے حیائیوں سے اپنے آپ کو بچانا پڑے گا۔

اللہ پوری امت کی حفاظت فرمائے۔آمین۔

بے حیائی کی روک تھام کے لیے مضبوط انتظامات

اسلام ہی دینا میں وہ واحد مذہب ہے، جس نے پوری سنجیدگی کے ساتھ فطرت کا خیال رکھتے ہوئے بے حیائی پر روک تھام کے لیے مؤثر اور سو فیصد نظام، دنیا کے سامنے پیش کیا ہے، جب کہ دیگر مذاہب سے وابستہ لوگ فحاشیت کے خلاف زبانی جمع خرچ تو کرتے ہیں؛ مگر بے حیائی کو روکنے کا عملی نظام اُن کے یہاں نہیں ہے، شریعتِ اسلامی نے دنیا سے

بے حیائی کو مٹانے کے لیے مضبوط انتظامات فرمائے ہیں، اُن کا اگر خلاصہ کیا جائے، تو چند چیزوں میں اُس کو سمیٹا جا سکتا ہے: قرآن و حدیث میں وعدو وعید کے ذریعے ذہن سازی کی گئی ہے، عورتوں کو بلاضرورت گھر سے باہر نکلنے پر روک تھام کی گئی ہے، عورتوں کو پردے کا حکم دیا گیا ہے، اجنبی مردوں اور عورتوں کے لیے نظریں جھکائے رکھنے کا حکم دیا گیا ہے، اجنبی مرد اور عورت میں تنہائی کی منادی کی گئی ہے، اجنبی مرد اور عورت کے ایک ساتھ سفر کرنے کو منع کیا گیا ہے، اجنبی مرد اور عورت کے درمیان نرم اور بے تکلف گفتگو کو منع کیا گیا ہے، حلال راستہ اپنانے کے لیے نکاح کرنے کی تاکید کی گئی ہے، فواحش کی نشر و اشاعت کی ممانعت کی گئی ہے، زنا کے ثبوت پر سخت سزائیں دی گئی ہیں۔

دنیا کا تجربہ ہے کہ جب اور جہاں عفّت کے تحفظ کا مذکورہ نظام نافذ کیا گیا ہے، وہاں پاکیزگی اور پاک بازی کے ایسے خوش نما مناظر دیکھنے کو ملے کہ دنیا حیرت زدہ ہوگئی۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اِس طرح کا نظام دنیا میں نافذ کرنے کی توفیق نصیب فرمائے۔ آمین۔

زنا کی نحوست

ہمارے آقا جنابِ رسول اللہ نے بے شمار احادیث میں بے حیائی اور بدکاری کے بارے میں بہت سخت وعیدیں ارشاد فرمائی ہیں، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: کہ "زنا کار، زنا کرتے وقت مومن نہیں رہتا۔" عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: لَا يَزْنِي الزَّانِي حِينَ يَزْنِي وَهُوَ مُؤْمِنٌ.

(بخاری: ۳۲۶/۱، رقم: ۲٤۷۵)

- نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "زانی مومن رہتے ہوئے زنا نہیں کرسکتا۔"

اِس روایت کی تشریح کرتے ہوئے علماء نے مختلف اقوال بیان فرمائے ہیں:

- گناہ کی وجہ انسان، مومنِ کامل نہیں رہتا۔
- گناہ کی حالت میں نورِ ایمانی (یعنی گناہ سے بچانے پر آمادہ کرنے والی ایمانی

کیفیت) سے انسان محروم ہو جاتا ہے، وہ شخص اگر چہ اخروی اعتبار سے مومن ہے؛ لیکن دنیا میں اُس سے "مومن" کا معزز لقب ہٹالیا جاتا ہے۔

○ ایمان کی صورتِ مثالیہ نکل کر زنا کار کے سر پر سائے کی طرح ہو جاتی ہے اور عملِ بد کے بعد پھر لوٹ آتی ہے۔(شرح نووی علیٰ مسلم: ۵٦/۱)

اللہ تعالیٰ ہمیں ہر طرح کی بدکاری اور بے حیائی سے محفوظ فرمائے اور دنیا میں اِس وقت اِن بدعملیوں کے نتیجے میں جو بیماریاں اور مصیبتیں آئی ہوئی ہیں، اللہ تعالیٰ اِن سے ہم سب کی حفاظت فرمائے۔آمین۔

زنا کی سزا

زنا کی سزا بیان کرتے ہوئے نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ "اخیر رات میں اللہ کی طرف سے منادی آواز لگاتا ہے، اُس وقت میں جو انسان بھی اللہ سے دعا کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اُس کو ضرور قبول فرماتے ہیں؛ لیکن زنا کاری اور بدکاری میں مبتلا شخص اور ظالم، یہ دو لوگ ایسے ہیں کہ اِن کی دعا ایسے مقبول وقت میں بھی قبول نہیں ہوتی۔" "تُفْتَحُ أَبْوَابُ السَّمَاءِ نِصْفَ اللَّيْلِ فَيُنَادِي مُنَادٍ: هَلْ مِنْ دَاعٍ فَيُسْتَجَابَ لَهُ؟ هَلْ مِنْ سَائِلٍ فَيُعْطَى؟ هَلْ مِنْ مَكْرُوبٍ فَيُفَرَّجَ عَنْهُ؟ فَلا يَبْقَى مُسْلِمٌ يَدْعُو بِدَعْوَةٍ إِلا اسْتَجَابَ اللّٰهُ لَهُ إِلا زَانِيَةٌ تَسْعَى بِفَرْجِهَا أَوْ عَشَّارٌ. (المعجم الكبير: ۵۹/۹؛ المعجم الاوسط: ۱۵٤/۳؛ مجمع الزوائد: ۱۵٦/۱۰)

اِس حدیث سے معلوم ہوا کہ زنا کاری ایسی نحوست ہے، جو دعا کی قبولیت میں بڑی رکاوٹ بنی رہتی ہے اور مقبول مقامات اور مقبول اوقات میں بھی زانی کے لیے قبولیت کے دروازے بند ہو جاتے ہیں۔

ایک روایت میں نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ "تین آدمیوں سے قیامت میں اللہ تعالیٰ نہ تو گفتگو فرمائیں گے اور نہ انہیں گناہوں سے پاک فرمائیں گے: (۱) بوڑھا

زنا کار، (۲) جھوٹا بادشاہ اور (۳) غریب متکبر۔"" عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ثَلَاثَةٌ لَا يُكَلِّمُهُمُ اللهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَا يُزَكِّيهِمْ – قَالَ أَبُو مُعَاوِيَةَ: وَلَا يَنْظُرُ إِلَيْهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ: شَيْخٌ زَانٍ، وَمَلِكٌ كَذَّابٌ، وَعَائِلٌ مُسْتَكْبِرٌ." (مسلم: ۷۱/۱، رقم: ۲۹٦)

ویسے تو زنا ہر حالت میں حرام ہے، خواہ جوانی کی حالت ہو یا بڑھاپے کی؛ لیکن خاص طور پر حدیث میں بوڑھے زنا کار پر لعنت کی گئی ہے، اِس کی وجہ یہ ہے کہ بڑھاپے میں عموماً جذبات ٹھنڈے ہو جاتے ہیں، اعضاء کمزور پڑ جاتے ہیں اور ساتھ میں عقل اور تجربہ اور عمل کے انجام کو جاننے کے اعتبار سے بھی وہ نوجوانوں کے مقابلے میں زیادہ باخبر ہوتا ہے، اُس کے باوجود ایسے شخص سے زنا کا صدور، اُس کی طبعی خباثت کی دلیل ہے، اِسی بنا پر اُسے ملعون قرار دیا گیا ہے۔

زنا کاروں کی بدبو سے جہنمیوں کو تکلیف

ایک روایت میں نبی کریم ﷺ زنا کی سنگینی بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں: کہ "ساتوں آسمان اور ساتوں زمینیں بوڑھے زنا کار پر لعنت کرتی ہیں اور بدکار عورتوں کی شرم گاہوں کی بدبو سے خود جہنمیوں کو بھی تکلیف ہوگی۔"عَنْ بُرَيْدَةَ أَنَّ السَّماواتِ السبعَ والأرضينَ السبعَ لَتَلْعَنُ الشَّيْخَ الزَّانِيَ وإِنَّ فُرُوجَ الزُّنَاةِ لَيُؤْذِيْ أَهْلَ النَّارِ نَتْنُ رِيْحِهِ. (الترغيب:ص ۵۲۰، رقم: ۳٦۵۹؛ مجمع الزوائد: ۲۵۸/٦)

نیز ایک حدیث میں شراب پینے والے کی سزا بیان کرتے ہوئے نبی کریم ﷺ نے فرمایا: کہ اُنہیں "نہرِ غوطہ" سے پانی پلایا جائے گا اور اُس نہر کی حقیقت بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ ایسی نہر ہے، جو زنا کار عورتوں کی شرم گاہوں سے نکلتی ہے، جن کی شرم گاہوں کی بدبو، خود اہلِ جہنم کے لیے بھی تکلیف کا سبب ہوگی۔عَنْ اَبِیْ مُوْسٰی یَعْنِی الْاَشْعَرِیِّ أَنَّ النَّبِیَّ ﷺ قَالَ: ثَلَاثَةٌ لَا یَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ مُدْمِنُ خَمْرٍ وَقَاطِعُ رَحِمٍ وَمُصَدِّقٌ بِالسِّحْرِ وَمَنْ مَاتَ مُدْمِنًا لِلْخَمْرِ

سَقَاهُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ مِنْ نَهرِ الْغُوطَةِ. قِيلَ: وَمَا نَهرُ الْغُوطَةِ؟ قَالَ: نَهْرٌ يَجْرِي مِنْ فُرُوجِ الْمُومِسَاتِ يُؤْذِي أَهْلَ النَّارِ رِيحُ فُرُوجِهِمْ. (مسند احمد: ١٩٥٦٩)

سیدنا ابوموسیٰ اشعریؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: تین آدمی جنت میں داخل نہیں ہوں گے، ہمیشہ شراب نوشی کرنے والا، قطع رحمی کرنے والا اور جادو کی تصدیق کرنے والا اور جو ہمیشہ شراب نوشی کرتے ہوئے فوت ہوگا، اسے اللہ تعالیٰ "غوطہ نہر" سے پلائیں گے۔ کسی نے کہا: "غوطہ نہر" کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: یہ نہر بدکار عورتوں کی شرمگاہوں سے جاری ہوگی، ان کی شرمگاہوں کی بدبو سے دوزخی بھی اذیت میں ہوں گے۔

عموماً زنا کار عورتیں، میک اَپ اور خوشبو کا استعمال کر کے لوگوں کو اپنی طرف راغب کرتی ہیں، تو جہنم میں اُس کے برعکس اُن کو سراپہ بدبودار بنا دیا جائے گا، حتیٰ کہ اُن سے اُٹھنے والی سڑاند سے جہنمی بھی عاجز ہوں گے اور یہ بدبو اُن کے لیے مستقل عذاب بن جائے گی۔

اللہ ہم سب کی حفاظت فرمائے۔ آمین۔

زنا، فقر و محتاجی کا سبب

زنا کی نحوست بیان کرتے ہوئے نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں کہ جب بھی کسی قوم میں زنا کاری اور سودخوری کی کثرت ہوگی، تو وہ اپنے آپ کو اللہ کے عذاب کا مستحق بنا لے گی۔ "إِذَا ظَهَرَ الزِّنَا وَالرِّبَا فِي قَرْيَةٍ فَقَدْ أَحَلُّوا بِأَنْفُسِهِمْ عَذَابَ اللّٰهِ. (الترغيب: ص ٥٣١، رقم: ٣٦٦٤)

آپ ﷺ نے فرمایا: کہ "گناہ کی وجہ سے انسان رزق سے محروم کر دیا جاتا ہے۔" "عَنْ ثَوْبَانَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: إِنَّ الرَّجُلَ لَيُحْرَمُ الرِّزْقَ بِالذَّنْبِ يُصِيبُهُ." (مسند احمد: ٢٢٣٨٦)

اور زنا بھی ایک عظیم گناہ ہے، اِس سے انسان کا رزق روک دیا جاتا ہے اور کچھ ملتا بھی ہے، تو اُس کی برکت ختم ہو جاتی ہے۔

حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: کہ زنا سے فقر و محتاجگی آ جاتی ہے۔"الزِّنَا یُورِثُ الفَقرَ" (سنن دار قطنی: ۲۲۶)

اور ایک روایت میں ہے کہ میری امّت اُس وقت تک برابر خیر میں رہے گی، جب تک اُن میں حرام اولاد کی کثرت نہ ہو اور جب اُن میں حرام اولاد کی کثرت ہو جائے گی، تو عنقریب اللہ انہیں عمومی عذاب میں مبتلا کر دیں گے۔"لَا تَزَالُ أُمَّتِي بِخَيْرٍ مَا لَمْ يَفْشُ فِيهِمْ وَلَدُ الزِّنَى، فَإِذَا فَشَا فِيهِمْ وَلَدُ الزِّنَى، فَيُوشِكُ أَنْ يَعُمَّهُمُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ بِعِقَابٍ." (مسند احمد: ۲۶۸۳۰)

معلوم ہوا کہ جب قوم کے اندر بے حیائی اور بدکاری عام ہو جائے گی، تو اللہ تعالیٰ اُن میں ایسی بیماریاں پھیلا دیں گے، جو اُن سے پہلے لوگوں میں نہ پائی جاتی ہوں گی، جیسے آپ اِس وقت کورونا وغیرہ سن رہے ہیں، پوری امّت اِن سے پریشان ہے، اِس طرح کی بیماریوں سے بچنے کے لیے ہمیں اپنے معاشرے سے اِن بے حیائیوں کو ختم کرنا پڑے گا اور یاد رکھیں! اُس کے لیے جو حلال راستے ہیں اُن کو آسان کیے بغیر اِس کی روک تھام ممکن نہیں۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو سچا پکا ایمان نصیب فرمائے اور ہر طرح کی بے حیائیوں سے محفوظ فرمائے۔ آمین۔

نظریں جھکائے رکھیں

زنا سے بچنے کی تدبیر بیان کرتے ہوئے قرآن کریم میں مردوں اور عورتوں کو اپنی نظروں اور شرم گاہوں کی حفاظت کا حکم دیا گیا ہے؛ چناں چہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: کہ "آپ اِن ایمان والوں سے کہہ دیجیے کہ یہ اپنی نظریں نیچی رکھیں اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں۔"قُلْ لِلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ ذٰلِكَ اَزْكٰى لَهُمْ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌ بِمَا يَصْنَعُوْنَ." (سورۂ نور: ۳۰)

یہ آیت خود بتا رہی ہے کہ جب تک نظر محفوظ نہ ہو اور شرم گاہ کی حفاظت کی ضمانت

نہ ہو، اُس وقت تک انسان بے حیائی اور بدکاری سے نہیں بچ سکتا۔ بے حیائی پر بند اُسی وقت لگ سکتا ہے، جب بدنظری پر روک لگائی جائے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا: کہ "تم لوگ اپنی نگاہوں کو نیچی رکھو اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرو، ورنہ اللہ تعالیٰ تمہارے چہروں کو بے نور بنادیں گے۔"**"تسوُّنَّ الصُّفوفَ أو لتطمسنَّ الوجوهُ ولتُغمِضُنَّ أبصارَكم أو لَتُخطَفَنَّ أبصارُكم."** (مسند احمد:-۲۲۲۵عن ابی امامةؓ؛ الترغیب: ۲۵/۳؛ مجمع الزوائد: ۹۳/۲)

ایک روایت میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا: کہ "نظرِ بد، شیطان کے تیروں میں سے ایک زہر میں بجھا ہوا تیر ہے، جو اُسے میرے (اللہ کے) ڈر سے چھوڑ دے، تو میں اُسے ایسا ایمان عطا کروں گا، جس کی چاشنی وہ اپنی دل میں محسوس کرے گا۔"**"النظرةُ سهمٌ مسمومٌ من سهامِ إبليسَ من تركه خوفًا من اللهِ آتاهُ اللهُ إيمانًا يجدُ حلاوتَه في قلبِه."** (الترغیب: ۲۵/۳؛ مجمع الزوائد: ۹۳/۲)

تو نظر کی حفاظت کے بغیر معاشرے میں بدکاری پر بند نہیں لگ سکتا اور اُس کے لیے دوسرا حکم یہ دیا گیا کہ عورتیں پردوں میں رہیں، جب عورتیں گھر سے نہیں نکلیں گی، تو بدنظری کا خطرہ ہی نہیں ہوگا، اِس لیے عورتوں کو یہ حکم دیا گیا کہ وہ اپنے گھروں میں اطمینان سے رہیں۔"**وَقَرْنَ فِيْ بُيُوْتِكُنَّ.**" (سورۂ احزاب: ۳۳)

اللہ تعالیٰ ہمیں ہر طرح کی بدکاری اور بے حیائی سے محفوظ فرمائے اور اُس کے جو جائز راستے ہیں اُن کو معاشرے میں عام کرنے کے لیے مسلسل محنت کرنے کی توفیق نصیب فرمائے۔ آمین۔

مہلک بیماریوں کا سبب

موجودہ دور میں بے حیائیوں اور بدکاریوں کے نتیجے میں ایسے خطرناک اور لا علاج امراض جنم لے چکے ہیں، جن کا اِس سے پہلے کبھی نام بھی نہیں سنا گیا تھا، میڈیکل سائنس کی ہزار ترقیوں کے باوجود ابھی تک اِن جان لیوا بیماریوں کا علاج دریافت نہیں ہو پایا، آج ہر

طرف " کورونا" نامی بیماری کا شور ہے، پوری امّت اِس کے تصوّر سے سہمی ہوئی ہے؛ لیکن اِس کے روک تھام کے لیے جتنی بھی کوششیں کی جا رہی ہیں، وہ سب بے سود ثابت ہو رہی ہیں اور نبی کریم ﷺ کے اِس ارشاد کی پوری تصدیق ہو رہی ہے کہ جب معاشرے میں بے حیائیاں اور بدکاریاں عام ہو جائیں گی، تو ایسی لاعلاج بیماریاں دنیا میں پیدا ہوں گی، جن کا تمہارے اباؤ اجداد نے نام بھی نہیں سنا ہوگا۔"عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ: أَقْبَلَ عَلَيْنَا رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ، فَقَالَ: يَا مَعْشَرَ الْمُهَاجِرِينَ، خَمْسٌ إِذَا ابْتُلِيتُمْ بِهِنَّ، وَأَعُوذُ بِاللّٰهِ أَنْ تُدْرِكُوهُنَّ: لَمْ تَظْهَرِ الْفَاحِشَةُ فِي قَوْمٍ قَطُّ حَتَّى يُعْلِنُوا بِهَا إِلَّا فَشَا فِيهِمُ الطَّاعُونُ، وَالْأَوْجَاعُ الَّتِي لَمْ تَكُنْ مَضَتْ فِي أَسْلَافِهِمُ الَّذِينَ مَضَوْا." (ابن ماجہ: ۴۰۱۹)

اگر معاشرے میں بے حیائیوں اور ناجائز جنسی تعلقات کا چلن رہے گا، تو ایسے جان لیوا اور ناقابلِ علاج امراض، حدیث بالا کی پیش گوئیوں کے مطابق یقیناً پائے جاتے رہیں گے، اِس لیے بے حیائی کے تمام سوراخوں کو بند کیا جائے اور ڈھکی چھپی اور ظاہری بے حیائیوں کو بدترین جرم قرار دے کر معاشرے سے اُن کی جڑوں کو اکھیڑ دیا جائے۔

ہمّت نہ ہاریں

دشمنانِ اسلام کی فتنہ انگیزی اور ظلم وستم سے گھبرا کر بے ہمتی نہ دکھائیں اور بے رحموں سے رحم کی بھیک مانگنے کی ذلت سے کبھی اپنی ملّی زندگی کو داغ دار نہ کریں؛ بلکہ اِس پر قابو پانے کے لیے کمرِ ہمّت باندھیں۔جس کی وجہ سے ہمارے اندر بُزدلی پیدا ہو رہی ہے اور دشمنانِ اسلام کو ہم پر ستم ڈھانے اور حملہ کرنے کی جرأت پیدا ہو رہی ہے،غور کرنے کی بات ہے کہ آخر اِس کی کیا وجہ ہے؟اِس مرض کی نشان دہی کرتے ہوئے ہمارے آقا جناب رسول اللہ ﷺ ارشاد فرمایا: کہ دو خرابیاں امت میں پیدا ہو جائیں گی: امّت کے اندر دنیا کی محبت پیدا ہو جائے گی اور موت سے نفرت پیدا ہو جائے گی۔"عَنْ ثَوْبَانَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: يُوشِكُ الْأُمَمُ أَنْ تَدَاعَى عَلَيْكُمْ كَمَا تَدَاعَى الْأَكَلَةُ إِلَى قَصْعَتِهَا."

فَقَالَ قَائِلٌ : وَمِنْ قِلَّةٍ نَحْنُ يَوْمَئِذٍ؟ قَالَ: بَلْ أَنْتُمْ يَوْمَئِذٍ كَثِيرٌ، وَلَكِنَّكُمْ غُثَاءٌ كَغُثَاءِ السَّيْلِ، وَلَيَنْزِعَنَّ اللّٰهُ مِنْ صُدُورِ عَدُوِّكُمُ الْمَهَابَةَ مِنْكُمْ، وَلَيَقْذِفَنَّ اللّٰهُ فِي قُلُوبِكُمُ الْوَهْنَ ." فَقَالَ قَائِلٌ : يَا رَسُولَ اللّٰهِ، وَمَا الْوَهْنُ؟ قَالَ: حُبُّ الدُّنْيَا وَكَرَاهِيَةُ الْمَوْتِ." (ابو داؤد: ٤٢٩٧؛ مشكوٰة المصابيح: ٥٢٩٨عن ثوبان)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قریب ہے کہ دیگر قومیں تم پر ایسے ہی ٹوٹ پڑیں جیسے کھانے والے پیالوں پر ٹوٹ پڑتے ہیں تو ایک کہنے والے نے کہا: کیا ہم اس وقت تعداد میں کم ہوں گے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نہیں، بلکہ تم اس وقت بہت ہوگے، لیکن تم سیلاب کی جھاگ کے مانند ہوگے، اللہ تعالیٰ تمہارے دشمن کے سینوں سے تمہارا خوف نکال دے گا، اور تمہارے دلوں میں وہن ڈال دے گا تو ایک کہنے والے نے کہا: اللہ کے رسول! وہن کیا چیز ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: یہ دنیا کی محبت اور موت کا ڈر ہے۔

معلوم ہوا کہ جب یہ دو خرابیاں امت میں پیدا ہو جائیں گی، تو مسلمانوں کی اجتماعیت پارہ پارہ ہوجائے گی اور اُن کے اوپر دشمنانِ اسلام مسلّط ہو جائیں گے۔

اگر ہمیں اپنی کھوئی ہوئی عزّت، رعب و دبدبہ اور وقار واپس چاہیے، تو پوری امت کو اِن دونوں خرابیوں سے اپنے آپ کو بچانا ہوگا اور ہر شخص کو یہ سمجھنا ہوگا کہ دنیا مقدّر سے زیادہ ہاتھ نہیں آئے گی، چاہے کچھ کرلیا جائے، تو اِس کے لیے غلط طریقے کیوں؟ اور آدمی وقت سے پہلے مر نہیں سکتا، تو موت کا ڈر کیوں؟ موت کو آگے بڑھ کر گلے لگانا سیکھیے۔ اللہ ہمیں شہادت کی موت نصیب فرمائے۔ آمین۔

۲۷ر رمضان المبارک سن ۱۴۴۲ھ میں بیت المقدس میں عین تراویح کے وقت اسرائیلیوں کی طرف سے حملہ ہوا، جس میں فلسطینی بھائی شہید ہوئے۔ اپنے فلسطینی بھائیوں کے اِس واقعے سے گھبرایئے نہیں، ظلم جس قدر بڑھ رہا ہے، ان شاء اللہ اتنی ہی تیزی سے اللہ کی مدد آئے گی اور اِن مجاہدوں کی قربانیاں رنگ لائیں گی، اللہ تعالیٰ ہمارے فلسطینی بھائیوں کی حفاظت اور پوری پوری مدد فرمائے اور ظالموں کو ہدایت عطا فرمائے۔ آمین۔

حق کی حمایت

حالات کتنے ہی خطرناک ہوں، حق کی حمایت میں کبھی کوتاہی نہ کیجیے، حق کی حمایت میں جان دے دینا، اِس سے کہیں بہتر ہے کہ آدمی بے دینی اور بے غیرتی کی زندگی گذارے، سخت سے سخت آزمائش کے حالات میں بھی حق کا دامن ہرگز نہ چھوڑیں، کوئی موت سے ڈرائے، تو ڈریں نہیں، موت وقت پر ہی آئے گی۔ شہادت کا موقع آئے، تو شوق اور جذبے کے ساتھ اِستقبال کرلیں۔

نبی کریم ﷺ نے ایک روایت میں اِس کی طرف توجہ دلاتے ہوئے ارشاد فرمایا: کہ "اسلام کی چکّی گردش میں ہے، تو جدھر قرآن کا رُخ ہو، اُس طرف تم بھی گھوم جاؤ، یاد رکھو! قرآن اور اقتدار عنقریب الگ الگ ہو جائیں گے، یاد رہے! ایسے موقع پر تم قرآن کو نہ چھوڑنا، آیندہ ایسے حکمراں ہوں گے، جو تمہارے بارے میں فیصلے کریں گے، اگر تم اُن کی اطاعت کروگے، تو وہ تمہیں سیدھی راہ سے بھٹکا دیں گے اور تم اُن کی نافرمانی کروگے، تو تمہیں موت کے گھاٹ اُتار دیں گے۔" صحابہ نے عرض کیا: کہ "یا رسول اللہ! پھر ہم کیا کریں؟" آپ ﷺ نے فرمایا: کہ "وہی کرو، جو عیسیٰ (ابن مریم) کے ساتھیوں نے کیا، وہ لوگ آروں سے چیرے گئے، سولیوں پر لٹکائے گئے، اپنے رب کی نافرمانی میں زندہ رہنے سے لاکھوں درجہ بہتر ہے کہ آدمی اللہ کے احکام کی پیروی کرتے ہوئے جان دے دے۔"

عن معاذ بن جبلؓ قال: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ یَقُوْلُ: خُذُوْا الْعَطَاءَ مَا دَامَ عَطَاءٌ، فَإِذَا صَارَ رِشْوَۃً فِي الدِّیْنِ فَلَا تَأْخُذُوْہُ، وَلَسْتُمْ بِتَارِکِیْہِ یَمْنَعُکُمُ الْفَقْرُ وَالْحَاجَۃُ، أَلَا إِنَّ رَحَی الْإِسْلَامِ دَائِرَۃٌ فَدُوْرُوْا مَعَ الْکِتَابِ حَیْثُ دَارَ، أَلَا إِنَّ الْکِتَابَ وَالسُّلْطَانَ سَیَفْتَرِقَانِ فَلَا تُفَارِقُوْا الْکِتَابَ، أَلَا إِنَّہٗ سَیَکُوْنُ عَلَیْکُمْ أُمَرَاءُ یَقْضُوْنَ لِأَنْفُسِھِمْ مَا لَا یَقْضُوْنَ لَکُمْ إِنْ عَصَیْتُمُوْھُمْ قَتَلُوْکُمْ وَإِنْ أَطَعْتُمُوْھُمْ أَضَلُّوْکُمْ، قَالُوْا: یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ کَیْفَ نَصْنَعُ؟ قَالَ: کَمَا صَنَعَ أَصْحَابُ عِیْسَی ابْنِ مَرْیَمَ

نُشَرُوْا بِالْمَنَاشِيْرِ وَحُمِلُوْا عَلَى الْخَشَبِ، مَوْتٌ فِيْ طَاعَةِ اللّٰهِ خَيْرٌ مِنْ حَيَاةٍ فِيْ مَعْصِيَةِ اللّٰهِ. (کنز العمال: ۱۰۸۰)

اِس لیے اِن حالات کے خلاف مسلسل کوشش کرتے رہیے، جن کے نتیجے میں سوسائٹی پر خوف اور دہشت کی گھٹائیں چھا جاتی ہیں اور قومیں، دشمنوں کے ظالمانہ تسلّط میں بے بس ہو کر رہ جاتی ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں ہر طرح کی عافیت عطا فرمائے اور ہر طرح کی قربانی دینے کا جذبہ ہمارے اندر پیدا فرمائے۔ آمین۔

حالات کا سبب تلاش کریں

دشمنانِ اسلام کی قتل و غارت گری، ظلم و ناانصافی اور فتنہ فساد کی ہیبت ہو یا قدرتی عذابوں کی تباہ کاری کا خوف، ہر حال میں مومنانہ بصیرت کے ساتھ اُس کے اصل اسباب تلاش کرنے کی کوشش کریں اور ساتھ ہی عارضی تدبیروں پر وقت ضائع کرنے کے بجائے کتاب و سنت کی گائڈلائنس کی حقیقی تدبیروں پر اپنی ساری توجہ لگا دیں، قرآن کریم میں اِس کے اسباب پر گائڈلائنس دیتے ہوئے اللہ نے فرمایا: "تم پر جو بھی مصیبتیں آتی ہیں، وہ تمہارے ہی کرتوتوں کے نتیجے میں آتی ہیں اور اکثر غلطیوں کو تو اللہ تعالیٰ معاف فرما دیتے ہیں۔" وَمَا اَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِيْبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيْكُمْ وَيَعْفُوْا عَنْ كَثِيْرٍ. (سورۂ شوریٰ: ۳۰)

خود ہی اللہ تعالیٰ نے اُس کا علاج بیان کرتے ہوئے فرمایا: "اے مومنوں! تم سب کے سب مل کر اللہ سے توبہ کرلو؛ تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ۔" وَتُوْبُوْا اِلَى اللّٰهِ جَمِيْعًا اَيُّهَ الْمُؤْمِنُوْنَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ. (سورۂ نور: ۳۱)

گناہوں کے ہیبت ناک دلدل میں پھنسی ہوئی امّت، جب اپنے گناہوں پر نادم ہو کر اللہ کی طرف بندگی کے ساتھ پلٹتی ہے اور ندامت کے آنسو اللہ کے سامنے بہاتی ہے، تو یہی توبہ واستغفار ہر طرح کے فتنہ فساد اور خوف وہیبت سے محفوظ ہونے کا حقیقی علاج بن جاتی

ہے، اِس لیے سب مل کر اللہ سے معافی مانگیں اور خوف اور حراس اپنے دل سے نکالیں۔
اللہ ہم سب کو دلی توبہ کر کے اپنے روٹھے رب کو منانے کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

عہدے داروں تک دین پہچانے کی فکر کریں!

نفس پرستی، عیاشی اور گناہوں سے معاشرے کو پاک صاف کرنا یہ امت کی اجتماعی ذمے داری ہے، سب لوگ اجتماعی قوّت کے ساتھ فتنہ فساد کو مٹانے اور ملّت کے اندر شجاعت و بہادری، زندگی، ہمّت اور حوصلہ اور بلند ہمّتی پیدا کرنے کی کوشش کریں، نبی کریم ﷺ نے ایسے موقعوں کے لیے ارشاد فرمایا تھا: کہ "جب تمہارے حکمراں اچھے لوگ ہوں گے اور تمہارے خوش حال لوگ سخی اور فیاض ہوں گے اور تمہارے اجتماعی معاملات باہمی مشوروں سے طے پاتے ہوں گے، تو یقیناً تمہارا زمین پر رہنا قبر میں رہنے سے بہتر ہوگا (یعنی زندگی موت سے بہتر ہوگی) اور جب تمہارے حکمراں اور امراء بدکردار ہوں گے اور تمہارے معاشرے کے مالدار بخیل ہوجائیں اور تمہارے معاملات تمہاری بیگمات کے ہاتھوں میں ہوجائیں، تو پھر تمہارا زمین کے اندر چلے جانا، زمین کے اوپر زندہ رہنے سے بہتر ہے (یعنی تمہارا مرجانا، تمہاری زندگی سے بہتر ہے۔) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ ؓ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: إِذَا كَانَ أُمَرَاؤُكُمْ خِيَارَكُمْ وَأَغْنِيَاؤُكُمْ سُمَحَاءَكُمْ وَأُمُوْرُكُمْ شُوْرٰى بَيْنَكُمْ فَظَهْرُ الْأَرْضِ خَيْرٌ لَكُمْ مِنْ بَطْنِهَا، وَإِذَا كَانَ أُمَرَاؤُكُمْ شِرَارَكُمْ وَأَغْنِيَاؤُكُمْ بُخَلَاءَكُمْ وَأُمُوْرُكُمْ إِلٰى نِسَاءِكُمْ فَبَطْنُ الْأَرْضِ خَيْرٌ لَكُمْ مِنْ ظَهْرِهَا. (ترمذی:۲۲۶۶)

اِس حدیث میں بیان کردہ تمام باتیں ہمارے معاشرے پر اِس وقت صادق آرہی ہیں، اِس لیے معاشرے سے ذلّت اور رسوائی کو دور کرنے کا ایک سبب یہی ہے کہ ہم سب اجتماعی قوّت کے ساتھ اِن خرابیوں کو دور کرنے کی فکر کریں، اللہ ہمارا حامی اور مددگار ہو۔ آمین۔

عید کے دن کے مسنون اعمال

(۱) مسواک کرنا۔ (مصنف عبدالرزاق:۵۷۴۵)

(۲) غسل کرنا۔ (موطا امام مالک: ۷)

(۳) عیدین میں عمدہ خوشبو اور عطر لگانا۔ (جمع الوسائل: ۳/ ۵؛ تلخیص الحبیر: ص- ۸۷عن حسن بن علیؓ)

افسوس! کہ آج عمدہ کپڑے اور جوتے موزے میں تو کافی پیسے خرچ کرتے ہیں؛ مگر عطر میں یا تو مفت کی تلاش میں رہتے ہیں یا سستے سے سستا اور کم درجے کی خوشبو پر اکتفاء کرتے ہیں، إلّا ماشآء اللہ، خیال رہے! عمدہ عطر خریدنے پر پیسے خرچ کرنا، یہ ثواب کا کام ہے، اِس لیے مسلمان کو زیادہ سے زیادہ خوشبو کا استعمال کرنا چاہیے۔

(۴) اپنے پاس موجود کپڑوں میں سے سب سے اچھے کپڑے پہننا (صرف نئے کپڑوں کو ہی سنت نہ سمجھا جائے)۔ (سنن کبریٰ: ۳/ ۲۸۰؛ ابن سعد: ص- ۱۴۶عن جابر)

(۵) عیدین کی نماز کے لیے عید گاہ جانا۔ (صحیح بخاری: ۱/ ۱۳۱، رقم: - ۹۵۶عن ابی سعید خدریؓ)

(۶) عید الفطر کی نماز کے لیے آہستہ تکبیر پڑھنا اور عید الاضحیٰ میں بلند آواز سے۔ (سنن دار قطنی: ۱۷۱۳)

(۷) ایک راستے سے آنا اور دوسرے راستے سے واپس جانا۔ (صحیح بخاری: ۹۸۶)

(۸) عید الفطر کی نماز کو تاخیر سے اور عید الاضحیٰ کی نماز کو جلدی پڑھنا۔ (سنن کبریٰ نبیھقی: ۶۱۴۹)

(۹) دونوں عیدوں کی نماز کے لیے اذان اور اقامت نہ کہنا۔ (ابو داؤد: - ۱۱۴۷عن ابن عباسؓ)

(۱۰) عذر یا بارش کی وجہ سے مسجد میں ہی نماز ادا کرنا۔ (ابو داؤد: ۱/ ۱۶۴، رقم: - ۱۱۶۰عن ابی ھریرۃؓ)

(۱۱) عید الاضحیٰ میں قربانی سے پہلے کچھ نہ کھانا۔ (سنن ترمذی: - ۵۴۲عن عبد اللہ ابن بریدۃؓ)

اللہ ہمیں اِن مسنون اعمال پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

نفاق، ایک بُری عادت

نفاق، یہ ایسی روحانی بیماری ہے، جو انسان کو دنیا اور آخرت میں بدترین ذلّت سے

دوچار کردیتی ہے، ظاہر اور باطن میں یکسانیت نہ ہونے کا نام نفاق ہے، دل میں کچھ اور ظاہر کچھ، اِس طرح کی حرکت کرنے والے کو "منافق" کہا جاتا ہے، اگر اِس نفاق کا تعلق عقیدے سے ہے، تو یہ کفر ہی ہے، مثلاً: آدمی اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کرے؛ لیکن اُس کا دل کفر سے لبریز ہو، یا وہ کسی متواتر عقیدے کا دل سے منکر ہو، تو اگرچہ زبانی دعوے کی وجہ سے ہم لوگ اُسے مسلمان سمجھتے ہوں؛ لیکن آخرت میں اِس نفاقِ اعتقادی کی وجہ سے اُس کا حشر منافقوں کے ساتھ ہوگا، قرآن کریم میں ایسے منافقوں کا حشر بیان کرتے ہوئے فرمایا گیا: "یہ منافق لوگ جہنم میں سب سے نچلے طبقے میں ہوں گے اور آپ اِن کا کوئی مددگار نہ پائیں گے۔" "اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ فِي الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ ۚ وَلَنْ تَجِدَ لَهُمْ نَصِيْرًا."

(سورۂ نساء: ۱۴۵)

اللہ تعالیٰ ہر طرح کے نفاق سے ہماری اور پوری امّت کی حفاظت فرمائے۔ آمین۔

دین کی ترقی میں رُکاوٹ

دین اور اہلِ دین کی ترقی، منافقوں کو کسی صورت بھی پسند نہیں آتی اور اہلِ دین سے بغض اُن کی زبانوں سے نکلتا رہتا ہے، قرآن کریم میں ایک جگہ اس کو اِس طرح بیان کیا گیا ہے: کہ "اہلِ ایمان سے بغض اور عناد اُن کے منہ سے نکل پڑتا ہے اور جو کچھ اُن کے سینوں میں چھپا ہوا ہے وہ اِس سے بہت زیادہ ہے۔" "یٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا بِطَانَةً مِّنْ دُوْنِكُمْ لَا يَاْلُوْنَكُمْ خَبَالًا ۭ وَدُّوْا مَا عَنِتُّمْ ۚ قَدْ بَدَتِ الْبَغْضَاۗءُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ ښ وَمَا تُخْفِيْ صُدُوْرُھُمْ اَكْبَرُ ۭ قَدْ بَيَّنَّا لَكُمُ الْاٰيٰتِ اِنْ كُنْتُمْ تَعْقِلُوْنَ." (سورۂ آل عمران: ۱۱۸)

اگر کسی جگہ معاشرے میں دینی اقدار کا فروغ ہونے لگے اور اسلام کے احکامات پر لوگ عمل کرنے لگیں یا اسلام پسند طبقہ برسرِ اقتدار آجائے، تو اِس سے منافقوں کے دلوں پر آرے چلنے لگتے ہیں، یہ منافقین کی خاص علامت ہے، اسی وجہ سے نبی کریم ﷺ نے انصار سے محبت کو ایمان کی علامت اور اُن سے بغض کو نفاق کی پہچان بتایا ہے؛ کیوں کہ انصار

اپنی دینی سرگرمیوں کی وجہ سے منافقین کی آنکھوں میں کھٹکنے لگے، لہٰذا آپ نے انصار سے محبت کو ایمان کی اور اُن سے بغض کو نفاق کی علامت قرار دیا؛ چناں چہ فرمایا: انصار سے صرف ایمان والا محبت کرے گا اور صرف منافق ہی اُن سے بغض کرے گا، جس نے انصار سے محبت کی، اللہ نے اُس سے محبت کی اور جنھوں نے انصار سے بغض رکھا اللہ نے اُس سے غصہ کیا۔قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: الْأَنْصَارُ لَا يُحِبُّهُمْ إِلَّا مُؤْمِنٌ، وَلَا يُبْغِضُهُمْ إِلَّا مُنَافِقٌ، فَمَنْ أَحَبَّهُمْ أَحَبَّهُ اللّٰهُ، وَمَنْ أَبْغَضَهُمْ أَبْغَضَهُ اللّٰهُ. (بخاری: ۵۳۴/۱،رقم: -۳۷۸۳عن البراءؓ)

اللہ ہمیں دین کی ترقی کے لیے محنت کرنے والوں سے محبت کرنے والا بنائے۔آمین۔

صحابہ سے محبت

انصارِ مدینہ نے اللہ کے فضل سے نبی کریم ﷺ اور دینِ اسلام کے لیے جس جاں نثاری کا مظاہرہ کیا اور اُن کی قربانیوں کی بدولت جس طرح اسلام کو ترقیات نصیب ہوئیں، اُس کی نظیر قیامت تک پیش نہیں کی جا سکتی، یہ اسلامی ترقیات، منافقوں کو ہمیشہ کانٹوں کی طرح چبھتی رہیں گی، جب کہ سچے اہلِ ایمان، حضراتِ انصار کی قربانیوں پر ہمیشہ مشکور اور اُن کی قدر دانی کرتے رہیں گے، نبی کریم ﷺ نے انصارِ مدینہ سے متعلق فرمایا: کہ ”انصارِ مدینہ سے صرف مومن شخص ہی محبت رکھتا ہے اور منافق کے علاوہ کوئی شخص اُن سے بغض اور کینا نہیں رکھتا اور جو انصار سے محبت رکھے گا، اللہ تعالیٰ اُس سے محبت فرمائیں گے اور جو اُن سے بغض رکھے گا، تو اللہ تعالیٰ اُس کو اپنا مبغوض بنالیں گے۔“قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: الْأَنْصَارُ لَا يُحِبُّهُمْ إِلَّا مُؤْمِنٌ ، وَلَا يُبْغِضُهُمْ إِلَّا مُنَافِقٌ ، فَمَنْ أَحَبَّهُمْ أَحَبَّهُ اللّٰهُ ، وَمَنْ أَبْغَضَهُمْ أَبْغَضَهُ اللّٰهُ.“(بخاری: ۵۳۴/۱،رقم: -۳۷۸۳عن البراء)

اللہ تعالیٰ ہمیں حضراتِ صحابہ سے سچی پکی محبت نصیب فرمائے۔آمین۔

بے حیائی کو پھیلانے میں منافقوں کا کردار

منافق کی ایک پہچان یہ بھی ہے کہ یہ لوگ پوری دنیا میں بے حیائی پھیلانا چاہتے ہیں،

جیسے ہی کوئی بے حیائی کو پھیلانے کا موقع اِن کو ہاتھ آتا ہے، وہ اُسے ہاتھ سے نہیں جانے دیتے اور فوراً اُن کا دماغ اِس کی منصوبہ سازی میں لگ جاتا ہے کہ کیسے اِسے عام کیا جائے، جو منافقین بے حیائی کی اشاعت میں حصہ لیتے ہیں، وہ دنیا اور آخرت میں بدترین عذاب کے مستحق ہوں گے، اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں فرمایا: کہ "جو لوگ یہ چاہتے ہیں کہ ایمان والوں میں بے حیائی کی باتیں عام ہو جائیں، اُن کے لیے دنیا اور آخرت میں دردناک عذاب رہے گا۔"اِنَّ الَّـذِيْـنَ يُـحِبُّـوْنَ اَنْ تَشِيْـعَ الْـفَـاحِشَـةُ فِى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ فِى الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْـتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ." (سورۂ نور: ۱۹)

دورِ نبوت میں منافقین کے سردار عبداللہ ابن اُبَی نے اُمّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی مقدس اور پاکیزہ ذات پر کیچڑ اُچھالی اور مسلم معاشرے کو ایک سخت آزمائش سے دوچار کر دیا، اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں متعدد آیات میں اِس کی برأت ظاہر فرمائی، اِس سے معلوم ہوا کہ بے حیائی کے واقعات کو پھیلا کر ملّت کا ذہن خراب کرنا، منافقوں کا ایک خاص مشغلہ ہے، مومنین کو چاہیے کہ وہ ہر سطح پر بے حیائی کی روک تھام کریں اور اِس بات میں زبانیں بند رکھیں۔

اللہ ہمیں عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین۔

لڑائی جھگڑا کرنا، منافقوں کا اہم وصف

منافقین کی ایک علامت یہ بھی ہے کہ وہ خود بھی جھگڑالو ہوتے ہیں اور لوگوں میں بھی جھگڑا پھیلانے کی کوشش کرتے ہیں، ایسے منافقوں کے بارے میں قرآن کریم میں ارشاد فرمایا گیا: "بعض لوگ وہ ہیں کہ دنیوی زندگی میں آپ کو اُن کی بات بھلی لگتی ہے، وہ اپنے دل کے حال پر اللہ کو گواہ بھی بناتے ہیں؛ حالاں کہ وہ سخت ترین جھگڑالو اور دشمن ہیں۔"

وَإِذَا رَأَيْتَهُـمْ تُـعْـجِبُـكَ أَجْسَـامُهُمْ وَإِن يَقُولُوا تَسْمَعْ لِقَوْلِهِمْ كَأَنَّهُمْ خُشُبٌ مُّسَنَّدَةٌ يَحْسَبُونَ كُلَّ صَيْحَةٍ عَلَيْهِمْ هُمُ الْعَدُوُّ فَاحْذَرْهُمْ قَاتَلَهُمُ اللَّهُ أَنَّىٰ يُؤْفَكُونَ.

اسلام کی پوری تاریخ گواہ ہے کہ آپسی اختلافات کو بڑھانے میں سب سے بڑا کردار منافقین کا رہا ہے، جنہوں نے ہمدردی کا چولا پہن کر اسلامی اتحاد کو پارہ پارہ کرنے کی کوشش کی ہے اور اُس میں کوئی کسر نہیں چھوڑی اور آج بھی ایسے کردار والے لوگوں کی کوئی کمی نہیں ہے۔

اللہ ہمیں منافقوں کے شرور سے محفوظ فرمائے۔ آمین۔

دین کے کاموں میں حصہ لینے میں بُخل

نفاق کی ایک علامت یہ بھی ہے کہ منافق لوگ خیر کے کاموں میں خرچ کرنے میں بہت تنگ دل ہوتے ہیں، قوم کا پیسہ دنیوی امور یا فضول کاموں میں کتنا ہی لگ جائے، تو اُنہیں کوئی غم نہیں ہوتا؛ لیکن اگر کوئی شخص خیر کے کاموں میں دل کھول کر خرچ کرے، تو یہ منافق دل ہی دل میں کُڑھتے رہتے ہیں، قرآن کریم میں سورۂ منافقین کے اندر منافق کی اِس عادت کو اِن الفاظ میں بیان کیا گیا ہے: "یہی تو وہ لوگ ہیں، جو کہتے ہیں کہ جو لوگ رسول اللہ (ﷺ) کے پاس ہیں، اُن پر خرچ نہ کرو، یہاں تک کہ یہ خود ہی منتشر ہو جائیں گے؛ حالاں کہ آسمان اور زمین کے تمام خزانے اللہ ہی کے پاس ہیں؛ لیکن منافق لوگ سمجھتے نہیں۔" هُمُ الَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ لَا تُنْفِقُوْا عَلٰى مَنْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ حَتّٰى يَنْفَضُّوْا وَلِلّٰهِ خَزَائِنُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَا يَفْقَهُوْنَ." (سورۃ المنافقین:۷)

یہ بھی اندرونِ نفاق ہی کی ایک شکل ہے کہ آدمی دینی مصارف میں خرچ کرنے کو غلط سمجھے اور دنیوی مصارف میں خرچ پر مطمئن رہے اور آج بھی ایسے لوگوں کی کمی نہیں ہے، جو دین پر خرچ کرنے کو پیسوں کا ضائع ہونا سمجھتے ہیں، خود ہمارے درمیان ایک ایسا طبقہ موجود ہے، جس کو مدارسِ اسلامیہ میں اپنے پیسے لگانا بہت گراں گذرتا ہے اور وہ یہ سمجھتے ہیں کہ مدارس و مکاتب میں خرچ کرنے والا پیسہ فضول ضائع ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو سمجھ نصیب فرمائے اور اِس بدترین خصلت سے پوری امت کی

حفاظت فرمائے۔ آمین۔

منافق کی خاص پہچان

نبی کریم ﷺ نے چند کاموں کو منافقین کی خاص علامت قرار دیا ہے اور آپ ﷺ نے تنبیہ فرمائی ہے کہ کوئی مسلمان اِن علامتوں میں سے کسی بھی علامت کو اپنائے گا، تو وہ عملی طور پر "منافق" کہلائے جانے کا مستحق ہوگا، اِس لیے ہر مسلمان کو ایسی باتوں سے خصوصاً بچنے کا اہتمام کرنا چاہیے، نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ "چار باتیں جس شخص میں پائی جائیں گی، وہ پکا منافق ہوگا اور جس شخص میں اِن چار خصلتوں میں سے کوئی خصلت پائی جائے گی، تو وہ منافقانہ خصلت والا ہوگا، یہاں تک کہ اُس سے باز آ جائے، وہ خصلتیں یہ ہیں: (۱) جب بات کرے گا، تو جھوٹ بولے گا، (۲) جب معاہدہ کرے گا، تو غدّاری کرے گا، (۳) جب وعدہ کرے گا، تو اُس کی خلاف ورزی کرے گا اور (۴) جب کسی سے جھگڑا کرے گا، تو گالم گلوچ کرے گا۔" عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَرْبَعٌ مَنْ كُنَّ فِيهِ فَهُوَ مُنَافِقٌ خَالِصٌ، وَمَنْ كَانَتْ فِيهِ خَلَّةٌ مِنْهُنَّ كَانَ فِيهِ خَلَّةٌ مِنْ نِفَاقٍ حَتَّى يَدَعَهَا: إِذَا حَدَّثَ كَذَبَ، وَإِذَا وَعَدَ أَخْلَفَ، وَإِذَا عَاهَدَ غَدَرَ، وَإِذَا خَاصَمَ فَجَرَ." (ابوداؤد: ۴۶۸۸عن عبد الله ابن عمروؓ)

اور ایک روایت میں ہے کہ جب اُسے امین بنایا جائے گا، تو امانت میں خیانت کرے گا۔" عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ، قَالَ: آيَةُ الْمُنَافِقِ ثَلَاثٌ، إِذَا حَدَّثَ كَذَبَ، وَإِذَا وَعَدَ أَخْلَفَ، وَإِذَا اؤْتُمِنَ خَانَ." (بخاری: ۳۳؛ مسلم: ۱/۵۶، رقم: ۵۹ -عن ابی ہریرۃؓ)

محدثین نے لکھا ہے کہ اِس حدیث میں نفاق سے نفاقِ عملی مراد ہے، یعنی اگر کسی مسلمان میں یہ صفات پائی جائیں، تو اُسے کافر تو نہیں کہا جائے گا؛ لیکن یہ ضرور کہیں گے اُس نے منافقوں کی مشابہت اختیار کر لی۔

اللہ تعالیٰ ہمیں ہر طرح کے نفاق سے محفوظ فرمائے۔ آمین۔

جھوٹ، ایک منافقانہ عادت

اسلام کی نظر میں جھوٹ ایک بدترین عادت ہے، جو انسان کے اعتماد کو مجروح کر دیتی ہے اور جھوٹا شخص لوگوں کی نظروں میں ذلیل ہو جاتا ہے، قرآن کریم میں جھوٹ بولنے والوں پر لعنت کی گئی ہے۔ "فَنَجْعَل لَّعْنَتَ اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِيْنَ." (سورۂ ال عمران: ٦١)

حضرت صفوان بن سلیمؒ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے کسی نے پوچھا: کہ "کیا مؤمن بودا اور بزدل ہوسکتا ہے؟" آپ ﷺ نے فرمایا: "ہاں"، پھر پوچھا: "کیا مومن بخیل ہوسکتا ہے؟" آپ ﷺ نے فرمایا: "ہاں"، پوچھا: "کیا مومن جھوٹا ہوسکتا ہے؟" آپ ﷺ نے فرمایا: "نہیں۔ "عَنْ صَفْوَانَ بْنِ سُلَيْمٍ أَنَّهُ قَالَ قِيلَ لِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيَكُونُ الْمُؤْمِنُ جَبَانًا فَقَالَ نَعَمْ فَقِيلَ لَهُ أَيَكُونُ الْمُؤْمِنُ بَخِيلًا فَقَالَ نَعَمْ فَقِيلَ لَهُ أَيَكُونُ الْمُؤْمِنُ كَذَّابًا فَقَالَ لَا. (مؤطا امام مالک:١٧١٣)

حضراتِ صحابہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کو جھوٹ سے زیادہ کوئی صفت ناپسند نہ تھی اور جب آپ ﷺ کو کسی شخص کے بارے میں جھوٹے ہونے کا علم ہو جاتا، تو اُس وقت تک آپ کا دل اُس کی طرف سے صاف نہیں ہوتا، جب تک اُس کی توبہ کا علم نہ ہو جاتا۔ عَنْ عَائِشَةَؓ، قَالَتْ: مَا كَانَ خُلُقٌ أَبْغَضَ إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ مِنَ الْكَذِبِ، وَلَقَدْ كَانَ الرَّجُلُ يُحَدِّثُ عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ بِالْكِذْبَةِ فَمَا يَزَالُ فِي نَفْسِهِ حَتَّى يَعْلَمَ أَنَّهُ قَدْ أَحْدَثَ مِنْهَا تَوْبَةً. (ترمذی:١٩٧٣)

جب آدمی جھوٹ بولتا ہے، تو اُس جھوٹ کی بدبو کی وجہ سے رحمت کا فرشتہ اُس سے ایک میل دور چلا جاتا ہے۔ "عَنِ ابْنِ عُمَرَ، أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: إِذَا كَذَبَ الْعَبْدُ تَبَاعَدَ عَنْهُ الْمَلَكُ مِيلًا مِنْ نَتْنِ مَا جَاءَ بِهِ." (ترمذی: ١٨/٢، رقم: -١٩٧٢ عن ابن عمرؓ)

یعنی جھوٹ بولنے سے آدمی بدبودار ہو جاتا ہے اور وہ بدبو اتنی سخت ہوتی ہے کہ رحمت کا فرشتہ اُس کو برداشت نہیں کر پاتا اور جھوٹے آدمی سے ایک میل دور چلا جاتا ہے،

جھوٹ کیوں کہ بُرائیوں کا دروازہ کھول دیتا ہے اور تجربہ ہے کہ مُجرم اپنے جُرم کو چھپانے کے لیے جھوٹ کا سہارا لیتا ہے اور یہ جھوٹ اُس کو نافرمانی پر مزید جما دیتا ہے اور یہی عمل اُس کو جہنم کا مستحق بنا دیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہماری جھوٹ سے حفاظت فرمائے۔آمین۔

عید کا چاند۔۔۔ہمارے لیے پیغام

رمضان المبارک کے چند ایام رہ گئے ہیں، ایک دو دن بعد عید کا چاند نظر آجائے گا، یہ عید کا چاند ہمارے لیے گناہوں سے بچنے کا پیغام ہے، اِسے دیکھ کر ہمیں اپنی پوری زندگی، اللہ کی حقیقی بندگی کرنے اور پوری طرح اُس کی اطاعت کرنے کا پختہ عہد کرنا ہے، اگر اِس عہد کے ساتھ ہم نے عید کے چاند کا استقبال کیا، تو یہ عید ہمارے لیے واقعی امن، عافیت اور سلامتی کا پیغام بن جائے گی، ان شاء اللہ۔

اسلام خوشی منانے کا مخالف نہیں ہے؛ لیکن بے حیائی اور گناہوں کے ذریعے خوشی کے اظہار سے روکتا ہے، کیا یہ عقل مندی ہے کہ انسان خوشی میں مست ہو کر اپنے معبودِ حقیقی کی بندگی کو بھول جائے؟ انسان پر اللہ کی طرف سے دوگانہ (دو رکعت) واجب کر کے یہی پیغام دیا گیا ہے کہ وہ اپنے مقصدِ تخلیق سے غافل نہ ہو جائے اور دنیا کی دوسری قوموں کی طرح خوشیوں میں غرق ہو کر معصیت اور بغاوت پر نہ اُتر آئے، رمضان المبارک میں عبادت کے ذریعے جو روحانیت پیدا ہوتی ہے، اُس کو چاند دیکھتے ہی اپنے ہاتھوں سے منٹوں میں تار تار نہ کر دے۔

خصوصاً: موجودہ حالات میں سخت ضرورت ہے کہ خود اپنا اور گھر والوں کا جائزہ لیں اور عید کے چاند کو گناہ کی علامت نہ بننے دیں اور جو غلطیاں اور گناہ ہم سے ہو گئے ہیں، سچے دل سے توبہ اور استغفار کر کے، اللہ سے معاف کرا لیں؛ تا کہ پورے سال رمضان کی برکتیں ہماری زندگی میں باقی رہیں۔آمین۔

عیدین کی نماز کا طریقہ

سب سے پہلے عید کی نماز کی نیت کر کے تکبیر تحریمہ کہہ کر ہاتھ باندھ لیں، پھر ثنا پڑھیں، اس کے بعد دونوں ہاتھوں کو کانوں تک دو مرتبہ اٹھا کر چھوڑ دیں اور تیسری مرتبہ تکبیر کہنے کے بعد ہاتھ باندھ لیں، اس کے بعد سورۂ فاتحہ اور کوئی سورت پڑھیں، پھر رکوع اور سجدہ کر کے ایک رکعت مکمل کریں، دوسری رکعت میں سب سے پہلے سورۂ فاتحہ اور سورت پڑھیں پھر رکوع میں جانے سے پہلے تین مرتبہ دونوں ہاتھوں کو کانوں تک اٹھائیں اور چھوڑ دیں اور چوتھی مرتبہ "اَللّٰہُ أَکْبَرُ" کہہ کر بغیر ہاتھ اٹھائے رکوع میں چلے جائیں اور بقیہ نماز پوری کریں۔ (حلبی کبیر: ص ٥٦٧) عربی حوالہ

بچوں کو عیدی دینا بھی خوشی کا اظہار

عید کے موقع پر خوشی ظاہر کرنے کے لیے اپنے ماتحتوں، بچوں، ملازم وغیرہ کو عیدی کے نام سے تحفے تحائف یا پیسے دینا بزرگوں سے ثابت ہے، حضرتِ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے استاذ حضرتِ حمّاد رحمہ اللہ کے بارے میں آتا ہے کہ اللہ نے آپ کو مال و دولت سے نوازا تھا اور آپ شکرانے کے طور پر ہر رمضان کم از کم پانچ سو لوگوں کو افطار کراتے اور عید کے موقع پر اپنے ماتحت "پانچ سو لوگوں" کو عیدی کے نام پر "سو سو درہم" دیا کرتے تھے۔ إِنَّ حَمَّادًا كَانَ ذَا دُنْيَا مُتَّسِعَةً، وَأَنَّهُ كَانَ يُفَطِّرُ فِيْ شَهْرِ رَمَضَانَ خَمْسَ مِائَةِ إِنسَانٍ، وَأَنَّهُ كَانَ يُعْطِيْهِمْ بَعْدَ الْعِيْدِ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِائَةَ دِرْهَمٍ. (سير أعلام النبلاء، حماد بن أبي سليمان مسلم الكوفي، الطبقة الثالثة، ٥/ ٢٣٤، ط: مؤسسة الرسالة)

لیکن اتنا یاد رکھیں کہ نیت صاف ہو، عیدی دیتے ہوئے یہ ارادہ نہ ہو کہ مجھے یا میرے بچوں کو ڈبل ملے گی۔

بچوں کے دل کو خوش کرنے کے لیے عیدی دیں، نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ "اللہ کے

نزدیک فرائض کی ادائیگی کے بعد سب سے افضل عمل کسی مسلمان کے دل کو خوش کرنا ہے۔"إِنَّ أَحَبَّ الْأَعْمَالِ إِلَى اللّٰهِ تَعَالَى بَعْدَ الْفَرَائِضِ إِدْخَالُ السُّرُوْرِ عَلَى الْمُسْلِمِ. " (المعجم الاوسط: ١٢٩/٦، رقم: ٨٢٤٥)

ایک حدیث میں ہے کہ مغفرت کو واجب کر دینے والی چیزوں میں مسلمان کا دل خوش کرنا بھی ہے۔"إِنَّ مِنْ مُوْجِبَاتِ الْمَغْفِرَةِ إِدْخَالَ السُّرُوْرِ عَلَى أَخِيْكَ. "

(المعجم الكبير: ٥٩/١١، رقم: ١١٠٧٩)

اللہ رب العزت ہر مومن کی زندگی کو خوشیوں سے بھر دے۔ آمین۔

عید الفطر

شیطان کی کوشش یہ ہوتی ہے کہ انسان بُری موت مرے اور اللہ یہ چاہتے ہیں کہ میرا بندہ میرے پاس اچھی حالت میں آئے اور اللہ نے اپنے فضل سے خود اُس کے لیے یہ انتظام بھی فرمایا کہ چھوٹے چھوٹے اعمال کو "حسنِ خاتمہ" کا ذریعہ بنا دیا؛ چناں چہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: کہ "صدقہ، اللہ کے غصے کو دور کرتا ہے اور بُری موت سے بچاتا ہے۔"عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : إِنَّ الصَّدَقَةَ لَتُطْفِئُ غَضَبَ الرَّبِّ، وَتَدْفَعُ مِيتَةَ السُّوْءِ." (ترمذی: ٦٦٤ - عن انس بن مالك)

دوسری روایت میں فرمایا: کہ "صدقہ دینے میں جلدی کیا کرو؛ کیوں کہ مصیبت صدقے سے آگے نہیں بڑھ سکتی۔"وَعَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: »بَادِرُوا بِالصَّدَقَةِ فَإِنَّ الْبَلَاءَ لَا يَتَخَطَّاهَا." (مشکوٰۃ: ١٦٧/١ - عن علی)

دوسری روایت میں فرمایا: کہ "زکوٰۃ سے، اپنے دیگر مال کو محفوظ کرو، اِس لیے کہ زکوٰۃ نہ دینے سے مال ضائع ہو جاتا ہے اور صدقہ دے کر اپنے بیماروں کا علاج کرو، جو مصیبتیں آچکی ہیں، (صدقہ اور) دعا اُن کو دور کر دیتے ہیں اور جو آنے والی ہیں، (صدقہ اور) دعا اُن کو روک دیتے ہیں۔"مَا تَلَفَ مَالٌ فِي بَحْرٍ وَلَا بَرٍّ إِلَّا بِمَنْعِ الزَّكَاةِ،

فَحَرِّزُوْا أَمْوَالَكُمْ بِالزَّكَاةِ، وَدَاوُوْا مَرْضَاكُمْ بِالصَّدَقَةِ، وَادْفَعُوْا عَنْكُمْ طَوَارِقَ الْبَلَاءِ بِالدُّعَاءِ، فَإِنَّ الدُّعَاءَ يَنْفَعُ مِمَّا نَزَلَ وَمِمَّا لَمْ يَنْزِلْ، مَا نَزَلَ يَكْشِفُهُ وَمَا لَمْ يَنْزِلْ يَحْبِسُهُ." (کتاب الدعاء: ص-۲۳ عن عبادہ بن صامت)

اسی مقصد سے شریعت نے رمضان المبارک کے ختم پر "روزے کی زکوۃ" کے عنوان سے ہر صاحبِ نصاب پر "صدقۃ الفطر "ضروری قرار دیا ہے؛ تا کہ روزے میں ہونے والی بھول چوک کی تلافی ہو جائے اور علاقے کے غربا کے لیے کھانے پینے کا انتظام ہو جائے۔"عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ : فَرَضَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَكَاةَ الْفِطْرِ طُهْرَةً لِلصَّائِمِ مِنَ اللَّغْوِ وَالرَّفَثِ وَطُعْمَةً لِلْمَسَاكِينِ، مَنْ أَدَّاهَا قَبْلَ الصَّلَاةِ فَهِيَ زَكَاةٌ مَقْبُولَةٌ، وَمَنْ أَدَّاهَا بَعْدَ الصَّلَاةِ فَهِيَ صَدَقَةٌ مِنَ الصَّدَقَاتِ." (ابو داؤد: -۱۶۰۹ عن ابن عباس)

نیز غریبوں کو خوشی پہنچانے کے نتیجے میں حسنِ خاتمہ کی دولت میسّر آ جائے۔

نیز جو لوگ کسی عذر کی وجہ سے روزہ نہیں رکھ سکے اور آگے بیماری یا کمزوری کی وجہ سے رکھنے کی امید بھی نہ ہو، تو اُن کے لیے شریعت نے خود یہ تدبیر بتائی کہ وہ اِس کا "فِدیہ" یعنی صدقۃ الفطر کی مقدار صدقہ نکال دیں؛ تا کہ روزے کی تلافی ہو جائے اور آدمی سُوءِ خاتمہ سے بچ جائے، اسی طرح جن لوگوں کی نمازیں قضاء ہو گئیں اور آگے صحت کی امید بھی نہیں، اُن کے لیے بھی شریعت نے یہ نسخہ بیان کیا ہے کہ وہ صدقۃ الفطر کی مقدار "فِدیہ" کے نام سے نکال کر آخرت کے عذاب سے اپنے آپ کو بچالیں (یاد رکھیں! کہ بعد میں اگر صحت ہو جائے، تو روزے کی بھی قضاء کی جائے گی اور نمازوں کی بھی)۔عربی حوالہ

قیامت کے دن، دل کو زندہ رکھنے والا عمل

عید کی رات بھی اسلام کی متبرک ترین راتوں میں شمار ہوتی ہے، اِس رات میں اللہ تعالیٰ اپنے مقبول بندوں کو انعامات سے سرفراز کرتا ہے، اسی لیے اِس رات کو "لیلۃ الجائزۃ" یعنی انعامات کی رات کہا جاتا ہے، اللہ کے نیک بندوں کے لیے یہ رات مسرّت اور خوشی کا

پیغام بن کر آتی ہے اور وہ لوگ انعاماتِ خداوندی کے حصول کے لیے رات کو اللہ کی بارگاہ میں عبادت میں مشغول رہتے ہیں اور اللہ کی بیش بہا رحمتوں سے مالا مال ہوتے ہیں۔

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ "جو شخص اخلاص کے ساتھ عیدین کی راتوں کو عبادت میں گذارے، اُس کا دل اُس دن زندہ رہے گا، جس دن سب لوگوں کے دل مردہ ہو جائیں گے۔" **عَنْ أَبِي أُمَامَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: مَنْ قَامَ لَيْلَتَيِ الْعِيدَيْنِ مُحْتَسِبًا لِلّٰهِ لَمْ يَمُتْ قَلْبُهُ يَوْمَ تَمُوتُ الْقُلُوبُ.** " (سنن ابن ماجه: ۱/۱۲۷، رقم: ۱۷۸۲- عن ابی امامہؓ)

اِس رات میں عبادت کرنے والے خوش نصیب حضرات میدانِ حشر کی سختیوں میں بے خوف اور بالکل مطمئن ہوں گے، اِس لیے اِن راتوں کو فضول اور واہی تباہی مشاغل، سڑکوں، چوراہوں اور بازاروں میں گذارنے کی بجائے عبادت میں گذارنے کی کوشش کریں، اللہ تعالیٰ ہمیں اِس رات کی قدر کرنے کی توفیق نصیب فرمائے۔ آمین۔

نماز، سب سے اہم عبادت

انسان کی طبعیت ایسی ہے کہ وہ مختلف کاموں میں مشغول ہو کر اپنی ذمے داریوں کو بھول جاتا ہے اور ایک طرح کی بے حسی کا شکار ہو جاتا ہے، اِس لیے ایسے اسباب کی ضرورت ہوتی ہے، جس سے غفلت دور ہو سکے، پچھلی قوموں میں تو انبیاء علیہم السلام کی بعثت نبیوں کا آنا اور پے در پے کتابوں اور صحیفوں کا نازل ہونا، اسی مقصد کے تحت تھا کہ انسان راہِ راست پر گامزن رہے اور اپنے مقصدِ تخلیق سے غافل نہ ہو، نبی کریم ﷺ کی نبوت کے بعد یہ سلسلہ ختم کر دیا گیا اور یہ ذمے داری علماء کے کاندھوں پر ڈال دی گئی۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے امتِ محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلاۃ والسلام کو عبادت کا ایسا نظام عطا فرمایا ہے کہ اُس پر عمل کرنے سے ایک مسلمان برابر اپنے دین اور آخرت کے بارے میں مستعد رہ سکتا ہے، اِس نظام میں "نماز" کو سب سے بنیادی اہمیت حاصل ہے، دنیا کا کوئی اور مذہب ایسا

نہیں ہے، جس میں دن رات میں پانچ مرتبہ پورے اہتمام کے ساتھ نماز کی انفرادی یا اجتماعی عبادت تجویز کی گئی ہو، یہ صرف اسلام کی خصوصیت اور امتیاز ہے کہ وہ تھوڑی دیر بھی مسلمان کو غفلت میں دیکھنا نہیں چاہتا، بار بار نماز رکھ کر اُس کی غفلت کو توڑ دیا جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں نماز کی اہمیت کو سمجھنے کی توفیق نصیب فرمائے۔ آمین۔

نماز کی اہمیت

قرآن کریم میں بے شمار جگہ نماز کی عظمت بیان فرمائی گئی ہے اور نبی کریم ﷺ نے بہت سی احادیثِ شریفہ میں نماز کی اہمیت بیان فرمائی ہے، چند احادیث پیشِ خدمت ہیں: ایک روایت میں آپ ﷺ نے فرمایا: کہ "نماز، دین کا ستون ہے۔" "اَلصَّلَاۃُ عِمَادُ الدِّیْنِ." (کشف الخفاء: ۲/۲۷)

یعنی جس طرح ایک عمارت، ستون پر قائم رہتی ہے، اسی طرح انسان کے دین کی عمارت، نماز کے ستون پر ٹکی ہوئی ہے، اگر آدمی نماز کو ضائع کردے، تو گویا اُس نے دین کے ستون کو گرادیا۔

نماز روشنی ہے۔ "اَلصَّلَاۃُ نُوْرٌ." (مسلم: ۱/۱۱۸، رقم: ۲۲۳ عن ابی مالک الاشعری)

یعنی نماز کے ذریعے ظاہری نور بھی حاصل ہوتا ہے اور آخرت میں بھی نماز، ظلمتوں کا مٹانے کا بڑا سبب بنے گی، ان شاء اللہ۔

نماز پڑھنے سے نمازی کے گناہ اِس طرح جھڑ جاتے ہیں، جیسے پتجھڑ کے زمانے میں درخت کے پتے جھڑ جاتے ہیں۔ "عَنْ أَبِی ذَرٍّ، أَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ زَمَنَ الشِّتَاءِ وَالْوَرَقُ یَتَهَافَتُ ، فَأَخَذَ بِغُصْنَیْنِ مِنْ شَجَرَۃٍ. قَالَ : فَجَعَلَ ذٰلِکَ الْوَرَقُ یَتَهَافَتُ. قَالَ : فَقَالَ: "یَا أَبَا ذَرٍّ. قُلْتُ: لَبَّیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ. قَالَ: إِنَّ الْعَبْدَ الْمُسْلِمَ لَیُصَلِّ الصَّلَاۃَ یُرِیْدُ بِهَا وَجْهَ اللّٰہِ، فَتَهَافَتُ عَنْهُ ذُنُوْبُهُ کَمَا یَتَهَافَتُ هٰذَا الْوَرَقُ عَنْ هٰذِهِ الشَّجَرَۃِ." (مسند احمد: ۸/۱۸۹، رقم: ۲۱۵۵٦)

اِس حدیث سے معلوم ہوا کہ نماز، انسان کے گناہوں کی معافی کا بڑا سبب ہے۔
اِن چند احادیث سے نماز کی عظمت اور ضرورت کا بہ آسانی اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔
اللہ ہمیں نمازوں کے اہتمام کی توفیق مرحمت فرمائے۔ آمین۔

نماز کی کثرت، نبی ﷺ کی رفاقت کا سبب

ایک صحابی ہیں حضرت ربیعہ رضی اللہ عنہ، وہ نبی کریم ﷺ کی چھوٹی موٹی خدمت انجام دیا کرتے تھے، کبھی وضو کا پانی رکھ دیا، کبھی تولیہ لا دی، کبھی مسواک دے دی، ایک دن نبی کریم ﷺ نے اُن سے فرمایا: کہ "اے ربیعہ! جو چاہو مجھ سے مانگ لو۔" حضرت ربیعہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: کہ میں نے عرض کیا: کہ "یا رسول اللہ! میں آپ سے جنت میں رفاقت کی درخواست کرتا ہوں۔" نبی کریم ﷺ نے فرمایا: کہ "کچھ اور نہیں چاہتے؟" میں نے عرض کیا: کہ "رسول اللہ! مجھے تو یہی چاہیے۔" تو آپ ﷺ نے فرمایا: کہ "تم زیادہ سجدے کر کے میری سفارش پر مدد کرو۔" عَنْ أَبِيْ رَبِيعَةَ بْنِ كَعْبِ الْأَسْلَمِيِّ قَالَ: كُنْتُ أَبِيتُ مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ، فَأَتَيْتُهُ بِوَضُوئِهِ وَحَاجَتِهِ، فَقَالَ لِي: سَلْ فَقُلْتُ: أَسْأَلُكَ مُرَافَقَتَكَ فِي الْجَنَّةِ. قَالَ: أَوَغَيْرَ ذٰلِكَ؟ قُلْتُ: هُوَ ذَاكَ. قَالَ: فَأَعِنِّي عَلٰى نَفْسِكَ بِكَثْرَةِ السُّجُودِ. (مسلم: ۱/۱۹۳، رقم: ۴۸۹)

یعنی جتنی کثرت سے تمہارے نامۂ اعمال میں نمازوں کا تذکرہ ہوگا، اُتنی ہی میری سفارش تمہارے حق میں قبول ہو جائے گی اور آخرت میں میری رفاقت نصیب ہوگی۔
اللہ ہمیں بھی پنج وقتہ نماز کے ساتھ، تمام نوافل اور سنن کی پابندی کرنے کی توفیق نصیب فرمائے۔ آمین۔

نماز چھوڑنے پر وعید

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: کہ "جس نے جان بوجھ کر نماز چھوڑ دی، گویا وہ دین سے

نکل گیا۔ ”عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ بُرَيْدَةَ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: الْعَهْدُ الَّذِي بَيْنَنَا وَبَيْنَهُمُ الصَّلَاةُ، فَمَنْ تَرَكَهَا فَقَدْ كَفَرَ. “ (سنن ترمذی: ۲۶۲۱؛ الترغیب: ۲۱۵/۱)

مسلمان اور کافر کے درمیان نماز چھوڑنے کا فرق ہے۔ عَنْ جَابِرٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: إِنَّ بَيْنَ الرَّجُلِ وَبَيْنَ الشِّرْكِ وَالْكُفْرِ تَرْكَ الصَّلَاةِ. (سنن ترمذی: ۲۶۲۰ عن جابر بن عبد اللہؓ)

یعنی جیسے ہی اُس نے نماز چھوڑی، گویا کفر کی سرحد میں پہنچ گیا۔

حضرت عمرؓ نے فرمایا: کہ ”اُس شخص کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں، جس نے نماز کو ترک کر دیا۔ ”عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّ الْمِسْوَرَ بْنَ مَخْرَمَةَ، أَخْبَرَهُ أَنَّهُ دَخَلَ عَلَى عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ مِنَ اللَّيْلَةِ الَّتِي طُعِنَ فِيهَا، فَأَيْقَظَ عُمَرَ لِصَلَاةِ الصُّبْحِ، فَقَالَ عُمَرُ: نَعَمْ، وَلَا حَظَّ فِي الْإِسْلَامِ لِمَنْ تَرَكَ الصَّلَاةَ. فَصَلَّى عُمَرُ وَجُرْحُهُ يَثْعَبُ دَمًا.“ (مؤطا امام مالک: ۹۳)

یعنی نماز چھوڑنے سے مسلمان، اسلام کی امتیازی علامت سے محروم ہو جاتا ہے، جو شخص نماز کی پابندی نہ کرے، اُس کا حشر قیامت کے روز قارون، فرعون، ہامان اور اُبی ابن خلف جیسے بدترین کافروں کے ساتھ ہوگا۔ ”عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ، أَنَّهُ ذَكَرَ الصَّلَاةَ يَوْمًا فَقَالَ: مَنْ حَافَظَ عَلَيْهَا كَانَتْ لَهُ نُورًا وَبُرْهَانًا وَنَجَاةً مِنَ النَّارِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، وَمَنْ لَمْ يُحَافِظْ عَلَيْهَا لَمْ تَكُنْ لَهُ نُورًا وَلَا نَجَاةً وَلَا بُرْهَانًا، وَكَانَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مَعَ قَارُونَ وَفِرْعَوْنَ وَهَامَانَ وَأُبَيِّ بْنِ خَلَفٍ. “ (مسند احمد: ۱۲۹/۲، رقم: ۶۵۷۶)

یعنی بے نمازی کو سزا میں کافروں کے ساتھ رکھا جائے گا، عذر کی بنیاد پر نماز کے احکام میں قدرِ تخفیف تو کر دی گئی ہے؛ لیکن فرضیت ساقط نہیں ہوتی، جیسے: مسافر چار کے بجائے دو پڑھے، مریض کھڑے ہو کر نہ پڑھ سکے، تو بیٹھ کر پڑھے یا اشارے سے پڑھے؛ لیکن بہر حال نماز پڑھنی پڑھے گی، نماز کا چھوڑنا کسی بھی مسلمان کے لیے کسی بھی حال میں جائز نہیں ہے، اللہ تعالیٰ ہمیں نمازوں کی پابندی کی توفیق نصیب فرمائے۔ آمین۔

نماز باجماعت کا اہتمام

شریعت نے مردوں کو مسجد میں باجماعت نماز پڑھنے کا حکم دیا ہے اور بلاعذر جماعت چھوڑنے والے کے متعلق سخت وعیدیں وارد ہوئی ہیں، ایک حدیث میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا: کہ "جس شخص نے اذان سنی، پھر بلامعقول عذر کے نماز میں شریک نہ ہوا، تو اگر وہ تنہا نماز پڑھے گا، تو اُس کی نماز قبول نہ ہوگی۔" عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : " مَنْ سَمِعَ النِّدَاءَ فَلَمْ يَأْتِهِ فَلَا صَلَاةَ لَهُ، إِلَّا مِنْ عُذْرٍ." (ابن ماجه: ۷۹۳)

اور ایک حدیث میں آپ ﷺ نے سخت لہجے میں ارشاد فرمایا: کہ "لوگ جماعت چھوڑنے سے باز آ جائیں، ورنہ میں اُن کے گھر جلانے کا حکم کردوں گا۔" عَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ ، قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: " لَيَنْتَهِيَنَّ رِجَالٌ عَنْ تَرْكِ الْجَمَاعَةِ، أَوْ لَأُحَرِّقَنَّ بُيُوتَهُمْ." (ابن ماجه: ۷۹۵)

جماعت سے مسجد میں نماز پڑھنا عظیم الشان ثواب کے حصول کا ذریعہ ہے، نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ "تنہا نماز کے مقابلے جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کا ثواب ۲۷/درجے بڑھا ہوا ہے۔" عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ ، أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : " صَلَاةُ الْجَمَاعَةِ تَفْضُلُ صَلَاةَ الْفَذِّ بِسَبْعٍ وَعِشْرِينَ دَرَجَةً. "

(بخاری: ۱۵۸/۱)

اور ایک روایت میں ہے کہ جو شخص چالیس روز تک مسلسل تکبیر اولیٰ کے ساتھ باجماعت نماز پڑھ لے، تو اُس کے لیے دو پروانے لکھے جاتے ہیں، ایک جہنم سے آزادی کا پروانہ اور دوسرا نفاق سے بری ہونے کا پروانہ۔" عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَنْ صَلَّى لِلّٰهِ أَرْبَعِينَ يَوْمًا فِي جَمَاعَةٍ، يُدْرِكُ التَّكْبِيرَةَ الْأُولَى كُتِبَ لَهُ بَرَاءَتَانِ : بَرَاءَةٌ مِنَ النَّارِ، وَبَرَاءَةٌ مِنَ النِّفَاقِ." (ترمذی: ۵۶/۱)

الغرض نماز کی شان باجماعت پڑھنے میں ہی ہے، ہر مسلمان کو نماز باجماعت کا اہتمام کرنا لازم ہے، آج سے یہ طے کریں کہ ان شاءاللہ کبھی نماز نہ چھوڑیں گے، جماعت سے پڑھیں گے، کسی مجبوری کی وجہ سے اگر گھر میں بھی نماز پڑھ رہے ہیں، تو جماعت کا اہتمام ضرور کریں گے، آس پاس کے لوگوں کو بُلا لیں اور اگر گھر میں بھی نماز پڑھیں، تو با جماعت نماز کا اہتمام کریں۔

اللہ ہمیں نماز بہ جماعت کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

رمضان کے آخری لمحات

اب کرونا کی وجہ سے خوف کا ماحول ہے، لوگ رمضان المبارک میں بھی جماعت کی نماز تک سے محروم ہیں، بیماری کے عام ہونے کی وجہ سے اکثر لوگ روزے بھی نہیں رکھ پا رہے ہیں۔

رمضان کے آخری لمحات ہیں، پتہ نہیں اگلے سال رمضان نصیب ہو یا نہیں، اللہ کے فضل سے مل بھی جائے، تو عبادت کی توفیق میسّر آئے یا نہیں۔ اِس رمضان میں بھی ہمارے کتنے بھائی بہن ایسے رہے، جو پورے مہینے بیماری میں مبتلا رہے کہ اشارے سے بھی نماز نہ پڑھ سکے اور اُن کے گھر والے اُن کی خدمت کی وجہ سے روزے اور نماز وغیرہ سے بھی محروم رہے۔

اِس لیے ہم سب مل کر سچے دل سے اللہ سے معافی مانگیں، بیدار رہیں، خوف و ہراس اپنے اندر سے بھی نکالیں اور اپنے بھائیوں کے دلوں سے بھی ہر طرح کے گناہ سے اپنے آپ کو بھی بچائیں، اپنے گھر والوں کو بھی اور پوری امّت کو بچانے کے لیے کمر بستہ ہو جائیں، ورنہ اتنا بڑا نقصان ہو جائے گا، جس کی تلافی آسان نہیں، اللہ ہم سب کو سمجھ عطا فرمائے اور ہماری مدد فرمائے۔ آمین۔

نماز سے غفلت

آج معاشرے میں بد دینی پھیلنے کی ایک بہت بڑی وجہ نماز سے غفلت ہے، جو معاشرہ

نماز میں سُست ہو، وہ کبھی بھی صحیح معنیٰ میں دیندار نہیں ہوسکتا، افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ شروع رمضان میں تو کچھ چہل پہل نظر آتی ہے، بڑی بڑی مسجدیں وسعت کے باوجود تنگ محسوس ہونے لگتی ہیں؛ لیکن جُوں جُوں رمضان بڑھتا رہتا ہے اور قیمتی بنتا رہتا ہے، ہماری مسجدیں خالی ہونے لگتی ہیں اور بازار بھرنے لگتے ہیں، آج بلا مبالغہ امّت کا ستّر (۷۰٪) فیصد طبقہ نماز سے غافل ہے، عام نمازوں میں مسجدیں خالی نظر آتی ہیں، بڑے بڑے عقل منداور دانش مند کہلائے جانے والے لوگ نماز کے اہتمام سے کوسوں دور ہیں، بہت سے لوگوں کا مزاج یہ ہے کہ ہفتے میں صرف جمعے کی نماز پڑھ کر یہ سمجھتے ہیں کہ ہماری ذمے داری ادا ہوگئی، یہ کوئی معمولی کوتاہی نہیں ہے؛ بلکہ اِس طرف توجہ نہ دی گئی، تو آنے والی نسلوں کے دین وایمان کی خیر نہ ہوگی، بہر حال ہمیں نماز قائم کرنے کے لیے بھرپور جدوجہد کرنی ہے، اللہ تعالیٰ ہم سب کے لیے عمل کو آسان فرمائے، اپنی رضا عطا فرمائے، حدیث میں فرمایا گیا کہ محروم کے علاوہ رمضان المبارک میں کوئی محروم نہیں ہوتا، رمضان میں ہی ہماری نمازیں چھوٹیں گی، تکبیر اولیٰ چھوٹے گی، جماعتوں کا اہتمام چھوٹے گا، تو پھر کون سا زمانہ آئے گا، جس میں ہم نماز پڑھ سکیں گے؟ اللہ تعالیٰ ہمیں محرومی سے محفوظ فرمائے، حدیث میں آتا ہے کہ جو آدمی رمضان المبارک کا مہینہ پائے اور پھر وہ اللہ کی رحمتوں کا مستحق نہ ہو سکے، تو اُس سے بڑا کوئی محروم نہیں۔"عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍؓ قَالَ: دَخَلَ رَمَضَانُ، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: إِنَّ هَـذَا الشَّهْرَ قَدْ حَضَرَكُمْ، وَفِيهِ لَيْلَةٌ خَيْرٌ مِنْ أَلْفِ شَهْرٍ، مَنْ حُرِمَهَا فَقَدْ حُرِمَ الْخَيْرَ كُلَّهُ، وَلَا يُحْرَمُ خَيْرَهَا إِلَّا مَحْرُومٌ." (ابن ماجه: ١٦٤٤)

اللہ تعالیٰ ہماری ہر طرح کی محرومی سے حفاظت فرمائے۔آمین۔

(کورونا میں) عید کے لیے ضروری گذارشات

تمام احباب سے درخواست کی جاتی ہے کہ عید کے دن فجر کی نماز اخیر وقت میں پڑھائیں اور اشراق کا وقت شروع ہوتے ہی عید کی نماز پڑھادیں۔

فجر کی نماز کا اخیر وقت امروہہ میں ۵:۲۵ پر ختم ہو رہا ہے، اِس لیے درخواست ہے

کہ ۵:۱۵ ریا سوا پانچ بجے پڑھادیں اور پندرہ یا بیس منٹ کے بعد (یعنی ۵:۴۵ ر بجے) کچھ بیان اور نماز وغیرہ کا طریقہ بتا کر فوراً نماز پڑھادیں۔

یہ مشورہ امر وہہ کے اعتبار سے ہے، تمام احباب اپنے اپنے علاقے کے احوال کے مطابق حکمتِ عملی کے ساتھ کام انجام دیں۔

کوشش کریں کہ نہ خوف کا ماحول پیدا ہو اور نہ ٹکراؤ کی کوئی شکل ہو۔

تمام احباب تیار ہو کر فجر کی نماز کے لیے آئیں اور عید کی نماز پڑھ کر گھروں کو واپس چلے جائیں۔

سڑکوں پر بے ضرورت نہ نکلیں، رشتے داروں اور پڑوسیوں کا خاص خیال رکھیں۔

جمعہ اور عید کی نماز

اسلام کی شان وشوکت اور اجتماعیت کا اظہار دو رکعت شکرانے کے طور پر پڑھنے کا موقع مل جانا یہ سعادت کی بات ہے؛ لیکن اِس میں پیغمبرانہ طریقہ ہی ہر اعتبار سے مفید ہے، صرف دو رکعت پڑھنا مقصد نہیں ہے، غور فرمائیں! کہ مسجدِ نبوی میں پڑھی جانے والی ہر نماز پچاس ہزار نمازوں کا ثواب رکھتی ہے، اُس کے باوجود اللہ کے نبی ﷺ مسجدِ نبوی کو چھوڑ کر عید گاہ جارہے ہیں، کوئی تو مقصد ہوگا؟

مقصد کیا ہے؟ اسلام کی شان وشوکت کا اظہار، آپ ہزار اجتماعات کر لیجیے، بڑے بڑے جلوس نکال لیجیے؛ لیکن دشمنانِ اسلام، حکومت، ایڈمنسٹریشن اور عام کفّار پر جو رعب اور دبدبہ، جمعے اور عیدین کا پڑتا ہے، وہ اِن جلسے اور جلوس سے ہرگز حاصل نہیں ہو پاتا، اللہ تعالیٰ کی طرف سے یاددہانی کا جمعے اور عیدین کا "اجتماعی نظام" نظام دشمنانِ اسلام کی نظر میں ایک آنکھ نہیں بھاتا اور سیکڑوں سال سے اسی کوشش میں تھے کہ کسی طرح اِس پر بند لگ سکے اور مسلمان کی طاقت کو کمزور اور اُن کی اجتماعیت کو پارہ پارہ کیا جاسکے، کورونا نامی بہترین ہتھیار اُن کے ہاتھ لگ گیا، اُس کو بیماری کا عنوان دے کر اِن اجتماعی کاموں پر اتنی خوب

صورتی کے ساتھ قابو پالیا گیا کہ "کلیم عاجز" نے کیا ہی خوب کہا ہے:

دامن پہ کوئی چھینٹ نہ خنجر پہ کوئی داغ تم قتل کرو ہو کہ کرامات کرو ہو۔

سارے مدارس بند، تمام مساجد پر پابندی، پوری دنیا اِس کو محسوس کر رہی ہے کہ سارے کام ہو رہے ہیں؛ لیکن "جمعے اور عیدین میں صرف پانچ لوگ" اللہ کے رسول کی پیشن گوئی حرف بہ حرف صادق آ رہی ہے کہ جب میری امّت کے دلوں میں دنیا کی محبت اور موت کی نفرت بیٹھ جائے گی، تو اللہ تعالیٰ دشمنانِ اسلام کے دلوں سے ہمارا رعب اور دبدبہ نکال دے گا اور دشمنوں کا رعب اُن کے دلوں میں پیوَست کر دیا جائے گا۔

رمضان کا آخری دن ہے، پتہ نہیں اگلے سال رمضان نصیب ہو یا نہیں، اللہ کے فضل سے مل بھی جائے، تو عبادت کی توفیق میسّر آئے یا نہیں۔ اِس رمضان میں بھی ہمارے کتنے بھائی بہن ایسے رہے، جو پورے مہینے بیماری میں مبتلا رہے کہ بیٹھ کر اشارے سے بھی نماز نہ پڑھ سکے اور اُن کے گھر والے اُن کی خدمت کی وجہ سے روزے اور نماز وغیرہ سے محروم رہے، اِس لیے ہم سب مل کر سچے دل سے اللہ سے معافی مانگیں، بیدار رہیں، خوف و ہراس اپنے اندر سے بھی اور اپنے بھائیوں کے دلوں سے بھی نکالنے کی کوشش کریں، ورنہ نا قابل تلافی نقصان ہو جائے گا، اللہ ہم سب کو سمجھ عطا فرمائے اور ہماری مدد فرمائے۔ آمین۔

بچوں کے حقوق

❑ نیک اولاد کے لیے نیک ماں کا انتخاب:

اپنی اولاد کے لیے اچھی ماں کا انتخاب کریں۔ عَنْ عَائِشَةَؓ قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: تَخَيَّرُوا لِنُطَفِكُمْ، وَأَنْكِحُوا الْأَكْفَاءَ، وَانْكِحُوا إِلَيْهِمْ. (ابن ماجه: ١٩٦٨)

یعنی نیک اور صالح عورت سے نکاح کریں؛ کیوں کہ بچے کی سب سے پہلی درس گاہ ماں کی گود اور اُس کا سب سے پہلا مدرسہ گھر کا ماحول ہوتا ہے۔

❑ صحبت کے وقت دعا پڑھنا:

بیوی سے صحبت کے وقت رسول اکرم ﷺ کی صحبت کے وقت سکھائی ہوئی دعا پڑھ کر

اپنے بچے کو شیطان کے شر سے ضرور بچائیں۔ ”بِسْمِ اللّٰهِ، اَللّٰهُمَّ جَنِّبْنَا الشَّيْطٰنَ وَجَنِّبِ الشَّيْطٰنَ مَا رَزَقْتَنَا.“

ترجمہ: میں اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں، اے اللہ ہمیں اور ہماری اولاد کو شیطان سے دور رکھ۔ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ يَبْلُغُ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: لَوْ أَنَّ أَحَدَكُمْ إِذَا أَتَى أَهْلَهُ قَالَ: بِاسْمِ اللّٰهِ، اللّٰهُمَّ جَنِّبْنَا الشَّيْطَانَ وَجَنِّبِ الشَّيْطَانَ مَا رَزَقْتَنَا، فَقُضِيَ بَيْنَهُمَا وَلَدٌ لَمْ يَضُرَّهُ. (بخاری: ۱٤١ - عن ابن عباسؓ)

حالتِ حمل میں ماں کی نیکی والے کام کرنا:

حالتِ حمل میں ماں تمام گناہوں سے بچ کر اور نیکیوں کے کام کر کے اپنے ہونے والے بچے کے قلب و دماغ کو روشن کرے؛ کیوں کہ حالتِ حمل میں ماں کے اعمال کے اثرات بچے پر ضرور پڑتے ہیں، جیسا کہ بزرگوں کے واقعات اِس کے گواہ ہیں۔

بچے کی پیدائش کے بعد کانوں میں اذان واقامت کہنا:

بچے کے دائیں کان میں اذان اور بائیں کان میں اقامت کہنا ہرگز نہ بھولیں۔ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي رَافِعٍ، عَنْ أَبِيهِؓ قَالَ: رَأَيْتُ رَسُولَ اللّٰه ﷺ أَذَّنَ فِي أُذُنِ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ حِينَ وَلَدَتْهُ فَاطِمَةُ بِالصَّلَاةِ. (ابو داؤد: ۵۱۰۵ - عن ابی رافع؛ مرقاۃ المفاتیح: ۸/۸۱)

جب بچے کے کان میں اذان کی آواز پڑ جاتی، تو اُس کے دل کی گہرائیوں میں ایمان اور عمل کے جذبات بیٹھ جاتے ہیں پھر پوری زندگی اِس کے نورانی اثرات رہتے ہیں، نیز کلماتِ اذان سے شیطان دفع ہو جاتا ہے اور بچہ شیطان کے شر سے بچ جاتا ہے۔

تحنیک کرانا:

کسی بزرگ مرد یا عورت سے کھجور وغیرہ چبوا کر بچے کو چٹوا دیں۔ عَنْ عَائِشَةَؓ قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ يُؤْتَى بِالصِّبْيَانِ فَيَدْعُو لَهُمْ بِالْبَرَكَةِ. زَادَ يُوسُفُ:

وَيُحَنِّكُهُمْ. وَلَمْ يَذْكُرْ: بِالْبَرَكَةِ. (مسلم: ٢٨٦؛ ابوداؤد: -٥١٠٦عن عائشہؓ)

❑ باوضو دودھ پلانا:

اگر ممکن ہو، تو بچے کو باوضو ہو کر ہی دودھ پلائیں۔

❑ بچے کا عقیقہ کرنا:

پیدائش کے ساتویں دن بچے کا عقیقہ کر کے اُس کے بال منڈا دیں اور ہو سکے، تو اُس کے بال کے وزن کے برابر چاندی صدقہ کر دیں۔ اِس کی برکت سے بچے کے اوپر آنے والی تمام بلائیں، مصیبتیں اور آفات ختم ہو جاتی ہیں۔ **عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍؓ، أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: كُلُّ غُلَامٍ رَهِينَةٌ بِعَقِيقَتِهِ: تُذْبَحُ عَنْهُ يَوْمَ سَابِعِهِ، وَيُحْلَقُ، وَيُسَمَّى.** (ابوداؤد: ٢٨٣٨؛ ترمذی: ١٥٢٢؛ ابن ماجہ: ٣١٦٥)

چھٹی وغیرہ اور ہر سال برتھ ڈے (سال گرہ) جیسی خرافات اور رسومات کے شر سے اپنے بچے کی حفاظت کریں۔

❑ اچھا نام رکھنا:

بچے کا خوب اچھا نام رکھیں۔ حدیث میں آتا ہے کہ قیامت کے دن تم اپنے اور اپنے باپ دادا کے نام کے ساتھ پکارے جاؤ گے، لہٰذا اپنے بچوں کے اچھے نام رکھا کرو۔ **عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِؓ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: إِنَّكُمْ تُدْعَوْنَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِأَسْمَائِكُمْ وَأَسْمَاءِ آبَائِكُمْ، فَأَحْسِنُوا أَسْمَاءَكُمْ.** (ابوداؤد: -٤٩٤٨عن ابی الدرداءؓ)

❑ سب سے پہلے کلمۂ طیبہ سکھانا:

جب بچہ بولنے لگے، تو اُسے سب سے پہلے کلمۂ طیبہ "**لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ**" سکھائیں۔ **عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ أَنَّهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: إِفْتَحُوْا عَلَى صِبْيَانِكُمْ أَوَّلَ كَلِمَةٍ "لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ" وَلَقِّنُوْهُمْ عِنْدَ الْمَوْتِ "لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ.** (شعب الایمان: ٣٩٧/٦، رقم: ٨٦٤٩)

بچے کو ادب سکھانا:

بچے کی دینی اور عصری دونوں تعلیمات کا اچھا انتظام کریں اور اُنہیں اچھا انسان بنانے کی ترغیب دیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کوئی باپ اپنی اولاد کو اچھی تربیت سے زیادہ اچھا تحفہ نہیں دے سکتا۔ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: مَا نَحَلَ وَالِدٌ وَلَدًا مِنْ نُحْلٍ أَفْضَلَ مِنْ أَدَبٍ حَسَنٍ. (ترمذی: ۱۹۵۲ عن عمرو ابن سعید ابن عاصؓ)

بچے کو نماز کا عادی بنانا:

جب بچہ سات برس کا ہو جائے، تو اُسے نماز پڑھنے کا عادی بنایا جائے؛ لیکن نماز چھوڑنے پر یا کسی دیگر غلطی پر مار پیٹ نہ کی جائے؛ بلکہ شفقت اور محبت سے اُس کام کی اہمیت کو اُس کے دل میں بیٹھا دیا جائے۔ ہاں! اگر دس برس کا ہو جائے اور پھر نماز نہ پڑھے یا بات نہ مانے، تو ہلکی پھلکی سزا دی جا سکتی ہے۔ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: مُرُوا أَوْلَادَكُمْ بِالصَّلَاةِ وَهُمْ أَبْنَاءُ سَبْعِ سِنِينَ، وَاضْرِبُوهُمْ عَلَيْهَا وَهُمْ أَبْنَاءُ عَشْرٍ، وَفَرِّقُوا بَيْنَهُمْ فِي الْمَضَاجِعِ. (ابوداؤد: ۴۹۵ عن عبد اللہ ابن عمرو ابن عاصؓ)

بچے نکاح کرا دینا:

جب اولاد بالغ ہو جائے، تو جلد ہی اُس نکاح کر دینے کی کوشش کرنی چاہیے، اس لیے کہ اگر بالغ ہونے کے بعد ماں باپ نے اس کے نکاح میں تاخیر کی اور اولاد کسی گناہ میں مبتلا ہوگئی، تو اُس کا گناہ ماں باپ پر بھی ہوگا۔ مَنْ وُلِدَ لَهُ وَلَدٌ فَلْيُحْسِنِ اسْمَهُ وَأَدَبَهُ فَإِذَا بَلَغَ فَلْيُزَوِّجْهُ فَإِنْ بَلَغَ وَلَمْ يُزَوِّجْهُ فَأَصَابَ إِثْماً فَإِنَّمَا إِثْمُهُ عَلَى أَبِيهِ. (شعب الایمان: ۸۶۶۶ عن ابن عباسؓ)

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اولاد کے حقوق کے ادائیگی کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

اپنی اولاد کا اکرام کریں

اولاد اللہ کی طرف سے بڑی نعمت ہے، اُس کی قدر اُنہیں لوگوں سے معلوم کی جائے،

جو اولاد کی نعمت سے محروم ہیں اور ہزار کوشش اور جتن کرنے کے باوجود یہ نعمت خاص اللہ ہی کے پاس سے حاصل ہوتی ہے، اِس لیے جن لوگوں کو اللہ تعالیٰ اولاد کی نعمت سے نوازے اُن کو اپنی اولاد کی صحیح تربیت کرنی چاہیے اور اُن کا پورا اکرام کرنا چاہیے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا: کہ "اپنی اولاد کا اکرام کرو اور اُنہیں بہترین ادب سکھاؤ۔" عَنْ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يُحَدِّثُ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ، قَالَ: أَكْرِمُوا أَوْلَادَكُمْ وَأَحْسِنُوا أَدَبَهُمْ." (ابن ماجہ: ۳۶۷۱)

یعنی خود اُن کو عزّت دیں، اُن کو نیک بنانے کی فکر کریں، اُن سے مشورے کیا کریں، اُن کے اوپر اعتماد کریں اور شریعت کے بتائے ہوئے طریقے کے مطابق اُن کی تربیت کریں، یہ اُن کا اکرام ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنی اولاد کی صحیح تربیت کرنے کی توفیق نصیب فرمائے۔ آمین۔

اپنے بچوں میں چھ خوبیاں پیدا کریں

یاد رکھیں! بچوں کو اچھے اور مہنگے اسکولوں میں پڑھا دینا کافی نہیں ہے؛ بلکہ اُن کو عظیم انسان بنانے کے لیے پڑھائی کے ساتھ ساتھ شریعت نے کچھ اور چیزیں بھی والدین کے ذمے لازم کی ہیں، بچوں کو عظیم انسان بنانے کے لیے چند چیزیں ضروری ہیں، جو لوگ یہ چاہتے ہیں کہ اُن کی اولاد عظیم انسان بنے، اُن کو اِن سب باتوں پر عمل کرنا ضروری ہے، اِس کے بغیر بچے عظیم انسان نہیں بن سکتے، عظیم انسان کے اندر چھ خوبیاں ہوتی ہیں:

(۱) دینی اور دنیوی علوم کا ماہر ہو،

(۲) اُس کا ایمان و یقین مضبوط ہو،

(۳) اُس کو کفر اور شرک سے نفرت ہو،

(۴) وہ اللہ کے راستے میں ہر طرح کی قربانی دینے کے لیے تیار ہو،

(۵) اُس کو اللہ اور اُس کے رسول سے سب سے زیادہ محبت اور عقیدت ہو،

(۶) اُس کی زندگی اور رہن سہن بالکل بے تکلف اور سادہ ہو،

یہ چھ خوبیاں جس بچے کے اندر پائی جائیں گی وہ بچہ عظیم انسان بنے گا، دنیا میں ماں باپ کی آنکھوں کی ٹھنڈک اور آخرت میں درجات کی بلندی کا ذریعہ بنے گا۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنے بچوں کو عظیم انسان بنانے کی توفیق نصیب فرمائے۔ آمین۔

پہلی چیز، اپنی نیتوں کو درست کریں

بچوں کو عظیم انسان بنانے کے لیے سات باتیں ضروری ہیں:

سب سے پہلی بات یہ ہے کہ والدین اپنی نیتوں کو درست کریں اور یہ طے کریں کہ ہمیں اپنے بچوں کو عظیم انسان بنانا ہے، اُس کے لیے سب سے بنیادی بات یہ ہے کہ بچوں کی صلاحیتیوں کو سمجھیں، یاد رکھیں! دنیا میں کوئی بچہ بے صلاحیت پیدا نہیں ہوتا؛ لیکن صلاحیتیں بچوں کی الگ الگ ہوتی ہیں، جب تک والدین بچوں کی صلاحیتوں کو نہیں سمجھیں گے، وہ اُن کو عظیم انسان نہیں بنا سکیں گے۔

دوسرے یہ کہ بعض بچوں کے اندر پڑھنے سے متعلق کچھ بیماریاں ہوتی ہیں، جنہیں "لرننگ ڈِسے بِلٹیز (Disabilities Learning)" کہتے ہیں، اِن بیماریوں کو سمجھے بغیر والدین اپنے بچوں کو عظیم انسان نہیں بنا سکتے، اِس لیے عظیم انسان بنانے کے لیے شرط یہ ہے کہ والدین اپنی نیتوں کو درست کریں اور اُن کی بیماریوں اور صلاحیتوں کو سمجھیں، یہی چیز استاذ کے لیے ضروری ہے، ورنہ اُس کے طلبہ اچھے انسان نہیں بن سکتے۔

دوسری چیز، بچوں کو اچھی صحبت دیں

بچوں کو عظیم انسان بنانے کے لیے دوسری چیز یہ ہے کہ بچوں کو اچھی صحبت دیں، بچوں کو اچھے دوست دیں، بچوں کے لیے اچھے آئیڈیل اور نمونے بنائیں، اچھی صحبت کے بغیر بچے اچھے نہیں بن سکتے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا: کہ "آدمی اپنے دوست کے طریقے پر سمجھا جاتا ہے، اِس لیے اُسے چاہیے کہ جب وہ دوستی کرے، تو وہ دیکھ لے کہ کس سے دوستی کر رہا ہے۔" عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ ، أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: "الرَّجُلُ عَلَى دِينِ خَلِيلِهِ، فَلْيَنْظُرْ

أَحَدُكُمْ مَنْ يُخَالِلُ." (ابو داؤد: ۴۸۳۳ عن ابی ہریرہؓ)

خود والدین بھی یہ غور کریں کہ کیا وہ اپنے بچوں کے اچھے دوست بن سکتے ہیں؟ کیا اُن کی صحبتوں سے بچوں کو فائدہ پہنچ سکتا ہے؟ محض قیمتی اور اچھے اسکولوں میں داخلہ کرا دینے سے مسئلے کا حل نہیں ہوگا، بچوں کو عظیم انسان بنانے کے لیے اُنہیں اچھی صحبت دیں، اللہ کے رسول کے واقعات سنائیں، گھروں میں مستقل سنتوں کا مذاکرہ کریں، صحابہ کے واقعات سنائے جائیں، اسی طرح دھیرے دھیرے بچوں کے دل و دماغ پر سنت کی اور رسول اللہ ﷺ کے طریقے کی محبت بیٹھے گی اور یہ چیزیں اُس کو عظیم انسان بنا دیں گی۔

اسی طرح جن اسکولوں میں بچوں کو داخل کرائیں، تو پہلے غور کر لیں کہ وہ کس نظریے کا اسکول ہے؟ وہاں کا مینیج مینٹ اور ٹیچرس کیسے ہیں اور اُن کا نظریہ کیا ہے؟ ٹیوشن پڑھانے والے اور قرآن پڑھانے والے اساتذہ میرے بچوں کی اچھی تربیت کر سکیں گے یا نہیں؟ اِن سب باتوں پر غور کریں۔

اللہ ہمیں عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین۔

تیسری چیز، بچوں کو اچھا ماحول دیں

بچوں کو عظیم انسان بنانے کے لیے ایک چیز یہ بھی ہے کہ انسان اپنے بچوں کے لیے اپنے گھر کا ماحول اچھا بنائے، گھروں کے اندر وسعت پیدا کریں، بڑے گھروں میں رہیں، بڑے گھروں میں رہنے سے خود ماں باپ میں وسعت پیدا ہوتی ہے، بچوں کے اندر بھی وسعت پیدا ہوتی ہے، پردے کا معقول انتظام ہوسکتا ہے، مہمانوں کے آنے سے خوشی ہوتی ہے، بچوں کو کھیلنے کی جگہ مل سکتی ہے، اللہ کے نبی جناب رسول اللہ ﷺ وضو کے درمیان مستقل یہ دعا کرتے تھے کہ اللہ میرے گناہوں کو معاف فرمادے، میرے گھر میں کشادگی پیدا فرمادے اور میرے رزق میں برکت پیدا فرمادے۔"عَنْ أَبِي مُوسَى قَالَ: أَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِوَضُوءٍ، فَتَوَضَّأَ وَصَلَّى، وَقَالَ: اللّٰهُمَّ اغْفِرْلِي ذَنْبِي، وَوَسِّعْ

لِیْ فِی دَارِیْ، وَبَارِکْ لِی فِی رِزْقِی." (سنن کبریٰ نسائی: ۹۹۰۸)

تو معلوم ہوا کہ رزق میں برکت مانگیں اور گھروں میں وسعت مانگیں یعنی بڑے گھروں میں رہیں؛ تاکہ بچوں کی تربیت آسانی کے ساتھ ہوسکے، اپنے گھروں کا ماحول اچھا بنائیں، گھروں میں میاں بیوی آپس میں بچوں کے سامنے جھگڑا نہ کریں، جو والدین بچوں کے سامنے لڑائی جھگڑا کرتے ہیں یا جن چھوٹے چھوٹے گھروں میں سب آپس میں ساتھ رہتے ہیں (یعنی جوئنٹ فیملی میں رہتے ہیں)، وہاں پر پلنے والے بچے ذہنی بیماریوں کا شکار ہوجاتے ہیں، جس سے وہ عظیم انسان نہیں بن پاتے، تو بچوں کو اچھا ماحول دیں۔

چوتھی چیز، پاکیزہ غذا کھلائیں

بچوں کو اچھی غذا کھلائیں، حلال اور پاکیزہ غذا کھلائیں، غذا کے اثرات بچوں کے دل و دماغ پر، جسم پر، صحت پر، سوچ وفکر پر، تعلیم پر سب پر پڑتے ہیں، اِس لیے اپنے بچوں کو حلال اور پاکیزہ روزی کھلائے بغیر ہم اپنے بچوں کو عظیم انسان نہیں بنا سکتے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا: کہ "حرام غذا کا ایک لقمہ بھی اگر پیٹ میں پہنچ گیا، تو چالیس دن تک اُس کی کوئی عبادت قبول نہیں ہوگی، نہ فرض نہ نفل۔" وَالَّذِیْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِیَدِہِ، إِنَّ الْعَبْدَ لَیَقْذِفُ اللُّقْمَةَ الْحَرَامَ فِی جَوْفِهِ مَا یُتَقَبَّلُ مِنْهُ عَمَلُ أَرْبَعِینَ یَوْمًا." (المعجم الاوسط: ۶۴۹۵- عن ابن عباس)

غور فرمائیں! کہ پھر بچے عظیم انسان کیسے بن سکیں گے؟ اِس لیے بچوں کو اچھا بنانے کے لیے حلال اور پاکیزہ غذا کھلانی ضروری ہے، باہر کی چیزوں سے بچوں کو بچائیں، اسی طرح برانڈیڈ کمپنیوں سے آنے والی چیزوں سے بچوں کو بچائیں۔

پانچویں چیز، بچوں کو صفائی اور سلیقہ مندی کا عادی بنائیں

اپنے بچوں کو عظیم انسان بنانے کے لیے ضروری ہے کہ اُن کو بچپن ہی سے صفائی

ستھرائی اور سلیقہ مندی کا عادی بنائیں، جن گھروں میں گندگیاں رہتی ہیں، بچوں کو گندا رکھا جاتا ہے، پاکی ناپاکی کا زیادہ خیال نہیں رہتا، اُن گھروں میں پلنے والے بچے عظیم انسان نہیں بن پاتے، اِس لیے بچوں کو سلیقہ مند بنائیے، صفائی ستھرائی کا عادی بنائیے، ہر وقت باوضو رہنے کا اُن کو عادی بنائیے، ہر چیز کو اپنی جگہ رکھنے کی ٹریننگ دیجیے، سلیقہ مندی شریعت میں بہت پسندیدہ عمل ہے اور اللہ نے اپنے نبیوں کو اِس کی تعلیم دی ہے۔

اِس لیے بچوں کو اچھا بنانے کے لیے اُن کو سلیقے مند بنانا اور صفائی ستھرائی کا عادی بنانا ضروری ہے۔

چھٹی چیز، بچوں کو اچھا لباس پہنائیے

اپنے بچوں کو عظیم انسان بنانے کے لیے والدین کے ذمے ایک بات یہ بھی ضروری ہے کہ وہ بچپن ہی سے بچوں اور بچیوں کو اچھا لباس پہنائیں، نیک لوگوں کا لباس پہنائیں، لباس کے اثرات بچے کے دل و دماغ پر، اُن کی صحت پر، اُن کی سوچ و فکر پر، اُن کی تعلیم پر سب پر پڑتے ہیں، اِس لیے بچوں کو بچپن ہی سے اچھا اور پاکیزہ لباس پہنانے کا عادی بنائیے، بچوں کو اگر نیکر پہنایا جائے گا اور لڑکیوں کو بے حیائی والا لباس پہنایا جائے گا، تو بچپن ہی سے بچوں کے اندر خرابیاں پیدا ہو جائیں گی، وہ عظیم انسان نہیں بن سکیں گے، اِس لیے اپنے بچوں کو اچھا بنانے کے لیے ایک بات یہ بھی ضروری ہے کہ اُن کو اچھا لباس پہنائیے، کوشش کریں کہ باہر کے سِلے ہوئے کپڑے نہ پہنائیں؛ بلکہ خود اپنے گھروں میں سی کر بچوں کو پہنائیں، گھروں میں جو عورتیں سیتی ہیں اُن سے سلوائیں یا جو آس پاس میں ٹیلر ہیں، اُن سے سلوا کر بچوں کو پہنائیں، برانڈیڈ کپڑوں سے بچوں کو بچائیں، اُس سے بچوں کی سوچ و فکر میں، اُن کی تعلیم میں سب پر اُس کے اثرات نمایاں ہوتے ہیں، اِس لیے نبی کریم ﷺ نے یہ تلقین فرمائی ہے کہ بچوں کو بچپن ہی سے اچھا لباس پہنایا جائے۔ "عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ

عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ قَالَ: رَأَى رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ عَلَيَّ ثَوْبَيْنِ مُعَصْفَرَيْنِ، فَقَالَ : إِنَّ هَذِهِ مِنْ ثِيَابِ الْكُفَّارِ فَلَا تَلْبَسْهَا." (صحيح مسلم: ٢٠٧٧؛ ابن ماجه: ٣٦٠٥)

لہٰذا بچوں کو شروع ہی سے اچھا اور سلیقے مند شریفانہ لباس پہنائیے، یہ نہ سوچیے کہ ابھی بچہ ہے، اپنے اور بچے کے لباس کے سلسلے میں بہت غور وفکر ہونا چاہیے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو سمجھ نصیب فرمائے۔ آمین۔

بچوں کے نیند کے سسٹم پر نظر رکھیں

بچوں کو اچھا بنانے کے لیے ایک چیز یہ بھی ضروری ہے کہ بچوں کے سونے کے سسٹم پر والدین گہری نظر رکھیں، بچے کب سو رہے ہیں؟ کیسے سو رہے ہیں؟ کتنا سو رہے ہیں؟ کس طرح سو رہے ہیں؟ کس کے ساتھ سو رہے ہیں؟ اِن سب چیزوں پر بڑی گہری نظر رکھنی ہے، دس سال کے بعد بچہ اُلٹا لیٹنا شروع ہو جاتا ہے، اُس کی جنسی صلاحیت شروع ہو جاتی ہیں، اِس لیے نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ دس سال کے بعد بچوں کے بستر الگ کر دو۔"عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ ، عَنْ أَبِيهِ ، عَنْ جَدِّهِ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مُرُوا أَوْلَادَكُمْ بِالصَّلَاةِ وَهُمْ أَبْنَاءُ سَبْعِ سِنِينَ، وَاضْرِبُوهُمْ عَلَيْهَا وَهُمْ أَبْنَاءُ عَشْرٍ، وَفَرِّقُوا بَيْنَهُمْ فِي الْمَضَاجِعِ." (ابو داؤد: ٤٩٥)

داہنی کروٹ پر سونے کی عادت ڈالیں

اسی طرح داہنی کروٹ اور باوضو ہو کر سونے کی عادت ڈالیں اور بچوں کو بھی عادت ڈلوائیں۔"عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ : قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِذَا أَتَيْتَ مَضْجَعَكَ فَتَوَضَّأْ وُضُوءَكَ لِلصَّلَاةِ، ثُمَّ اضْطَجِعْ عَلَى شِقِّكَ الْأَيْمَنِ." (بخاری: ٢٤٧)

نبی کریم ﷺ باوضو ہو کر دائیں کروٹ سے لیٹتے تھے، اِس سے ہر طرح بچہ برائیوں سے خرابیوں سے محفوظ رہتا ہے، تو بچوں کے سونے کے سسٹم پر نظر رکھیں، اِس لیے کہ نیند کے اثرات اُس کی صحت پر، اُس کے دل و دماغ، اُس کی تعلیم، حتیٰ کہ اُس کی سوچ و فکر سب پر اثر انداز ہوتے ہیں۔

جلدی سونے کا عادی بنائیں

عشاء کے بعد بچوں کو جلدی سونے کا اور صبح جلدی اُٹھنے کا عادی بنایئے، اِس لیے کہ آنحضرت ﷺ عشاء سے پہلے سونے کو ناپسند کرتے تھے اور عشاء بعد باتوں اور دنیوی کاموں میں لگنے کو ناپسند کیا کرتے تھے (کیوں کہ عشاء بعد باتیں کرنے سے سونے میں تاخیر ہوتی ہے اور پھر صبح جلدی اُٹھنے میں پریشانی ہوتی ہے)۔"عَنْ أَبِي بَرْزَةَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَكْرَهُ النَّوْمَ قَبْلَ الْعِشَاءِ، وَالْحَدِيثَ بَعْدَهَا." (بخاري: ٥٦٨)

اللہ ہمیں اِن تمام ہدایات پر عمل کرنے اور نبوی چارٹ کے مطابق بچوں کی تربیت کرنے کی توفیق نصیب فرمائے۔ آمین۔

ساتویں چیز، بچوں کو اچھی باتوں کا عادی بنائیں

بچوں کو جھوٹ نہ بولنے دیں: والدین کی ذمے داری ہے کہ بچپن ہی سے بچوں کو سچ بولنے کا عادی بنائیں اور بچوں کو یہ بتائیں کہ بیٹا جھوٹ اور ایمان ایک ساتھ جمع نہیں ہو سکتے، جو جھوٹا ہوگا، وہ مومن نہیں ہوگا اور جو مومن ہوگا وہ کبھی جھوٹ نہیں بولے گا؛ تاکہ بچوں کے اندر بچپن ہی سے سچ بولنے کی عادت پیدا ہو جائے اور اُسے یہ ڈر ہو کہ میں جھوٹ بولوں گا، تو میں مسلمان نہیں رہوں گا۔

حضرت عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دن میری ماں نے مجھے بلایا اور رسول اللہ ﷺ ہمارے گھر بیٹھے ہوئے تھے، وہ بولیں: سنو یہاں آؤ، میں تمہیں کچھ دوں گی، رسول اللہ ﷺ نے ان سے کہا: تم نے اسے کیا دینے کا ارادہ کیا ہے؟ وہ بولیں، میں اسے کھجور دوں گی تو رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا: سنو، اگر تم اسے کوئی چیز نہیں دیتی، تو تم پر ایک جھوٹ لکھ دیا جاتا۔"عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَامِرٍ، أَنَّهُ قَالَ: دَعَتْنِي أُمِّي يَوْمًا وَرَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ قَاعِدٌ فِي بَيْتِنَا، فَقَالَتْ: هَا تَعَالَ أُعْطِيكَ . فَقَالَ لَهَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: " وَمَا أَرَدْتِ أَنْ تُعْطِيهِ؟ قَالَتْ: أُعْطِيهِ تَمْرًا . فَقَالَ لَهَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَمَا إِنَّكِ لَوْ لَمْ تُعْطِيهِ شَيْئًا كُتِبَتْ عَلَيْكِ كَذْبَةٌ." (سنن ابی داؤد: ٤٩٩١)

☐ بچوں کو کبھی نماز نہ چھوڑنے دیں:

بچوں کو یہ بتائیں کہ بیٹا! جو جان بوجھ کر نماز چھوڑ دیتا ہے وہ مسلمان نہیں رہتا، نبی کریم ﷺ نے فرمایا: کہ جس نے جان بوجھ کر نماز چھوڑ دی، وہ گویا دائرۂ اسلام سے نکل گیا۔
"الْعَهْدُ الَّذِي بَيْنَنَا وَبَيْنَهُمُ الصَّلَاةُ فَمَنْ تَرَكَهَا فَقَدْ كَفَرَ." (سنن ترمذی: ٢٦٢١)

○ ہمارے اور کافروں کے درمیان فرق صرف نماز چھوڑنے سے ہے۔"عَنْ جَابِرٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: بَيْنَ الْعَبْدِ وَبَيْنَ الْكُفْرِ تَرْكُ الصَّلَاةِ." (سنن ترمذی: ٢٦٢٠)

تو بچوں کے دل و دماغ میں یہ بات بچپن ہی سے بیٹھ جائے کہ اگر میں نماز نہیں پڑھوں گا، تو میں مسلمان نہیں رہوں گا؛ تا کہ بچپن ہی سے بچہ نماز کا عادی بن جائے۔

☐ بچوں کو خدمت کا عادی بنائیں:

بچوں کو بچپن ہی سے خدمت کا عادی بنائیں، اپنی بھی خدمت کرائیں۔ باپ کو چاہیے کہ ماں کی خدمت کرائے۔ اور ماں کو چاہیے کہ باپ کی خدمت کرنے کے لیے کہے، دادا، دادی کی خدمت کرائیں، گھر میں بڑوں، چھوٹوں کی خدمت کرائیں، پڑوسیوں کی خدمت کرائیں، اللہ کے نبی نے فرمایا: کہ ساری دنیا اللہ کا کنبہ ہے اور اللہ کی مخلوق میں سب سے بہتر آدمی وہ ہے، جو اللہ کے بندوں کے ساتھ اچھا معاملہ کرے، حتی کہ غیر مسلم تک کی خدمت کرانی ہے؛ تا کہ ہمارے یہ بچے اُن تک بھی اسلام کو عملی طور پر پیش کر سکیں۔"اَلْخَلْقُ عِيَالُ اللّٰهِ فَأَحَبُّ الْخَلْقِ إِلَى اللّٰهِ مَنْ أَحْسَنَ إِلٰى عِيَالِهٖ." (شعب الایمان: ٧٠٤٨٩٩٩؛ مشکوٰۃ: ٤٢٥/٢)

اگر بچوں کے اندر یہ تین اوصاف پیدا ہو گئے، تو ان شاء اللہ ہمارے بچے بچپن ہی سے وہ نمایاں کام انجام دیں گے کہ قابلِ رشک بن جائیں گے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں پیغمبرانہ چارٹ کے مطابق بچوں کی صحیح تعلیم وتربیت کی توفیق نصیب فرمائے۔آمین۔

وقت کی قدر و قیمت

قیمتی لمحات

دنیا میں سب سے زیادہ قیمتی چیز ''وقت'' ہے۔ اِس کو اگر کام میں لگایا جائے، تو اس کے ذریعہ دنیا اور آخرت میں عظیم نفع حاصل کیا جا سکتا ہے، مثلاً: اس وقت کو قرآنِ کریم کی تلاوت میں استعمال کیا جائے، تو چند سکنڈوں میں سکڑوں نیکیوں کا انبار جمع کیا جا سکتا ہے۔ یہی حال ذکر واذکار اور دیگر عبادات کا ہے کہ ایک ایک مرتبہ "سبحان اللہ"، "الحمد للہ" پڑھنے سے بے حد اجر وثواب کا وعدہ کیا گیا ہے۔ اس طرح یہ وقت اگر دنیاوی مقاصد کے حاصل کرنے میں لگایا جائے، تو اس کے بھی مفید ثمرات یقیناً حاصل ہوتے ہیں، جو شخص اپنے اوقات کو کسی مقصد کے لیے استعمال کرتا ہے، دیر سویر اسے کامیابی ضرور ملتی ہے۔ وقت کی قدردانی کی وجہ سے ترقیات انسان کے قدم چومتی ہیں اور اسے ایسے مراتب حاصل ہوتے ہیں کہ دیکھنے والے حیران رہ جاتے ہیں۔

اس کے برخلاف انسان کی زندگی کا سب سے بڑا نقصان اور خسارہ اس کے اوقات کا ضائع ہو جانا ہے۔

انسان گویا نام ہی وقت کا ہے۔ ہر انسان ایک محدود وقت لے کر دنیا میں آیا ہے۔ اس کی زندگی کا جو بھی وقت گذر رہا ہے اُس سے اُس کا زمانہ حیات گھٹتا جا رہا ہے۔

غافل تجھے گھڑیال یہ دیتا ہے منادی، گردوں نے گھڑی عمر کی ایک اور گھٹا دی۔

اللہ ہمیں وقت کی قدر کرنے کی توفیق عطاء فرمائے۔ آمین۔

تین بنیادی سوالات

پہلا سوال: ہم اپنے وقت میں کمی کیوں محسوس کر رہے ہیں؟

دوسرا سوال: ہمارے پاس کتنا وقت ہے؟

تیسرا سوال: ہمارا وقت کتنا قیمتی ہے؟

اِن سوالات کو بار بار پڑھیں، یہ سوالات ہمارے ذہن کی بند کھڑکیوں کو کھول دیں

گے اور ہماری زندگی کا دھارا اور رُخ بدل جائے گا۔ان شاء اللہ

اپنے بچوں اور بچیوں سے اِن سوالات کے جوابات لکھوائیں اور اُن کو اِس پر انعامات دیں؛ تاکہ اُن کو اپنے وقت کی قدر کرنی آئے اور اُن کی زندگی کا کوئی لمحہ بھی ضائع نہ ہونے پائے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے ہر لمحے کی قدر دانی کی توفیق عطاء فرمائے۔آمین۔

جنت اور جہنم کا فیصلہ، وقت کی قدر و ناقدری پر ہوگا

قرآن کریم میں غور وفکر کرنے پر معلوم ہوتا ہے کہ انسان کو اگر جنت ملے گی، تو صرف اِس وجہ سے کہ اُس نے دنیا میں اپنا وقت، نیکی اور اچھائی کے کاموں میں لگا کر اپنی زندگی کو بامقصد اور اپنے وقت کو کارآمد بنایا؛ چناں چہ قرآن میں ہے کہ اچھے لوگ جنت میں داخل ہو جائیں گے، تو اللہ تعالیٰ اُن سے فرمائے گا: "مزے سے کھاؤ پیو؛ کیوں کہ تم نے وقت کی اہمیت سمجھ کر دنیا میں بتائے ہوئے دنوں میں اچھے اچھے کام کیے۔" كُلُوْا وَاشْرَبُوْا هَنِيْئًا بِمَا اَسْلَفْتُمْ فِي الْاَيَّامِ الْخَالِيَةِ. (سورۃ الحاقۃ:٢٤)

اسی طرح قرآن سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اگر کسی کو دوزخ میں ڈالا جائے گا، تو صرف اس لیے کہ اُس نے وقت کو بے کار سمجھ کر برباد کیا؛ کیوں کہ دنیا میں اللہ، انسان کو اتنا وقت دیتا ہے کہ غور وفکر اور عقل کو استعمال کر کے اپنے وجود کے مقصد کو کھوج کر، اللہ، رسول اور آخرت پر ایمان لے آئے اور مسلمان ہے، تو اپنے وقت کو برباد کرنے کے بجائے نیک اور بامقصد کاموں میں خرچ کرے، اب اگر یہ اپنے وقت کو اچھے کاموں میں لگاتا ہے، تو یہ اللہ کے سامنے ایک بامقصد زندگی گذار کر جائے گا، جس کے صلے میں اُس کو جنت ملے گی؛ لیکن اگر اِس نے اپنے وقت کو برباد کر دیا اور اول فول کاموں میں لگا رہا، تو پھر اُس کو جہنم میں ڈال دیا جائے گا؛ کیوں کہ یہ اپنی زندگی کے لمحات کو بھلا کر غیر ضروری کاموں میں لگا رہا، اللہ اُس کو دوزخ میں ڈال کر فرمائے گا: "کیا ہم نے تم کو اتنی عمر نہ دی تھی کہ جس کو سمجھنا ہوتا وہ سمجھ سکتا اور تمہارے پاس ڈرانے والا بھی

پہنچا تھا، لہٰذا دوزخ کا مزہ چکھو؛ کیوں کہ ایسے ظالموں کا کوئی مددگار نہیں۔"إِنَّ اللَّهَ عَالِمُ غَيْبِ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ إِنَّهُ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ. (سورۃ الفاطر:۳۷)

حضرت قتادہؒ فرماتے ہیں: کہ "جان لو! کہ لمبی عمر انسان پر حجت ہے (قیامت کے دن اپنے بے کار کاموں کا کوئی عذر پیش نہیں کیا جا سکتا۔) سو ہم اِس بات سے اللہ کی پناہ چاہتے ہیں کہ ہم کو لمبی عمر سے عار دلائی جائے۔" (ابن کثیر فاطر تحت آیت: ۳۷،۳۶) اِعْلَمُوا أَنَّ طُولَ الْعُمُرِ حُجَّةٌ فَنَعُوذُ بِاللّٰهِ أَنْ نُعَيَّرَ بِطُولِ الْعُمُرِ.

خوش نصیب ہیں وہ لوگ، جن کو لمبی عمر ملے اور اُن کی زندگی کا ہر ہر لمحہ، اللہ کے دین کی نشر و اشاعت کرنے میں گذرے۔ اللہ ہم سب کو بھی اپنی عمر کے ہر ہر لمحے کی قدر کی توفیق عطاء فرمائے۔ آمین۔

لغو وقت

حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہیں: کہ "مجھے اُس فارغ شخص سے نفرت ہے، جسے کسی دنیوی اور اخروی عمل کی پرواہ نہیں۔"إِنِّي لَأَمْقُتُ الرَّجُلَ أَنْ أَرَاهُ فَارِغًا لَيْسَ لَهُ شَيْءٌ مِنْ عَمَلِ الدُّنْيَا وَلَا عَمَلِ الْآخِرَةِ. (مصنف ابن أبی شیبة: ۱۰۸/۷، رقم: ۳٤٥٦٢)

حضرت عمر فاروقؓ فرماتے ہیں: کہ "میں تمہیں فارغ دیکھنا پسند نہیں کرتا کہ تم وقت ایسے گذارو کہ جس میں نہ دنیا کو کوئی مفید کام کرو اور نہ آخرت کے لیے کوئی عمل کرو۔"إِنِّي أَكْرَهُ أَنْ أَرَاهُ أَحَدُكُمْ فَارِغًا سَبَحْلًا لَا فِي أَمْرِ الدُّنْيَا وَلَا فِي أَمْرِ الْآخِرَةِ.

(تخریج الکشّاف للزیلعی: ۳۵۳/۲)

آج ہم کتنا وقت ایسے گذارتے ہیں، جس میں دین اور دنیا کا کوئی فائدہ نہیں ہوتا، موبائل پر غیر ضروری ایپلی کیشن اور بے فائدہ ویڈیوز میں وقت برباد کرتے ہیں، اگر ہمارے سامنے آخرت اور زندگی کے مقصد کے تعلق سے بیداری پیدا ہو جائے، تو ایسا کبھی نہ کریں، ہر لمحہ ہمارے پیشِ نظر یہ آیت ہونی چاہیے۔يَأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَلْتَنظُرْ نَفْسٌ مَّا

قَدَّمَتْ لِغَدٍ وَاتَّقُوا اللّٰهَ إِنَّ اللّٰهَ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ. (سورۃ الحشر:۱۸)

اے ایمان والو! تم اللہ سے ڈرتے رہو اور ہر شخص کو دیکھتے رہنا چاہیے کہ اُس نے کل قیامت کے لیے آگے کیا بھیجا ہے اور تم اللہ سے ڈرتے رہو، بے شک اللہ اُن کاموں سے باخبر ہے، جو تم کرتے ہو اور اُن لوگوں کی طرح نہ ہو جاؤ، جو اللہ کو بھلا بیٹھے، پھر اللہ نے اُن کو اپنا آپ ہی بھلا دیا (اور اُن کے دلوں سے وقت کی قدر ختم کردی۔) یہی لوگ اللہ کے نافرمان ہیں، اللہ ہمیں وقت کی قدر کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

وقت کی قدر و ناقدری پر جنت اور جہنم کا فیصلہ

قرآن کریم میں غور و فکر کرنے پر معلوم ہوتا ہے کہ انسان کو اگر جنت ملے گی، تو صرف اِس وجہ سے کہ اُس نے دنیا میں اپنا وقت، نیکی اور اچھائی کے کاموں میں لگا کر اپنی زندگی کو با مقصد اور اپنے وقت کو کارآمد بنایا؛ چناں چہ قرآن میں ہے کہ اچھے لوگ جنت میں داخل ہو جائیں گے، تو اللہ تعالیٰ اُن سے فرمائے گا: "مزے سے کھاؤ پیو؛ کیوں کہ تم نے وقت کی اہمیت سمجھ کر دنیا میں بتائے ہوئے دنوں میں اچھے اچھے کام کیے۔" كُلُوا وَاشْرَبُوا هَنِيئًا بِمَا أَسْلَفْتُمْ فِي الْأَيَّامِ الْخَالِيَةِ. (سورۃ الحاقۃ:۲۴)

اسی طرح قرآن سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اگر کسی کو دوزخ میں ڈالا جائے گا، تو صرف اس لیے کہ اُس نے وقت کو بے کار سمجھ کر برباد کیا؛ کیوں کہ دنیا میں اللہ، انسان کو اتنا وقت دیتا ہے کہ وہ غور و فکر کرے اور عقل کو استعمال کرنا چاہے اور اپنے دنیا میں آنے کے مقصد کو سمجھے اور اللہ، اُس کے رسول ﷺ اور آخرت پر ایمان لے آئے، تو ایسے شخص کو چاہیے کہ اپنے وقت کو برباد کرنے کی بجائے نیک اور با مقصد کاموں میں خرچ کرے، اب اگر یہ اپنے وقت کو اچھے کاموں میں لگاتا ہے، تو یہ اللہ کے سامنے ایک با مقصد زندگی گذار کر جائے گا، جس کے صلے میں اُس کو جنت ملے گی؛ لیکن اگر اِس نے اپنے وقت کو برباد کر دیا اور اول فول کاموں میں لگا رہا، تو پھر اُس کو جہنم میں ڈال دیا جائے گا؛ کیوں کہ یہ اپنی زندگی کے لمحات کو بھلا کر غیر ضروری کاموں میں لگا رہا،

اللہ اُس کو دوزخ میں ڈال کر فرمائے گا: " کیا ہم نے تم کو اتنی عمر نہ دی تھی کہ (تم میں سے) جس کو سمجھنا ہوتا وہ سمجھ سکتا اور تمہارے پاس ڈرانے والا بھی پہنچا تھا، لہٰذا دوزخ کا مزہ چکھو؛ کیوں کہ ایسے ظالموں کا کوئی مددگار نہیں۔" (سورۃ الفاطر: ۳۷)

حضرت قتادہؒ فرماتے ہیں: کہ "جان لو! کہ لمبی عمر انسان پر حجت ہے (قیامت کے دن اپنے بے کار کاموں کا کوئی عذر پیش نہیں کیا جا سکتا۔) سو ہم اِس بات سے اللہ کی پناہ چاہتے ہیں کہ ہم کو لمبی عمر سے عار دلائی جائے (کہ ہم سمجھ نہ سکے۔)" **اِعْلَمُوْا أَنَّ طُوْلَ الْعُمُوْرِ حُجَّةٌ فَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ أَنْ نُعَيَّرَ بِطُوْلِ الْعُمْرِ.** (ابن کثیر فاطر تحت آیت: ۳۶، ۳۷)

خوش نصیب ہیں وہ لوگ، جن کو لمبی عمر ملے اور اُن کی زندگی کا ہر ہر لمحہ، اللہ کے دین کی نشر و اشاعت میں گذرے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو بھی عمرِ عزیز کے ہر ہر لمحے کی قدردانی کی توفیق عطاء فرمائے۔ آمین۔

وقت کا صحیح اور غلط استعمال

انسان تین طرح کے اعمال کرتا ہے: (۱) وہ اعمال کے جن میں دین کا فائدہ ہو اور آخرت سنورتی ہو، (۲) وہ اعمال کے جن میں دنیا کا فائدہ ہو اور جن سے دنیوی ضروریات جڑی ہوئی ہوں اور (۳) وہ اعمال کے جن میں نہ دین کا فائدہ ہو اور نہ دنیا کا۔ اُن اعمال میں کہ جن میں دین اور دنیا کا کوئی فائدہ ہو، وقت خرچ کرنا، وقت کا صحیح استعمال ہے اور ایسے کاموں میں وقت لگانا کہ جن میں دین اور دنیا کا کوئی فائدہ نہ ہو وقت کا غلط استعمال ہے اور اسی طرح یوں ہی بے کار پڑے رہنا بھی وقت کی بربادی ہے، ایک مسلمان کے اچھا مسلمان ہونے کے لیے ضروری ہے کہ وہ ایسے کاموں کو چھوڑ دے کہ جن میں نہ دین کا فائدہ ہو اور نہ دنیا کا؛ چناں چہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ "آدمی کے اسلام کی خوبی اور اچھائی یہ ہے کہ وہ لایعنی اور فالتو باتوں اور کاموں کو چھوڑ دیتا ہے۔" "**مِنْ حُسْنِ إِسْلَامِ الْمَرْءِ تَرْكُهُ مَا لَا يَعْنِيهِ**". (ترمذی: ۲۳۱۷)

حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہیں: کہ "مجھے اُس فارغ شخص سے نفرت ہے، جسے کسی

دنیوی اوراخروی عمل کی پرواہ نہیں۔"إِنِّی لَأَمْقُتُ الرَّجُلَ أَنْ أَرَاهُ فَارِغًا لَیْسَ لَهُ شَیْءٌ مِنْ عَمَلِ الدُّنْیَا وَلَا عَمَلِ الْآخِرَةِ. (مصنف ابن أبی شیبة: ۱۰۸/۷، رقم: ۳۴۵۶۲)

حضرت عمر فاروقؓ فرماتے ہیں: کہ "میں تمہیں فارغ دیکھنا پسند نہیں کرتا کہ تم وقت ایسے گذارو کہ جس میں نہ دنیا کو کوئی مفید کام کرو اور نہ آخرت کے لیے کوئی عمل کرو۔"إِنِّی أَکْرَهُ أَنْ أَرَاه أَحَدُکُمْ فَارِغًا سَبَحْلًا لَا فِی أَمْرِ الدُّنْیَا وَلَا فِی أَمْرِ الْآخِرَةِ.

(تخریج الکشّاف للزیلعی: ۳۵۳/۲)

آج ہم کتنا وقت ایسے گذارتے ہیں، جس میں دین اور دنیا کا کوئی فائدہ نہیں ہوتا، موبائل پر غیر ضروری ایپلی کیشن اور بے فائدہ ویڈیوز میں وقت برباد کرتے ہیں، اگر ہمارے سامنے آخرت اور زندگی کے مقصد کے تعلق سے بیداری پیدا ہو جائے، تو ایسا کبھی نہ کریں، ہر لمحہ ہمارے پیشِ نظر یہ آیت ہونی چاہیے: یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ خَبِیْرٌ بِمَا تَعْمَلُوْنَ. وَلَا تَکُوْنُوْا کَالَّذِیْنَ نَسُوا اللّٰهَ فَاَنْسٰھُمْ اَنْفُسَھُمْ اُولٰٓئِکَ ھُمُ الْفٰسِقُوْنَ. (سورة الحشر:۵۸، ۵۹)

اے ایمان والو! تم اللہ سے ڈرتے رہو اور ہر شخص کو دیکھتے رہنا چاہیے کہ اُس نے کل قیامت کے لیے آگے کیا بھیجا ہے اور تم اللہ سے ڈرتے رہو، بے شک اللہ اُن کاموں سے باخبر ہے، جو تم کرتے ہو اور اُن لوگوں کی طرح نہ ہو جاؤ، جو اللہ کو بھلا بیٹھے، پھر اللہ نے اُن کو اپنا آپ ہی بھلا دیا (اور اُن کے دلوں سے وقت کی قدر ختم کر دی۔) یہی لوگ اللہ کے نافرمان ہیں۔

اللہ ہمیں وقت کی قدر کرنے کی توفیق عطاء فرمائے۔ آمین۔

گیا وقت پھر ہاتھ آتا نہیں

وقت ایک ایسی دولت ہے، جو ضائع ہونے کے بعد دوبارہ ہاتھ نہیں آتی "گیا وقت پھر ہاتھ آتا نہیں" اِس لیے اگر زندگی کا کوئی لمحہ بھی بیکار گذر گیا، فضول کاموں میں لگ گیا، تو اس سے بڑی کوئی محرومی کی چیز نہیں ہوسکتی، جتنا غم انسان کو بڑی سے بڑی دولت

کے ختم ہونے پر ہونا چاہیے، اس سے کہیں زیادہ غم، وقت کے بیکار ضائع ہونے پر ہونا چاہیے۔ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: "نِعْمَتَانِ مَغْبُوْنٌ فِيْهِمَا كَثِيْرٌ مِّنَ النَّاسِ الصِّحَّةُ وَالْفَرَاغُ." (بخاری:۲/۹۲۹)

ترجمہ: تندرستی اور فرصت کے لمحات دو ایسی نعمتیں ہیں، جن میں اکثر لوگ ٹوٹے میں پڑے ہوئے ہیں، یعنی یہ دونوں نعمتیں ایسی ہیں، جن سے لوگ کما حقہ فائدہ نہیں اٹھاتے۔ صحت ہوتی ہے، تو اُس کے استعمال میں احتیاط نہیں ہوتی اور فرصت ملتی ہے، تو اُسے ضائع کر دیا جاتا ہے۔

اب دنیا میں اسبابِ راحت زیادہ ہو گئے ہیں، تو وقت کو ضائع کرنا بھی عام ہو گیا ہے۔ تقریباً معاشرے کا ہر فرد وقت کو ضائع کرنے میں مبتلا ہے۔ کوئی موبائل کا "رسیا" ہے، تو کسی کو کرکٹ اور فٹ بال کا "مالی خولیا" ہے اور ہماری آزاد جمہوریت میں تو "سیاست ہر گھر کی لونڈی ہے۔" جسے دیکھیے مسائلِ سیاست پر ایسی بحثیں کرتا نظر آئے گا گویا کہ یہی وزیر اعظم یا پارٹی کا ذمے دار ہے، فضول مجلسیں، بے فائدہ بحثیں اور لغو اجتماعات عام ہیں اور یہ مرض صرف دنیا داروں میں ہی نہیں؛ بلکہ دیندار ماحول میں بھی رچ اور بس گیا ہے۔ دینی طبقوں میں بھی محنت، جدو جہد اور وقت کی قدر و منزلت کا رجحان کم سے کم تر ہوتا چلا جا رہا ہے، اسی بنا پر بہت سے باصلاحیت اور ذہین افراد کی محنتوں اور افادات سے آج امت محروم ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اگر ایسے باصلاحیت لوگ اپنے اوقات کی قدر کریں، تو نہ صرف یہ کہ اُن کے علم میں جلاء اور اُن کا نام روشن ہو گا؛ بلکہ اُمت بھی اُن کی صلاحیتوں سے بھرپور فائدہ اُٹھا سکے گی، جیسا کہ سلف صالحین کی محنتیں اور اُن کی خدمات ہمارے سامنے ہیں۔

اللہ ہمیں وقت کی قدر کرنے کی توفیق عطاء فرمائے۔ آمین۔

اکابر کی نظر میں وقت کی قدر و قیمت

مشہور محدث حضرت یحیٰ بن معینؒ کے بارے میں آتا ہے کہ انہوں نے دس لاکھ احادیث خود اپنے دستِ مبارک سے لکھیں اور جب اُن کا انتقال ہوا، تو کتابوں کے ۱۱۴/

کارٹن اور چار بڑے بڑے مٹکے چھوڑے (جن میں اُس زمانہ میں حفاظت کی نیت سے کتابیں رکھی جاتی تھیں۔)

محدث شہیر بن اساکرؒ نے اسّی (۸۰/) جلدوں میں تاریخِ دمشق لکھی ہے، جو اسلامی تاریخ وسیرت کا بے نظیر مجموعہ ہے۔ موصوف ہر وقت پڑھنے پڑھانے میں مشغول رہنے کے ساتھ ساتھ عبادت میں بھی کثرت سے وقت لگاتے تھے۔ ہر ہفتہ ایک ختمِ قرآن اور رمضان المبارک میں یومیہ ایک ختمِ قرآن کا معمول تھا۔

جلیل القدر مؤلف ابن عقیلؒ نے ایک کتاب "الفنون" کے نام سے لکھی، جو آٹھ سو (۸۰۰/) جلدوں پر مشتمل تھی۔ اِس کتاب کے بارے میں حافظ ذہبیؒ کا خیال یہ ہے کہ رُوئے زمین پر اِس سے بڑی کوئی کتاب نہیں لکھی گئی۔ امام ابن جوزیؒ نے پانچ سو (۵۰۰/) کتابوں کا ذخیرہ چھوڑا اور خود فرماتے ہیں کہ میں نے مختلف کتب خانوں کی میں بیس ہزار (۲۰،۰۰۰/) کتابوں کا مطالعہ کیا اور اپنے ہاتھوں سے دو ہزار (۲،۰۰۰/) کتابیں لکھیں۔ یہ بھی مشہور ہے کہ آپ نرسل کا قلم کا چھلا ہوا حصہ جمع کرتے تھے، جب وہ زیادہ لکھنے کی وجہ سے کافی مقدار میں جمع ہو گیا، تو وصیت فرمائی کہ میرے انتقال کے بعد اُنہیں قلموں کی چھلن سے میرے غسل کا پانی گرم کیا جائے؛ چناں چہ آپ کی وصیت پوری کرنے کے باوجود ایندھن بچ گیا۔

صاحب تفسیر کبیر فخر الدین رازیؒ نے دوسو (۲۰۰/) قیمتی کتابوں کا ذخیرہ امت کو دیا۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ کھانا کھانے کے دوران میرا جو وقت علمی مشغلے کے بغیر گذر جاتا ہے اس پر مجھے افسوس ہوتا ہے۔ (منتخب از کتاب: "قیمۃ الزمن عند العلماء" شیخ ابو الفتاح ابو غدہ)

ہمارے یہ اکابر اتنے بڑے بڑے کام کر گئے، اِس کی وجہ صرف یہ تھی کہ انہوں نے ہمیشہ اپنے وقت کو صحیح کاموں میں لگایا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی وقت کو صحیح استعمال کرنے والا بنائے۔ آمین۔

وقت کا صحیح استعمال کرنا سیکھیں

حافظ عبدالعظیم مُنذِریؒ فرماتے ہیں کہ میں نے علمِ حدیث میں دوسروں کی جمع کردہ نوّے (۹۰/) جلدیں اور سات سو (۷۰۰/) اجزاء اپنے ہاتھ سے نقل کیے ہیں اور آپ کی عظیم تصنیفات اس کے علاوہ ہیں۔ اُن کے ایک پڑوسی کہتے ہیں کہ میں بارہ (۱۲/) سال اُن کے مکان کے قریب رہا؛ مگر کسی رات اُن کے کمرے کی روشنی بند نہیں پائی، وہ پوری پوری رات چراغ جلا کر مطالعہ و تصنیف میں مشغول رہتے تھے۔

صاحبِ روح المعانی علامہ آلوسیؒ روزانہ تیرہ (۱۳/) کتابوں کا درس دیتے اور رات کے وقت تفسیر روح المعانی لکھتے۔ روزانہ کا مسودہ کاتبوں کے حوالے کرتے، تو وہ اتنا ہوتا کہ کئی کاتب مل کر بھی اسے دس گھنٹے میں پورا نہ کر پاتے تھے۔

قاضی ابو بکر الباقلانیؒ رات کو اُس وقت تک سوتے نہ تھے جب تک کہ اسّی (۸۰/) رکعت نماز اور ۳۵/ صفحات تصنیف نہ کر لیتے۔

شارح مسلم امام نوویؒ نے کل ۴۵/ سال کی عمر پائی اور زیادہ تر وقت تصنیف و تالیف میں گذارا۔ آپ کے انتقال کے بعد جب آپ کی تصنیف کا حساب لگایا گیا، تو یومیہ چار کاپیوں کا حساب نکلا۔

ہمارے قریبی زمانے میں علامہ عبدالحی لکھنویؒ نے صرف ۳۹/ سال کی عمر پائی؛ مگر ایسی لازوال کتابیں اور حاشیے تالیف فرمائے کہ حیرت ہوتی ہے۔

حکیم الامّت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے ایک ہزار سے زائد کتابوں کا عظیم ذخیرہ امت کو عطاء فرمایا، اُن میں سے اکثر کتابیں انقلابی شان رکھتی ہیں، جن کا فیض کھلی آنکھوں نظر آ رہا ہے۔ (منتخب از کتاب: "قيمة الزمن عندالعلماء" شیخ ابو الفتاح ابو غدہ)

اللہ ہمیں بھی اپنے اکابر کی طرح وقت کی قدر کرنے کی توفیق نصیب فرمائے۔ آمین۔

ہمارے پاس کتنا وقت ہے؟

ہم کیسے کہہ سکتے ہیں کہ ہمارے پاس کافی وقت نہیں ہے؟ ہمارے پاس ایک دن میں اتنے ہی گھنٹے ہیں، جتنے امام ابوحنیفہؒ کے پاس تھے، امام ابو یوسفؒ کے پاس تھے، حضرت نانوتویؒ اور گنگوہیؒ کے پاس تھے، شیخ الہندؒ اور شیخ الاسلامؒ کے پاس تھے، حضرت مولانا الیاسؒ، حضرت تھانویؒ، شیخ زکریاؒ اور مولانا علی میاںؒ وغیرہ اکابرین کے پاس تھے۔ آخر کیا وجہ تھی کہ یہ حضرات اِسی وقت میں اتنے کام کر گئے، جس کا ہم تصور بھی نہیں کر پا رہے۔

- غور کرنے کی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کچھ کو زیادہ خوبصورتی دی ہے، کچھ کو کم، کچھ کو زیادہ عقل دی گئی ہے، کچھ کو کم، کچھ کو زیادہ دولت دی ہے، کچھ کو کم، لیکن وقت اُس نے سب کو برابر دیا ہے۔ ایک دن میں ۲۴ر گھنٹے۔
- وقت وہ واحد دولت ہے، جسے ہم بینک میں جمع نہیں کروا سکتے۔
- وقت گزرنا ہمارے ہاتھ میں نہیں ہے۔ یہ گھڑی کی ٹِک ٹِک کے ساتھ ہمارے ہاتھ سے مسلسل پھسل رہا ہے۔
- ہمارے ہاتھ میں صرف یہ ہے کہ ہم اس وقت کو کس طرح استعمال کرتے ہیں۔
- اگر ہم اسے صحیح طریقے سے استعمال کرتے ہیں، تو ہمیں اچھے نتائج ملیں گے۔ اگر غلط استعمال کیا گیا، تو اس کے برے نتائج برآمد ہوں گے۔
- اپنے وقت کی قدر دانی کرنے والوں کو اللہ نے عقل مند لوگوں میں شامل فرمایا ہے۔ اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ اخْتِلَافِ الَّیْلِ وَ النَّهَارِ لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی الْاَلْبَابِ.

ترجمہ: بے شک آسمان و زمین کی بناوٹ اور رات دن کے آنے جانے میں عقل والوں کے لئے بڑی نشانیاں ہیں۔ (سورۂ ال عمران: ۱۹۰)

- اللہ ہمیں عقل مند لوگوں میں شامل فرمائے اور اپنے ہر لمحے کی قدر دانی کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

آیئے جائزہ لیں

مذکورہ اکابرِ علماء کی پُر افادہ زندگیوں کی یہ حیرت انگیز چند جھلکیاں آج ہمارے لیے نا قابلِ یقین معلوم ہوتی ہیں؛ کیوں کہ ہمارے نزدیک وقت کی قدر و منزلت کسی بھی درجے میں نہیں ہے۔ وقت کا ضائع کرنا ہمارے لیے اتنا آسان ہو چکا ہے کہ اُس پر افسوس کا احساس ہی نہیں ہوتا۔ شاعرِ مشرق علامہ اقبالؒ فرماتے ہیں۔

وائے ناکامی متاعِ کارواں جاتا رہا، کارواں کے دل سے احساسِ زیاں جاتا رہا

اس لیے ضرورت ہے کہ ہم آیندہ کی ندامت سے بچنے کے لیے حتی الامکان عمر عزیز کے قیمتی اوقات مفید کاموں میں لگائیں۔

ہم وقت کی قدر کیسے کریں؟

وقت کو کارآمد بنانے کے لیے درجہ ذیل باتوں کا لحاظ رکھنا تجربے سے مفید ثابت ہوا ہے:

(۱) غیر ضروری مجلسوں میں شرکت اور فضول گفتگو سے ہر ممکن احتراز کیا جائے۔

(۲) شب و روز کا نظام الاوقات بنا کر سختی سے اُس کی پابندی کی جائے

(۳) جب کئی کام جمع ہو جائیں، تو انجام کے اعتبار سے مفید اور اہم کام میں وقت لگانے کو ترجیح دی جائے۔

(۴) غیر اہم کام میں وقت اور صلاحیت کو ضائع نہ کیا جائے۔

(۵) سستی اور کاہلی کے اسباب اور آرام طلبی کے ذرائع کے استعمال میں احتیاط برتی جائے۔

(۶) عام لوگوں سے زیادہ میل جول نہ ہو صرف بقدرِ ضرورت واسطہ رکھا جائے۔

(۷) روزانہ رات کو سونے سے قبل پورے دن کی مصروفیات کا جائزہ لیا جائے، اچھی مصروفیت پر اللہ کا شکر ادا کیا جائے اور فضول وقت گذاری پر ندامت اور آیندہ اِس سے احتراز کا عزم کیا جائے۔

(۸) علماء اور مشائخ کی پرعزم زندگیوں کا مطالعہ کیا جائے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو بھی اپنے عزیز اوقات کو مرتے دم تک خیر کے کاموں میں لگائے رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین۔

شاید کہ اتر جائے ترے دل میں مری بات

نبی کریم ﷺ نے ایک روایت میں قیامت کے قریبی زمانے میں امت کی معاشرتی حالت پر روشنی ڈالتے ہوئے فرمایا: "امت کے بعد میں آنے والے لوگ اپنے اسلاف پر لعن طعن کریں گے۔"لَعَنَ آخِرُ هَذِهِ الْأُمَّةِ أَوَّلَهَا. (ترمذی:۲/۴۵،رقم:۲۲۱۱ عن ابی ہریرہؓ)

جوں جوں زمانۂ نبوت سے دوری ہوتی جارہی ہے یہ بدترین صفت، امت میں بڑھتی جارہی ہے اور یہی بات درحقیقت ساری دینی خرابیوں کی جڑ و بنیاد ہے۔اِس لیے کہ جب اسلاف کرام پر سے اعتماد اُٹھ جائے گا، تو دین کی کسی بات پر اعتماد باقی نہیں رہے گا۔یہ دین، سینہ بہ سینہ اور واسطہ در واسطہ ہم تک پہنچا ہے۔اِن واسطوں میں سے کسی ایک واسطے کا نا قابلِ اعتماد ہونا، پورے دین اور شریعت میں شک پیدا کرنے کا سبب بن سکتا ہے۔اِس لیے یہ بات اچھی طرح سمجھ لینی چاہیے کہ حق کا راستہ وہی ہے، جس کی بنیاد سلف صالحین کے اعتماد کی بنیاد پر رکھی گئی ہے۔

جس میں ذاتی قول کے مقابلے میں دین کے حاملین کی رائے کو اہمیت دی جاتی ہے اور وہی تشریح معتبر ہوتی ہے، جو اسلاف کرام سے منقول ہو۔اہل السنۃ والجماعت کا یہی امتیاز ہے، جس کی طرف نبی کریم ﷺ نے اشارہ فرمایا: "حق پر وہ جماعت ہے، جو میرے اور میرے صحابہ کے طریقے پر عمل پیرا ہو۔"عَنْ عَبدِ اللَّهِ بنِ عَمرٍو قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: لَيَأْتِيَنَّ عَلَى أُمَّتِي مَا أَتَى عَلَى بَنِي إِسْرَائِيلَ حَذْوَ النَّعْلِ بِالنَّعْلِ، حَتَّى إِنْ كَانَ مِنْهُمْ مَنْ أَتَى أُمَّهُ عَلَانِيَةً لَكَانَ فِي أُمَّتِي مَنْ يَصْنَعُ ذَلِكَ، وَإِنَّ بَنِي إِسْرَائِيلَ تَفَرَّقَتْ عَلَى ثِنْتَيْنِ وَسَبْعِينَ

مِـلَّةً، وَتـفـتَـرِقُ أُمَّتِـي عَـلَـى ثَلاثٍ وَسَبْعِينَ مِلَّةً، كُلُّهُمْ فِي النَّارِ، إِلَّا مِلَّةً وَاحِدَةً. قَالُوا: وَمَنْ هِيَ يَا رَسُولَ اللَّهِ؟ قَالَ: مَا أَنَا عَلَيْهِ وَأَصْحَابِي. (ترمذی:۲٦٤١)

ہمیں وقت میں کمی کیوں محسوس ہوتی ہے؟

وقت کو لے کر ہم دھوکے میں ہیں، ہماری شکایت یہ رہتی ہے کہ وقت نہیں ملتا؛ حالاں کہ غور کیا جائے، تو ہمارے پاس وقت ہی وقت ہے، عموماً ہم روزانہ آٹھ گھنٹے کام کرتے ہیں اور دن میں ۲۴/ گھنٹے ہوتے ہیں اور سال میں ۳۶۵/ دن ہوتے ہیں، اب ۲۴/ گھنٹے کو جب ہم نے ۳۶۵/ دن میں ضرب دیا، تو کل ۸۷۶۰/ (آٹھ ہزار سات سو ساٹھ) گھنٹے آئے، اب اِن گھنٹوں میں سے روزانہ کے حساب سے آٹھ گھنٹے نکال دیجیے، تو ۲۸۸۰/ (دو ہزار آٹھ سو اسّی) گھنٹے بیٹھ رہے ہیں، گویا ہم پورے سال میں ۲۸۸۰/ گھنٹے کام کرتے ہیں اور بقیہ ۵۸۸۰/ (پانچ ہزار آٹھ سو اسّی) گھنٹے بچ رہے ہیں۔ اگر ہم اوسط عمر ۶۰/ سال لگائیں، تو ہمارے پاس ۵،۱۸،۴۰۰/ (پانچ لاکھ اٹھارہ ہزار چار سو) گھنٹے ہیں، جس میں سے آٹھ گھنٹے کے حساب سے ۱،۷۲،۸۰۰/ (ایک لاکھ بہتّر ہزار آٹھ سو) گھنٹے ہم نے کام کیا، تو ہمارے پاس ۳،۴۵،۶۰۰/ گھنٹے بچے، اب اگر اوسط نیند ۸/ گھنٹے کی لی جائے، تو گویا جتنا وقت ہم نے کام کیا، اُتنے ہی وقت ہم سو گئے، تو ہمارے پاس کُل ۱،۷۲،۸۰۰/ گھنٹے بچے، اب دیگر ضروریات کو ہم یومیہ دو گھنٹے کے حساب سے لگائیں، تو ۴۳،۲۰۰/ گھنٹے بیٹھ رہے ہیں، اب اگر ہم اِن گھنٹوں کو بچے ہوئے گھنٹوں سے گھٹا دیں، تو ہمارے پاس کُل ۱،۲۹،۶۰۰/ گھنٹے بچے۔

سوچیے کہ اگر ہم ہر پانچ منٹ میں ایک روپیہ کماتے ہیں، تو ایک لاکھ اُنتیس ہزار چھ سو (۱،۲۹،۶۰۰/) گھنٹوں کا صحیح استعمال نہ کر کے ہم نے ۹/ کروڑ ۳۳/ لاکھ ۱۲/ ہزار روپیوں کا نقصان کر دیا۔

یومیہ ہمارے پاس ۲۴/ گھنٹوں میں ۸/ گھنٹے کام، ۸/ گھنٹے نیند اور ۲/ گھنٹے کی دیگر

ضروریات کو نکال کر ہمارے پاس یومیہ ۶ر گھنٹے بچے، اب اگر اِس کی کمائی ماہانہ بیس ہزار ہے، تو یومیہ اس نے اپنے وقت کو صحیح استعمال نہ کر کے ۶ر گھنٹے میں ۵۰۰ر روپیوں کا نقصان کر دیا اور ماہانہ پندرہ ہزار کا اور سالانہ ایک لاکھ اسّی ہزار کا نقصان کر رہا ہے اور پوری زندگی اُس نے ایک کروڑ ۸ر لاکھ کا نقصان کر دیا اور سوچیے کہ اگر اِس وقت میں وہ اللہ کے نام کی کچھ تسبیحات پڑھ لیتا، اگر ایک مرتبہ "سبحان اللہ" پڑھنے پر ایک نیکی بھی مان لی جائے، تو پوری زندگی اُس نے کتنا بڑا نقصان کر دیا؟ بعض لوگوں سے کہا جاتا ہے نماز پڑھو، تو وہ کہتے ہیں کہ ہمیں وقت نہیں ملتا؛ حالاں کہ اوپر کی تفصیل سے ہمیں یہ بات سمجھ میں آئی کہ ہمارے پاس وقت ہی وقت ہے، اگر کسی چیز کی کمی ہے، تو وہ ایمان کی کمی ہے، جس کی وجہ سے ہمارے اندر سے وقت کی قدر ختم ہو چکی ہے، اصل بات یہ ہے کہ ہم وقت کے تعلق سے دھوکے میں ہیں اور اِس حدیث کے مصداق ہیں: کہ دو نعمتیں ایسی ہیں کہ جن کے سلسلے میں زیادہ تر لوگ دھوکے میں ہیں: ایک صحت اور دوسری فراغت۔ **نِعْمَتَانِ مَغْبُوْنٌ فِیْهِمَا كَثِیْرٌ مِّنَ النَّاسِ الصِّحَّةُ وَالْفَرَاغ.** (بخاری: ۹۲۹/۲)

اِس لیے میرے بھائیوں، وقت کی کمی کو بہانہ بنا کر ہرگز ہرگز آپ اپنی دینی اور دنیوی ذمے داریوں سے منہ نہ موڑیں، آپ کے پاس رشتے داروں کے پاس جانے کا بھی وقت ہے، محلے اور قریبی بیماروں کی عیادت کا بھی وقت ہے، علماء کی خدمت میں بیٹھ کر علمِ دین حاصل کرنے کا بھی وقت ہے، بنیادی دینی تعلیم سیکھنے کا بھی وقت ہے اور وقت کی کمی کا بہانے سے نماز چھوڑنے اور دیگر فرائض سے روگردانی ٹھیک نہیں ہے، اپنی زندگی کی قیمت کو پہچانیں، اگر یہ زندگی ختم ہو گئی، تو اپنی اصلاح اور سدھار کے لیے کوئی اور زندگی دوبارہ ملنے والی نہیں ہے، قرآن کریم میں ہے کہ جب دوزخی کو دوزخ میں ڈال دیا جائے گا، تو وہ کہے گا: اے اللہ! ہمیں دوبارہ دنیا میں بھیج دے؛ تا کہ ہم وہاں جا کر وقت کی قدر سمجھ کر نیک اعمال کریں؛ لیکن اللہ کی طرف سے جواب ہوگا کہ اب تمہارا مقدر جہنم کی آگ ہے۔ **وَهُمْ يَصْطَرِخُوْنَ فِيْهَا رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا غَيْرَ الَّذِىْ كُنَّا نَعْمَلُ اَوَلَمْ نُعَمِّرْكُمْ مَّا يَتَذَكَّرُ فِيْهِ مَنْ تَذَكَّرَ وَجَآءَكُمُ النَّذِيْرُ فَذُوْقُوْا فَمَا**

لِلظّٰلِمِیْنَ مِنْ نَّصِیْرٍ. (سورۃ الفاطر:۳۷)

اِس لیے ہم اپنے اندر وقت کی قدر پیدا کرنے کی کوشش کریں، اللہ ہمارے اندر وقت کی عزّت واحترام کا جذبہ پیدا فرمائے۔ آمین۔

ہمارا وقت کتنا قیمتی ہے؟

وقت ہماری زندگی کا سب سے قیمتی سکّہ ہے۔ یہ واحد سکّہ ہے، جو ہمارے پاس ہے اور صرف ہم ہی فیصلہ کر سکتے ہیں کہ اِسے کیسے خرچ کیا جائے۔ ہوشیار رہیں، ورنہ ہمارے بجائے دوسرے اِسے خرچ کردیں گے۔

کیا آپ جانتے ہیں کہ آپ کے وقت کی کتنی قیمت ہے؟ اگر نہیں، تو نیچے دیے گئے "حساب" کا استعمال کر کے معلوم کریں۔

وقت کی قدر معلوم کرنے کا فورمُلہ:

آپ کے ایک گھنٹے کی قیمت = (آپ کی کمائی /کام کے گھنٹے)

اپنی آمدنی کو کام کرنے والے گھنٹوں کی تعداد پر تقسیم کریں، آپ کو اپنے وقت کے ایک گھنٹے کی موجودہ قیمت معلوم ہوجائے گی۔

مثال کے طور پر آپ ہر ماہ 20،000 /بیس ہزار روپے کماتے ہیں اور اس کے لیے آپ ایک مہینے میں 25 /دن اور دن میں 8 /گھنٹے کام کرتے ہیں۔ تو 25 /کو 8 /سے "ملٹی پلائی" یعنی ضرب دینے سے 200 /سو بنتے ہیں یعنی آپ مہینے میں کل 200 /گھنٹے کام کرتے ہیں۔ گویا ہم سو روپے گھنٹہ کام کرتے ہیں۔

اس مثال میں، اگر آپ روزانہ 1 /گھنٹہ وقت ضائع کرتے ہیں تو، آپ کو ہر روز 100 /روپے کا نقصان اٹھانا پڑتا ہے، یعنی ایک سال میں 36،000 /چھتیس ہزار روپے۔ اگر آپ روزانہ دو گھنٹے ضائع کرتے ہیں، تو اس کا مطلب ہے کہ آپ کو ہر سال 72،000 /روپے کا نقصان ہورہا ہے۔

اس طرح حساب کرنے کے بعد خود ہی ہم لوگوں کی آنکھیں کھل جائیں گی۔ اس طرح غور وفکر کرنے سے ہم کو معلوم ہو جائے گا کہ وقت ضائع کرنے سے ہم لوگوں کو دنیوی اعتبار سے بھی کتنا مالی نقصان ہو رہا ہے۔

اس نقصان کو سامنے رکھیں گے، تو خود ہی وقت ضائع نہیں کریں گے۔ مزید اسے بڑھانے کے طریقے تلاش کرنے لگیں گے۔

اس فورمولے کو صرف ایک بار استعمال کرنے سے ہم زندگی میں حیرت انگیز تبدیلی محسوس کریں گے۔

اس وقت کا پڑھا لکھا انسان اُن چیزوں کو خریدنے کے لیے پیسے کمانے کا دیوانہ ہے، جن سے وہ مصروفیت کی وجہ سے لطف اندوز نہیں ہو سکے۔

اس لیے وقت کے استعمال میں محتاط رہیں۔ وقت ضائع کرنا چھوڑ دیں۔ آپ اپنے وقت کا بہتر استعمال کرنے کے طریقے تلاش کرنا شروع کر دیں۔

اللہ پاک ہمیں وقت کے صحیح استعمال کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

اپنے وقت کی قدر کے لیے دوسروں کا وقت خریدنا سیکھیں

ٹائم مینجمنٹ دراصل بہت اہم مسئلہ ہے۔ کوئی ایک شخص سب کچھ نہیں کر سکتا، جو لوگ خود سب کچھ کرنے کی کوشش کرتے ہیں، یقیناً وہ ناکام ہو جاتے ہیں۔ دوسروں کی قابلیت، ذہانت، صلاحیت اور دیانت پر بھروسہ کرنا آسان نہیں ہے؛ لیکن بڑی کامیابی حاصل کرنے کے لیے ایسا کرنا ضروری ہے، تب ہی حقیقی ترقی ممکن ہے؛ کیوں کہ اب آپ اکیلے نہیں ہیں۔ اب آپ کے پاس ایک ٹیم ہے، جس کی وجہ سے آپ کا وقت کئی گنا بڑھ جاتا ہے اور آپ اسے تیزی سے اپنی منزل تک پہنچنے کے لیے استعمال کر سکتے ہیں، اس لیے وقت کے بہترین استعمال کا ایک اہم اصول تفویض کرنا یعنی دوسروں کو کام سونپنا یا دوسروں سے کام لینے کا ہنر سیکھنا ضروری ہے۔

زیادہ تر لوگوں کے ساتھ ایک بڑا مسئلہ یہ ہے کہ وہ ہر کام خود کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ وہ دوسروں کو کام سونپنا نہیں چاہتے؛ کیوں کہ انہیں لگتا ہے کہ "میں یہ کام بہتر کرسکتا ہوں' یا 'میں اِسے دوسروں کے مقابلے میں تیزی سے کرسکتا ہوں۔" وہ یہ نہیں سمجھتے کہ بڑی کامیابی حاصل کرنے کے لیے اُنہیں دوسروں کو کام سونپنا پڑتا ہے، چاہے وہ اسے پسند کریں یا نہ کریں۔ ترقی کی راہ میں ایک اہم موڑ آتا ہے جہاں مستقبل میں ترقی کے لیے دوسروں کو کام سونپنا ضروری ہوجاتا ہے، اس لیے بہتر ہے کہ آپ تفویض کا فن سیکھیں۔

آپ کو کام تفویض کرنے کے لیے صرف یہ کرنا ہے کہ صحیح شخص کو تلاش کریں اور اُسے کام تفویض کریں، یعنی کسی ایسے شخص کا انتخاب کرنا، جو اس کام کو اچھی طرح کرنے کی صلاحیت اور خواہش رکھتا ہو، پھر اسے بتائیں کہ کیا کرنا ہے، کیسے کرنا ہے اور کب تک کرنا ہے، اُس کے بعد، اپنی ڈائری میں تفویض کردہ کام اور اس کی تکمیل کی تاریخ لکھیں۔

تفویض کردہ کام کی پیش رفت پر نظر رکھنا ایک اچھی بات ہے؛ لیکن یہ بات ذہن میں رکھیں کہ بہت زیادہ مانیٹرنگ (نظر رکھنا) آپ کا وقت ضائع کرتی ہے اور دوسرا شخص اِس کو بُرا محسوس کرسکتا ہے کہ آپ کو اس کی قابلیت یا صلاحیت پر بھروسہ نہیں ہے۔

کام سونپنے کے فن میں مہارت حاصل کرنے کے لیے صرف دو چیزوں کی ضرورت ہوتی ہے: یہ جاننا کہ کون سے کام سونپے جاسکتے ہیں اور کیسے سونپے جاسکتے ہیں۔

نبی کریم ﷺ نے تمام صحابہ سے اُن کی صلاحیتوں کے مطابق کام لیے، جس کے نتیجے میں دین بہت تیزی سے سے پوری دنیا میں پھیل گیا۔ امیر لوگ وقت میں سرمایہ کاری کرتے ہیں، غریب لوگ پیسہ لگاتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو سمجھ نصیب فرمائے۔ آمین۔

❑❍❒

صحت کی حفاظت کیجیے

صحت کی قدر

انسان جن دو چیزوں کے بارے میں زیادہ لا پرواہی کرتا ہے اور توجہ نہیں دیتا، اُن میں سے ایک وقت ہے (جس کی تفصیل کئی دنوں تک آتی رہی) اور دوسری صحت ہے۔ صحت کے بارے میں آج ہم میں سے اکثر لوگ غفلت برتتے ہیں؛ حالاں کہ ایک طاقتور مومن ہی دین اور دنیا کے کام صحیح طور پر انجام دے سکتا ہے، اسی لیے رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: "طاقتور مومن، کمزور مومن سے بہتر ہے؛ لیکن خیر دونوں میں موجود ہے۔" قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ اَلْمُؤْمِنُ الْقَوِيُّ خَيْرٌ وَأَحَبُّ إِلَى اللّٰهِ مِنَ الْمُؤْمِنِ الضَّعِيفِ وَفِي كُلٍّ خَيْرٌ. (مسلم:- ٢٦٦٤ عن ابی هريرةؓ)

ایک آدمی، جس کا ایمان مضبوط ہے، باصلاحیت ہے اور اُس کی صحت بھی اچھی ہے، تو اللہ رب العزت اُس سے خوب کام لیتے ہیں؛ چناں چہ اللہ نے حضرت طالوت علیہ السلام کو حضرت شمویل علیہ السلام کی قوم کا بادشاہ مقرر کیا، تو اُن کی قوم نے یہ کہا: کہ طالوت ہم پر حکومت نہیں کر سکتا؛ کیوں کہ اِس سے زیادہ بادشاہت کے ہم حقدار ہیں اور ہمیں اِس سے زیادہ دولت دی گئی ہے، اللہ رب العزت نے اِس کے جواب میں ارشاد فرمایا: کہ دیکھو! مال و دولت سے کوئی بادشاہ نہیں بنتا، بادشاہت کے لیے دو چیزیں ہونی ضروری ہیں: (۱) علمی لیاقت اور (۲) جسمانی لیاقت (خوب عمدہ صحت) اور یہ دو چیزیں حضرت طالوت علیہ السلام کے اندر تم سے زیادہ موجود ہیں، لہٰذا وہی تمہارے مقابلے میں بادشاہت کے زیادہ حقدار ہیں۔

قرآن میں ہے: کہ "اللہ نے طالوت کو تم پر بادشاہت کے لیے منتخب کر لیا ہے اور علمی اور جسمانی اعتبار سے اُس کو فوقیت عطاء کی اور اللہ جسے چاہتا ہے اپنا ملک عطاء فرماتا ہے اور اللہ کشادگی والے اور علم والے ہیں۔" وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ إِنَّ اللّٰهَ قَدْ بَعَثَ لَكُمْ طَالُوتَ مَلِكًا قَالُوٓا أَنّٰى يَكُونُ لَهُ الْمُلْكُ عَلَيْنَا وَنَحْنُ أَحَقُّ بِالْمُلْكِ مِنْهُ وَلَمْ

يُؤْتَ سَعَةً مِّنَ الْمَالِ قَالَ إِنَّ اللَّهَ اصْطَفَيهُ عَلَيْكُمْ وَزَادَهُ بَسْطَةً فِي لْعِلْمِ وَالْجِسْمِ وَاللَّهُ يُؤْتِي مُلْكَهُ مَن يَشَآءُ وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ. (سورة البقرہ:۲۴۷)

انبیاء علیہم السلام بھی اُسی شخص سے اپنا کام لیتے تھے، جس میں دو خوبیاں ہوتی تھیں: (۱) امانت داری اور (۲) جسمانی طاقت وقوّت۔

چناں چہ حضرت شعیب علیہ السلام کی ایک صاحب زادی نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اندر امانت داری اور جسمانی قوّت دیکھ کر اپنے والد حضرت شعیب علیہ السلام کی خدمت میں آ کر عرض یہ کیا تھا: کہ ابّا جان! موسیٰ کو ملازم رکھ لیجیے، اس لیے کہ جس کو آپ ملازم رکھیں، اُس میں دو صفات ہونی ضروری ہیں: ایک طاقتور ہو اور دوسرا امانت دار ہو اور موسیٰ میں یہ دونوں صفات بہ درجۂ اتم موجود ہیں۔ (سورۂ قصص:۲۶) قَالَتْ إِحْدَيهُمَا يَأَبَتِ سْتَجِرْهُ إِنَّ خَيْرَ مَنِ اسْتَجَرْتَ الْقَوِيُّ الْأَمِينُ. (سورۂ قصص:۲۶)

چناں چہ لڑکی کی یہ بات سُن کر حضرت شعیب علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے اپنی ایک بیٹی کا نکاح کرا کر اُن کو ملازمت پر رکھ لیا تھا اور حضرت موسیٰ نے دس سال تک یہ ملازمت بہ خوبی انجام دی۔ قَالَ إِنِّيٓ أُرِيدُ أَنْ أُنكِحَكَ إِحْدَى ابْنَتَيَّ هَاتَيْنِ عَلَىٓ أَن تَأْجُرَنِي ثَمَانِيَ حِجَجٍ فَإِنْ أَتْمَمْتَ عَشْرًا فَمِنْ عِندِكَ وَمَآ أُرِيدُ أَنْ أَشُقَّ عَلَيْكَ سَتَجِدُنِيٓ إِن شَآءَ اللَّهُ مِنَ الصَّلِحِينَ (سورۂ قصص:۲۷)

اِس لیے ضروری ہے کہ ہم اپنے اندر روحانی خوبیوں کے ساتھ ساتھ جسمانی خوبیاں (اچھی صحت، تیز دماغ، چستی، پھرتی) پیدا کریں اور اپنی صحت کا خوب خیال رکھیں۔

اللہ عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

صحابہ کی صحتیں

اسلام اپنے ماننے والوں کو ذہنی وجسمانی صحت میں مضبوط دیکھنا چاہتا ہے؛ کیوں کہ انہی دونوں کے سہارے اللہ رب العزت کی اچھے طریقے سے عبادت کی جاسکتی ہے اور

اپنے اہل وعیال اور قوم کی خدمت انجام دی جاسکتی ہے۔صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بہت کم وقت میں بڑے بڑے کارنامے انجام دیے، اِس لیے کہ جہاں وہ ایک طرف ایمان وعمل کے اعتبار سے مضبوط تھے وہیں صحت وتندرستی کے اعتبار سے بھی مضبوط تھے،بعض مؤرخین نے واقعہ نقل کیا ہے کہ روم کے بادشاہ نے رسول اللہ ﷺ کے پاس مدینہ منورہ کے مسلمانوں کے علاج ومعالجہ کے لیے اپنا ایک ماہر حاذِق طبیب (ڈاکٹر) بھیجا، انہوں نے مدینے میں اپنا مطب کھولا؛ لیکن مریض کے آنے کا انتظار ہی کرتے رہے، ایک عرصے تک اُن کے پاس کوئی مریض نہیں آیا، بالآخر بے کاری سے تنگ آ کر رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور واپس جانے کی اجازت چاہی. کہا جاتا ہے آپ نے طبیب صاحب کو جانے کی اجازت دے دی .وقد قال بعضهم: إن المقوقس أرسل مع الهدية طبيبا، فقال له النبی: ارجع إلى أهلك؛ نحن قوم لا نأكل حتى نجوع وإذا أكلنا لا نشبع. (برهان الدين الحلبي في "السيرة الحلبية" 295/3 من غير إسناد ولا عزو لكتب الأثر)

آج بھی صحابہ کے جیسی صحت وتندرستی حاصل کرنا ممکن ہے بشرطیکہ ہم اپنے اپنے علاقوں میں وہی فضا پیدا کرلیں جو مدینے میں تھی اور اسی فضا کا نام اسلام ہے، اسی لیے ہمیں چاہیے کہ اسلامی تعلیمات پر عمل کریں اور صحت کی حفاظت کی جو تدبیریں اور آداب اسلام نے بتائے ہیں اِن سب پر عمل کریں اللہ ہمیں صحت وتندرستی کی دولت سے مالا مال فرمائے۔آمین۔

جسمانی صحت

اللہ تعالیٰ نے بندے کی جسمانی صحت کو پسند فرمایا ہے خود اپنے پیارے نبی حضرت محمد ﷺ کو بھی لوگوں میں سب سے زیادہ طاقتور بنایا تھا۔غزوۂ خندق کے موقعے پر ایک پتھر، جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم توڑ نہیں پا رہے تھے، آپ ﷺ نے اُس پتھر کے صرف ایک وار میں ہی تین ٹکڑے کردیے، روایت میں ہے کہ صحابہ فرماتے ہیں: کہ غزوۂ خندق کے موقعے پر مدینے کے اِرد گرد ایک کھائی کھودنے کے دوران ہمارا نہایت سخت پتھر سے سامنا ہوا، جسے ہماری کُلہاڑیاں اور

ہتھوڑے توڑ نہیں پا رہے تھے، صحابہ نے اس کی شکایت رسول اللہ ﷺ سے کی، آپ نے کُلہاڑی دستِ مبارک میں لی اور "بسم اللہ" پڑھ کر ایک ہی وار سے اُس پتھر کے تین ٹکڑے کر ڈالے۔ لما كان حين أمرنا رسول الله ﷺ بحفر الخندق، عرض لنا في بعض الخندق صخرة عظيمة شديدة، لا تأخذ فيها المعاول، فشكوا ذلك إلى رسول الله ﷺ، فلما رآها أخذ المعول وقال: "بسم الله" وضرب ضربة فكسر ثلثها.

(البدایہ و النہایہ باب غزوۃ الخندق)

آپ کو اللہ کی جانب سے جسمانی قوت و طاقت کس درجہ دی گئی تھی اس کا اندازہ اس سے لگائیں کہ ایک روایت میں آپ ﷺ کا یہ ارشاد مذکور ہے: "مجھے نکاح اور گرفت کے سلسلے میں چالیس (جنتی) مردوں کی قوت دی گئی ہے۔" أُعْطِيتُ قُوَّةَ أَرْبَعِينَ فِي الْبَطْشِ وَالنِّكَاحِ. (المعجم الاوسط: ٥٦٧)

اور جنتی مردوں کی قوت کے بارے میں رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے: "بے شک جنتی مردوں میں کھانے، پینے، صحبت اور شہوت کے سلسلے میں (دنیا کے) سو مردوں کے جیسی طاقت ہوگی۔ إِنَّ الرَّجُلَ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ لَيُعْطَى قُوَّةَ مِائَةِ رَجُلٍ فِي الْأَكْلِ وَالشرب وَالْجِمَاعِ، وَالشَّهْوَةِ. (سنن الدارمی: ٢٨٢٥)

یہ آپ کی طاقت ہی تھی کہ جب رُکانہ (جو کہ کفّار و مشرکین میں سب سے زیادہ طاقتور پہلوان تھے) نے آپ کو کشتی کا چیلنج دیا، تو آپ ﷺ نے نہ صرف چیلنج قبول کیا؛ بلکہ رُکانہ کو تین بار پچھاڑ کر جیت بھی حاصل کی۔

اللہ کو بندے کی جسمانی قوت پسند ہے، اسی لیے نہ صرف اپنے نبی حضرت محمد ﷺ کو جسمانی قوت سے نوازا؛ بلکہ آپ ﷺ سے پہلے انبیاء علیہم السلام کو بھی جسمانی قوت سے سرفراز فرمایا؛ چناں چہ حضرت عمرؓ فرماتے ہیں جب حضرت موسیٰ علیہ السلام مصر چھوڑ کر مدین تشریف لائے، تو دیکھا کہ لوگ اپنے جانوروں کو پانی پلا رہے ہیں اور دو لڑکیاں انتظار میں ہیں کہ یہ فارغ ہوں، تو ہم بھی اپنے جانوروں کو پانی پلا دیں؛ لیکن اُن لوگوں نے کنویں کا منہ

ایک بڑے پتھر سے بند کیا ہوا تھا، جس چٹان کو دس آدمی مل کر ہی سرکا سکتے تھے، اُسے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے تن تنہا سرکا دیا۔ عن عمر بن الخطاب رضي الله عنه لما ورد موسى ماء مدين وجد عليه أمة من الناس يسقون قال فلما فرغوا أعادوا الصخرة على البئر ولا يطيق رفعها إلا عشرة رجال (ابن کثیر: ۵/۱۱)

ہم لوگوں کو بھی اسلامی اصولوں کے مطابق اپنی صحت صحیح رکھنے کی فکر کرنی چاہیے، اللہ ہمیں اچھی صحت عطاء فرمائے۔ آمین۔

صحت مندر ہنے کا بنیادی اصول

اگر آپ اپنے جسم کو چست اور بیماریوں سے محفوظ بنانا چاہتے ہیں، تو آپ کو اسلام کے نظام "نظافت وطہارت" پر مکمل طور پر عمل کرنا ضروری ہے، آج سائنسی دور میں جسم کو صحت مند رکھنے کے لیے صفائی ستھرائی کی اہمیت کسی سے ڈھکی چھپی نہیں ہے اور اسلام نے اپنے پہلے ہی دن سے اپنے ماننے والوں کو صفائی ستھرائی کا حکم دیا ہے، قرآن میں اللہ نے اپنے نبی سے ارشاد فرمایا: وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ. وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ.

ترجمہ: اپنے کپڑے پاک رکھو۔ اور میل کچیل دور کرو۔ (سورۂ مدثر: ۴،۵)

ایک مسلمان اللہ رب العزت کی محبت چاہتا ہے، تو اسے چاہیے کہ وہ اپنا جسم و لباس، رہنے کی جگہ، گھر بار، گلی، محلّہ اور ماحول کو پاک صاف بنائے اور اپنے اردگرد کے معاشرے کو پاکیزگی کی تلقین کرے؛ کیوں کہ طہارت والوں یعنی پاک صاف رہنے والوں کو اللہ تعالیٰ پسند فرماتے ہیں؛ چناں چہ قرآن کریم میں ارشادِ خداوندی ہے: "اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّوَّابِيْنَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِيْنَ."

ترجمہ: بے شک اللہ توبہ کرنے والوں اور پاک صاف رہنے والوں کو پسند فرماتا ہے۔"

(سورۃ البقرۃ: ۲۲۲)

ایک حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "الطُّهُوْرُ شَطْرُ الْإِيْمَانِ. "یعنی

پاکی آدھا ایمان ہے۔(مسلم:۲۲۳۔عن ابی مالك الاشعریؓ)

ایک بار رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کو دیکھا، جس کے بال بکھرے ہوئے تھے، آپ کو ناگواری ہوئی، آپ ﷺ نے فرمایا:" کیا اِس کے پاس کنگھا نہ تھا؟" ایک دوسرے شخص کو میلے کپڑے پہنے ہوئے دیکھا، تو فرمایا:" کیا اِسے پانی نہیں ملتا؟ جس سے یہ اپنے میلے کپڑے دھو لیتا؟" عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰہِؓ قَالَ: أَتَانَا رَسُولُ اللّٰہِ ﷺ وَسَلَّمَ فَرَأَی رَجُلًا شَعِثًا قَدْ تَفَرَّقَ شَعْرُهُ، فَقَالَ: أَمَا كَانَ يَجِدُ هَذَا مَا يُسَكِّنُ بِهِ شَعْرَهُ؟. وَرَأَى رَجُلًا آخَرَ وَعَلَيْهِ ثِيَابٌ وَسِخَةٌ، فَقَالَ: أَمَا كَانَ هَذَا يَجِدُ مَاءً يَغْسِلُ بِهِ ثَوْبَهُ؟ (ابو داؤد، کتاب اللباس باب فی غسل الثواب و فی الخُلقان:۲/۵۶۲،رقم: ۴۰۶۲)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ہمیں خود بھی صفائی ستھرائی کا خیال رکھنا چاہیے اور دوسروں کو گندی حالت میں دیکھ کر حکمت کے ساتھ ٹوک بھی دینا چاہیے جیسے رسول اللہ ﷺ نے ٹوکا، زیادہ تر بیماریاں گندگی اور ناپاکی سے ہی جنم لیتی ہیں، اسی لیے اگر ہم خود کو صحت مند رکھنا چاہتے ہیں، تو ہمیں صفائی ستھرائی کا بے حد خیال رکھنا اور اُس کی دعوت دینا ضروری ہے۔

اللہ ہمیں عمل کی توفیق عطاء فرمائے۔آمین۔

ہاتھ، منہ اور ناک کی صفائی

گندگی، صحت پر نہایت گہرا اور بُرا اثر چھوڑتی ہے اور ہاتھ، منہ اور ناک کی گندگی تو کئی خطرناک بیماریوں کو جنم دیتی ہے، جس سے صحت برباد ہو جاتی ہے، اسی لیے اسلام میں ہاتھ، منہ اور ناک کی صفائی کی بڑی تاکید کی گئی ہے، جدید میڈیکل سائنس، ہمیں بتاتا ہے کہ ہاتھوں کی گندگی کس طرح ایک صحیح سالم جسم کو بیماریوں کی آماج گاہ بنا سکتی ہے، اسلام نے اپنے پہلے ہی روز سے ہاتھوں کی صفائی کی بڑی تاکید کی ہے، لہٰذا بیماریوں سے حفاظت کے لیے ہمیشہ ہاتھوں کو صاف ستھرا رکھنا ضروری ہے؛ لیکن کوئی چیز کھانے پینے سے پہلے تو ہاتھوں کو خوب اچھی طرح دھو لینا ضروری ہے، روایت میں ہے کہ حضرت سلمان فارسیؓ نے توریت

میں جب یہ بات پڑھی کہ کھانے کے بعد ہاتھ دھونا باعث برکت ہے تو یہ بات حضرت سلمان فارسیؓ نے رسول اللہ ﷺ کے سامنے ذکر کی، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کہ "(صرف کھانے کے بعد ہاتھ دھونا باعث برکت نہیں ؛ بلکہ کھانے کی برکت اس طرح ہوتی ہے کہ) کھانے سے پہلے بھی ہاتھ دھویا جائیں اور اُس کے بعد بھی۔"**برکة الطعام الوضوء بعده والوضوء قبله.** (ابو داود رقم الحديث:٣٧٦١)

اور ہاتھوں کی صفائی کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ اپنے ناخنوں کو بھی صاف رکھا جائے اور اُبھرنے پر فوراً کاٹ لیا جائے۔

ایک شخص آسمان کی خبریں معلوم کرنے کے لیے نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ ﷺ نے دیکھا کہ اس کے ناخن لمبے ہو رہے ہیں، تو آپ ﷺ نے فرمایا: کہ "تم میں سے ایک شخص آتا تو آسمانی معاملات کے سلسلے میں پوچھنے کے لیے ہے؛ لیکن اسے اپنے بدن کا کچھ پتہ نہیں کہ اُس کے ناخن، پرندوں کی ناخن کی طرح ہو رہے ہیں کہ جس میں گندگیاں اور زہریلے جراثیم بھرے ہوتے ہیں۔**جاء رجل إلى النبي ـ صلى الله عليه وسلم ـ فسأله عن خبر السماء، فنظر إليه النبي ـ صلى الله عليه وسلم ـ فرأى أظفاره طِوالاً فقال "يسأل أحدكم عن خبر السماء وأظفاره كأظفار الطير يجمع فيها الجَنابة والتَّفَث" وهو الخبث.** (تفسير القرطبي ج٢/ ص ١٠٢)

ناخنوں کو صاف رکھنا، انبیاء کی سنت ہے۔**خمسٌ من الفطرة: الاختتان والاستحداد ـ حلق العانة ـ وقصّ الشارب وتقليم الأظافر ونتف الإبط."**

(رواه البخاري ومسلم)

اسی طرح ہمیں منہ کی بھی صفائی رکھنی چاہیے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کہ "اپنے منہ کو مسواک کے ذریعے صاف رکھو۔"**طيب افواهكم بااسواك .** (شعب الإيمان: ٢/٣٨٢، رقم: ٢١١٩)

مسواک کے بہت سے جسمانی فائدے ہیں، معدے کی بیماریوں، بلغم اور کھانسی،

مسوڑوں کا ڈھیلا پن، نظر کی کمزوری، منہ کی بدبو، دانتوں کی گندگی جیسی ہزاروں بیماریوں میں مفید ہے۔ (مستفاد، از کشف الغمہ وحاشیۃ الطحطاوی: ص ۶۹)

نیز جب منہ صاف رہے گا، تو منہ کے گندے جراثیم معدے میں نہیں جاسکیں گے، جس کے سبب معدہ مُضر جراثیم سے محفوظ رہے گا اور ہماری غذا ہمارے معدے کو لگے گی۔

ناک کے راستے بھی ہمارے جسم کو نقصان پہچانے والے زہریلے جراثیم داخل ہوتے ہیں، اس لیے اپنے ماحول کو گندگیوں سے پاک بنانے کی تاکید کی گئی ہے؛ تاکہ گندگی میں سانس لینے کی ضرورت ہی نہ پڑے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کہ "اللہ پاک ہے، پاکی کو پسند کرتا ہے، ستھرا ہے ستھرائی کو پسند کرتا ہے، لہٰذا تم اپنے صحن کو صاف رکھو اور یہود سے مشابہت مت کرو۔" إِنَّ اللَّهَ طَيِّبٌ يُحِبُّ الطَّيِّبَ، نَظِيفٌ يُحِبُّ النَّظَافَةَ، كَرِيمٌ يُحِبُّ الْكَرَمَ، جَوَادٌ يُحِبُّ الْجُودَ؛ فَنَظِّفُوا – أُرَاهُ قَالَ: أَفْنِيَتَكُمْ – وَلَا تَشَبَّهُوا بِالْيَهُودِ. (ترمذی: ۲۷۹۹-عن سعید ابن مسیبؒ)

اللہ ہمیں صحت کے تمام اسلامی اصولوں پر عمل کرنے کی توفیق عطاء فرمائے۔ آمین۔

اسلام ہمیں صحت مند دیکھنا چاہتا ہے

کمپیوٹر میں دو چیزیں ہوتی ہیں: ایک ہارڈ ویئر دوسرا سوفٹ ویئر۔ اگر کمپیوٹر کا ہارڈ ویئر خراب ہو جائے، تو سافٹ ویئر کو کام سے روک دیتا ہے اور اگر سافٹ ویئر میں خرابی آجائے، تو ہارڈ ویئر ٹھیک سے کام نہیں کرتا، اسی طرح انسان دو چیزوں کا نام ہے ایک "روح" اور دوسرا "جسم"، اگر روح میں بگاڑ آجائے، تو انسان اپنی جسمانی صحت کو غلط کاموں میں برباد کر دیتا ہے اور اگر جسم خراب ہو جائے، تو اچھے اعمال صحیح طور پر ادا نہیں ہو پاتے، اسی لیے ایک طرف اسلام نے روح کی اصلاح کے لیے اخلاقی تعلیمات عطاء کی ہیں وہیں دوسری طرف جسم کی اصلاح کے متعلق بھی کچھ ہدایات ورہنمائیوں سے نوازا ہے، اسلام چاہتا ہے کہ ایک ایسا معاشرہ وجود میں آئے، جو صحت مند، توانا اور ہر اعتبار سے مضبوط ہو، آپ ﷺ نے مدینے کے معاشرے کے لیے صحت وتندرستی کی دعاء فرما کر گویا اسلام کے اِس منشا کو

ظاہر فرمادیا۔حدیث میں ہے کہ جب مسلمان مکہ چھوڑ کر مدینے میں آئے ،تو وہاں وبائی بخار پھیلا ہوا تھا،سیدنا ابوبکر اور سیدنا بلال رضی اللہ عنہما بیمار ہو گئے، جب آپ نے صحابہ کی بیماری دیکھی تو بارگاہ خداوندی میں یہ دعاء فرمائی: "اے اللہ! مدینے کو ہمارا محبوب بنادے، جیسے آپ نے مکہ کو ہمارا محبوب بنایا تھا یا اس سے بھی زیادہ۔اور مدینے کو صحت وتندرستی کی جگہ بنادے اور ہمیں اس کے "صاع" اور "مُد "(مدینے کے پیمانوں) میں برکت دے اور اس بخار کو "جحفہ " کی جانب پھیر دے۔عَنْ عَائِشَةَؓ، قَالَتْ: قَدِمْنَا الْمَدِينَةَ وَهِيَ وَبِيئَةٌ، فَاشْتَكَى أَبُو بَكْرٍ، وَاشْتَكَى بِلَالٌ، فَلَمَّا رَأَى رَسُولُ اللهِ ﷺ شَكْوَى أَصْحَابِهِ، قَالَ: اللّٰهُمَّ حَبِّبْ إِلَيْنَا الْمَدِينَةَ كَمَا حَبَّبْتَ مَكَّةَ أَوْ أَشَدَّ، وَصَحِّحْهَا، وَبَارِكْ لَنَا فِي صَاعِهَا وَمُدِّهَا، وَحَوِّلْ حُمَّاهَا إِلَى الْجُحْفَةِ. (صحیح مسلم: ٣٣٤٢)

اسلام اپنے ماننے والوں کی صحت وتندرستی کتنی پسند کرتا ہے اِس کا اندازہ اِس بات سے لگائیں کہ رسول اللہ ﷺ نے صحت وتندرستی کی حالت میں کیے گئے صدقے کو سب سے بہترین صدقہ قرار دیا؛ چنانچہ حضرت ابو ہریرہؓ نے فرمایا: ایک آدمی رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور عرض کیا: "اے اللہ کے رسول! کون سا صدقہ اجر میں بڑا ہے؟" آپ ﷺ نے فرمایا: "ہاں تمہارے باپ کا بھلا ہو تمہیں اس بات سے آگاہ کیا جائے گا وہ یہ کہ تم اس وقت صدقہ کرو جب تم تندرست ہو۔" عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَؓ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ أَيُّ الصَّدَقَةِ أَعْظَمُ أَجْرًا فَقَالَ أَمَا وَأَبِيكَ لَتُنَبَّأَنَّهُ أَنْ تَصَدَّقَ وَأَنْتَ صَحِيحٌ شَحِيحٌ تَخْشَى الْفَقْرَ وَتَأْمُلُ الْبَقَاءَ وَلَا تُمْهِلَ حَتَّى إِذَا بَلَغَتْ الْحُلْقُومَ قُلْتَ لِفُلَانٍ كَذَا وَلِفُلَانٍ كَذَا وَقَدْ كَانَ لِفُلَانٍ. (مسلم: ٢٣٨٣)

اللہ سے دعا ہے کہ ہماری تمام بیماریوں کو شفا عطا فرمائے اور کمزوروں کو قوت و طاقت عطاء فرمائے۔آمین۔

اسلام میں ورزش کی اہمیت

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے تمام مسلمانوں کو یہ حکم دیا ہے کہ "جہاں تک ممکن ہو

طاقت وقوت حاصل کرتے رہو۔ وَاَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ. (سورۃ الانفال: ٦٠)

جسم کو صحیح سالم، تندرست اور مضبوط بنانا بھی اللہ تعالیٰ کے اس حکم کی تعمیل ہے، نیز جسمانی قوت وطاقت حاصل کرنے کا ایک بہت بڑا ذریعہ ورزش اور کثرت بھی ہے، جسم کو طاقت وقوت بخشنے والے کھیلوں اور ورزشوں کی آپ ﷺ نے ہمیشہ حوصلہ افزائی فرمائی ہے؛ چناں چہ روایت میں آتا ہے کہ ایک بار مدینہ منورہ میں حبشہ کے نوجوان نیزوں کی پریکٹس کر رہے تھے اور آپ ﷺ اُن کی یہ ورزش اور پریکٹس حضرت عائشہؓ کو اپنی پشت کے پیچھے کھڑا کر کے دکھا رہے تھے اور ان نوجوانوں سے فرما رہے تھے: "کھیل کود کرتے رہو۔" **الهوا والعبوا.** (شعب الإيمان: ٢٠٨٢)

اور بعض روایات میں ہے کہ آپ نے یہ بھی ارشاد فرمایا: میں یہ بات ناپسند کرتا ہوں کہ تمہارے دین میں شدت دیکھی جائے۔ **فإني أكره أن يرى في دينكم غلظة.** (معارف القرآن: ٢٤/٧)

آپ ﷺ کے زمانے میں لوگ پتھر کا وزن اُٹھا کر جم لگایا کرتے تھے ایسی ہی ایک جماعت کے پاس سے جب آپ کا گذر ہوا، تو آپ ﷺ نے اُنہیں جم کرنے سے منع نہیں کیا؛ بلکہ جسم کی مضبوطی کے بعد اکثر وبیشتر تکبر میں مبتلا ہونے اور کمزوروں پر غصہ ہونے کے امکانات ہوتے ہیں، آپ ﷺ نے اِن امکانات کو توڑا اور پُرحکمت لہجے میں فرمایا: کہ جو شخص غصے کی حالت میں خود پر قابو کر لیتا ہے وہ اِس سے بھی زیادہ مضبوط ہے۔ اسی طرح کچھ لوگوں کو دیکھا کہ کُشتی کر رہے ہیں، تو آپ ﷺ نے منع کرنے کے بجائے پہلوانوں کو اخلاقی تعلیم دی لوگوں نے ایک پہلوان کے بارے میں بتایا کہ اِس سے جو بھی کشتی کرتا ہے یہ اُسے پچھاڑ دیتا ہے، آپ ﷺ نے کشتی کو منع نہیں کیا؛ بلکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کیا میں تمہیں اس سے بھی بڑے پہلوان کے بارے میں نہ بتاؤں؟ وہ شخص جس پر کسی دوسرے آدمی نے ظلم کیا، تو اس نے اپنا غصہ پی لیا (اس

طرح)وہ خود پر بھی غالب آ گیا،اپنے شیطان پر بھی غالب آ گیا،اوراپنے ساتھی کے شیطان پر بھی غلبہ حاصل کرلیا۔عن أنس أن النبی ﷺ مرّ بقومٍ یرفعونَ حَجَراً فقالَ مایصْنعُ هؤلاءِ؟ قالوا یرفعونَ حجراً یریدونَ الشدةَ فقال النبی صلی الله علیه و آله وسلم أفلا أدُلکُمْ علَی ما هُو أشدّ منْه أو کلمةٌ نحوَها الذی یملِکُ نفسَه عندَ الغضبِ، وفی روایة أن النبی صلی الله علیه وسلم مرَ بقومٍ یصطرِعُوْنَ فقالَ مَاهَذا؟ قالوا یا رسول الله هذافلان الصَّریْعُ ما یصارعُ أحداً إلا صَرَعَه فقال رسول الله صلی الله علیه و آله وسلم ألا أدُلکُمْ علَی مَنْ هُو أشدُ منه؟ رجلٌ ظَلَمَه رجلٌ فکَظَمَ غَیْظَه فغَلَبَه وغلبَ شیطانَه وغلبَ شیطانَ صاحبِه. (السلسلة الصحیحة:٤٣)

ان سب میں ایک مسلمان کے لیے تعلیم یہ ہے کہ وہ جسم کی مضبوطی حاصل کرنے والی ورزشیں کرے؛لیکن افسوس،اسلام کی اِس تعلیم کو آج غیروں نے لےلیا اور مسلمان صبح دس بجے تک سوتا رہا،آج حالت یہ ہے کہ مسلم نوجوانوں کی صحتیں خراب ہوچکی ہیں۔

خدارا ہوش کے ناخن لیں اور اپنی صحت کا بھرپور خیال رکھیں،اللہ ہمیں بہترین صحتیں عطاءفرمائے۔آمین۔

رسول اللہ ﷺ اور صحابہ،گھڑدوڑ میں حصہ لیتے تھے۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے ایسے گھوڑوں کی حفیاء کے مقام سے مسابقت (دوڑ) کروائی،جنہیں (عربی طریقے سے) فالتو چربی زائل کر کے سبک اندام بنایا گیا تھا۔اُن کی دوڑ ثنیۃ الوداع تک تھی اور جن کو سبک اندام نہ بنایا گیا تھا ان کی دوڑ ثنیہ سے مسجد بنی زُریق تک کرائی۔ابن عمرؓ ان میں شامل تھے،جنھوں نے گھوڑے دوڑائے۔

حَدَّثَنَا یَحْیَی بْنُ یَحْیَی التَّمِیمِیُّ، قَالَ: قَرَأْتُ عَلَی مَالِکٍ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ سَابَقَ بِالْخَیْلِ الَّتِی قَدْ أُضْمِرَتْ مِنَ الْحَفْیَاءِ، وَکَانَ أَمَدُهَا ثَنِیَّةَ الْوَدَاعِ، وَسَابَقَ بَیْنَ الْخَیْلِ الَّتِی لَمْ تُضْمَرْ، مِنَ الثَّنِیَّةِ

إِلَى مَسْجِدِ بَنِي زُرَيْقٍ،وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ فِيمَنْ سَابَقَ بِهَا.

تیراندازی، تیراکی اور گھوڑ سواری کو آپ ﷺ نے سب سے بہترین کھیل قرار دیا اور اِن ورزشیں اور کھیلوں کی نہ صرف حوصلہ افزائی فرمائی؛ بلکہ خود بھی ان میں حصہ لیا؛ چناں چہ رُکانہ پہلوان کے ساتھ کشتی ہو یا حضرت عائشہؓ کے ساتھ دوڑ کا مقابلہ، یہ سب ورزش کی اہمیت کو بتاتا ہے، اللہ ہمیں اچھی صحت عطا فرمائے۔ آمین۔

تین قسم کی غذائیں

انسان تین طرح کی غذائیں استعمال کرتا ہے: (۱) اسلام نے جن کے استعمال کی اجازت دی ہے، (۲) جن چیزوں کو اسلام نے حرام قرار دیا ہے اور بظاہر وہ جسم کے لیے مفید بھی ہوتی ہیں اور (۳) جن چیزوں کو اسلام نے حرام قرار دیا ہے اور وہ جسمانی صحت کو بھی نقصان پہنچاتی ہیں۔

اسلام نے جن غذاؤں کو جائز قرار دیا ہے یا پسند فرمایا ہے وہ سراسر صحت کے لیے مفید ہوتی ہیں اگر اعتدال سے استعمال کی جائیں؛ چناں چہ اللہ رب العزت نے ایسی چیزوں کو کھانے کا حکم فرمایا ہے اور ساتھ ساتھ کھانے میں اعتدال کی بھی تعلیم دی ہے، قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: "(اے لوگو!) کھاؤ پیو اور اسراف سے بچو! (کھانے میں اعتدال برتو! اور پیٹ سے زیادہ نہ کھاؤ)۔ كُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا. (سورۃ الاعراف: ۳۱)

حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: "جو دل چاہے کھاؤ، جو دل چاہے پہنو، بس دو باتوں کا خیال رکھنا: ایک حد سے تجاوز نہ کرنا اور دوسرا اترانا مت۔" **كل ما شئت والبس ما شئت ما أخطأتك خصلتان سرف و مخيلة.** (تفسیر مظہری: ۳/۳۷۱، زکریا)

اس آیت سے ہمیں صحت مند و تندرست رہنا کا یہ راز معلوم ہوا کہ حلال چیزوں کا استعمال بھی اگر حد سے بڑھ جائے، تو اُس سے بجائے فائدے کے نقصان ہوتا ہے۔

روایت میں آیا ہے کہ ہارون رشید کے پاس ایک عیسائی طبیبِ حاذق تھا، ایک روز اُس نے علی بن حسن بن واقدؒ سے کہا تمہاری کتاب میں علمِ طب (میڈکل سائنس) کے متعلق کچھ نہیں ہے؛ حالاں کہ علم دو ہی ہیں: بدن کا علم اور دین کا علم۔

علیؒ نے جواب دیا: اللہ نے ساری طب کو آدھی آیت میں جمع کر دیا ہے، فرمایا: "کھاؤ پیو اور اسراف نہ کرو۔" طبیب بولا: تمہارے رسول کا کوئی قول طب کے متعلق نہیں آیا، علیؒ نے کہا ہمارے رسول نے بھی ساری طب کو چند الفاظ میں جمع کر دیا ہے فرمایا ہے: "معدہ، مرض کا گھر ہے پرہیز علاج کا سر ہے، ہر بدن کو وہی چیز دو، جس کا تم نے اسے عادی بنا دیا ہو، طبیب بولا: تمہاری کتاب اور تمہارے نبی نے تو جالینوس (یونان کا مشہور حکیم) کے لیے طب چھوڑی ہی نہیں۔ **كان لرشيد طبيب نصراني حاذق فقال لعلي بن بن الحسن بن واقد ليس في كتابكم من علم الطب شئي والعلم علمان علم الأبدان و علم الاديان فقال له علي قد جمع الله الطب كله في نصف آية من كتابه وهو قوله تعالىٰ وكلوا واشربوا ولا تسرفوا فقال النصراني ولم يرو من رسولكم شئي في الطب فقال قد جمع رسولنا الطب في الفاظ يسيرة وهي قوله عليه السلام المعدة بيت الداء والحمية رأس كل دواء وأعط كل بدن ما عودته فقال النصراني ماترك كتابكم ولا نبيكم لجالينوس طبا** (تفسير المظهري: ٣/٣٧١)

ہمیں خود کو صحیح سالم رکھنے کے لیے اتنا ہی کھانا چاہیے جتنا ہمارا معدہ قبول کر سکے۔ زیادہ کھانا پورے نظامِ ہضم کو بگاڑ کر طرح طرح کی بیماریاں پیدا کرتا ہے۔ ابن عمرؓ سے مرفوع روایت ہے: "کھاؤ پیو، خیرات کرو اور پہنو؛ لیکن اسراف مت کرو اور اترانے سے بچو۔" **كلوا واشربوا وتصدقوا والبسوا من غير إسراف ولا مخيلة.** (سورة النساء، تفسیر مظهری: ٤٩٢٥)

اللہ رب العزت ہمیں صحت کے تمام اصولوں پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

پاکیزہ غذاؤں کا ہی استعمال کریں

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: کہ "لوگو! زمین میں جتنی حلال اور پاکیزہ چیزیں ہیں اُنہیں کھاؤ پیو اور (دیکھو) شیطانی راہ پر نہ چلنا، (یاد رکھو) وہ تمہارا کُھلا دشمن ہے۔"

يَٰٓأَيُّهَا النَّاسُ كُلُوا مِمَّا فِي الْأَرْضِ حَلَالًا طَيِّبًا وَلَا تَتَّبِعُوا خُطُوَٰتِ الشَّيْطَٰنِ إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِينٌ. (سورة البقرة: ١٦٨)

ایک مسلمان کو ہمیشہ حلال اشیاء کا ہی استعمال کرنا چاہیے، حلال اشیاء اگر اعتدال سے استعمال کی جائیں، تو ہمیشہ جسمانی صحت توانائی، تندرستی، ذہنی سکون اور دلی اطمینان کا ذریعہ بنتی ہیں۔

حرام غذاؤں سے ہمیشہ بچتے رہنا چاہیے، بعض حرام غذائیں بظاہر جسم کے لیے مفید ہوتی ہیں، ایسی غذاؤں سے بھی اجتناب ضروری ہے؛ کیوں کہ یہ چیزیں روح کو بیمار کر دیتی ہیں اور جب روح بیمار ہو جائے، تو انسان میں اخلاقی اور فطری برائیاں پیدا ہوتی ہیں اور وہ اچھے اعمال سے رُک جاتا ہے؛ حالاں کہ صحت کا مقصد ہی یہی ہے کہ اُس کو اچھے اعمال میں لگایا جائے، لہٰذا ایسی صحت کا کوئی فائدہ نہیں جو حرام غذاؤں سے حاصل ہو؛ کیوں کہ یہ صحت بے مقصد ہے۔

پاکیزہ غذاؤں کا جسمانی فائدہ بھی ہے اور روحانی فائدہ بھی۔ حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں: کہ "میں نے یہ آیت (یاایھا الناس کلوا الخ) اللہ کے حبیب ﷺ کے رُوبرو تلاوت کی۔ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کھڑے ہوئے اور فرمایا: "یا رسول اللہ! میرے لیے اللہ تعالیٰ سے مستجاب الدعوات بننے کی دعا فرمادیں۔" آپ ﷺ نے فرمایا: "اے سعد! اپنا کھانا پاکیزہ اور حلال رکھو، تم مستجاب الدعوات بن جاؤ گے۔ اُس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں محمد کی جان ہے! حقیقت یہ ہے کہ جو آدمی اپنے پیٹ میں حرام کا لقمہ ڈالتا ہے، تو چالیس دن تک (اُس کی عبادات) قبول نہیں کی جاتیں، جس بندے کی نشو ونما حرام اور سود کے مال سے ہوئی ہو، جہنم کی آگ اُس کے زیادہ لائق ہے۔" (ابن کثیر: ۱/۶۷ ۹۲) عن عبدالله بن عباس: تُلِيَتْ هذهِ الآيةُ عِندَ رسولِ اللهِ ﷺ: يا

أَيُّهَا النّاسُ كُلُوا مِمّا فِي الْأَرْضِ حَلالًا طَيِّبًا. [البقرة:١٦٨]، فقام سعدُ بنُ أبي وقّاصٍ، فقال: يا رسولَ اللهِ، ادعُ اللهَ أنْ يجعَلَني مُستجابَ الدّعوةِ، فقال النبيُّ ﷺ: يا سعدُ، أَطِبْ مَطْعَمَكَ تَكُنْ مُستَجابَ الدّعوةِ، والّذي نفسُ مُحمّدٍ بيدِهِ، إنّ العبدَ لَيَقذِفُ اللُّقمةَ الحرامَ في جَوفِهِ ما يُتقبَّلُ منه عملٌ أربعينَ يومًا، وأيُّما عبدٍ نَبَتَ لحمُهُ مِن سُحتٍ، فالنّارُ أَوْلى به. (المعجم الأوسط للطبراني:٦٤٩٥۔عن عبد الله ابن عباسؓ)

ایک دوسری حدیث مبارکہ میں، جو حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے، جناب نبی کریم ﷺ نے مالِ حرام کی قباحت و شناعت کو اِس انداز میں ذکر فرمایا: "بے شک اللہ تعالی پاک ہیں اور پاکیزہ مال ہی قبول فرماتے ہیں اور اللہ رب العالمین (اپنے) مومن بندوں کو بھی اسی چیز کا حکم دیتے ہیں، جس کا حکم اپنے پیغمبروں کو دیا۔" پھر آپ ﷺ نے قرآن مجید کی یہ آیات تلاوت فرمائیں: "يٰاَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوْا مِنَ الطَّيِّبٰتِ وَ اعْمَلُوْا صَالِحًا اِنِّيْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ." (سورة المؤمنون:٥١) (اے رسولو! پاکیزہ اور حلال چیزیں کھاؤ اور نیک عمل کرو۔) "يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ." (سورة البقرة:١٧٢) (اے اہل ایمان! جو رزق ہم نے تمہیں دیا ہے، اس میں سے پاکیزہ اشیاء کھاؤ۔) اُس کے بعد جناب رسول اللہ ﷺ نے ایک ایسے آدمی کا تذکرہ فرمایا، جو لمبے سفر میں پراگندہ حال اور غبار آلود (ہوتا) ہے اور وہ آسمان کی طرف ہاتھ اُٹھا کر دعا مانگتے ہوئے کہہ رہا ہو: "اے میرے رب! اے میرے رب!" جب کہ (حقیقت یہ ہو کہ) اُس کا کھانا، پینا اور اوڑھنا (سب) حرام ہو اور حرام کی غذا اُسے مل رہی ہو، سو اس حالت میں اس کی دعائیں کیسے قبول ہو سکتی ہیں؟ "عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَؓ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: "أَيُّهَا النَّاسُ، إِنَّ اللّٰهَ طَيِّبٌ لَا يَقْبَلُ إِلَّا طَيِّبًا، وَإِنَّ اللّٰهَ أَمَرَ الْمُؤْمِنِينَ بِمَا أَمَرَ بِهِ الْمُرْسَلِينَ، فَقَالَ: }يَا أَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوا مِنَ الطَّيِّبَاتِ وَاعْمَلُوا صَالِحًا إِنِّي بِمَا تَعْمَلُونَ عَلِيمٌ{، وَقَالَ: }يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُلُوا مِنْ طَيِّبَاتِ مَا رَزَقْنَاكُمْ{، ثُمَّ ذَكَرَ الرَّجُلَ يُطِيلُ السَّفَرَ أَشْعَثَ أَغْبَرَ يَمُدُّ يَدَيْهِ إِلَى السَّمَاءِ: يَا رَبِّ يَا رَبِّ، وَمَطْعَمُهُ حَرَامٌ، وَمَشْرَبُهُ

حَرَامٌ، وَمَلْبَسُهُ حَرَامٌ، وَغُذِيَ بِالْحَرَامِ، فَأَنَّى يُسْتَجَابُ لِذَلِكَ. (مسلم:١٠١٥؛ ترمذی:٢٩٨٩؛ مشکوٰۃ:٢٤١)

اللہ ہمیں حرام مال سے بچائے۔آمین۔

جم جانے والے اِس طرح کی غذا کا استعمال نہ کریں

اللہ تعالیٰ ارشادفرماتا ہے:"اے لوگو!اپنی جانوں کو ہلاکت میں نہ ڈالو۔"

وَلَا تُلْقُوْا بِاَيْدِيْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ. (سورة البقرة:١٦٥)

اللہ رب العزت نے اِس آیت میں سختی کے ساتھ ہر اُس عمل کے کرنے سے منع فرمایا ہے کہ جس سے انسان کی ہلاکت کا خطرہ ہو،اسی لیے نہ کوئی ایسا عمل کرنا چاہیے،جس سے جان کا خطرہ ہواور نہ کسی ایسی غذا کا استعمال کرنا چاہیے،جس سے جسمانی نقصان کا خطرہ ہو۔

بعض نوجوان جم جاتے ہیں اور نتیجہ جلدی پانے کی حرص میں کچھ ایسی چیزوں کا استعمال کرتے ہیں،جو ماہرین کے مطابق خطرناک بیماریوں اور بعض مرتبہ موت کا بھی سبب بن جاتی ہیں،جیسے:"اِسٹیرائڈ(Steroid)"یہ مصنوعی ہارمونس ہوتے ہیں،جن کے لگاتار استعمال سے جسم اور بوڈی،فطری ہارمونس بنانا بند کردیتی ہے،تو باہری ہارمونس لینا،انسان کی مجبوری بن جاتی ہے،جس سے مادّۂ منویہ کے جراثیم (count Sperm) دھیرے دھیرے کم ہونے لگتے ہیں،اسی طرح میٹابولزم (Metabolism) ہلکا ہوجاتا ہے اور ہارٹ اٹیک کے امکانات بڑھ جاتے ہیں،اسی طرح جوڑوں میں درد(painJoint)اور ہڈیوں کی قوّت (Density Bones) عمر سے پہلے کم ہوجاتی ہے،کِڈنی فیل،لِور خراب یہاں تک کہ کینسر ہونے کا بھی خطرہ رہتا ہے،اس لیے ضروری ہے کہ مسلم نوجوان اپنے شوق کے چلتے اپنے مستقبل کو خطرے میں نہ ڈالیں اور صحت بنانے کے لیے خدا کی پید اکی ہوئی اشیاء کو ہی استعمال کریں،کسی ماہر حکیم یا ڈاکٹر کے مشورے سے پاکیزہ غذاؤں پر مشتمل ڈائٹ (Diet) تیار کرالیں اور اُسی کا استعمال کریں۔

اللہ رب العزت ہم سب کو اپنی صحت کا خیال رکھنے کی توفیق عطاء فرمائے۔ آمین۔

ہاتھوں سے خواہش پوری کرنے سے بچیں

بعض نوجوان، اچھا کھانے پینے کے باوجود اپنی جسمانی قوّت کو مشت زنی (ہاتھوں سے خواہش پوری) کرکے برباد کرلیتے ہیں، مشت زنی صحت اور تندرستی کو بالکل برباد کردیتی ہے، اِس لیے صحت کی حفاظت کے لیے اِس سے بچنا ضروری ہے۔ قرآن کے مطابق چھ قسم کے لوگ کامیاب ہوکر جنت الفردوس کے وارث بنائے جائیں گے: (۱) نماز میں خوش وخضوع اختیار کرنے والے، (۲) لغو باتوں سے اعراض کرنے والے، (۳) زکوٰۃ ادا کرنے والے، (۴) اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرنے والے، (۵) امانت ادا اور عہد کو پورا کرنے والے اور (۶) نمازوں کی حفاظت کرنے والے۔ قَدْ أَفْلَحَ الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ هُمْ فِي صَلَاتِهِمْ خَاشِعُونَ وَالَّذِينَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُونَ وَالَّذِينَ هُمْ لِلزَّكَوٰةِ فَاعِلُونَ وَالَّذِينَ هُمْ لِفُرُوجِهِمْ حَافِظُونَ إِلَّا عَلَىٰ أَزْوَاجِهِمْ أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُمْ فَإِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُومِينَ فَمَنِ ابْتَغَىٰ وَرَاءَ ذَٰلِكَ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْعَادُونَ وَالَّذِينَ هُمْ لِأَمَانَاتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رَاعُونَ وَالَّذِينَ هُمْ عَلَىٰ صَلَوَاتِهِمْ يُحَافِظُونَ أُولَٰئِكَ هُمُ الْوَارِثُونَ الَّذِينَ يَرِثُونَ الْفِرْدَوْسَ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ. (سورۂ مومنون:۱۱-۱)

شرم گاہوں کی حفاظت کرنے سے مراد یہ ہے کہ نفسانی خواہشات اُنہیں طریقوں سے پوری کی جائیں، جن کو اللہ نے جائز قرار دیا ہے، ہاتھ سے منی خارج کرکے سکون حاصل کرنا، یہ اللہ کی نگاہ میں حد سے بڑھ جانا ہے۔ (سورۂ مومنون:۷؛ مستفاد، از تفسیر ابن کثیر: ص:۳٤۲) **فهذا الصنيع خارج عن هذين القسمين ، وقد قال : (فمن ابتغى وراء ذلك فأولئك هم العادون .)**

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کہ ”اللہ، قیامت کے دن سات لوگوں پر رحمت کی نظر نہیں ڈالے گا اور نہ اُنہیں پاک کرے گا اور نہ انہیں عمل کرنے والوں کے ساتھ جمع کرے گا؛ بلکہ سب سے پہلے طبقے کے ساتھ اُنہیں جہنم میں ڈال دے گا؛ مگر یہ کہ توبہ کرلیں، جن لوگوں

نے توبہ کر لی، اللہ اُنہیں معاف کر دے گا: (۱) اپنے ہاتھ سے خواہش پوری کرنے والے، (۲) غیر فطری عمل (Homosexuality) کرنے والے اور (۳) کروانے والے، (۴) شراب پینے والے، (۵) اپنے والدین کو مارنے والے، (۶) اپنے پڑوسی کو اذیت دینے والے، (۷) اپنے پڑوسی کی بیوی اور بہن بیٹیوں پر گندی نظر ڈال کر شہوت پوری کرنے والے۔"عن أنس بن مالكؓ، عن النبی ﷺ قال: سبعة لا ينظر الله إليهم يوم القيامة، ولا يزكيهم، ولا يجمعهم مع العاملين، ويدخلهم النار أول الداخلين، إلا أن يتوبوا، فمن تاب تاب الله عليه: ناكح يده، والفاعل، والمفعول به، ومدمن الخمر، والضارب والديه حتى يستغيثا، والمؤذی جيرانه حتى يلعنوه، والناكح حليلة جاره. (تفسیر ابن کثیر: ص۳۴۲، سورۂ مومنون:۵)

اسی لیے ضروری ہے کہ ہم اِس فعل سے بچ کر اپنی جسمانی صحت اور طاقت کی حفاظت کریں، اللہ ہمیں عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

شہد کا استعمال کیجیے

اپنے بدن کو کمزوری و لاغری سے بچانے اور ہزاروں بیماریوں سے محفوظ رکھنے کے لیے شہد کا خوب استعمال کرنا چاہیے، شہد انتہائی مفید غذا ہے۔ اللہ رب العزت ارشاد فرماتے ہیں: "شہد میں انسانوں کے لیے شفاء ہے۔"فِيهِ شِفَآءٌ لِّلنَّاسِ." (سورۂ نحل:۶۹)

حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں: کہ "شہد جسمانی بیماریوں کے لیے شفاء ہے اور قرآن دل کی (روحانی) بیماریوں کے لیے شفاء ہے۔ العسل شفاء من كل داء، والقرآن شفاء لما فی الصدور. (تفسیر بغوی تحت آیت سورۂ نحل:۶۹)

نیز حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ سے یہ روایت بھی ہے: کہ "دو طرح کی شفا کو ہمیشہ کے لیے لازم پکڑلو، ایک "شہد" دوسرا "قرآن"۔ عليكم بالشفاءين القرآن والعسل. (حوالہ بالا)

رسول اللہ ﷺ کو میٹھی چیز اور شہد بہت پسند تھا۔ أن رسول اللہ ﷺ کان یعجبه الحلواء والعسل. هذا لفظ البخاری (بحواله تفسیر ابن کثیر: ٤٢١)

ایک شخص کو پیٹ کی بیماری تھی، اللہ کے رسول نے اُسے شہد پینے کا حکم فرمایا۔ **اسقه عسلا.** (بخاری و مسلم بحواله تفسیر ابن کثیر: ٤٢١)

اس کے علاوہ بے شمار احادیث میں شہد کی فضیلتیں اور اُس کی افادیت بیان کی گئی ہے، اسی لیے ہمیں شہد کے استعمال کی عادت ڈالنی چاہیے۔ اللہ رب العزت ہمیں عمل کرنے کی توفیق عطاء فرمائے۔ آمین۔

کھجور کا استعمال کیجیے

اِس لیے کہ رسول اللہ ﷺ کو کھجور کھانا پسند تھا۔

ابنی بسر السُّلمیَّین قالا: دَخَلَ عَلَیْنَا رَسُولُ اللهِ ﷺ فَقَدَّمْنَا لَهُ زُبْدًا وَتَمْرًا، وَكَانَ يُحِبُّ الزُّبْدَ وَالتَّمْرَ. (ابو داؤد بحواله الآداب الشرعية: ٣٨٣٧)

حضرت عبداللہ بن جعفرؓ فرماتے ہیں: کہ میں نے آپ ﷺ کو ککڑی کے ساتھ ملا کر کھجور کھاتے ہوئے دیکھا۔ حدیث عبد الله بن جعفرؓ قال: رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَأْكُلُ الرُّطَبَ بِالْقِثَّاءِ. (بخاری: ٥٤٤٠)

اپنے گھروں میں کھجور رکھیے، اس لیے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اے عائشہ! جس گھر میں کھجوریں نہ ہوں، (تو سمجھ لو) اس گھر کے لوگ بھوکے ہیں۔" آپ نے کھجور گھر میں رکھنے کی اہمیت پر زور دینے کے لیے تین بار یہ بات ارشاد فرمائی۔ عائشةؓ أن النبی ﷺ قال: »يَا عَائِشَةُ! بَيْتٌ لَا تَمْرَ فِيهِ جِيَاعٌ أَهْلُهُ، يَا عَائِشَةُ! بَيْتٌ لَا تَمْرَ فِيهِ جِيَاعٌ أَهْلُهُ أَوْ جَاعَ أَهْلُهُ.« قَالَهَا مَرَّتَيْنِ أَوْ ثَلَاثًا (مسلم: ٥٣٣٦)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "بالائی عجوہ کھجور میں شفاء ہے، (یعنی بہت سارے جسمانی فوائد ہیں۔)"

ایک روایت میں ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: " کھجور، جسم کے زہریلے مادّے کے لیے فائدے مند ہے۔روی مسلم فی صحیحه من حدیث عائشةؓ أن النبیﷺ قال: إِنَّ فِي عَجْوَةِ الْعَالِيَةِ شِفَاءً أَوْ إِنَّهَا تِرْيَاقٌ أَوَّلَ الْبُكْرَةِ. (مسلم:٢٠٤٨)

کھجور صحت کے لیے نہایت مفید ہے، اسی لیے خود بھی کھجور کھائیے اور بچوں کو بھی کھجور کھانے کا عادی بنایئے، ہمارے بچے دکانوں سے لے کر اناپ شناپ چیزیں کھاتے ہیں، جن کا کوئی فائدہ نہیں، اس سے بچوں کو بچانے کی فکر کیجیے اور ہمیشہ یاد رکھیے کہ صحابہ کے بچے کھجور کھاتے تھے، ہمیں بھی اپنے بچوں کو کھجور کھلانی چاہیے۔أَخَذَ الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّؓ تَمْرَةً مِنْ تَمْرِ الصَّدَقَةِ، فَجَعَلَهَا فِي فِيهِ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: "كِخٍ كِخٍ." لِيَطْرَحَهَا، ثُمَّ قَالَ: "أَمَا شَعَرْتَ أَنَّا لَا نَأْكُلُ الصَّدَقَةَ." (بخاری:١٤١٩)

اللہ ہمیں عمل کی توفیق عطاء فرمائے۔آمین۔

تلبینہ کا استعمال کریں

ام المؤمنین حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ اگر ان کے خاندان میں وفات ہو جاتی، تو اُس گھر میں خواتین جمع ہو کر (تعزیت کرتیں اور) پھر اپنے اپنے گھروں کو چلی جاتیں، صرف میت کے گھر والے اور انتہائی قریبی لوگ رہ جاتے، تو وہ تلبینہ (جَو کا دلیہ) بنانے کا حکم کرتیں، تو دلیہ بنایا جاتا اور پھر ثرید بنا کر (روٹی کو توڑ کر گوشت کے شوربے میں بھگویا جانا) اُس پر تلبینہ ڈال دیا جاتا، حضرت عائشہؓ اہل میت کی خواتین کو اس میں سے کھانے کا کہتیں اور انہیں بتلاتیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے: کہ: "تلبینہ، مریض کے دل کی ڈھارس باندھنے کے لیے اچھا ہے، اس سے غم میں کچھ کمی آتی ہے۔"

عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهَا كَانَتْ إِذَا مَاتَ الْمَيِّتُ مِنْ أَهْلِهَا فَاجْتَمَعَ لِذَلِكَ النِّسَاءُ ، ثُمَّ تَفَرَّقْنَ إِلا أَهْلَهَا وَخَاصَّتَهَا ،أَمَرَتْ بِبُرْمَةٍ مِنْ تَلْبِينَةٍ فَطُبِخَتْ ، ثُمَّ صُنِعَ ثَرِيدٌ فَصُبَّتْ التَّلْبِينَةُ عَلَيْهَا ، ثُمَّ قَالَتْ : كُلْنَ مِنْهَا ، فَإِنِّي

سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُول :التَّلْبِينَةُ مُجِمَّةٌ لِفُؤَادِ الْمَرِيضِ ، تَذْهَبُ بِبَعْضِ الْحُزْنِ" . (رواه البخاری: ۵۱۰۱، و مسلم: ۲۲۱۶)

حضرت عائشہؓ بیماروں اور ایسے افراد کو تلبینہ کھانے کی تلقین فرمایا کرتی تھیں، جو کسی میت کے غم سے دوچار ہوں اور فرمایا کرتیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: کہ تلبینہ مریض کے دل کو آرام دیتا ہے، اُسے چست بناتا ہے اور اس کے غم اور دکھ کو دور کرتا ہے۔ وعن عائشة رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا أَنَّهَا كَانَتْ تَأْمُرُ بِالتَّلْبِينِ لِلْمَرِيضِ وَلِلْمَحْزُونِ عَلَى الْهَالِكِ ، وَكَانَتْ تَقُولُ : إِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ:إِنَّ التَّلْبِينَةَ تُجِمُّ فُؤَادَ الْمَرِيضِ ، وَتَذْهَبُ بِبَعْضِ الْحُزْنِ" . (رواه البخاری: ۵۳۶۵ و مسلم: ۲۲۱۶)

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے اہل خانہ میں سے جب کوئی بیمار ہوتا تھا، تو حکم ہوتا کہ اس کے لیے "تلبینہ" تیار کیا جائے، پھر فرماتے تھے: کہ "تلبینہ" بیمار کے دل سے غم کو اُتار دیتا ہے اور اس کی کمزوری کو یوں دور کر دیتا ہے، جیسے کہ تم میں سے کوئی اپنے چہرے کو پانی سے دھو کر اس سے گندگی دور کر دیتا ہے۔ "كان إذا أخذ أهلَه الوَعَكُ، أمر بالحساءِ فصُنِعَ ، ثمَّ أمرهم فحَسَوْا ، و كان يقول : إنَّهُ ليرتو فؤادَ الحزينِ ، و يَسْرُو عن فؤادِ السقيمِ ، كما تَسْرُو إحداكُنَّ الوسخَ بالماءِ عن وجهِها". (ترمذی: ۲۰۳۹)

حضرت عائشہؓ بیمار کے لیے "تلبینہ "تیار کرنے کا حکم دیا کرتی تھیں اور کہتی تھیں کہ اگر چہ بیمار اس کو ناپسند کرتا ہے؛ لیکن یہ اس کے لیے بے حد مفید ہے۔ عن عائشة أنها كانت تأمُرُ بالتَّلبينَةِ وتقولُ : هو البَغيضُ النافعُ. (بخاری: ۵۶۹۰)

اِس لیے کوشش کریں کہ کم از کم ناشتے میں جَو کے دلیے کا شہد اور کھجور کے ساتھ ضرور استعمال کریں۔

تلبینہ کھانے کے چند فائدے ملاحظہ فرمائیں:

تلبینہ کے طبی فوائد (Medical Benefits):

(۱)۔ غم (Depression) کو دور کرتا ہے۔

(۲)۔ مایوسی (Anxiety) کا علاج ہے۔

(۳)۔ کمر درد کا بہترین علاج ہے۔

(۴)۔ خون میں ہیموگلوبن (haemoglobin) کی شدید کمی کو پورا کرتا ہے۔

(۵)۔ حافظہ کی کمی کو دور کرتا ہے۔

(۷)۔ بھوک کی کمی ختم کرتا ہے۔

(۸)۔ وزن کی کمی پوری ہو جاتی ہے۔

(۹)۔ کولیسٹرول (cholestrol) کی زیادتی ختم کر دیتا ہے۔

(۱۰)۔ ذیابیطس (diabetes) کے مریضوں کی بلڈ شوگر لیول کنٹرول کرتا ہے۔

(۱۱)۔ دل کے مریضوں کی شفایابی میں بہت اہم کردار ادا کرتا ہے۔

(۱۲)۔ قبض کا بہترین علاج ہے۔

(۱۳)۔ آنتوں کی تکالیف کا ازالہ کرتا ہے۔

(۱۴)۔ معدہ کے ورم کو دور کرتا ہے۔

(۱۵)۔ السر کے مریضوں کے لیے آسانی علاج ہے۔

(۱۶)۔ کینسر کو ختم کرنے میں بھی مفید ثابت ہوتا ہے۔

(۱۷)۔ قوت مدافعت میں بے پناہ اضافہ کرتا ہے۔

(۱۸)۔ ہر قسم کی جسمانی کمزوری کا بہترین علاج ہے۔

(۱۹)۔ ذہنی اور دماغی امراض میں فائدہ دیتا ہے۔

(۲۰)۔ جگر کے امراض میں بہت مفید ثابت ہوا ہے۔

(۲۱)۔ اعصابی امراض کا بہترین علاج ہے۔

(۲۲)۔ وساوس دور کرنے میں لاجواب ہے۔

(۲۳)۔ ہر قسم کی تشویش (Anxiety) کو ختم کرتا ہے۔

تلبینہ بنانے کے مختلف طریقے:

طریقہ نمبر(۱): ایک پاؤ دودھ میں تین کھانے والے چمچے جو کا دلیہ ڈال کر ۵ منٹ تک دھیمی آنچ پر پکائیں اور وقفہ وقفہ سے چمچہ ہلاتے رہیں یہاں تک کہ کھیر جیسی بن جائے پھر چولہے سے اتار کر ٹھنڈا کرلیں اور حسب ذائقہ خالص شہد ملالیں۔ اگر شہد موجود نہ ہو تو تین عدد کھجوریں شامل کرلیں بس تلبینہ تیار ہے۔

طریقہ نمبر(۲): دودھ کو ایک جوش دے کر جو شامل کرلیں۔۔ہلکی آنچ پر 45 منٹ تک پکائیں اور چمچہ چلاتے رہیں۔ جو گل کر دودھ میں مل جائے تو کھجور مسل کر شامل کرلیں۔ میٹھا کم لگے تو تھوڑا شہد ملالیں۔ کھیر کی طرح بن جائے گی۔ چولہے سے اتار کر ٹھنڈا کرلیں۔ اوپر سے بادام، پستے کاٹ کر چھڑک دیں۔ (کھجور کی جگہ شہد بھی ملا سکتے ہیں۔)

❑❍❒

❑❍❒

برادرانِ وطن تک

اسلام کا پیغام پہنچانا

❑❍❒

ہر مسلمان کی اہم ذمے داری

برادرانِ وطن تک اسلام کا پیغام پہنچانا، امتِ مسلمہ کے ہر ہر فرد کی اہم ذمے داری ہے، قرآن مجید میں اسی ذمے داری کی طرف توجہ دلاتے ہوئے فرمایا گیا: تم بہترین امت ہو، جو لوگوں کی نفع رسانی کے لیے نکالی گئی ہو، بھلائی کا حکم کرتی ہو اور برائیوں سے روکتی ہو۔ "كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللّٰهِ." (سورۂ ال عمران: ۱۱۰)

بھلائی میں سب سے بڑی بھلائی نعمتِ ایمان ہے، یہودیوں کو تنبیہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: کہ مشرق مغرب کے جھگڑے میں پڑنا یہ نیکی نہیں ہے؛ بلکہ اصل نیکی یہ ہے کہ اللہ پر ایمان لایا جائے۔ "مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ." (سورۂ بقرہ: ۱۷۷)

اور برائی میں سب سے بڑی برائی کفر اور شرک ہے؛ چناں چہ قرآن میں فرمایا گیا: شرک، سب سے بڑا ظلم ہے۔ "اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ." (سورۂ لقمان: ۱۳)

شرک کی سنگینی کا آپ اِس بات سے اندازہ لگا سکتے ہیں کہ اللہ رب العزت نے فرمایا: ترجمہ: اللہ شرک کو معاف نہیں کرے گا اور شرک کے علاوہ جس گناہ کو چاہے گا، معاف کردے گا۔ "اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ." (سورۂ نساء: ۴۸)

لہٰذا ہر ہر مسلمان کی یہ ذمے داری ہے کہ وہ اپنے کفر و شرک میں مبتلا بھائیوں کو اِس ناقابلِ مغفرت برائی اور گندگی سے نکال کر نورِ ایمانی کی طرف لانے کی بھرپور کوشش کرے۔ اللہ ہمیں عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

ہر مسلمان اپنی ذمے داری کا احساس کرے

کفر و شرک میں مبتلا لوگوں کو، اِس برائی سے روکنا، امتِ مسلمہ کی کتنی بڑی ذمے داری ہے، اللہ کے رسول ﷺ کی نظر میں کتنا بڑا عمل ہے، غور فرمائیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

کہ "مَنْ رَأَى مِنكُمْ مُنكَرًا فَلْيُغَيِّرْهُ بِيَدِهِ فَإِنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِهِ فَإِنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِهِ وَذَلِكَ أَضْعَفُ الْإِيْمَانِ."

"تم مسلمانوں میں سے جو شخص بھی کوئی بُرائی ہوتے ہوئے دیکھے، تو اُس بُرائی کو اپنے ہاتھوں سے بھلائی میں بدلنے کی کوشش کرے، اگر اِس کی طاقت نہ ہو، تو زبان سے بُرائی کو بھلائی سے بدلنے کی کوشش کرے اور اگر اِس کی بھی طاقت نہ ہو، تو کم از کم دل میں بُرائی کو بُرا سمجھے اور یہ ایمان کا سب سے کمزور درجہ ہے (اِس سے نیچے ایمان کا کوئی درجہ نہیں)۔"(صحيح النسائي: ۵۰۲۳)

ہر مسلمان کی یہ ذمے داری ہے کہ اپنے کروڑوں وطنی بھائیوں کو کفر و شرک کی گندگیوں سے نکالنے کی کوشش کرے، علامہ ابن کثیر فرماتے ہیں: کہ اِس کام کے لیے مسلمانوں کی ایک جماعت کا خاص ہونا ضروری ہے، جیسا کہ قرآن کریم میں فرمایا گیا: "وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ الخ۔" (سورۂ آل عمران: ۱۰۴)؛ لیکن یہ امتِ مسلمہ کے ہر ہر فرد کی بھی اپنی طاقت کے مطابق ذمے داری ہے۔ "وَإِنْ كَانَ وَاجِبًا عَلَى كُلِّ فَرْدٍ مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ عَلَى حَسْبِهِ." (ابن كثير، تحت آيت: ۱۴۰، سورة آل عمران)

اِس لیے ضروری ہے کہ ہر شخص اپنی ذمے داری کو سمجھتے ہوئے اِس فرض کو انجام دینے کی بھرپور کوشش کرے۔

اللہ ہمیں عمل کرنے کی توفیق عطاء فرمائے۔ آمین۔

مسلم امت، خیر امت، مگر کب؟

قرآن مجید میں امتِ مسلمہ کو خیر امت کہا گیا؛ لیکن یہ خیر امت اُسی وقت تک ہے، جب تک یہ اپنی ذمے داری کو پورا کرے یعنی لوگوں کو اچھائی کی طرف بُلاتی رہے اور بُرائیوں سے روکتی رہے، "قَالَ مُجَاهِدٌ: كُنْتُمْ خَيْرَ النَّاسِ لِلنَّاسِ عَلَى هٰذَا الشَّرْطِ أَنْ تَأْمُرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْا بِاللّٰه." (آل عمران، تحت آيت: ۱۱۰، طبری)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کہ قومِ مسلم، دوسری قوموں اور دوسرے مذاہب کے ماننے والوں کے لیے سراپا خیر ہی خیر ہے، یعنی یہ امت سب سے بہترین امت اس معنیٰ کر ہے کہ وہ دیگر قوموں کی بہتری اور بھلائی سوچتی ہے اور اُن کو کفر و شرک کی گندگیوں اور بداعتقادیوں کی گہری اور تاریک کھائی سے نکال کر اسلام کی صاف و شفاف آغوش میں پناہ دیتی ہے، (**عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: كُنْتُمْ خَيْرَ النَّاسِ لِلنَّاسِ تَجِئُوْنَ بِهِ فِي السَّلَاسِلِ تُدْخِلُوْنَهُمْ فِي الْإِسْلَامِ**). (ال عمران، تحت آیت: ١١٠، طبری؛ وأخرجه البخاري من طريق محمد بن سفيان عن ميسرة، فتح الباري: ٨/١٦٩)

اسی لیے خیرِ امت بنے رہنے کے لیے لوگوں کو برائیوں سے روکنا ہے اور اچھائیوں کی طرف لانا ہے۔

اللہ ہمیں اپنے مقام کو سمجھنے کی توفیق عطاء فرمائے۔ آمین۔

کوشش کرنا نہ چھوڑیں

اکثر لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ کفر و شرک کے خلاف میرے اکیلے کے کھڑا ہونے سے کیا ہوگا؛ حالانکہ تاریخ میں ایسی ہزاروں مثالیں ہیں کہ جب مجموعی طور پر کام چھوڑ دیا گیا؛ لیکن اُسی وقت کوئی ایک کام کو لے کر اٹھا، تو اللہ رب العزت نے اس کو اپنے وقت کا "مجدّد" بنا دیا۔ دور نہ جائیں، اب سے چند سال پہلے کی ہی بات ہے کہ جب اکبر بادشاہ نے مختلف مذاہب سے چند تعلیمات لے کر "دینِ الٰہی" کے نام سے ایک الگ دین بنایا اور ہندوستان کے باشندوں کو اللہ رب العزت کے اصلی دین و شریعتِ محمدی سے دور کر دیا اور حالت یہاں تک خراب ہوگئی کہ پانچ چھے سال کے اندر اندر دین اسلام، نام کی کوئی چیز باقی نہ رہی اور بالکل نیا دین یہاں لاگو کر دیا گیا۔

اکبری دربار کے مؤرخ ملا عبدالقادر بدایونی نے اس نازک صورتحال کو بیان کیا اور آخر میں یہ خلاصہ پیش کیا کہ پانچ چھ سال کے بعد اسلام کا نام و نشان بھی باقی نہ رہا اور معاملہ

بالکل الٹ گیا۔ "بعد از پنج وشش سال اثرے از اسلام نماند و قضیہ منعکس شد۔۔۔" (منتخب التواریخ:۲۵۵)

مسلمانوں کو عبادتوں سے روکا جانے لگا، کفار اسلام پر برملا بے ہودہ اعتراضات کرنے لگے۔ (مکتوبات دفتر اول مکتوب نمبر:٦٥)

اگر مسلمان علانیہ احکام اسلام کی ادائیگی کرتے ہوئے پکڑے جاتے تو انہیں قتل کر دیا جاتا۔ (مکتوبات دفتر اول مکتوب نمبر:۴۷)

کفار بے دھڑک مساجد کو منہدم کرتے اور ان کی جگہ اپنے مندروں کی تعمیر کرتے کسی کو روکنے کی ہمت نہ ہوتی، کفر اور اہل کفر کی تعریفیں ہوتیں لیکن انہیں اس کی اجازت ہوتی۔ (مکتوبات دفتر دوم مکتوب نمبر:٦٥ سے ٩٢)

ہندوستان میں کوئی ایسی جماعت دکھائی نہیں دیتی تھی کہ وہ ان کے سدباب کے لیے کوشش کرتی، ان سنگین حالات میں پورے ہندوستان سے صرف ایک اللہ کا بندہ کھڑا ہوتا ہے اور اس صورت حال کو بدلنا اور یہاں اسلام کی بازیابی کے لیے محنت کرنا شروع کر دیتا ہے اور چند ہی سالوں میں پھر یہاں کا نقشہ بدل جاتا ہے آج دنیا اس عظیم شخصیت کو "امام ربانی مجدد الف ثانی" کے نام سے جانتی ہے اسی لیے ہر شخص اپنی سی کوشش کرے، کیا معلوم اللہ کس سے کام لے لے۔

ہماری ذمے داری

اللہ کے رسول، جناب رسول اللہ ﷺ نے زندگی بھر توحید کی تعلیم دی، لوگوں کو ہر طرح سمجھایا، پھر اپنی زندگی کے آخری حج (حجۃ الوداع) میں آپ نے تقریباً ایک لاکھ پچیس ہزار صحابہ کے مجمع میں جو کہ اُس وقت مسلمانوں کی کل تعداد تھی، اونٹ پر بیٹھ کر ایک عظیم الشان خطبہ دیا، یہ خطبہ بہت طویل تھا، اِس خطبے میں آپ نے پوری ۲۳/برس کی تعلیم کا خلاصہ پیش فرمایا، پھر ۲۳/سال تک جو کام آپ کرتے رہے اُس کی ذمے داری مجمع کے

ایک ایک فرد پر ڈالی، جس میں عالم بھی تھے اور غیر عالم بھی، شہری بھی تھے دیہاتی بھی، مفتی و قاضی بھی تھے اور مستقبل کے حکمران بھی، الغرض زندگی کے ہر شعبے سے تعلق رکھنے والے افراد تھے، آپ نے تین مرتبہ فرمایا: "أَلا هَلْ بَلَّغْتُ؟ " کہ کیا میں نے اللہ کا دین پہنچا دیا؟ سب نے ایک زبان ہو کر تین مرتبہ کہا: "قَدْ بَلَّغْتَنَا وَنَصَحْتَنَا. " بے شک آپ نے اللہ کا دین ہم تک پہنچا دیا ہے اور حق ادا کر دیا ہے۔ اُس کے بعد آپ نے تین مرتبہ ارشاد فرمایا: "اَللّٰهُمَّ اشْهَدْ" کہ اے اللہ تو گواہ رہ، میں نے تبلیغ کر دی ہے۔ اُس کے بعد آپ ﷺ نے یہ تبلیغِ دین کی ذمے داری مجمع میں حاضر ہر شخص کے کاندھوں پر ڈالی اور فرمایا: "أَلا لِيُبَلِّغِ الشَّاهِدُ مِنْكُمُ الْغَائِبَ. " کہ اِس وقت جو اِس مجمع میں موجود ہے وہ میرے لائے ہوئے دین کو غیر موجود تک پہنچا دے۔ (صحيح البخاري كتاب العلم: ١٠٥)

ہمیں بھی اپنی ذمے داری سمجھتے ہوئے دینِ مبین کی نشر و اشاعت اور تبلیغ میں لگے رہنا چاہیے۔

اتباعِ رسول ﷺ کا تقاضا

حُبِّ خدا اور حُبِّ رسول ﷺ کے تمام دعوے اتباعِ رسول ﷺ کی شرط کے ساتھ مقیَّد ہیں، ہر زمانے میں لوگ خدا اور اُس کے رسول ﷺ سے محبت کے دعوے کرتے رہے ہیں، جب اسلام کے ابتدائی زمانے میں اللہ سے محبت کا دعویٰ کیا گیا، تو دعویٰ کرنے والوں سے صاف لفظوں میں یہ کہہ دیا گیا کہ اگر تم اپنے دعوے میں سچے ہو، تو میری اتباع کرو، میرے نقشِ قدم پر چلنا ہی تمہارے دعوے کی سچائی کی علامت ہوگی۔ (دیکھیے تفسیر طبری، سورۂ آل عمران: ۳۱)

چناں چہ فرمایا گیا: کہہ دیجیے کہ اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو، تو میری اتباع کرو، اللہ تم سے محبت کرے گا۔ "قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ." (سورۂ آل عمران: ٣١)

اب سوال یہ ہے کہ حُبِّ خدا کے دعوے کی مقبولیت اتباعِ رسول پر موقوف ہے، تو اتباعِ رسول کے دعوے کی قبولیت کس عمل پر موقوف ہے؟ یوں تو ہر کوئی اتباعِ رسول کا دعویٰ

کرتا ہے؛ لیکن دراصل رسول اللہ ﷺ کے ہر ہر متبع کے کاندھوں پر دعوت إلا اللہ کی ذمے داری ہے، فرمایا گیا: کہ کہہ دیجیے یہ میرا راستہ ہے، اللہ کی طرف بُلاتا ہوں، پوری بصیرت کے ساتھ، میں اور جو شخص میری اتباع کرے۔"**قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِيْٓ اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ عَلٰى بَصِيْرَةٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِيْ.**" (سورۂ یوسف: ۱۰۸)

گویا رسول ﷺ کا کام، انسانیت کو اللہ کی طرف بلانا تھا، تو جو شخص آپ کی اتباع کا دعوے دار ہو، اُس کا بھی یہی کام ہے۔

اللہ ہمیں اپنی ذمے داریوں کو سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

نُصرتِ الٰہی

کون نہیں جانتا کہ آج دنیا اور بالخصوص ہندی مسلمانوں کے ساتھ ہر قسم کا ظلم رواں رکھا جاتا ہے، غیروں کی خفیہ سازشوں اور عداوتوں نے مسلمانوں کو زندگی کی ہر سطح پر خواہ وہ مالی ہو یا جانی، معاشی ہو یا معاشرتی، سیاسی ہو یا تعلیمی، اخلاقی ہو یا روحانی حتی کہ مذہبی سطح پر بھی پستیوں کے اندھیرے کنوے میں ڈال دیا ہے۔

غیر مسلم بھائی، اسلام سے نفرت اور اسلام کے تئیں تعصب کا شکار ہو کر مسلمانوں کی جان کے دشمن بن چکے ہیں، وہ اپنی دشمنی کا اظہار کبھی فساد کے ذریعے مسلم بستیوں کو اُجاڑ کر کرتے ہیں اور کبھی کسی مسلم نوجوان کو نہتا اور اکیلا پا کر کرتے ہیں۔

مسلمانوں نے اِن ناخوش گوار حالات سے بچنے کے لیے لاکھ جتن کر لیے؛ لیکن حالات کی سنگینی روز بروز بڑھتی ہی جا رہی ہے؛ لیکن حقیقت یہ ہے کہ اِن لوگوں کی سازشوں اور عداوتوں کے نقصانات سے بچنے کا نسخہ صرف مسلم قوم ہی کے پاس ہے، قرآن پڑھتے ہوئے اِس آیت پر تو نظر جاتی ہی ہوگی: "**يٰٓاَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ.**" "اے رسول! جو کچھ آپ کے رب کی جانب سے آپ پر نازل ہو رہا ہے، اُس کو پہنچا دیجیے، اگر

آپ نے ایسا نہیں کیا، تو آپ نے اپنی رسالت کا حق ادا نہیں کیا (اگر آپ اِن تک اللہ کا پیغام پہنچا دیتے ہیں، تو اللہ آپ کو لوگوں سے بچالے گا)۔" (سورۂ مائدہ: ٦٧)

گویا دوسری قوموں سے تحفظ حاصل کرنے کا نسخۂ کیمیا یہ ہے کہ نیابتاً ہم رسول کی رسالت کو عام کریں، اللہ نے چاہا، تو ہندوستان میں امن وامان قائم ہو جائے گا۔

اللہ تعالیٰ ہمیں مزاجِ نبوت کے ساتھ مرتے دم تک اِس کام میں لگے رہنے کی توفیق نصیب فرمائے۔آمین۔

ایمان کو عام کرنا اور کفر و شرک کو مٹانا نبی کی اہم ذمے داری

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر، نبی ﷺ کی خاص صفات میں سے ہے اور اِن صفات کا تذکرہ گذشتہ آسمانی کتابوں میں نبی ﷺ کی نبوت ورسالت کی نشانی کے طور پر ہوا ہے، اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: جو لوگ اللہ کے بھیجے ہوئے اُمّی نبی کی پیروی کرتے ہیں، جس کو وہ اپنے پاس توریت اور انجیل میں لکھا ہوا پائیں گے کہ وہ رسول نیکی کا حکم دیں گے اور بُرائی سے روکیں گے۔"اَلَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِيَّ الْاُمِّيَّ الَّذِيْ يَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُ فِي التَّوْرٰاةِ وَالْاِنْجِيْلِ يَاْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهٰاهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ." (سورۂ اعراف: ١٥٧)

معلوم ہوا کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر، نبی کی خاص ترین صفات میں سے ہے، دوسرے اللہ کے رسول کا تذکرہ، توریت اور انجیل میں بھی موجود ہے، جس سے یہ اشارہ ملتا ہے کہ دین کی کسی بات کا ذکر دوسری کتابوں میں ہو، تو اُن کے ماننے والوں پر حجت پوری کرنے کے لیے دعوتِ دین کے مقصد کے تحت اُن کا حوالہ بھی دیا جا سکتا ہے اور بوقتِ ضرورت اُن سے فائدہ بھی اُٹھایا جا سکتا ہے۔ (ماخوذ، آسان تفسیر، حضرت مولانا خالد سیف اللہ رحمانی)

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر، نبی کریم ﷺ کی خاص ترین صفات میں سے ہے اور دنیا اور آخرت کی بھلائی چاہنے والے مسلمانوں کو آنحضرت ﷺ کی اقتداء و پیروی کا حکم دیا گیا ہے، جیسا کہ فرمایا گیا: سنو! تمہارے لیے رسول اللہ (ﷺ) کی ذاتِ پاک میں بہترین

نمونہ ہے، اُس شخص کے لیے، جو اللہ (سے ملاقات کی) اور آخرت کے دن (کامیابی) کی امید رکھے۔"لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْاٰخِرَ وَذَكَرَ اللّٰهَ كَثِيْرًا." (سورۂ احزاب: ۲۱)

لہٰذا رسول اللہ ﷺ نے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے تعلق سے جو نمونہ قائم فرمایا ہے، ہمیں اُس کی پیروی کرنی ہی چاہیے۔

اللہ ہمیں عمل کی توفیق عطا فرمائے۔آمین۔

امت مسلمہ کی اہم ترین صفت

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر جس طرح نبی کریم ﷺ کی خاص ترین صفات میں سے ہے، اِسی طرح آپ کے پیروکار کی صفات میں سے بھی ہے؛ چناں چہ اللہ رب العزت نے مومنین کی خوبیاں بیان کرتے ہوئے فرمایا: ایمان والے مرد اور ایمان والی عورتیں ایک دوسرے کے مددگار ہیں بھلائی کا حکم کرتے ہیں اور بُرائی سے روکتے ہیں، نماز قائم کرتے ہیں، زکوۃ ادا کرتے ہیں اور اللہ اور اُس کے رسول کی اطاعت بجالاتے ہیں، یہی وہ لوگ ہیں کہ عنقریب اللہ کے رحم وکرم کے مستحق ٹھہریں گے، بلاشبہ اللہ رب العزت غالب حکمتوں والا ہے۔"وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ يَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَيُطِيْعُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ اُولٰٓئِكَ سَيَرْحَمُهُمُ اللّٰهُ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ." (سورۂ توبہ: ۷۱)

لہٰذا، اللہ اور اُس کے رسول ﷺ پر ایمان رکھنے والوں کی بنیادی ذمے داری ہے کہ وہ دینِ اسلام کو قوّت پہنچائیں اور قرآن کریم اور سیرتِ طیبہ کی روشنی میں ایسے کام انجام دیں کہ لوگ مذہبِ اسلام سے متاثر ہوسکیں۔اللہ ہمیں صحیح فکر اور جذبہ نصیب فرمائے۔آمین۔

امت کی فکر

انبیا علیہم السلام کی سب سے پہلی خصوصیت یہ ہے کہ ان کو اپنی امت کی اصلاح کی فکر

اس قدر شدت کے ساتھ لگ جاتی ہے کہ وہ طبعی تقاضوں سے بھی آگے بڑھ جاتی ہے، یہاں تک کہ جب پیغمبر اس فکر میں گھلنے لگتے ہیں تو اللہ تعالی کی طرف سے تسلی کا سامان کیا جاتا ہے اور ارشاد ہوتا ہے: شاید آپ اپنی جان کو ہی ہلاک کر ڈالیں گے (اس فکر میں) کہ یہ لوگ ایمان کیوں نہیں لاتے۔ **لَعَلَّکَ بَاخِعٌ نَّفْسَکَ اَلَّا یَکُوْنُوْا مُؤْمِنِیْنَ۔** (سورۂ شعراء: ۳)

لہٰذا داعیِ اسلام کی سب سے پہلی خصوصیت یہ ہونی چاہیے کہ اس کو اس پیغمبرانہ فکر کا کوئی حصہ نصیب ہو؛ چنانچہ اسلافِ امت میں سے جن جن کو اس فکر کا جتنا حصہ ملا، اللہ تعالی نے ان کی دعوت میں اتنی ہی برکت عطا فرمائی اور اتنے ہی بہتر ثمرات پیدا فرمائے۔

حضرت مولانا شاہ اسماعیل شہید رحمہ اللہ کو امت کی فکر

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی قدس سرہ فرمایا کرتے تھے کہ حضرت مولانا شاہ اسماعیل شہید؟ کو دعوت وتبلیغ کا ایسا تقاضا ہوتا تھا جیسے بھوک کے وقت کھانے اور پیاس کے وقت پینے کا تقاضا ہوتا ہے، جس طرح انسان ان طبعی تقاضوں سے صبر نہیں کر سکتا، اسی طرح وہ دعوت کے مواقع پر دعوت سے صبر نہیں کر سکتے تھے؛ چنانچہ اللہ تعالی نے ان کی دعوت میں تاثیر بھی ایسی عطا فرمائی کہ ان کے ایک ایک وعظ سے سینکڑوں انسان، کفر وشرک اور بُرائیوں سے بیک وقت تائب ہوتے تھے۔ (روشن چراغ: ص۲۳۹)

اے میرے رب! ہمیں بھی اِس فکر کا کچھ حصہ نصیب فرمادے۔ آمین۔

دعوت کی لگن

یہ دعوت کی فکر وکڑھن، انبیاء میں اِس درجہ تھی کہ وہ نتائج سے بے پرواہ ہو کر دعوت میں لگا تار مشغول رہتے تھے اور حوصلہ شکن حالات میں بھی اپنی بات لگا تار کہے چلے جاتے تھے، جہاں اور جس وقت کسی شخص کو اچھی بات پہنچانے کا کوئی موقع مل جائے وہ اسے غنیمت سمجھ کر اپنی بات پہنچا ہی دیتے تھے، جیسا کہ حضرت یوسف سے جیل کے اندر خواب کی تعبیر

معلوم کی گئی؛ لیکن آپ نے تعبیر بتانے سے پہلے اُنہیں توحید کا پیغام پہنچانا بہتر سمجھا۔ آپ نے اُن جیل کے ساتھیوں سے فرمایا: "اے جیل کے ساتھیو! کیا مختلف الگ الگ خدا بہتر ہیں یا ایک اللہ جو سب سے زبردست ہے؟" **يٰصَاحِبَيِ السِّجْنِ ءَ اَرْبَابٌ مُّتَفَرِّقُوْنَ خَيْرٌ اَمِ اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ.** (سورۂ یوسف: ۳۹)

اِس سے معلوم ہوا کہ دعوت کی لگن کا حاصل یہ ہے کہ مسلمان کو جب جہاں جیسا موقع ملے، بات پہنچادیں۔

اللہ ہمیں تمام انسانیت کے لیے ایسی فکر و کڑھن عطا فرمائے۔ آمین۔

اس وقت کے مسائل کا حل

اپنے برادرانِ وطن میں پیار و محبت کے ساتھ اللہ اور اُس کے رسول ﷺ کا پیغام پہنچانا اِس وقت کے مسائل کا حل ہے، ۸۰ رفیصد سے زائد ہمارے برادرانِ وطن وہ ہیں، جو اِس دور میں بھی اپنے آپ کو "ہندو" نہیں کہہ رہے، برادرانِ وطن میں چار طرح کے لوگ ہیں:

سائل: جو اسلام کے بارے میں پڑھتے یا سنتے ہیں اور مسلمانوں کی زندگی اُس کے برخلاف دیکھتے ہیں، تو اُن کو سوالات پیدا ہوتے ہیں، جس کی وجہ سے وہ ایمان میں داخل نہیں ہو پا رہے، اسی طرح ہمارا مسلکی اختلاف بھی اُن کے لیے رکاوٹ بن رہا ہے، اسی لیے ہمیں چاہیے کہ ہم اپنی زندگیوں کو اسلام کے مطابق بنائیں اور رواداری کا ماحول پیدا کریں۔

مائل: جو اسلام اور مسلمانوں کو پسند کرتے ہیں؛ لیکن مسلمانوں نے کبھی اُن کو اسلام کی دعوت نہیں دی، اِس کو مثال سے سمجھیے کہ آپ کے پڑوسی کے یہاں دعوت ہو اور اُس کا آپ سے بہت اچھا تعلق ہو؛ لیکن وہ سب کو دعوت دے اور آپ کو کہنا بھول جائے، تو کیا آپ اُس کے یہاں جائیں گے؛ حالاں کہ آپ اُس کے یہاں شریک ہونا چاہتے تھے؛ لیکن دعوت نہ دینے کی وجہ سے آپ نہیں جائیں گے، ہمارے جو برادرانِ وطن ہماری گلیوں میں صفائی کے لیے آتے ہیں، ہماری وہ بہنیں، جو ہمارے گھروں میں آ کر کپڑے دھوتی ہیں،

ہمارے وہ بھائی، جو ہماری فیکٹریوں اور کارخانوں میں کام کرتے ہیں؛ لیکن آج تک کبھی ہم نے اِن کو اپنا سمجھ کر جہنم سے بچانے کی فکر کے ساتھ کبھی اُن کو اسلام کی دعوت نہیں دی۔ مائلین پر تھوڑی سی محنت کرلیں تو نہایت خوش گوار نتائج دیکھنے کو ملیں گے۔

غافل: تیسرا طبقہ وہ ہے، جس کو نہ آپ سے محبت ہے نہ دشمنی، وہ طبقہ غفلت کی زندگی گذار رہا ہے، جیسا کہ سورۂ یٰسں میں فرمایا گیا: "اے نبی! آپ کو ایسی قوم کو باخبر کرنے کے لیے بھیجا گیا ہے، جن میں ابھی تک کوئی باخبر کرنے والا نہیں آیا، جس کی وجہ سے یہ غفلت میں پڑے ہوئے ہیں۔ "لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّا اُنْذِرَ اٰبَآؤُهُمْ فَهُمْ غٰفِلُوْنَ." (سورۂ یٰس:۶)

ہندوستان میں غافلین کی تعداد زیادہ ہے، اسی لیے اِن بھائیوں کو جہنم سے بچانے کے لیے اُن تک دین پہنچانے نہایت آسان ہے۔

مجادل: (جھگڑالو) چوتھا طبقہ وہ ہے جو جھگڑالو سمجھا جاتا ہے؛ لیکن یاد رکھیے، یہ طبقہ بھی اسلام اور مسلمانوں سے نفرت نہیں کرتا؛ بلکہ اِس کا ایک سبب تو یہ ہے کہ ہم نے اُن تک اپنا بھائی سمجھ کر اسلام کا پیغام نہیں پہنچایا، دوسری بات یہ ہے کہ وہ حکومت پر رہنا چاہتے ہیں، اُس کے لیے یہ اِن مُدّعوں کو بنیاد بناتے ہیں، جس سے ہندو مسلم میں دوریاں رہیں اور وہ حکومتوں پر راج مان رہیں۔

یہ جو آپ کو ماحول خراب نظر آرہا ہے، یہ اصل میں مجادلین اور میڈیا کا کھیل ہے، زمینی حقیقت اِس کے بالکل برخلاف ہے، اِس لیے یہ طے کیجیے کہ جس طرح ہم اپنے آپ کو اور اپنی اولاد کو جہنم سے بچانے کی فکر کر رہے ہیں، آج سے اِن شاءاللہ اِن کو اور اِن کی نسلوں کو بھی جہنم سے بچانے کی فکر کریں گے اور آج ہی سے اُس کے لیے نبوی مزاج کے مطابق خدمت کے ذریعے اِس کام کا آغاز کریں گے یہ سمجھتے ہوئے کہ یہ کام ہمارے تمام مسائل و پریشانیوں کا حل ہے۔ اللہ ہمارا حامی اور مددگار ہو۔ آمین۔

بعثتِ امت محمدیہ

"بعثت"، اِس کے معنیٰ آتے ہیں "بھیجنا"، قرآن وحدیث میں، جہاں کہیں اِس

لفظ کا استعمال ہوا ہے، انبیاء اور رسولوں کے لیے ہی ہوا ہے؛ لیکن امتِ محمدیہ کی شان ہی نرالی ہے کہ اِس کے لیے یہ لفظ استعمال ہوا؛ چناں چہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی امت کو مخاطب کرتے ہوئے اِس لفظ کا استعمال فرمایا: "إِنَّمَا بُعِثْتُ مُيَسِّرِيْنَ وَلَمْ تُبْعَثُ مُعَسِّرِيْنَ."

ترجمہ: بلا شبہ تمہاری "بعثت" آسانی پیدا کرنے کے لیے ہوئی، تمہاری "بعثت" تنگی پیدا کرنے کے لیے نہیں ہوئی۔ (بخاری:-۲۲۰عن ابی ہریرہؓ)

آپ ﷺ کا ہر کلام وزنی اور فیصلہ کُن ہوتا ہے، جس میں کمی زیادتی اور مبالغہ آرائی کا احتمال نہیں ہوتا، آپ کا اِس امت کے لیے خاص طور سے "لفظِ بعثت" کا استعمال بتاتا ہے کہ اِس امت کے کاندھوں پر ختمِ نبوت کے بعد کارِ نبوت کی ذمے داری ڈالی گئی ہے۔

حضرت سعد بن ابی وقاص نے بادشاہِ فارس کی "شہنشاہی مجلس" میں دعوتِ حق پیش کرتے ہوئے اِس امت کا جو تعارف فرمایا، وہ سنہری حروف سے لکھے جانے کے لائق ہے: "اَللّٰهُ ابْتَعَثَنَا لِنُخْرِجَ مَنْ شَآءَ مِنْ عِبَادَةِ النَّاسِ إِلَى عِبَادَةِ اللّٰهِ وَحْدَهُ وَمِنْ ضِيْقِ الدُّنْيَا إِلَى سِعَةِ الدُّنْيَا وَالآخِرَةِ وَمِنْ جَوْرِ الْأَدْيَانِ إِلَى عَدْلِ الْإِسْلَامِ."

اِن مختصر سے الفاظ میں حضرت سعد بن ابی وقاص نے پوری امت کی ترجمانی کرتے ہوئے فرمایا: کہ ہمیں (امتِ محمدیہ کو) اللہ رب العزت نے مبعوث کیا ہے؛ تاکہ ہم انسانوں کو اپنے ہی جیسے انسانوں کی غلامی سے نکال کر تنہا ذاتِ خدا کی عبادت اور غلامی کی راہ پر ڈال دیں، لوگوں کو دنیا کی تنگی سے دنیا اور آخرت کی وسعت اور فراخی کی طرف گامزن کریں، انسانوں کے ذریعے بنائے گئے ادیان و مذاہب اور اُن کے مذہبی پیشواؤں کے ظلم کے خونی پنجوں سے آزاد کرا کر مذہبِ اسلام کے عادلانہ، مُساوِیانہ اور منصفانہ نظام کی آغوش میں پناہ دیں۔ (تاریخ الطبری: ۵۱۸/۳؛ البدایه والنهایه لابن کثیر: ۳۹/۷)

حضرتِ سعد کا بادشاہِ وقت کے سامنے اِن بلند کلمات کے ذریعے تعارف یہ بتاتا ہے کہ ہم لوگ تمام انسانوں کو کفر و شرک اور انسانیت کو انسانوں کی غلامی سے نکالنے کے لیے بھیجے گئے ہیں، اللہ تعالیٰ ہمیں اِس ذمے داری کو بحُسنِ خوبی انجام دینے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

امر بالمعروف نہی عن المنکر چھوڑنا، دعا قبول نہ ہونے کا اہم سبب

انسان اپنی زندگی میں خدا سے ایک لمحے کے لیے بھی بے نیاز نہیں رہ سکتا، ہمیشہ اُس کے در کا محتاج ہے، اپنی حاجتوں اور ضرورتوں کی تکمیل کے لیے وہ اللہ کے سامنے جھکتا اور دعا کرتا ہے اور اللہ کا وعدہ بھی ہے کہ میں دعائیں قبول کرتا ہوں؛ چناں چہ فرمایا گیا: اور جب میرے بندے میرے بارے میں پوچھیں (تو کہہ دیجیے کہ) میں دعا کرنے والے کے بہت قریب ہوں، جب وہ مجھے پُکارتا ہے، تو اُس کی پُکار سنتا ہوں، لہٰذا انہیں چاہیے کہ میری اطاعت کریں اور مجھ پر ایمان لائیں؛ تاکہ راہِ یاب ہو جائیں۔"وَاِذَا سَأَلَکَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیِ قَرِیْبٌ اُجِیْبُ دَعْوَۃَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ فَلْیَسْتَجِیْبُوْالِیْ وَلْیُؤْمِنُوْ بِیْ لَعَلَّھُمْ یَرْشُدُوْنَ." (سورۂ بقرہ: ۱۸٦)

لیکن بعض اعمال ایسے ہیں، جو دعا کی قبولیت میں رکاوٹ بن جاتے ہیں، انہیں میں سے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر نہ کرنا بھی ہے؛ چناں چہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا:"مُرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَانْھَوْا عَنِ الْمُنْکَرِ قَبْلَ أَنْ تَدْعُوْا فَلَا یُسْتَجَابَ لَکُمْ." لوگو! بھلائی کا حکم کرتے رہو اور بُرائی سے روکتے رہو، اِس سے پہلے کہ وہ وقت آجائے کہ تم دعا کرو اور تمہاری دعا قبول نہ کی جائے۔(ترمذی، کتاب الفتن، رقم: ۲۱٦۹؛ ابن ماجہ: ٤۰۰٤، وھذا لفظ ابن ماجہ)

ایک روایت میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ میرے کمرے میں آئے، میں نے آپ ﷺ کے چہرے کو دیکھ کر پہچان لیا کہ آپ ﷺ غمگین ہیں، آپ ﷺ نے وضو کیا، پھر کمرے سے باہر چلے گئے اور کچھ نہ بولے، میں حجروں سے قریب ہوئی، تو میں نے آپ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا:"اے لوگو! اللہ رب العزت فرماتا ہے کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتے رہو، اِس سے پہلے کہ تم مجھ سے دعا مانگو اور میں دعا قبول نہ کروں، تم مجھ سے سوال کرو اور میں تمہیں اپنی بخشش وعطا سے محروم رکھوں، تم مجھ سے

مدد مانگو اور میں تمہاری کوئی مدد نہ کروں۔" "عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: دَخَلَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَعَرَفْتُ فِي وَجْهِهِ أَنْ قَدْ حَفَزَهُ شَيْءٌ فَتَوَضَّأَ، ثُمَّ خَرَجَ فَلَمْ يُكَلِّمْ أَحَدًا، فَدَنَوْتُ مِنَ الْحُجُرَاتِ فَسَمِعْتُهُ يَقُولُ: "يَا أَيُّهَا النَّاسُ، إِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ يَقُولُ: مُرُوا بِالْمَعْرُوفِ، وَانْهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ مِنْ قَبْلِ أَنْ تَدْعُونِي فَلَا أُجِيبُكُمْ، وَتَسْأَلُونِي فَلَا أُعْطِيكُمْ، وَتَسْتَنْصِرُونِي فَلَا أَنْصُرُكُمْ." (مسند احمد:٢٥٢٥٥)

معلوم ہوا کہ اگر ہم اِس کام کو چھوڑ دیں گے، تو ہماری دعائیں رد کر دی جائیں گی، لہٰذا ہمیں چاہیے کہ اس کام کو کرتے رہیں، اللہ ہمیں عمل کی توفیق عطاء فرمائے۔ آمین۔

اسلام ایک تبلیغی مذہب

قرآن وحدیث کے بے شمار نصوص سے یہ حقیقت روز روشن کی طرح واضح ہے کہ اسلام ایک تبلیغی مذہب ہے، جو تبلیغی بنیادوں پر قائم ہے، تبلیغی قوّت کے ہی اثر سے اسلام نے ترقی کی ہے اور اسلام کی زندگی کا انحصار بھی تبلیغ ہی پر ہے، صحابہ کی زندگیوں پر تبلیغ کا اثر سب سے زیادہ غالب تھا، اُن کے چلنے پھرنے، اُٹھنے بیٹھنے سے وہ مقصد نمایاں ہوتا تھا، جو خود اللہ رب العزت نے مسلمانوں کے لیے متعین کیا۔

كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ تَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ. (سورۂ اٰل عمران:١١٠)

جب تک مسلم سماج پر کتاب وسنت کی تعلیم کا اثر رہا، اُس وقت تک ہر ہر مسلمان کی زندگی ایک مُبلّغ اور داعی کی سی زندگی رہی، انہوں نے تعلیم وتعلم، صناعت، تجارت، زراعت حکومت سارے کام کیے اور ساتھ ہی ساتھ جو نعمتِ اسلام اُنہیں عطا کی گئی تھی، اُس سے تمام انسانوں کو بہرہ مند کرنے کی کوشش کرتے رہے، جو شخص جس حال میں بھی ہوتا، اُسی حال میں وہ دوسروں تک اسلام پہنچانے کی فکر کرتا، ہندوستان میں اشاعت اسلام پر اہلِ مغرب اور چند متعصب ومتشدد مؤرخین کے اعتراضات کو نظر انداز کر دیا جائے، تو کون انصاف پسند

اِس حقیقت کا انکار کر سکتا ہے کہ ہندوستان میں اسلام تاجروں کے ذریعے سے پھیلا، مسافروں نے اپنے سفر کے دوران، قیدیوں نے اپنی قید خانوں میں، ملازموں نے اپنے دفتروں میں، کسانوں نے اپنے کھیتوں میں یہ مقدس خدمت انجام دی، اِس لیے ہمیں چاہیے کہ ہم اپنے اپنے شعبے میں رہتے ہوئے بھی اسلام کے داعی اور مبلغ بنیں، اللہ ہمیں عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

اشاعتِ اسلام

آج دنیا کے ہر خطّے، ہر قوم اور ہر نسل کے ماننے والوں میں مسلمانوں کی اچھی خاصی تعداد ہے، اِس کے پسِ پردہ ہمارے اکابر و اسلاف کی تبلیغی جدو جہد کی کارفرما ہے، بہت سے مُعاندین، متعصبین، یہ کہہ دیتے ہیں کہ اسلام کی اشاعت تلوار کے زور پر ہوئی ہے؛ حالاں کہ قرآنِ کریم میں صاف طور سے "اکراہ" اور کسی کو تلوار و طاقت کے زور سے مجبور کر کے اسلام قبول کرانے سے منع کر دیا گیا؛ چناں چہ قرآن میں ہے: "لَا اِكْرَاهَ فِي الدِّيْن. (سورة البقرة:٢٥٦)" کہ دین میں کوئی زور زبردستی نہیں۔

ہر انصاف پسند شخص جانتا ہے کہ اسلام کے روزِ اوّل سے آج تک اِس کے خلاف ہزاروں لاکھوں؛ بلکہ انِگنت حملے ہوئے، اگر اسلام کی بقا، تلوار ہی پر منحصر تھی، تو آج اسلام کا تلوار ہی کے ذریعے نام ونشان مٹا دیا جاتا، تاریخ شاہد ہے کہ دنیا والوں نے یہ بھی دیکھا کہ اسلام نے تلوار سے مغلوب ہو کر تبلیغ سے فتح حاصل کی؛ چناں چہ تاریخ ایسی کئی مثالوں سے بھری ہوئی ہے کہ ایک طرف مسلمانوں کا خون تلوار کے زور پر پانی کی طرح بہایا جا رہا تھا؛ لیکن دوسری طرف تبلیغی جدو جہد سے "سماٹرا" میں اسلامی حکومت قائم ہو رہی تھی، "قرطبہ، اندلس" تلوار کے زور پر ختم کیے جا رہے تھے؛ لیکن وہیں تبلیغی کوششوں سے "ہندوستان، جاوا، ترکستان" جیسے علاقوں میں اسلام کا عَلَم بلند ہو رہا تھا، تاتاری اور ترک، کون نہیں جانتا کہ انھوں نے تلوار کے زور پر مسلمانوں کو غلامی کا طوق پہنانے کے لیے کیا کیا جتن نہیں کیے؛

لیکن پھر اسلاف کی تبلیغی جد وجہد کی وجہ سے یہی تاتاری اور ترک اسلام قبول کرتے ہیں اور اِنہیں کے ذریعے سے اسلام کو ایک نئی زندگی ملتی ہے، الغرض اسلام کی سربلندی میں تلوار کو یاد رکھنا اور اکابرین کی تبلیغی اور دعوتی سرگرمیوں کو فراموش کر دینا، اشاعتِ اسلام پر جبر اور اکراہ کا فردِ جرم عائد کرنا قرآن وسنت اور مستند تاریخی حقائق کو جھٹلانے اور اکابرین اور اسلاف کی تمام محنتوں پر پانی پھیرنے کے مترادف ہے۔

اشاعتِ اسلام بزورِ شمشیر؟

اگر آج اسلام کہیں کچھ دکھائی دیتا ہے، تو وہ تبلیغی جد وجہد ہی کی بدولت تھی، آج وہ فتوحات، جنہیں شمشیری فتوحات کہا جاتا ہے اور دنیا کو بتایا جاتا ہے کہ فلاں فلاں علاقوں میں تلوار کے زور سے اسلام پھیلا ہے، حقیقت یہ ہے کہ وہاں سے یہ شمشیری فتوحات مٹ چکی ہیں، "اِسپین" فنا ہو گیا، "صقلیہ" مٹ گیا اور "یونان" تباہ ہو گیا، ہندوستان سے مسلمانوں کی نوسوسالہ حکومت کے چند آثار رہ گئے ہیں؛ لیکن تبلیغی فتوحات آج تک باقی ہیں، اشاعتِ اسلام پر بیہودہ اعتراضات کرنے والوں کو یہ سمجھ جانا چاہیے کہ مسلمانوں کا تلوار اُٹھانا، ظلم کے خاتمے اور انصاف کی بالادستی کے لیے تھا، اُس کے باوجود بڑی بڑی مسلم حکومتوں کا خاتمہ ہو گیا؛ لیکن آج تک وہاں مسلمان موجود ہیں، یہ اکابرین کی تبلیغی جد و جہد اور بے مثال قربانیوں کا نتیجہ ہے۔

یہ ہمارے بڑوں کے اسلامی اخلاق تھے، جنہوں نے ہندوستانیوں کے دلوں کو فتح کیا، وہ ہندوستان کے باشندے اسلام کے جامع اور عقل وفطرت پر مبنی نظام سے متأثر ہوتے گئے اور اِس طرح یہاں اسلام پھیلا۔

اسلام آج بھی زندہ ہے

لوگ، اسلام پر چاہے جتنے اعتراض کریں کہ اسلام کی اشاعت تلوار کے ذریعے ہوئی ہے؛ لیکن حقیقت یہ ہے کہ جنہیں لوگ شمشیری فتوحات کہتے ہیں، یعنی جن ممالک اور

علاقوں کے بارے میں یہ کہا جاتا ہے کہ وہاں اسلام تلوار کے زور سے پھیلا، اُن کے اِس اعتراض کا قلع قمع اُس وقت ہو جاتا ہے جب تاریخ، چیخ چیخ کر ہم سے یہ کہتی ہے کہ آج شمشیری فتوحات مٹ چکی ہیں، اُس کے باوجود اسلام زندہ ہے، اسپین، ثقلیہ، یونان اور ہندوستان کہ جن کے بارے میں یہ گمان ہے کہ اِن علاقوں میں تلوار کے زور سے اسلام پھیلایا گیا، کیا کوئی انصاف پسند شخص، اِس حقیقت کو جھٹلا سکتا ہے کہ اِن علاقوں میں شمشیری فتوحات ختم ہو جانے کے باوجود مسلمانوں کی تبلیغی فتوحات آج تک باقی ہیں، ہندوستان میں مسلمانوں کی ساڑھے نو سو سالہ چند آثار ہی تو رہ گئے ہیں، اگر اسلام کو اپنی اشاعت میں فقط تلوار ہی کی ضرورت ہوتی، تو کیا آج ہندوستان میں مسلمانوں کی تبلیغی فتوحات باقی رہتیں؟ کیا کوئی مسلمان وطنِ عزیز کے سینے پر چلتا پھرتا دکھائی دیتا؟ اشاعتِ اسلام پر بے ہودہ اعتراضات کرنے والوں کو یہ سمجھ جانا چاہیے کہ مسلمانوں کا تلوار اُٹھانا، ظلم کے خاتمے اور انصاف کی بالادستی کے لیے تھا، اِس کے باوجود بڑی بڑی حکومتوں کا خاتمہ ہو گیا؛ لیکن آج تک وہاں مسلمان موجود ہیں، یہ اکابرین کی تبلیغی جدوجہد اور بے مثال قربانیوں کا نتیجہ ہے کہ ہمارے اسلاف کے اسلامی اخلاق تھے، جنہوں نے ہندوستانیوں کے دلوں کو فتح کیا، وہ ہندوستان کے باشندے اور اسلام کے جامع اور عقل وفطرت پر مبنی نظام سے متأثر ہو گئے اور اِس طرح وطنِ عزیز میں اسلام پھیلا۔

برادرانِ وطن یقین کر لیں کہ اسلام اپنی معتقدین کو جبر اور اکراہ سے صاف طور پر منع کرتا ہے؛ چناں چہ کہا گیا: "**اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّکَ بِالْحِکْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ.** (سوۃ النحل: ۱۲۵)" (آپ اپنے رب کی جانب، حکمت اور عمدہ نصیحت کے ذریعے بلایئے اور کبھی اُن سے مذہبی بات چیت کرنے کی نوبت آجائے، تو سب سے زیادہ اچھے طریقے پر کیجیے۔) یہ ہے اسلام کی تعلیم، اِس لیے برادرانِ وطن کو اسلام کے تعلق سے اپنے ذہن کو صاف کر لینا چاہیے، اللہ رب العزت سے دعا ہے کہ وہ برادرانِ وطن کے لیے سچائی کو دیکھنا، پرکھنا اور اُسے قبول کرنا آسان فرمائے۔ آمین۔

شُدّھی تحریکیں اور ہم!

بیسویں صدی عیسوی میں ہندو، آریے سماجیوں اور عیسائیوں کی طرف سے مسلمانوں کو عیسائی اور ہندو بنانے کی مُہم شروع کی گئی، ایک بڑی تعداد میں مسلمان مرتد ہوئے، زیادہ تر ارتداد کی آگ نومسلم دیہاتی علاقوں میں پھیلی، اِس آگ کو بجھانے کے لیے اُس وقت کے اللہ والے کھڑے ہوئے، اب غور کیجیے، اگر مولانا قاسم نانوتوی اور دیگر اکابرینِ امّت اِس آگ کو سرد کرنے کے لیے کھڑے نہ ہوتے، تو کیا آج ہندوستان کا وہی نقشہ ہوتا، جو ہم دیکھ رہے ہیں، آج اُس سے زیادہ سنگین حالات ہیں، شُدھی تحریکیں اور گھر واپسی کی انجمنیں، زور وشور سے لگی ہوئی ہیں، آریے سماج اور ہندو بڑے پیمانے پر مسلمانوں کو ہندو بنانے کے لیے کام کر رہے ہیں، اگر ہم اِن حالات میں دین کی دعوت کو لے کر نہ اُٹھے، تو وہ دن دور نہیں کہ جب بڑے پیمانے پر مسلمانوں میں ارتداد پھیلے گا۔

اسی ضرورت کے تحت آج ہم مولانا قاسم نانوتویؒ والا کردار ادا کریں، اللہ ہمیں عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

دعوت، سراپا خیر خواہی

انبیاء کے سینوں میں بندگانِ الٰہی پر رحمت وشفقت اور خیر خواہی کا جذبہ موجزن تھا، بندوں کی تباہ حالت کو دیکھ کر اُن کا دل کتنا کڑھتا تھا اور کتنی اُن کے دل میں یہ چاہت تھی کہ کسی طرح قوم اصلاح اور رشد وہدایت کی راہ اختیار کر لے؛ چناں چہ حضرت ھود علیہ السلام اپنی امت سے کہتے ہیں: "اے میری قوم کے لوگو! (میری بات مان لو) میں تم کو اپنے پروردگار کا پیغام پہنچا رہا ہوں اور میں تمہارا خیر خواہ بھی ہوں اور امانت دار بھی۔" "اُبَلِّغُكُمْ رِسٰلٰتِ رَبِّيْ وَاَنَا لَكُمْ نَاصِحٌ اَمِيْنٌ." (سورۂ اعراف: ۹)

اسی طرح حضرت صالح علیہ السلام نے خود اپنے آپ کو ایک خیر خواہ کے طور پر متعارف کروایا، فرمایا: "اور میں نے تمہاری خیر خواہی کی؛ لیکن تم اپنے خیر خواہ کو پسند نہیں

کرتے۔""وَنَصَحْتُ لَكُمْ وَلٰكِنْ لَّا تُحِبُّوْنَ النّٰصِحِيْنَ." (سورۂ اعراف: ۱۰)

اسی طرح حضرت نوح علیہ السلام پر اُن کی قوم گمراہی کی تہمت لگاتی ہے، آپ نہ غصہ ہوتے ہیں اور نہ کوئی نامناسب جواب دیتے ہیں؛ بلکہ بہت خوش اسلوبی کے ساتھ اُس کے جواب میں ارشاد فرماتے ہیں: "اے میری قوم! میں گمراہ نہیں ہوں؛ لیکن پروردگارِ عالَم کا بھیجا ہوا رسول ہوں، تمہیں اپنے پروردگار کے پیغامات پہنچاتا ہوں اور تمہارا بھلا چاہتا ہوں۔""يٰقَوْمِ لَيْسَ بِيْ ضَلٰلَةٌ وَّلٰكِنِّيْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ، اُبَلِّغُكُمْ رِسٰلٰتِ رَبِّيْ وَاَنْصَحُ لَكُمْ." (سورۂ اعراف:۸)

اگر ہم خود کو وارثینِ انبیاء کہتے ہیں، تو ضروری ہے کہ ہمارے دلوں کو تمام قوم و ملّت پر رحمت وشفقت کی تاثیر، بےچین رکھے، ہم اُن کی ہدایت کے لیے انبیاء کی طرح ہی اپنے سینوں میں درد رکھیں۔

اللہ ہمیں پوری انسانیت کا خیر خواہ بنائے۔آمین۔

نبی کریم ﷺ کو بندگانِ خدا کی ہدایت کی فکر

نبی کریم ﷺ انسانوں کو جہنم سے بچانے کے لیے کس قدر بےقرار رہتے تھے، آپ کے اِسی دلی جذبے اور کیفیات کو بیان کرتے ہوئے، قرآن کریم میں کئی بار اِس کا ذکر کیا گیا ہے، جیسا کہ اِن آیتوں سے ظاہر ہوتا ہے:

کیا آپ اپنے آپ کو اِس وجہ سے ہلاک کرلیں گے کہ یہ لوگ اِس قرآن پر ایمان نہیں لارہے؟ "فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ عَلٰى اٰثَارِهِمْ اِنْ لَّمْ يُؤْمِنُوْا بِهٰذَا الْحَدِيْثِ اَسَفًا." (سورۂ الکہف: ٦)

ایک دوسری جگہ قرآن مجید میں فرمایا گیا: "لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ اَلَّا يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ." ترجمہ: کیا اِس بات پر آپ اپنی جان ہی کو ہلاک کرڈالیں گے کہ یہ ایمان نہیں لارہے؟ (سورۂ شعراء:۳)

اِن آیتوں میں انسانیت کی ہدایت کے لیے رسول اللہ ﷺ کی بے قراری اور دل سوزی کا جو منظر کھینچا گیا ہے، اِس میں مسلمانوں کے لیے سبق ہے کہ ایک "داعی امت" ہونے کی حیثیت سے اُن کا کیا جذبہ اور کیا کردار ہونا چاہیے۔

اِس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ دوسروں کے ایمان و اسلام کی کتنی فکر کیا کرتے تھے اور جب لوگ ایمان نہیں لاتے، تو آپ کو ایسا رنج و غم ہوتا کہ خود اللہ تبارک و تعالیٰ کو آپ ﷺ کو تسلی دینی پڑتی۔ (سورۂ قصص:۵۶)

کاش! مسلمان، انسانیت کے تئیں اپنی ذمے داری محسوس کریں

میڈیائی ابلاغ، تشکیل یا دعوت؟

فقہِ حنفی کے مشہور فقیہ علامہ علاء الدین حصکفی فرماتے ہیں: "وَاِنِ اشْتَهَرَ فِيْ زَمَانِنَا شَرْقًا وَ غَرْبًا لٰكِنْ لَا شَكَّ أَنَّ فِيْ بِلَادِ اللّٰهِ مَنْ لَا شُعُوْرَ لَهُ بِذٰلِكَ."

ترجمہ: دعوت دینے سے قبل جنگ کرنا جائز نہیں، اگر چہ ہمارے زمانے میں مشرق سے مغرب تک اسلام کی شہرت ہو چکی ہے؛ لیکن اِس میں شبہ نہیں کہ اللہ کی زمین میں اب بھی ایسے لوگ موجود ہیں، جنھیں اسلام کے بارے میں واقفیت نہیں۔ (الدر المختار مع الرد: ۲۰۸/۶)

علامہ حصکفی نے اپنے زمانے کا گہرائی سے جائزہ لے کر یہ حقیقت بیان فرمائی تھی کہ ابھی بہت سے اللہ کے بندے اسلام سے غافل ہیں، اِس میں ہمارے لیے یہ سبق ہے کہ ہم غور و فکر کرتے رہیں کہ آیا اسلام کی دعوت تمام لوگوں تک پہنچ چکی ہے یا نہیں؟ آیا ہندوستان میں غیر مسلموں کا مزدور اور غریب طبقہ، جس کو روزانہ کمانا اور کھانا ہے، اُن کو ہم اسلام سے غافل لوگوں میں شمار کریں یا اسلام سے واقف لوگوں میں؟ آیا جن لوگوں تک اسلام کی دعوت پہنچی ہے، وہ ہمارے ذریعے پہنچی ہے؟ ہمارے محلے، علاقے اور شہر کے غیر مسلموں تک اسلام کی دعوت ہمارے ذریعے پہنچی ہے یا میڈیا کے ذریعے سے؟ اور اِس پر بھی غور کریں کہ میڈیا کے ذریعے جو کچھ اسلام کے بارے میں برادرانِ وطن تک پہنچا ہے اور

میڈیا نے وطنی بھائیوں کے سامنے اسلام کو ظالمانہ، وحشیانہ بنا کر پیش کیا ہے، آیا اُس پر دعوت کا اطلاق درست ہے یا تشکیکات وشبہات کا؟ آیا اسلام کا اپنی حقیقی، اصلی اور واضح صورت میں انسانوں تک پہنچنا دعوت ہے، جیسا کہ نبیوں کی مبارک زبانوں سے کہلوایا گیا: "اِنَّمَا اَنَا نَذِیْرٌ مُّبِیْنٌ." (ترجمہ: بلاشبہ میں واضح طور پر باخبر کرنے اور ڈرانے والا ہوں۔) یا بگڑی ہوئی شکل میں؟ اِس ملک میں ہمارے غور وفکر کا میدان یہی سوالات ہونے چاہئیں۔

اللہ ہمیں غور وفکر کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

مدارس کی انفعیت کی توسیع وقت کی اہم ضرورت

اِس حقیقت سے کوئی انصاف پسند شخص انکار نہیں کر سکتا کہ ہندوستان میں مدارسِ دینیہ کے قیام کا جو مقصد تھا، بحمد للہ ہمارے یہ مدارس اُن مقاصد کو بہ حُسن وخوبی انجام دے رہے ہیں؛ چناں چہ آج دین کی حفاظت بھی اِنہیں مدارس کے ذریعے سے ہو رہی ہے اور مسلمانوں کی ایک نسل سے دوسری نسل تک دینِ اسلام کا منتقل ہونا بھی اِنہیں مدارسِ دینیہ کے ذریعے سے ہی انجام پا رہا ہے، اللہ رب العزت مدارس واہلِ مدارس کی تمام شرور وفتن سے حفاظت فرمائے۔ آمین۔

تاہم اِس پُر فتن دور کا تقاضا یہ ہے کہ ہمارے مدارس اپنی فیض رسانی میں مزید توسیع کریں، اُن کی نافعیت صرف مسلمانوں تک محدود نہ رہے؛ بلکہ مسلمانوں کی طرح ہی دیگر اقوام و ملل بھی مدارس سے فیض یاب ہوں اور غیر مسلموں کو بھی ہمارے اکابر دین سے استفادے کی سعادت نصیب ہو، ہمارے مدارس میں جو اکابر ہیں، اُن کی قوّتِ ایمانی، صلاح ونیکی، طہارت و پاکیزگی، انسانی ہمدردی وخیر خواہی اور رحمت وشفقت سے فائدہ حاصل کرنے کے برادرانِ وطن بھی اُتنے ہی حقدار ہیں، جتنے کے ہم مسلمان؛ کیوں کہ ہمارے اکابر جس دین کے حقیقی ترجمان ہیں، وہ دین ساری ہی انسانیت کے لیے ہے، قرآن میں فرمایا گیا: "هُدًى لِّلْعٰلَمِيْنَ." (سورۂ آل عمران: ۹۶) ترجمہ: یہ (قرآن) سارے جہانوں کے لیے رہنما ہے۔

ہمارے قریب ہی زمانے میں حضرت قاری صدیق صاحب باندویؒ کی عملی زندگی میں اس کے نمونے ملتے ہیں، اللہ تعالیٰ ہمیں بھی عملی طور پر یہی کردار ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

حضرت ابراہیم کی دعا

قرآن مجید میں انبیاء کے واقعات اور اُن کی دعوتی سرگرمیوں کا تذکرہ محض تاریخ کے لیے نہیں کیا گیا؛ بلکہ اِس لیے ہے تاکہ مخاطبینِ قرآن اِن واقعات کو پڑھ کر نصیحت حاصل کریں اور اپنے مستقبل کے لیے واضح راہ اور نتیجہ خیز لائحہ عمل کا تعین کریں، انبیا کی سیرت کا ایک ایک پہلو، جو قرآن میں بیان کیا گیا انتہائی بامعنیٰ ہوتا ہے، اسی میں سے حضرت ابراہیم کی ایک یہ دعا بھی ہے: اے اللہ! مجھ کو اور میری اولاد کو بُت پرستی سے بچا، میرے پروردگار! اِن بتوں نے بہت سے لوگوں کو گمراہ کر دیا۔ "وَاجْنُبْنِيْ وَبَنِيَّ اَنْ نَّعْبُدَ الْاَصْنَامَ رَبِّ اِنَّهُنَّ اَضْلَلْنَ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ." (سورة ابراهيم: ٣٦،٣٥)

اِس دعا میں ہمارے لیے سبق یہ ہے کہ ہم اپنی اور اپنی نسلوں کی شرک وبُت پرستی سے حفاظت کی دعا کرتے رہیں اور ساتھ ساتھ اُن اسباب وعوامل کا بھی سدِّ باب کریں، جو ہماری نسلوں کی شرک وبُت پرستی میں مبتلا ہونے کی وجہ بن سکتے ہیں؛ چناں چہ حضرت ابراہیم نے صرف دعا پر ہی اکتفاء نہیں کیا؛ بلکہ عملاً شرک وبُت پرستی کے ماحول کو ختم کرنے کے لیے ہر ممکن کوشش بھی کی، آپ کا اپنی قوم کو توحید کی دعوت دینا، بُت پرستی سے بچانے کی کوشش کرنا، آپ کا اپنی قوم سے اِس سلسلے میں گفتگو کرنا اور بتوں کو توڑ کر اُن کی عاجزی اور کمزوری کو واضح کرنا، اپنے باپ سے بتوں کی بے وقعتی بتانا، پھر اسی کے لیے ہجرت کرنا وغیرہ، اسی کی منظر کشی ہے کہ حضرت ابراہیم کے دل ودماغ میں شرک وبُت پرستی سے کیسی نفرت پائی جاتی تھی اور اِن باتوں سے ہمارے لیے یہ سبق ہے کہ ہم سب کو بھی شرک سے ایسی ہی ناگواری ہو، جیسے کوئی آگ میں ڈالے جانے کو ناگوار سمجھتا ہے اور ہم دعاء کے ساتھ ساتھ شرک وبُت پرستی ختم کرنے کی عملی جدوجہد بھی کریں۔

اللہ ہمیں توحیدِ خالص نصیب فرما اور شرک و بُت پرستی سے ہماری اور ہماری نسلوں کی حفاظت فرما۔ آمین۔

اللہ کے نزدیک سب سے مبغوض عمل

اِس حقیقت سے کوئی انکار نہیں کر سکتا کہ اِنسان کے اعمال میں اللہ اور اُس کے رسول کے نزدیک سب سے زیادہ مبغوض عمل شرک اور بُت پرستی ہے؛ چناں چہ اللہ رب العزت نے ہمیں یہ بتایا ہے کہ انسان کے تمام گناہ معاف ہو سکتے ہیں؛ لیکن شرک اور بُت پرستی کسی بھی حالت میں معاف نہیں ہوگی؛ چناں چہ قرآن میں ہے: "اِنَّ اللّٰہَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَکَ بِہٖ وَیَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِکَ لِمَنْ یَّشَآءُ." ترجمہ: اللہ شرک کو معاف نہیں کرے گا اور شرک کے علاوہ جس گناہ کو چاہے گا، معاف کر دے گا۔ (سورۂ نساء: ۴۸)

ہمیں اپنا محاسبہ کرنا ہے کہ آیا، جو چیز اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ مبغوض ہے وہ ہمارے مزاج، ہماری فطرت میں بھی مبغوض بن گئی ہے یا نہیں؟ کہیں ایسا تو نہیں کہ ہم اپنے ارد گرد شرک و بُت پرستی کا ماحول دیکھ کر نظر انداز کرتے ہوئے گذر جاتے ہیں، نہ ہماری پیشانی پر کوئی شکن آتی ہے اور نہ ہمارے دلوں میں فکر و عمل کی آگ جلتی ہے، بے شک ہم کتنے ہی دعوے کرتے ہوں کہ ہمارے اللہ کو شرک و بُت پرستی پسند نہیں، اِس لیے ہمیں بھی پسند نہیں؛ لیکن کیا ہم شرک و بُت پرستی کے خاتمے کی عملی محنتیں کر رہے ہیں؟ کیا کبھی ہمارے صفحۂ تصور سے یہ بات بھی گذرتی ہے کہ ہم بندگانِ الٰہی کو اللہ کے ناپسندیدہ اور مبغوض عمل سے بچا کر اللہ کے پسندیدہ، عقیدۂ توحید کے فطری اور حقیقی اعتقاد کی جانب بلائیں؟ سوچیں اور غور کریں!

اللہ ہم سب کے دل میں یہ فکر پیدا فرما۔ آمین۔

رسول اللہ ﷺ کی بُتوں سے نفرت

اِس بات میں کوئی شک و شبہ نہیں کہ رسول اللہ ﷺ جس دینِ توحید کو لے کر آئے تھے، اُس کا تقاضا یہ تھا کہ آپ اپنی قوم کو عملی طور سے بُتوں سے نفرت بھی سکھائیں، سیرت میں ایسے کئی واقعات ہیں،

جن سے آپ کی بتوں کے تئیں نفرت واضح ہوتی ہے؛ چناں چہ زمانۂ جاہلیت میں یمن کے اندر ایک گھر تھا، جسے "ذوالخلصہ" اور "الکعبۃ الشامیہ" کہا جاتا تھا، حضرت جریر بن عبداللہ بجلی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا: کہ "آپ مجھے "ذوالخلصہ" سے راحت کیوں نہیں پہنچاتے؟" میں "قبیلۂ احمس" کے ڈیڑھ سو سواروں کے ساتھ گیا اور "ذوالخلصہ" کو توڑ دیا، آپ ﷺ نے ہمارے اِس عمل پر میرے اور "قبیلۂ احمس" کے حق میں دعا فرمائی۔ عَنْ جَرِيرٍ، قَالَ: كَانَ بَيْتٌ فِي الْجَاهِلِيَّةِ، يُقَالُ لَهُ: ذُو الْخَلَصَةِ، وَالْكَعْبَةُ الْيَمَانِيَةُ، وَالْكَعْبَةُ الشَّأْمِيَّةُ، فَقَالَ لِي النَّبِيُّ ﷺ: أَلَا تُرِيحُنِي مِنْ ذِي الْخَلَصَةِ، فَنَفَرْتُ فِي مِائَةٍ وَخَمْسِينَ رَاكِبًا فَكَسَرْنَاهُ، وَقَتَلْنَا مَنْ وَجَدْنَا عِنْدَهُ، فَأَتَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ فَأَخْبَرْتُهُ، فَدَعَا لَنَا وَلِأَحْمَسَ. (بخاری: ٤٣٥٥؛ مسلم، باب ازالۃ الأصنام، رقم: ٤٧٢٠)

اِس سے معلوم یہ ہوا کہ بتوں کا وجود آپ کو بے چین اور پریشان کیے رکھتا تھا، جب تک بتوں سے دھرتی کو پاک نہ کر دیا جاتا تھا، آپ راحت وچین کی سانس نہیں لیا کرتے تھے اور بتوں کو منہدم کروا دیا جاتا تھا؛ لیکن سوال یہ ہے کہ ہمارے لیے بتوں کا منہدم کرنا آسان ہے؟ ظاہر ہے ہم ایک آئین کے تحت جس ملک میں رہتے ہیں وہاں یہ عمل حکمتِ عملی کے خلاف ہوگا؛ ہاں! اگر ہم بتوں کے خاتمے کے لیے موجودہ امن وامان کے مطابق جدوجہد ہی کر سکتے ہیں سو اپنے دائرے میں رہتے ہوئے کم از کم برادرانِ وطن کو بت پرستی سے بچانے کی فکر کریں؛ لیکن افسوس یہ ہے کہ ہم نے یہ جدوجہد بھی چھوڑ دی ہے، اب بھی وقت ہے کہ ہم برادرانِ وطن کو شرک وبت پرستی کی گندگیوں سے نکالیں اور توحید سکھائیں۔

اللہ ہمیں عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

دعوت کا اصول، شفقت

مخاطب کی شفقت: پیغمبرانہ دعوت کا اہم اصول "مخاطب کی شفقت" ہے۔ انبیاء کی دعوت کا داعیہ شفقت کے سوا کچھ نہیں ہوتا۔ اپنی برتری جتانے یا دوسرے کی تحقیر کا ان کے یہاں شائبہ بھی نہیں پایا جاتا۔

قرآن کریم نے بہت سے مقامات پر تبلیغ و دعوت کو لفظ "اِنذار" سے تعبیر فرمایا ہے، جس کا لفظی ترجمہ لوگ صرف "ڈرانا" کرتے ہیں؛ لیکن در حقیقت عربی زبان میں "اِنذار" اس ڈرانے کو کہتے ہیں، جس کا مقصد دوسرے پر شفقت ہو، جیسے باپ بیٹے کو آگ سے ڈراتا ہے؛ چنانچہ اگر ایک ظالم حکمران اپنے کسی محکوم کو اُس کی سزا سے ڈرائے، تو اس کو "اِنذار" نہیں کہا جائے گا، لہذا اس لفظ کے انتخاب سے اسی طرف متوجہ کرنا مقصود ہے کہ داعیِ حق، جن کو نصیحت کرتا ہے، ان سے نفرت یا ان کی حقارت اس کے دل میں نہیں ہوتی؛ بلکہ اس کا مقصد شفقت ہی شفقت ہوتا ہے، جس طرح ایک طبیب کو یہ حق نہیں کہ وہ کسی بیمار سے نفرت کرے اور جو طبیب نفرت کا مرتکب ہو وہ کبھی کامیاب نہیں ہوسکتا، اسی طرح داعی کو بھی بدتر سے بدتر کافر یا فاسق و فاجر سے نفرت نہیں ہونی چاہیے؛ بلکہ اس کے غلط کاموں سے نفرت کر کے اس پر رحم کھانا چاہیے اور اس کی دعوت میں اس رحم اور شفقت کی جھلک محسوس ہونی چاہیے۔

اللہ ہمیں انہیں پیغمبرانہ اصولوں کے مطابق مرتے دم تک دین کا کام کرنے کی توفیق نصیب فرمائے۔ آمین۔

ہمارا کام

اللہ رب العزت نے انبیاء کو صرف اِس بات کا مکلّف بنایا تھا کہ جو کچھ اُن پر نازل کیا جا رہا ہے، وہ اپنی قوم تک پہنچا دیں، کسی کو ہدایت دینا اُن کا کام نہیں تھا؛ چناں چہ رسول اللہ ﷺ سے فرمایا گیا: "اے نبی! آپ جس کو چاہیں ہدایت نہیں دے سکتے؛ لیکن اللہ جس کو چاہتا ہے، ہدایت دیتا ہے اور اللہ ہدایت پانے والوں کو بہ خوبی جانتا ہے۔" "اِنَّکَ لَا تَهْدِیْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰکِنَّ اللّٰهَ یَهْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِیْنَ." (سورۂ قصص: ۵۶)

ایک جگہ فرمایا گیا: "اے نبی! آپ کے ذمے اُن کی ہدایت نہیں، اللہ جس کو چاہتا ہے، ہدایت دے دیتا ہے۔" "لَیْسَ عَلَیْکَ هُدٰهُمْ وَلٰکِنَّ اللّٰهَ یَهْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ."

(سورۂ بقرہ: ۲۷۲)

قرآن کریم میں بے شمار آیات ہیں، جس میں یا تو انبیاء نے خود فرمایا کہ میں تو ڈرانے والا ہوں یا اللہ رب العزت نے انبیاء سے یہ فرمایا کہ آپ کے ذمے پیغام کا پہنچا دینا ہے، جیسا کہ فرمایا گیا: "رسول کے ذمے تو کھلم کھلا پہنچا دینا ہے۔" "**وَمَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِیْنُ.**" (سورۂ نور: ٥٤)

ایک جگہ فرمایا گیا: "اے نبی! آپ کے ذمے پہنچا دینا ہے اور ہمارے ذمے اُن کا حساب لینا ہے۔" "**فَاِنَّمَا عَلَیْکَ الْبَلٰغُ وَعَلَیْنَا الْحِسَابُ.**" (سورۂ رعد: ٤٠)

تبلیغ کے معنیٰ بھی پہنچا دینے کے ہی آتے ہیں، اِس سے ثابت ہوا کہ ہمارا کام صرف تبلیغ کرنا ہونا چاہیے، کسی کو ہدایت دینا اور مسلمان بنانا نہیں۔

اللہ ہمیں اپنی ذمے واری سمجھنے کی توفیق نصیب فرمائے۔ آمین۔

دین پر ثابت قدمی

اسلام کسی بھی سطح پر کسی بھی قسم کے شرک کو برداشت نہیں کرتا، توحید خالص اسلام کا خاصہ ہے، اسی لیے قرآن کریم میں جا بجا توحید کی تاکید اور شرک کی مذمت بیان کی گئی ہے؛ چناں چہ قرآن کریم میں اللہ نے اپنے نیک بندوں کی صفات بیان کرتے ہوئے ایک بات یہ بھی ارشاد فرمائی: "**وَالَّذِیْنَ لَا یَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ.** (سورة الفرقان: ٦٨)" یعنی وہ لوگ اللہ کے علاوہ کسی اور کو معبود نہیں مانتے۔

حقیقت یہ ہے کہ یہ صفت ایمان کی بنیاد ہے اور تمام نبیوں نے دنیا میں آ کر اسی کی تعلیم دی۔ اللہ تعالیٰ نے ایک جگہ اِس کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: "**وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِیْ کُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ.** (سورة النحل: ٣٦)" اور ہم نے ہر قوم میں رسول بھیجے کہ اللہ کی بندگی کرو اور طاغوت (بُت اور شیطان وغیرہ) سے بچتے رہو۔

اسی بنا پر اسلام کا پہلا کلمہ "لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ" یعنی اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، تمام معبودانِ باطلہ کی نفی سے شروع ہوتا ہے۔

اِس نظریے میں کسی طرح کی کمزوری ہرگز برداشت نہیں کی جاسکتی۔

اِس کی وضاحت کرتے ہوئے اللہ کے نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ "مجھے یہ حکم دیا گیا ہے کہ اُس وقت تک لوگوں سے لڑوں جب تک کہ وہ اِس بات کی گواہی نہ دیں کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں اور محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔"عَنِ ابْنِ عُمَرَ، أَن رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: أُمِرْتُ أَنْ أُقَاتِلَ النَّاسَ حَتَّى يَشْهَدُوا أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللّٰهِ. (بخاری:۲۵؛ مسلم:۲۲)

اللہ ہمیں اِس حقیقت کو سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے اور توحیدِ خالص پر استقامت عطاء فرمائے۔ آمین۔

اے اللہ! رحمت کی بارش نازل فرما

قرآن مجید میں اللہ تعالی کی جن نعمتوں کا بار بار ذکر کیا گیا ہے، ان میں ایک پانی بھی ہے؛ بلکہ فرمایا گیا کہ ہم نے ہر زندہ چیز کو پانی ہی سے پیدا کیا ہے۔ "وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَآءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ." (سورۂ انبیاء:۳۰)

انسان کی زندگی کا مدار تو پانی پر ہی ہے؛ لیکن بعض بداعمالیاں ایسی ہیں، جن کی وجہ سے بارش روک لی جاتی ہے اُن میں سے ایک زکاۃ کا روک لینا بھی ہے نبی ﷺ نے فرمایا کہ جب لوگ زکوۃ روک لیں گے تو اللہ بارش روک لے گا اگر جانوروں کا خیال نہ ہو تو ایک قطرہ بھی آسمان سے پانی نہ برسے۔عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ، قَالَ: أَقْبَلَ عَلَيْنَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: يَا مَعْشَرَ الْمُهَاجِرِينَ، خَمْسٌ إِذَا ابْتُلِيتُمْ بِهِنَّ، وَأَعُوذُ بِاللّٰهِ أَنْ تُدْرِكُوهُنَّ، لَمْ تَظْهَرِ الْفَاحِشَةُ فِي قَوْمٍ قَطُّ، حَتَّى يُعْلِنُوا، بِهَا إِلَّا فَشَا فِيهِمُ الطَّاعُونُ وَالْأَوْجَاعُ، الَّتِي لَمْ تَكُنْ مَضَتْ فِي أَسْلَافِهِمُ الَّذِينَ مَضَوْا، وَلَمْ يَنْقُصُوا الْمِكْيَالَ وَالْمِيزَانَ، إِلَّا أُخِذُوا بِالسِّنِينَ، وَشِدَّةِ الْمَئُونَةِ، وَجَوْرِ السُّلْطَانِ عَلَيْهِمْ، وَلَمْ يَمْنَعُوا زَكَاةَ أَمْوَالِهِمْ إِلَّا مُنِعُوا الْقَطْرَ مِنَ السَّمَاءِ، وَلَوْلَا الْبَهَائِمُ لَمْ يُمْطَرُو. (ابن ماجہ:۴۰۱۹؛ المستدرك للحاكم:۲۵۷۷)

اسی لیے رسول اللہ ﷺ نے استسقاء یعنی اللہ تعالیٰ سے بارش طلب کرنے کے لیے نماز بھی پڑھائی ہے اور صرف دعا پر بھی اکتفا فرمایا ہے، ایک بار آپ ﷺ خطبۂ جمعہ ارشاد فرما رہے تھے کہ ایک دیہات کے صحابی آئے، انہوں نے عرض کیا کہ مویشی (جانور) ہلاک ہو رہے ہیں اور بال بچے بھوکے مر رہے ہیں، آپ اللہ تعالیٰ سے بارش کے لیے دعا مانگیے، آپ ﷺ نے تین بار دعاء کی کہ اے اللہ! ہمیں بارش عطا فرما بعض روایات میں "اَللّٰهُمَّ اسْقِنَا." کے الفاظ ہیں اور بعض میں "اَغِثْنَا" کے، اس وقت آسمان بالکل صاف تھا؛ لیکن آپ ﷺ کی دعاء قبول ہوئی کہ فوراً بادل ظاہر ہوا اور ایک ہفتے لگاتار بارش ہوتی رہی، اگلے جمعے جب آپ ﷺ خطبہ کے لیے کھڑے ہوئے، تو وہی صحابی یا کسی اور صحابی نے عرض کیا کہ اللہ کے رسول! گھر گر رہے ہیں اور جانور ڈوب رہے ہیں، آپ دعاء فرمائیے کہ بارش تھم جائے، آپ ﷺ نے دعا فرمائی کہ ہمارے اردگرد بارش ہو، ہم پر نہ ہو: "اَللّٰهُمَّ حَوَالَيْنَا وَلَا عَلَيْنَا." چناں چہ مدینہ میں بارش تھم گئی اور گرد و پیش بارش کا سلسلہ ایک ماہ کے قریب جاری رہا۔ حَدَّثَنِي أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ، قَالَ: أَصَابَتِ النَّاسَ سَنَةٌ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ، فَبَيْنَا رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ يَخْطُبُ عَلَى الْمِنْبَرِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ قَامَ أَعْرَابِيٌّ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ هَلَكَ الْمَالُ وَجَاعَ الْعِيَالُ فَادْعُ اللّٰهَ لَنَا أَنْ يَسْقِيَنَا، قَالَ: فَرَفَعَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ يَدَيْهِ وَمَا فِي السَّمَاءِ قَزَعَةٌ، قَالَ: فَثَارَ سَحَابٌ أَمْثَالُ الْجِبَالِ، ثُمَّ لَمْ يَنْزِلْ عَنْ مِنْبَرِهِ حَتَّى رَأَيْتُ الْمَطَرَ يَتَحَادَرُ عَلَى لِحْيَتِهِ، قَالَ: فَمُطِرْنَا يَوْمَنَا ذٰلِكَ وَفِي الْغَدِ وَمِنْ بَعْدِ الْغَدِ وَالَّذِي يَلِيهِ إِلَى الْجُمُعَةِ الْأُخْرَى، فَقَامَ ذٰلِكَ الْأَعْرَابِيُّ أَوْ رَجُلٌ غَيْرُهُ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ تَهَدَّمَ الْبِنَاءُ وَغَرِقَ الْمَالُ فَادْعُ اللّٰهَ لَنَا، فَرَفَعَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ يَدَيْهِ وَقَالَ: اللّٰهُمَّ حَوَالَيْنَا وَلَا عَلَيْنَا، قَالَ: فَمَا جَعَلَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ يُشِيرُ بِيَدِهِ إِلَى نَاحِيَةٍ مِنَ السَّمَاءِ إِلَّا تَفَرَّجَتْ حَتَّى صَارَتِ الْمَدِينَةُ فِي مِثْلِ الْجَوْبَةِ حَتَّى سَالَ الْوَادِي وَادِي قَنَاةَ شَهْرًا، قَالَ: فَلَمْ يَجِئْ أَحَدٌ مِنْ نَاحِيَةٍ إِلَّا حَدَّثَ بِالْجَوْدِ. (بخاری: ۱۰۳۳- عن انس بن مالکؓ)

حضور ﷺ نے ہاتھ اُٹھا کر بارش کے لیے دعا فرمائی تھی اور آپ ﷺ کے ساتھ تمام لوگوں نے ہاتھ اٹھا کر دعا کی؛ حالاں کہ خطبے میں ہاتھ اُٹھا کر دعا مانگنے کا معمول نہیں تھا۔ سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ، قَالَ: أَتَى رَجُلٌ أَعْرَابِيٌّ مِنْ أَهْلِ الْبَدْوِ إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ یَوْمَ الْجُمُعَةِ، فَقَالَ: یَا رَسُولَ اللّٰهِ هَلَکَتِ الْمَاشِیَةُ هَلَکَ الْعِیَالُ هَلَکَ النَّاسُ، فَرَفَعَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَدَیْهِ یَدْعُو. (بخاری:۱۰۲۹)

حضور ﷺ کے اس عمل کی بناء پر امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک استسقاء کے لیے نماز پڑھنا ہی ضروری نہیں، دعا پر بھی اکتفا کیا جاسکتا ہے۔ (رد المحتار:۳۷۱)

اس لیے ہم سب خود کو اللہ کی نافرمانیوں سے بچانے کی کوشش کریں اور خوب رو دھو کر اللہ سے بارانِ رحمت مانگیں۔ اللہ آسانی کا معاملہ فرمائے۔ آمین۔

پریشانیوں کے باطنی اسباب

انبیاء کے وارثین ہونے کی حیثیت سے ہماری ذمے داری یہ ہے کہ ہم انسانیت پر آنے والی پریشانیوں کے باطنی اور حقیقی اسباب سے انسانیت کو آگاہ کریں؛ چناں چہ بارشوں کا نہ ہونا، گرمی کا اتنا سخت ہو جانا کہ برداشت سے باہر ہو جائے، اِن کے ظاہری اسباب چاہے جو ہوں؛ لیکن حقیقی اسباب انسانیت کے گناہ ہیں، لہٰذا ہماری ذمے داری یہ ہے کہ ہم لوگوں کو اِن حالات اور پریشانیوں کے چھپے ہوئے اسباب سے آگاہ کرتے رہیں؛ چناں چہ حضرت نوح نے اپنی قوم سے فرمایا تھا: کہ "اپنے رب سے اپنی گناہوں کی معافی مانگو، بلا شبہ وہ بخشنے والا ہے، اِس معافی کے نتیجے میں اللہ تم پر موسلا دھار رحمت والی بارش برسائے گا اور مال و دولت اور اولاد سے تمہاری کمزوری دور کر کے تمہاری مدد کرے گا۔"

فَقُلْتُ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّکُمْ اِنَّهٗ کَانَ غَفَّارًا یُرْسِلِ السَّمَاءَ عَلَیْکُمْ مِدْرَارًا. وَیُمْدِدْکُمْ بِاَمْوَالٍ وَّبَنِیْنَ. (سورۂ نوح: ۱۰)

حضرت نوح علیہ السلام کے اِس قول سے دو باتیں معلوم ہوئیں: پہلی بات یہ معلوم ہوئی کہ ہم سب کو چاہیے کہ ہم اپنی قوم کو انسانیت کی پریشانیوں اور مصیبتوں کے باطنی اسباب سے آگاہ کریں کہ کن کن اسباب کی وجہ سے حالات آتے ہیں۔

دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ انسانوں کے گناہوں کے سبب بارش روک لی جاتی

ہے، لہٰذا گناہوں سے بچنا اور جو گناہ ہو گئے ہیں، اُن سے توبہ کرنا بارش جیسی نعمت کے حاصل ہونے کے لیے ایک غیبی ذریعہ ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو سمجھ نصیب فرمائے اور ہر طرح کے حالات اور آزمائش سے پوری امت کی حفاظت فرمائے۔ آمین۔

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر عذاب الٰہی سے بچاؤ کا ذریعہ

اللہ نے بنی اسرائیل کی آزمائش کی خاطر اُنہیں ہفتے کے دن مچھلیوں کا شکار کرنے سے منع کیا تھا؛ لیکن اُنہوں نے اللہ کے حکم کو توڑتے ہوئے حیلے بہانوں سے شکار کو جاری رکھا، اِس جرم کے نتیجے میں اللہ نے بنی اسرائیل کو بندر اور خنزیر بنا دیا، قرآن میں ہے: جس بات سے اُنہیں منع کیا گیا تھا، جب انہوں نے اُس کے ماننے سے سرکشی اختیار کی، تو ہم نے اُن سے کہا: "ذلیل بندر بن جاؤ۔" فَلَمَّا عَتَوْا عَنْ مَّا نُهُوْا عَنْهُ قُلْنَا لَهُمْ كُوْنُوْا قِرَدَةً خٰسِـئِيْنَ. " (سورۂ اعراف: ۱۶۶)

اللہ تعالیٰ کے اِس عذاب میں دو طرح کے لوگ مبتلا ہوئے:

[۱] ایک وہ، جنہوں نے خدا کا حکم نہیں مانا اور خدا کے حکم کو مذاق بنا ڈالا اور

[۲] دوسرے وہ، جو اُس گناہ میں تو شامل نہیں تھے؛ لیکن انہوں نے لوگوں کو اُس گناہ سے روکنے کی بھی کوشش نہیں کی۔

اِس عذاب سے صرف وہی لوگ بچ پائے، جنہوں نے بنی اسرائیل کو خدا کی نافرمانی سے روکنے کی کوشش کی؛ چناں چہ اللہ رب العزت فرماتا ہے: "پھر جب اُن لوگوں نے اِس نصیحت کو بھلا دیا، جو اُنہیں کی گئی تھی، تو جو لوگ برائی سے روک رہے تھے، اُن کو تو ہم نے بچا لیا؛ لیکن زیادتی کرنے والوں کو گناہ کرنے کی وجہ سے سخت عذاب میں پکڑ لیا۔" فَلَمَّا نَسُوْا مَا ذُكِّرُوْا بِهٖۤ اَنْجَيْنَا الَّذِيْنَ يَنْهَوْنَ عَنِ السُّوْٓءِ وَاَخَذْنَا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا بِعَذَابٍۭ بَـئِيْسٍۭ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ. (سورۂ اعراف: ۱۶۵)

اِس سے معلوم ہوا کہ ایک مسلمان کے لیے صرف برائی سے رُک جانا کافی نہیں ہے؛ بلکہ یہ بھی ضروری ہے کہ وہ اپنی طاقت کے بقدر دوسرے انسانوں کو بھی بُرائی سے روکتا رہے، ورنہ وہ بھی مجرموں کے ساتھ عذاب کا مستحق ہوگا۔

اللہ رب العزت ہم سب کو صحیح سمجھ عطا فرمائے۔ آمین۔

نیکی کو عام کرنے کے نتائج

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے دین کے کام کرنے والوں کو کہیں اپنی رحمت کا مستحق قرار دیا ہے، کہیں خیرِ امّت سے تعبیر کیا ہے، کہیں کامیاب لوگوں میں شامل کیا ہے، کہیں نیک لوگوں میں۔ کہیں اِس کام پر نجات کی خوش خبریاں سنائی ہیں؛ چناں چہ سورۂ توبہ میں رحمت کا تذکرہ ہے۔

رحمت: توحید، رسالت، آخرت اور تمام اچھائیوں کو عام کرنے والے خدا کی رحمت کے مستحق ہوجاتے ہیں۔ وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ يَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَيُطِيْعُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ اُولٰٓئِكَ سَيَرْحَمُهُمُ اللّٰهُ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ. (سورۂ توبہ: ۷۱)

سورۂ آل عمران میں بہترین امت کہا گیا ہے۔

خیرِ امت:

جو لوگ اچھائیوں کی تبلیغ کرتے ہیں، وہ بہترین امت میں شامل رہتے ہیں كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَلَوْ اٰمَنَ اَهْلُ الْكِتٰبِ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ ؟ مِنْهُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ وَاَكْثَرُهُمُ الْفٰسِقُوْنَ. (سورۂ ال عمران: ۱۱۰)

سورۂ آل عمران میں ہی دوسری جگہ ایسے لوگوں کو کامیابی کی ضمانت دی گئی۔

کامیابی:

خیر کی طرف بلانے والے، اچھائیوں کی تبلیغ اور برائیوں سے روکنے والے دنیا و آخرت کے کامیاب لوگ ہیں، اِس بات کی ضمانت خود قرآن نے لی ہے۔ وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ. (سورۂ ال عمران: ١٠٤)

سورۂ ال عمران میں ہی دوسری جگہ اُن کو نیک لوگوں میں شامل کیا گیا۔

نیکی:

اللہ کے پیغام سے انسانیت کو آگاہ کرتے رہنا، اللہ کی پسند ناپسند، انسانوں کو بتاتے رہنا نیکی کی علامت ہے۔

يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَ يَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُسَارِعُوْنَ فِي الْخَيْرٰتِ وَاُولٰٓئِكَ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ. (سورۂ ال عمران: ١١٤)

سورۂ اعراف میں اِس کام کو نجات کا ذریعہ بتایا گیا ہے۔

نجات:

انسانیت کو اللہ رب العزت کی ناراضگی والے اعمال سے روکتے رہنا، نجات اور خدائی عذاب سے بچاؤ کا ذریعہ ہے۔ فَلَمَّا نَسُوْا مَا ذُكِّرُوْا بِهٖۤ اَنْجَيْنَا الَّذِيْنَ يَنْهَوْنَ عَنِ السُّوْٓءِ وَاَخَذْنَا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا بِعَذَابٍ بَئِيْسٍ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ. (سورۂ اعراف: ١٦٥)

اللہ ہمیں ہر طرح کی نیکی اختیار کرنے اور کامیاب لوگوں میں شامل ہونے کی توفیق عطا فرمائے اور ہر طرح کے عذاب سے ہمیں دنیا و آخرت میں نجات عطا فرمائے۔ آمین۔

اخیر دور میں مسجدوں کے لیے امام نہیں ملیں گے

نبی کریم ﷺ نے جو پیش گوئیاں فرمائیں ہیں، اُن میں ایک پیشین گوئی یہ بھی فرمادی تھی کہ: إِنَّ مِنْ أَشْرَاطِ السَّاعَةِ أَنْ يَّتَدَافَعَ أَهْلُ الْمَسْجِدِ لَا يَجِدُوْنَ إِمَاماً يُصَلِّيْ بِهِمْ.

(أبو داود: ١٢٩/٣، رقم: ٥٨١؛ مسند أحمد: ٣٨١/٦، رقم: ٢٧١٣٨۔ عن سلامة بنت الحُرّ)

بلاشبہ قیامت کی نشانیوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ مسجدوں میں لوگ نماز پڑھانے کوایک دوسرے کےاوپر ٹالیں گے (کہ تم نماز پڑھادو،تم پڑھادو) اور انہیں کوئی (موزوں)امام نہ ملے گا جونماز پڑھادے۔

ایک حدیث میں فرمایا گیا: يَقُوْمُوْنَ سَاعَةً لَا يَجِدُوْنَ إِمَامًا يُصَلِّيْ بِهِمْ.
لوگ دیر دیر تک (منتظر) کھڑے رہا کریں گے،انہیں کوئی ایسا آدمی نہیں ملے گا، جونماز پڑھادے۔(شرح ابن ماجہ:۶۰۸/۳،رقم:۹۸۲۔عن سلامۃ بنت الحرؓ)

اس ارشادِنبوی میں عام مسلمانوں کی،افسوس ناک دین سے بےخبری کی اطلاع بھی ہے کہ پوری بھری مسجد میں کوئی ایک شخص بھی نماز کی ضروری چیزوں سے واقف نہ ہوگا، جونماز پڑھاسکے اور ساتھ ہی اس میں دیندار طبقے کے اس درجہ بے صلاحیت اور غیر مقبول ہوجانے کی بھی پیشین گوئی ہے کہ لوگ ان کومسجدوں میں امامت کے لیے نااہل قرار دے ڈالیں گے اور مسجدیں،نمازیوں سے آباد ہوتے ہوئے بھی،ائمہ سے ان کے ممبر ومحراب ویران ہوکر رہ جائیں گے۔إِنَّا لِلّٰه وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ.

اللہ تعالیٰ ہم سب کواپنے اماموں کی قدردانی کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین۔

مایوس کیوں ہیں؟

موجودہ حالات سے امّتِ مسلمہ میں بہت مایوسی چھائی ہوئی ہے،ہم اِن حالات کا تذکرہ نہ کر کے صرف اِس کھائی سے نکلنے کے لیے اس نورِ ہدایت،سرورِ کائنات حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے ارشاداتِ عالیہ سے روشنی حاصل کریں،جس کی روشنی امّتِ مسلمہ کے لیے ہرجگہ اور ہرزمانہ میں مشعلِ راہ اور کامیابی کی ضمانت ہے،حدیث کی کتابوں کو پلٹیے اور تعلیماتِ محمدی کی ورق گردانی کیجیے،ایک جگہ آپ دیکھیں گے رسول اللہ ﷺ کچھ اس طرح کے پرآشوب اور پرخطر موقع پر اپنی امت کی ڈھارس باندھنے کے لیے ارشادفرمارہے ہیں:
أُمَّتِيْ هٰذِهِ أُمَّةٌ مَرْحُوْمَةٌ لَيْسَ عَلَيْهَا عَذَابٌ فِي الْآخِرَةِ عَذَابُهَا فِي الدُّنْيَا الزَّلَازِلُ وَ الْفِتَنُ

وَالْقَتْلُ. (رواه ابوداؤد ۲/ ۵۸ ،حدیث ۴۲۷۸ ،مظاهرحق ص ۳۰۵)

یعنی میری (پیروی کرنے والی) امت، رحمتِ خداوندی کی سب سے زیادہ مستحق ہے، اُس پر آخرت میں سخت عذاب نہیں، (ہاں!) دنیا میں اِس کے بُرے اعمال کی سزا (طرح طرح کے فتنوں، زلزلوں اور قتل وقتال کی صورت میں) دی جائے گی۔

یہ حدیث صحیح معنی میں ایک مسلمان کے لیے اطمینان قلب اور روحانی سکون کا ذریعہ ہے؛ کیوں کہ اس میں بشارت دی گئی ہے کہ مسلمانوں کو جن مصائب میں دنیا کے اندر مبتلا کیا جاتا ہے، یہ بھی دراصل مقتضائے رحمت خداوندی ہے اس لیے کہ یہ دنیوی عارضی تکلیفیں آخرت کے عذاب کے مقابلہ میں کوئی حیثیت نہیں رکھتیں اور حدیث یہ بھی بتاتی ہے کہ کفار کے لیے عیش وعشرت کی جگہ بس یہ دنیا ہے اِس کے بعد انہیں کوئی چیز عذاب خداوندی سے نہیں بچا سکتی، جو ان کے لیے ہمیشہ ہمیش کے لیے مقدر کر دیا گیا ہے۔

نیز حدیث سے یہ تنبیہ بھی مستفاد ہوتی ہے کہ اگر امت مرحومہ دنیوی عذاب سے بچنا چاہتی ہے تو اسے ان گناہوں اور جرائم سے بچنا ہوگا جن کی ممانعت قرآن وحدیث میں مذکور ہے۔

لہٰذا اگر موجودہ مایوس کن صورتِ حال کو مسلمانوں کے لیے اللہ رب العزت کی جانب سے تنبیہ وتذکیر کا عنوان قرار دیا جائے، تو اس موقع پر اسلامی تعلیم کی صحیح عکاسی کہلائے گی۔

اللہ ہم سب کو صحیح سمجھ عطا فرمائے آمین۔

❑○❒

ذی الحجہ

ماہِ ذی الحجّہ کی فضیلت

اسلامک کلینڈر کا آخری مہینہ "ذی الحجہ" ہے، اِس مہینے میں اسلام کی دو بڑی عبادتیں ادا کی جاتی ہیں: (۱) قربانی، جس کی مناسبت سے "عید الاضحیٰ" کا تیوہار منایا جاتا ہے اور (۲) حج، جس کی وجہ سے اِس مہینے کو "ذی الحجہ" یعنی حج والا مہینہ کہا جاتا ہے۔ ذی الحجہ، اسلام کے اُن چار مہینوں میں سے ہے، جن کی عظمت کی وجہ سے ہر مسلمان کے لیے ضروری ہے کہ اُن کا احترام کرے، اللہ رب العزت فرماتا ہے: "مہینوں کی گنتی اللہ کے نزدیک ۱۲ر مہینے ہیں، سال کے ۱۲ر مہینے زمین وآسمان کی پیدائش سے ہی اللہ کی کتاب میں لکھے جا چکے ہیں، اُن میں سے ۴ر مہینے (ذی القعدہ، ذی الحجہ، محرم لگاتار اور رجب کا مہینہ۔ (بخاری: ۴۶۶۲)) عظمت والے ہیں، یہی ہے سیدھا دین، لہٰذا اِن مہینوں میں اپنے اوپر ظلم مت کرو۔" "اِنَّ عِدَّةَ الشُّهُوْرِ عِنْدَ اللّٰهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ يَوْمَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ مِنْهَا اَرْبَعَةٌ حُرُمٌ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ فَلَا تَظْلِمُوْا فِيْهِنَّ اَنْفُسَكُمْ." (سورۃ توبہ: ۳۶)

اِن مہینوں کی عظمت کا تقاضا اور احترام کا مطلب یہ ہے کہ اِن میں خوب عبادات کی جائیں اور اللہ کو راضی کیا جائے۔ وَأَمَّا تَكْثِيْرُ الثَّوَابِ فِيْ هٰذِهِ الْأَشْهُرِ فَقَدْ ثَبَتَ فِي الْأَخْبَارِ فَالْحُرْمَةُ بِهٰذَا الْمَعْنَى مَوْجُوْدَةٌ فِيْ شَرِيْعَتِنَا. (انجاح الحاجۃ، حاشیہ ابن ماجہ، باب صیام اشہر الحرم، للشیخ عبد الغنی المجددی الدھلوی المدنی)

عظمت کے مہینے

رسول اللہ ﷺ نے حجۃ الوداع کے ۹ر ذی الحجہ کو حجۃ الوداع کے موقع پر فرمایا: کہ "کون سا دن زیادہ عظمت وحرمت والا ہے؟" صحابہ کرام نے عرض کیا: کہ "ہمارا یہی دن۔" رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کہ "کون سا مہینہ زیادہ حرمت وعظمت والا ہے؟" صحابہ کرام نے

عرض کیا: کہ "ہمارا ذی الحجہ کا مہینہ۔" آپ ﷺ نے فرمایا: کہ "سنو! تمہارے خون اور تمہارے مال ایک دوسرے پر اسی طرح حرام ہیں، جس طرح تمہارے اِس مہینے (ذی الحجہ)، اِس دن اور اِس شہر (مکہ) کی عظمت و حُرمت ہے۔" فَإِنَّ دِمَائَكُمْ وَأَمْوَالَكُمْ عَلَيْكُمْ حَرَامٌ كَحُرْمَةِ يَوْمِكُمْ هٰذَا فِيْ شَهْرِكُمْ هٰذَا فِيْ بَلَدِكُمْ هٰذَا لِيُبَلِّغ الشَّاهِدُ الْغَائِبَ. (بخاری: ٦٧)

ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کہ "تمام مہینوں کا سردار رمضان کا مہینہ ہے اور تمام مہینوں میں سب سے زیادہ احترام اور عظمت کے لائق، ذی الحجہ کا مہینہ ہے۔" سَيِّدُ الشُّهُوْرِ شَهْرُ رَمَضَانِ وَأَعْظَمُهَا حُرْمَةً ذُو الْحِجَّةِ. (شعب الایمان: ٣٤٧٩)

حضرت کعب احبارؒ فرماتے ہیں: کہ "اللہ کو سب سے محبوب مکہ کا شہر ہے اور اللہ نے زمانے کو دیکھا، تو سب سے محبوب زمانہ حرمت والے مہینوں کا زمانہ اور حرمت والے مہینوں میں سب سے زیادہ محبوب ذی الحجہ کا مہینہ ہے اور ذی الحجہ کے مہینے میں بھی سب سے زیادہ محبوب پہلا عشرہ ہے۔" (تعظیم قدر الصلاۃ لمحمد بن نصر المروزی)

اسی لیے ذوالحجہ کے مہینے میں کثرت کے ساتھ اللہ کی رضا والے اعمال کرنے چاہئیں اللہ ہمیں ذوالحجہ کا احترام کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

ذی الحجہ کا پہلا عشرہ

ذوالحجہ کے پہلے عشرے کی فضیلت کے لیے یہی کافی ہے کہ اللہ رب العزت نے ذوالحجہ کی پہلی دس راتوں کی قسم کھائی ہے "وَالْفَجْرِ وَلَيَالٍ عَشْرٍ." (سورۂ فجر: ٢،١) "قسم ہے صبح کے وقت کی اور دس راتوں کی۔"

آپ ﷺ نے فرمایا: "اِن دس دنوں میں اللہ تعالیٰ کے حضور نیک عمل جتنا پسندیدہ و محبوب ہے کسی اور دن میں اتنا پسندیدہ نہیں۔ صحابہ کرام نے عرض کیا: یارسول اللہ! اللہ کے راستے میں جہاد بھی نہیں؟ فرمایا: جہاد بھی نہیں۔ ہاں! وہ شخص جو اپنی جان اور مال کے ساتھ

نکلا اور کچھ لے کر نہیں لوٹا۔" مَا مِنْ أَيَّامٍ الْعَمَلُ الصَّالِحُ فِيهِنَّ أَحَبُّ إِلَى اللّٰهِ مِنْ هٰذِهِ الْأَيَّامِ الْعَشْرُ قَالُوْا! يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَلَا الْجِهَادُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ، قَالَ وَلَا الْجِهَادُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ إِلَّا رَجُلٌ خَرَجَ بِنَفْسِهِ وَمَالِهِ فَلَمْ يَرْجِعْ مِنْ ذٰلِكَ بِشَيْءٍ. (ترمذی: ۷۵۷-عن ابن عباسؓ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "ذی الحجہ کے (ابتدائی) دس دنوں سے بڑھ کر کوئی دن ایسا نہیں، جس کی عبادت اللہ کو زیادہ پسند ہو، اِس کے ہر دن کا روزہ سال بھر کے روزوں کے برابر ہے اور اِس کے ایک ایک رات کا قیام، شبِ قدر کے قیام کے برابر ہے۔" مَا مِنْ أَيَّامٍ أَحَبُّ إِلَى اللّٰهِ أَنْ يُتَعَبَّدَ لَهُ فِيهَا مِنْ عَشْرِ ذِي الْحِجَّةِ، يَعْدِلُ صِيَامُ كُلِّ يَوْمٍ مِنْهَا بِصِيَامِ سَنَةٍ، وَقِيَامُ كُلِّ لَيْلَةٍ مِنْهَا بِقِيَامِ لَيْلَةِ الْقَدْرِ. (ترمذی: ۷۵۸-عن ابی ہریرۃؓ)

اللہ ہم سب کو اپنی عبادت کی توفیق عطا فرمائے خصوصاً اس عشرے میں روزہ رکھنے اور رات میں جاگ کر عبادت کرنے کی توفیق میسر فرمائے۔ آمین۔

(عید الاضحیٰ) قربانی کی عید

عید الاضحیٰ آنے میں چند دن ہی باقی ہیں، اِس لیے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اب عید الاضحیٰ کے فضائل و مسائل کے تعلق سے ہمارے سامنے چند باتیں آ جائیں؛ تا کہ ہمارے لیے عید الاضحیٰ کے دنوں کی قدر کرنا آسان ہو جائے۔

قرآن میں قربانی کا حکم دیا گیا: "اِنَّا اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ." اِس لیے آنحضرت نے مدینہ پہنچنے کے بعد مسلسل دس سال قربانی کا اہتمام فرمایا۔

أَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بِالْمَدِيْنَةِ عَشْرَ سِنِيْنَ يُضَحِّي. (ترمذی: ۱۵۰۷-عن ابن عمرؓ)

قربانی کیا ہے؟

ایک حدیث میں رسول اللہ ﷺ سے صحابہ کرام نے پوچھا: کہ "یا رسول اللہ! قربانی کیا

چیز ہے؟" آپ نے جواب میں ارشاد فرمایا: "تمہارے باپ حضرت ابراہیم کا طریقہ۔ "سُنَّةُ أَبِيْكُمْ إِبْرَاهِيْمَ. (ابن ماجه: ٣١٢٧۔عن زيد بن ارقمؓ)

ایک حدیث میں ہے کہ قربانی کا پہلا قطرہ زمین پر گرنے سے پہلے ہی گناہوں کی مغفرت کردی جاتی ہے۔یا فَاطِمَةُ! قُوْمِيْ فَاشْهَدِيْ أُضْحِيَّتَكِ فَإِنَّهُ يُغْفَرُ لَكِ بِأَوَّلِ قَطْرَةٍ مِنْ دَمِهَا كُلُّ ذَنْبٍ عَمِلْتِهِ. (المعجم الأوسط للطبراني:٣/٦٩، رقم:٢٥٠٩۔عن عمران بن حصين)

آج میڈیا پر دوسروں کو خوش کرنے کے لیے یہ بھی کہہ دیتے ہیں کہ بکری کی جگہ "کیک" وغیرہ کی قربانی کر دینی چاہیے، اِن حضرات کو سوچنا چاہیے کہ جب رسول اللہ ﷺ نے تو ہجرت کے بعد کسی سال قربانی نہیں چھوڑی، ہر سال آپ ﷺ نے جانور ذبح کیا اور آپ یہ سمجھتے ہیں کہ جانور ذبح کرے بغیر قربانی کی ادائیگی ہو جائے گی۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے سوال کیا گیا: کہ "کیا قربانی واجب ہے؟" تو آپ نے فرمایا: کہ "رسول اللہ ﷺ اور مسلمانوں نے قربانی کی ہے۔" سائل نے پھر یہی سوال دوہرایا، آپ نے فرمایا: کہ "اللہ کے بندے! کیا تجھ میں سمجھ نام کی کوئی چیز نہیں ہے؟ بھئی رسول اللہ ﷺ اور آپ کے صحابہ نے قربانی کی ہے۔ (اگر ضروری نہ ہوتی، تو وہ کیوں کرتے؟)" سُئِلَ بْنُ عُمَرَؓ عَنِ الْأُضْحِيَةِ أَوَاجِبَةٌ هِيَ؟ فَقَالَ: ضَحَّى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَالْمُسْلِمُوْنَ. فَأَعَادَهُ عَلَيْهِ فَقَالَ هَلْ لَا تَعْقِلُ ضَحَّى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَالْمُسْلِمُوْنَ. (رواه الترمذي:١٥٠٦؛ جمع الفوائد: ٣٠٧١)

وسعت رکھنے کے باوجود قربانی نہ کرنے والوں پر آنحضرت ﷺ نے غصے کا اظہار فرمایا، حدیث میں ہے کہ جو شخص قربانی کر سکتا ہو؛ لیکن اُس کے باوجود قربانی نہیں کرتا، تو وہ ہماری عیدگاہ نہ آئے۔ مَنْ كَانَ لَهُ سَعَةٌ وَلَمْ يُضَحِّ فَلَا يَقْرُبَنَّ مُصَلَّانَا. (ابن ماجه:٣١٢٣؛ المستدرك للحاكم: ٣٤٦٨؛ جمع الفوائد: ٣٠٧٣۔عن أبي هريرةؓ)

اِس لیے ہم میں سے ہر صاحبِ استطاعت قربانی کرے اور کسی منفی پروپیگنڈے کا شکار ہونے سے بچیں، اللہ ہمارے ایمان کی حفاظت فرمائے۔ آمین۔

افضل قربانی

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس شخص نے دل کی خوشی کے ساتھ ثواب کی امید رکھتے ہوئے قربانی کی تو وہ قربانی دوزخ سے آڑ بن جائے گی۔
مَنْ ضَحّٰى طِيْبَةً بِهَا نَفْسُهُ مُحْتَسِبًا لِاُضْحِيَّتِهٖ كَانَتْ لَهٗ حِجَابًا مِنَ النَّارِ.

(المعجم الکبیر للطبرانی:۳/۱۸۲، رقم: ۲۶۷۰)

قربانی میں خوش دلی یہ ہے کہ قیمتی موٹا عمدہ جانور کی قربانی دی جائے اور اگر نام و نمود مقصود نہ ہو تو پیسہ خرچ ہونے کی بھی کوئی فکر نہ کرے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ افضل قربانی قیمتی عمدہ اور موٹا تازہ جانور ہے۔ إِنَّ أَفْضَلَ الضَّحَايَا أَغْلَاهَا وَأَنْفُسُهَا .... وَفِيْ رِوَايَةٍ اَسْمَنُهَا. (السنن الکبریٰ للبیهقی:۹/۲۶۸)

نیز ایک روایت میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کسی خرچ کی فضیلت اللہ کے نزدیک بنسبت اس خرچ کے جو بقرہ عید والے دن قربانی پر کیا جائے ہرگز نہیں۔
مَا أُنْفِقَ الْوَرَقُ فِيْ شَيْئٍ أَفْضَلَ مِنْ نَحِيْرَةٍ فِيْ يَوْمِ الْعِيْدِ. (السنن دار قطنی:ص۷۷٤)

اِس لیے ہمیں قربانی کے لیے موٹے، تازے اور عمدہ قسم کے جانور کو خریدنا چاہیے اور پیسہ خرچ ہونے کی فکر نہیں کرنی چاہیے، اللہ ہمیں عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

خوش دلی سے قربانی کرنے کا حکم

مسلمانوں کو قربانی کے دنوں میں خوش دلی کے ساتھ قربانی کرنی چاہیے؛ کیوں کہ آپ ﷺ نے یہی حکم دیا ہے۔ حدیث میں ہے: "تم لوگ جی خوش کر کے قربانی کرو۔"
فَطِيْبُوْا بِهَا نَفْسًا (ابن ماجه: ۳۱۲۶ ـ عن عائشةؓ)

قربانی کے دنوں میں سب سے زیادہ اللہ کو پیارہ عمل قربانی ہی ہے، حدیث میں ہے:
"قربانی کے دن آدمی کا کوئی عمل اللہ تعالیٰ کے نزدیک قربانی کرنے سے زیادہ پیارہ نہیں۔"

مَا عَمِلَ ابْنُ آدَمَ يَوْمَ النَّحْرِ عَمَلًا، أَحَبَّ إِلَى اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ مِنْ هِرَاقَةِ دَمٍ. (ابن ماجه: ٣١٢٦ـعن عائشةؓ)

ذی الحجہ کے پہلا عشرہ اور ذکر کی کثرت

ویسے تو ایک مسلمان کو ہر وقت اللہ کے ذکر میں مشغول رہنا چاہیے؛ لیکن ذوالحجہ کے پہلے عشرے میں خصوصی طور پر ذکر واذکار پر دھیان دینا چاہیے؛ کیوں کہ ذوالحجہ کے پہلے عشرے میں اللہ رب العزت نے خاص طور پر ذکر کرنے کا حکم دیا ہے، قرآن مجید میں ہے: "وَيَـذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ فِيْ اَيَّامٍ مَّعْلُوْمٰتٍ." اور چند مقررہ دنوں میں اللہ کے نام کا ذکر کریں۔

چند مقرر دنوں سے مراد ذوالحجہ کا پہلا عشرہ ہے۔(التفسير المظهری، تحت آيت: ٢٨، من سورة الحج)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کہ "ذو الحجہ کے اِن دس دنوں کے مقابلے میں کوئی دن بھی اللہ کے نزدیک زیادہ عظیم اور زیادہ پسندیدہ نہیں ہے، جن میں کوئی عمل کیا جائے،، تو تم اِن دس دنوں میں تہلیل، تکبیر اور تحمید کی کثرت کرو۔"
مَـا مِنْ أَيَّامٍ أَعْظَمُ عِنْدَ اللّٰهِ وَلَا أَحَبَّ إِلَيْهِ الْعَمَلُ فِيهِنَّ مِنْ هٰذِهِ الْأَيَّامِ الْعَشْرِ فَأَكْثِرُوْا فِيْهِـنَّ مِـنَ التَّهْـلِيْـلِ وَالتَّـكْبِيْرِ وَالتَّحْمِيْدِ. (مسند احمد: ٥٤٤٦؛ شرح مشكل الأثار للطحاوی: ٢٩٧١)

یعنی کثرت سے "لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰه"، "اَللّٰهُ أَكْبَر" اور "اَلْحَمْدُ لِلّٰه" کہو۔

لہٰذا ہمیں ذوالحجہ کے مہینے میں اپنی زبان کو اللہ کے ذکر میں مشغول رکھنا چاہیے اور زبان کی تمام برائیوں (گالم گلوچ، غیبت اور چغل خوری وغیرہ) سے بچنا چاہیے؛ کیوں کہ یہی ذوالحجہ کے احترام کا تقاضا ہے۔

اللہ ہمیں اِس مہینے کی قدر دانی کی توفیق نصیب فرمائے۔ آمین۔

ذی الحجہ کے پہلے عشرے میں

دن کے روزے اور رات کے قیام کی فضیلت

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ کو سب سے زیادہ ذوالحجہ کے دنوں میں عبادت کروانا پسند ہے، اِس ماہ کے ہر دن کا روزہ سال بھر کے روزوں کے برابر ہے اور اِس ماہ کے ایک ایک رات کا قیام، شبِ قدر کے قیام کے برابر ہے۔ **مَا مِنْ أَيَّامٍ أَحَبُّ إِلَى اللّٰهِ أَنْ يُتَعَبَّدَ لَهُ فِيهَا مِنْ عَشْرِ ذِی الْحِجَّةِ، يَعْدِلُ صِيَامُ كُلِّ يَوْمٍ مِنْهَا بِصِيَامِ سَنَةٍ، وَقِيَامُ كُلِّ لَيْلَةٍ مِنْهَا بِقِيَامِ لَيْلَةِ الْقَدْرِ.** (ترمذی: ۷۵۸-عن ابی هریرةؓ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کہ "ذوالحجہ کے پہلے عشرے میں ایک روزہ رکھنا، پورے سال کے روزے رکھنے کے برابر ہے۔" **يَعْدِلُ صِيَامُ ذِی الْحِجَّةِ صِيَامَ سَنَةٍ.** (الترغيب و الترهيب: ۳۶۹)

ذوالحجہ کا عشرہ، اسلام کے اہم رکن، حج کا عشرہ ہے، جب کہ سارے ہی مسلمانوں کا حج کے لیے جانا ممکن نہیں ہے، اسی لیے جو لوگ مکہ نہیں جا سکتے، اُن کو چاہیے کہ اپنے مقام پر رہتے ہوئے، اِس عشرے میں روزے رکھنے کے ساتھ ساتھ خوب اللہ کی عبادت، ذکر و اذکار، قرآن مجید کی تلاوت، صدقہ، خیرات اور اللہ کی رضا والے اعمال میں ہمہ تن مشغول رہیں۔ **وَيُسْتَحَبُّ الْاِجْتِهَادُ فِی عَمَلِ الْخَيْرِ أَيَّامَ الْعَشْرِ مِنَ الذِّكْرِ وَالصِّيَامِ وَالصَّدَقَةِ وَسَائِرِ أَعْمَالِ الْبِرِّ.** (المغنی لابن قدامة: ۲/۲۵۹)

اللہ ہمیں اِس عشرے میں خوب عبادتوں کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

نو ذی الحجہ کی فضیلت

نو ذی الحجہ کتنا مبارک دن ہے، اِس کا اندازہ اِس سے لگایا جا سکتا ہے کہ اِس دن اسلام کے ایک بڑے رکن (حج) کا سب سے بڑا رکن (وقوفِ عرفہ) ادا کیا جاتا ہے، نیز اللہ رب العزت نے

قرآن مجید میں قسم کھا کر اس دن کی فضیلت کی طرف اشارہ کیا؛ چنانچہ قرآن مجید میں ہے: "وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الْبُرُوْجِ وَالْيَوْمِ الْمَوْعُوْدِ وَشَاهِدٍ وَّمَشْهُوْدٍ" (سورۂ بروج: ۳-۱)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "(اَلْيَوْمِ الْمَوْعُوْدِ) سے مراد قیامت کا دن ہے، اور (وَالْيَوْمِ الْمَشْهُوْد) سے مراد عرفہ کا دن اور (شَاهِد) سے مراد جمعہ کا دن ہے۔ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: اَلْيَوْمُ الْمَوْعُودُ: يَوْمُ الْقِيَامَةِ، وَالْيَوْمُ الْمَشْهُودُ يَوْمُ عَرَفَةَ وَالشَّاهِدُ يَوْمُ الْجُمُعَةَ. (ترمذی: ۳۳۳۹؛ المعجم الکبیر للطبرانی: ۳۲۵۸)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ کوئی دن ایسا نہیں، جس میں اللہ تعالیٰ عرفہ (نو ذی الحجہ) کے دن سے زیادہ بندوں کو جہنم سے نجات دیتے ہوں اور اللہ تعالیٰ عرفے کے دن بندوں کے قریب ہوتے ہیں، پھر فخر کے طور پر فرشتوں سے فرماتے ہیں کہ یہ بندے کیا چاہتے ہیں؟ مَا مِنْ يَوْمٍ أَكْثَرَ مِنْ أَنْ يُعْتِقَ اللهُ فِيهِ عَبْدًا مِنَ النَّارِ، مِنْ يَوْمِ عَرَفَةَ، وَإِنَّهُ لَيَدْنُو، ثُمَّ يُبَاهِي بِهِمِ الْمَلَائِكَةَ، فَيَقُولُ: مَا أَرَادَ هَؤُلَاءِ؟ (مسلم: ۱۳۴۸)

ایک روایت میں ہے کہ ابلیس کو عرفہ کے دن سے زیادہ کسی اور دن اتنا ذلیل، دھتکارا ہوا اور حقیر نہیں دیکھا گیا؛ کیوں کہ عرفہ کے دن اللہ کی خاص رحمت برستی ہے، بدر کے دن کے علاوہ۔ مَا رُؤِيَ اِبْلِيسُ يَوْمًا اَصْغَرَ وَلَا أَدْحَرَ وَلَا أَغْيَظَ مِنْ يَوْمِ عَرَفَةَ فِيمَا يرى مِنْ نُزُوْلِ الرَّحْمَةِ إِلَّا مَا رُؤِيَ يَوْمَ الْبَدْرِ. " (الکافی الشافی لابن حجر: ۱۲۰؛ الطائف المعارف لابن رجب: ۳۳۲؛ مرسلاً المؤطا امام مالک: ۴۴)

اللہ رب العزت ہمیں اِس دن کی خوب قدر دانی کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

نو ذی الحجہ (یومِ عرفہ) کے روزے کی فضیلت

ذی الحجہ کے پہلے عشرے میں روزوں کی فضیلت پچھلے اسباق میں بتائی جا چکی ہے؛

لیکن نو ذی الحجہ کے روزے کوخاص فضیلت ہے؛ چناں چہ حدیث میں آتا ہے رسول اللہ ﷺ سے عرفے (نو ذی الحجہ) کے دن کے روزے کے بارے میں سوال کیا گیا،تو آپ ﷺ نے فرمایا: کہ عرفہ کے دن کا روزہ ایک سال گذشتہ اور ایک سال آیندہ کے صغیرہ گناہوں کوختم کر دیتا ہے۔ **سُئِلَ عَنْ صَوْمِ يَوْمِ عَرَفَةَ؟ فَقَالَ: يُكَفِّرُ السَّنَةَ الْمَاضِيَةَ وَالْبَاقِيَةَ.** (مسلم: ١١٦٢-عن أبي قتادة الأنصاريؓ)

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: کہ عاشوراء (دس محرم) کا روزہ گذشتہ سال کے صغیرہ گناہوں کا کفارہ کر دیتا ہے اور عرفہ کے دن کا روزہ دو سالوں کے گناہوں کو معاف کروا دیتا ہے، ایک گذشتہ اور ایک آیندہ سال کا۔ **صَوْمُ عَاشُوْرَاءَ يُكَفِّرُ السَّنَةَ الْمَاضِيَةَ وَصَوْمُ عَرَفَةَ يُكَفِّرُ سَنَتَيْنِ الْمَاضِيَةَ وَالْمُسْتَقْبِلَةَ.**

(السنن الكبرى للنسائي: ٢٨٠٩؛ مسند أحمد: ٢٢٦٢١)

ایک آدمی نے حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے عرفہ کے دن کے روزے کے بارے میں سوال کیا، تو انہوں نے فرمایا: کہ ہم آنحضرت ﷺ کے ساتھ اِس روزے کو دو سالوں کے روزوں کے برابر شمار کرتے تھے۔ **كُنَّا وَنَحْنُ مَعَ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ نَعُدُّ لَهُ بِصَوْمُ سَنَتَيْنِ.** (المعجم الأوسط للطبراني: ٧٥١)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی تھیں: "سال بھر میں مجھے کوئی روزہ، عرفے کے دن کے روزے سے زیادہ محبوب نہیں ہے۔" **مَا مِنَ السَّنَةِ أَحَبُّ إِلَيَّ أَنْ اَصُوْمَهُ مِنْ يَوْمِ عَرَفَةَ.** (مصنف ابن أبي شيبة: ٩٨٠٩)

ایک مسئلہ یہ بھی جان لیں کہ عرفہ کا دن کے اعتبار ہر جگہ کے چاند کے حساب سے ہوتا ہے، اِسی لیے ایسا ہوسکتا ہے کہ سعودی میں عید ہو اور ہمارے یہاں نو ذی الحجہ، لہٰذا اپنے یہاں کا اعتبار کریں اور روزہ رکھنے کا اہتمام کریں۔

پہلے عشرے میں بال اور ناخن نہ کاٹنا

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ

"جب تم ذی الحجہ کا چاند دیکھ لو اور تم میں سے کسی کا قربانی کرنے کا ارادہ ہو، تو وہ اپنے بال اور ناخن کاٹنے سے بچے۔" إِذَا رَأَيْتُمْ هِلَالَ ذِي الْحِجَّةِ وَأَرَادَ أَحَدُكُمْ أَنْ يُضَحِّيَ فَلْيُمْسِكْ عَنْ شَعْرِهِ وَأَظْفَارِهِ. (مسلم: ۱۹۷۷۔عن أم سلمةؓ)

اسی لیے قربانی کا ارادہ رکھنے والے کے لیے بہتر ہے کہ ذی الحجہ کا چاند نظر آنے کے بعد سے قربانی ہونے تک جسم کے کسی حصے کے بال نہ کاٹے اور نہ ہی ناخن کاٹے، ہاں! اگر قربانی کرنے سے پہلے بال وغیرہ کاٹے ہوئے چالیس دن گذر گئے ہوں، تو پھر ناخن کاٹنا اور بال وغیرہ کی صفائی ضروری ہے۔

اِس لیے کہ چالیس دنوں کے بعد ناخن، موچھیں اور بغل اور زیر ناف کے بالوں کا صاف نہ کرنا ناجائز ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کہ "ہمارے لیے موچھوں کا صاف کرنا، ناخن کاٹنا، بغل کے بال اُکھاڑنا اور ناف کے نیچے کے بال کو صاف کرنے کی زیادہ سے زیادہ مدّت چالیس دن مقرر کی گئی ہے۔" قَالَ أَنَسٌ: وُقِّتَ لَنَا فِي: قَصِّ الشَّارِبِ، وَتَقْلِيمِ الْأَظْفَارِ، وَنَتْفِ الْإِبِطِ، وَحَلْقِ الْعَانَةِ، أَنْ لَا نَتْرُكَ أَكْثَرَ مِنْ أَرْبَعِينَ لَيْلَةً. (مسلم: ۲۵۸-عن انسؓ)

اِسی لیے قربانی کا ارادہ ہو، تو بال اور ناخن نہ کاٹنا بہتر ہے؛ لیکن اگر بال اور ناخن کاٹے ہوئے چالیس دن گذر گئے ہوں، تو ایسی صورت میں بال اور ناخن کاٹنا ضروری ہے۔ اللہ ہمیں دین کی صحیح سمجھ عطا فرمائے۔ آمین۔

قربانی کس پر واجب ہے؟

قربانی کے دنوں میں جس مرد اور عورت میں چند باتیں پائی جائیں گی، اُس پر قربانی واجب ہوگی:

(۱) مسلمان ہو: کافر قربان کا اہل ہی نہیں ہے۔ شکر ادا کیجیے کہ اللہ رب العزت نے مسلمان بنا کر کتنا بڑا احسان ہم پر کیا ہے۔ اَلإسلام فلا تجب علی الکافر لأنہ قربة

والكافر ليس من أهل القربة. (بدائع الصنائع: ١٩٥/٤)

(۲) آزاد ہو: یعنی غلام پر قربانی واجب نہیں ہے۔

الحرّية. (بدائع الصنائع: ١٩٥/٤)

(۳) مقیم ہو: یعنی مسافر پر قربانی واجب نہیں ہے؛ چناں چہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کہ مسافر پر قربانی واجب نہیں ہے۔ **عَنْ عَلِيٍّ قَالَ لَيْسَ عَلَى الْمُسَافِرِ أُضْحِيَّةٌ.** (المُحلّٰى بالآثار لابن حزم: ٣٧/٦، مسئله نمبر: ٩٧٩)

(۴) صاحب نصاب ہو: چناں چہ حدیث شریف میں آتا ہے کہ جو شخص صاحب نصاب ہونے کے باوجود قربانی نہ کرے، تو ہماری عید گاہ کے قریب بھی نہ آئے۔ (مستدرك حاكم: ٣٤٦٨؛ جمع الفوائد: ٣٠٧٣)

لہٰذا جس مرد یا عورت کے پاس ساڑھے سات تولہ سونا یا ساڑھے باون تولہ چاندی یا نقدی مال یا تجارت کا سامان یا ضرورت سے زائد سامان میں سے کوئی ایک چیز یا اِن پانچوں چیزوں یا بعض کا مجموعہ ساڑھے باون تولہ چاندی کے برابر ہو، تو ایسے مرد اور عورت پر قربانی کرنا واجب ہے۔ (الجوهرة النيرة: ١٦٠/١)

یاد رہے کہ وہ چیزیں، جو ضرورت اور حاجت کی نہ ہوں؛ بلکہ صرف نمود و نمائش کی ہوں یا گھروں میں رکھی ہوئی ہوں اور سارا سال استعمال میں نہ آتی ہوں، تو وہ بھی نصاب میں شامل ہوں گی۔ **وَالْأَمْتِعَةُ الَّتِي يُقْصَدُ بِهَا الزِّيْنَةُ إِذَا بَلَغَ نِصَابًا نَّصِيْرُ بِهِ غَنِيَّةً.** (بدائع الصنائع: ۱۵۸،۱۵۹/۲؛ رد المحتار: ۲۹۶/۳)

جانور اچھی طرح دیکھ بھال کے خریدیں

قربانی کے لیے جانور خریدیں، تو یہ دیکھ لیں کہ جانور میں کوئی عیب تو نہیں ہے؛ کیوں کہ قربانی میں عیب دار جانور شریعت کی نگاہ میں پسندیدہ نہیں ہے اور کچھ عیب تو ایسے ہیں کہ اگر اُن کے ہوتے ہوئے جانور کی قربانی کر دی جائے، تو قربانی ہی نہیں ہوتی؛

چناں چہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہمیں رسول اللہ ﷺ نے حکم فرمایا: کہ ہم قربانی کے لیے جانور خریدتے وقت اُس کی آنکھوں کو اور کانوں کو اچھی طرح دیکھ لیا کریں اور آگے سے کٹے ہوئے کان والے، پیچھے سے کٹے ہوئے کان والے، لمبائی میں چرے ہوئے کان والے اور سوراخ دار کان والے کی قربانی نہ کریں۔

عَنْ عَلِيٍّ: أَمَرَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ أَنْ نَسْتَشْرِفَ الْعَيْنَ، وَالْأُذُنَ وَأَنْ لَّا نُضَحِّيَ بِمُقَابَلَةٍ، وَلَا مُدَابَرَةٍ، وَلَا شَرْقَاءَ، وَلَا خَرْقَاءَ. (أبوداؤد:٢٨٠٤؛ ترمذي:١٤٩٨؛ جمع الفوائد: ٢٧٤/٣، رقم: ٣٠٨٤)

اسی وجہ سے فقہاء نے کچھ ایسے عیبوں کی نشان دہی کی ہے کہ جن کے رہتے قربانی ادا نہیں ہوتی:

ایسا لنگڑا جانور، جو قربانی کی جگہ تک نہ جا سکتا ہو، تو اُس کی قربانی جائز نہیں۔

اگر جانور کے اکثر دانت ٹوٹے ہوئے ہوں کہ چارہ بھی نہ کھا سکتا ہو، تو اُس کی قربانی جائز نہیں۔

جس جانور کے پیدائشی طور پر کان نہ ہوں یا کان کا اکثر حصہ کٹا یا چرا ہوا ہو، تو اُس کی قربانی جائز نہیں۔

جس جانور کے پیدائشی سینگ نہ ہوں یا ٹوٹا ہوا ہو؛ لیکن جڑ سے نہ اُکھڑا ہو، تو اُس کی قربانی جائز ہے۔

جانور کی دُم اگر تہائی سے کم کٹی ہوئی ہو، تو قربانی جائز ہے۔

بھینس کا ایک تھن خراب اور باقی تین ٹھیک ہوں، تو قربانی جائز ہے اور اگر دو تھن خراب ہوں، تو قربانی جائز نہیں۔

اسی طرح بکری وغیرہ کا ایک تھن خراب ہو، تو قربانی جائز نہیں۔

جس جانور کی آنکھ کی بینائی بالکل یا اکثر ختم ہوگئی ہو، تو اُس کی قربانی جائز نہیں۔ **لَا بِالْعَمْيَاءِ وَالْعَوْرَاءِ وَالْعَجْفَاءِ.....وَلَا الْجَلَالَةِ.** (الدر المختار در رد المحتار: ٤٧٠/٩-٤٦٧)

اگر ذبح کرتے وقت جانور میں غیر اختیاری طور پر کوئی عیب آ جائے، تو اُس کی قربانی جائز ہے۔ **وَلا یَضُرُّ تَعَیُّبُھَا مِنْ اِضْطِرَابِھَا عِنْدَ الذَّبْحِ.** (الدر المختار در رد المحتار: ۹/۴۷۱)

جانور خریدتے وقت عمر کا بھی خاص خیال رکھیں

قربانی کے لیے جانور کی عمر کا خاص خیال رکھنا بھی ضروری ہے؛ چناں چہ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کہ قربانی کے لیے عمر والا جانور ذبح کرو۔ ہاں! اگر ایسا جانور نہ ملے، تو پھر چھے ماہ کا دنبہ ذبح کرو، جو سال بھر کا لگتا ہو۔

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ ؓ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ: لَا تَذْبَحُوْا إِلَّا مُسِنَّةً إِلَّا أَنْ یَعْسُرَ عَلَیْکُمْ فَتَذْبَحُوْا جِذْعَةً مِنَ الضَّأْنِ. (صحیح مسلم: ۲/۱۵۵، باب سن الأضحیة)

اِس حدیث میں اللہ کے رسول ﷺ نے "مُسِنَّة" کا جو لفظ استعمال فرمایا ہے، اِس سے مراد وہ جانور ہے، جس میں عمر کا لحاظ رکھا گیا ہو؛ چناں چہ بھیڑ اور بکری ایک سال کی اور بھینس دو سال کی اور اونٹ پانچ سال کا ہو۔

وَصَحَّ الثنی فصاعداً إن کان بحیث لو خلط بالثنایا لا یمکن التمییز من بعد من الثلاثة والثنی ھو ابن خمس من الإبل، وحولین من البقر والجاموس، وحول من الشاة والمعز والمتولد بین الأھل. (الدر المختار در رد المحتار: ۹/۴۶۶)

اِس حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے "مُسِنَّہ" نہ ملنے کی صورت میں چھے ماہ کا دنبہ ذبح کرنے کا حکم فرمایا۔

اور وہ اگر چھے ماہ کا بھیڑ اور دنبہ اتنا موٹا تازہ ہو کہ اُس کی عمر ایک سال کے برابر لگے؛ لیکن یہ بات دنبے اور بھیڑ کے ساتھ خاص ہے، بکرے اور بکری اور اِس پر قیاس نہ کیا جائے۔ **وَصَحَّ الجذع ذو ستة أشھر من الضأن إن کان بحیث لو خلط بالثنایا لا یمکن التمییز من بعد.**

اگر جانور آپ کے گھر کا پلا ہوا ہے، اُس کے آگے کے دانت نہیں نکلے ہیں؛ لیکن عمر ہو چکی ہے، تو ایسے جانور کی قربانی جائز ہے۔(کفایت المفتی: ۲۱۷/۸)

اللہ تعالیٰ ہمیں ہر موقع شرعی احکام کی پابندی کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

قربانی کا جانور خود اپنے ہاتھ سے ذبح کریں!

جو مرد اور عورت قربانی کا ارادہ رکھتے ہوں، اُن کے لیے بہتر یہ ہے کہ وہ اپنی قربانی کا جانور اپنے ہاتھوں سے ذبح کریں؛ چناں چہ حدیث میں آتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنی قربانی کا جانور اپنے ہاتھوں سے ذبح کیا کرتے تھے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے دو چتکبرے مینڈھوں کی قربانی کی۔ میں نے دیکھا کہ نبی ﷺ اپنے پاؤں جانور کے اوپر رکھے ہوئے ہیں اور "بسم اللہ واللہ اکبر" پڑھ رہے ہیں، اس طرح آپ نے دونوں مینڈھوں کو اپنے ہاتھ سے ذبح کیا۔ضَحَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، بِكَبْشَيْنِ أَمْلَحَيْنِ، فَرَأَيْتُهُ وَاضِعًا قَدَمَهُ عَلَى صِفَاحِهِمَا، يُسَمِّي وَيُكَبِّرُ، فَذَبَحَهُمَا بِيَدِهِ. (بخاری:۵۵۵۸)

نیز ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ اپنی بیٹیوں کو اپنی قربانی اپنے ہاتھ سے ذبح کرنے کا حکم دیا کرتے تھے؛ چناں چہ روایت میں ہے: کہ حضرت ابو موسیٰ اشعری نے اپنی لڑکیوں سے کہا کہ اپنی قربانی وہ اپنے ہاتھ ہی سے ذبح کریں۔ وَأَمَرَ أَبُو مُوسَى بَنَاتِهُ أَنْ يُضَحِّيْنَ بِأَيْدِيهِنَّ. (بخاری: باب من ذبح ضَحِيَّةَ غيره)

بعض حضرات مسئلہ پوچھتے ہیں کہ عورت کا ذبیحہ (عورت کا ذبح کیا ہوا جانور) جائز ہے؟ بالکل جائز ہے۔

چناں چہ جب رسول اللہ ﷺ سے یہی سوال کیا گیا، تو آپ ﷺ نے عورت کا ذبیحہ کھانے کا حکم فرمایا۔ عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ، عَنْ أَبِيهِ: أَنَّ امْرَأَةً ذَبَحَتْ شَاةً بِحَجَرٍ، فَسُئِلَ النَّبِيُّ ﷺ عَنْ ذٰلِكَ فَأَمَرَ بِأَكْلِهِ. (صحیح بخاری: ۹۲/۷، رقم:۵۵۰۴)

اور عورت کا ذبیحہ جائز ہونے کے ساتھ ساتھ قربانی کا جانور خود عورت کا اپنے ہاتھوں سے قربان کرنا بھی افضل ہے، جیسا کہ حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے ذکر کیا گیا ہے، نیز اگر کوئی مرد اور عورت اپنا جانور اپنے ہاتھوں سے ذبح نہ کر سکے، تو کم از کم ذبح کے وقت قربانی کے وقت موجود رہے؛ چناں چہ حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: کہ رسول اللہ ﷺ نے (اپنی بیٹی حضرت سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے) فرمایا: اے فاطمہ! اُٹھو اور اپنی قربانی کے پاس رہو (یعنی اپنی قربانی کے ذبح ہوتے وقت قریب موجود رہو)؛ کیونکہ اس کے خون کا پہلا قطرہ زمین پر گرنے کے ساتھ ہی تمہارے پچھلے تمام گناہ معاف ہو جائیں گے، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا! اللہ کے رسول! یہ فضیلت ہم اہل بیت کے ساتھ مخصوص ہے یا عام مسلمانوں کے لیے بھی ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا ہمارے لیے بھی ہے اور تمام مسلمانوں کے لیے بھی۔ يَا فَاطِمَةُ قُوْمِيْ فَاشْهَدِيْ أُضْحِيَتَکِ فَإِنَّ لَکِ بِأَوَّلِ قَطْرَةٍ تَقْطُرُ مِنْ دَمِهَا مَغْفِرَةً لِکلِّ ذَنْبٍ أَمَّا إِنَّه يُجَاءُ بِلَحْمِهَا وَدَمِهَا تُوْضَعُ فِيْ مِيْزَانِکَ سَبْعِيْنَ ضِعْفًا قَالَ أَبُوْ سَعِيْدٍ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ هٰذَا لآلِ مُحَمَّدٍ خَاصَّةً فَإِنَّهُم أَهلٌ لما خُصُّوا بِهِ مِنَ الْخَيْرِ أَوْ لِلْمُسْلِمِيْنَ عَامَّةً قَالَ لآلِ محمَّدٍ خاصَّةً وَلِلْمُسْلِمِيْنَ عَامَّةً. (الترغيب والترهيب: ۲/۱۶۰)

لیکن اگر کوئی مرد اور عورت صحیح طریقے سے چُھری نہ پھیر سکتے ہوں، تو پھر ایسی صورت میں یا تو کسی ماہر کی مدد لے لیں یا صرف کسی ماہر سے ہی ذبح کروائیں۔

حدیث میں ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنی قربانی میں دوسرے سے مدد لی۔
وَأَعَانَ رَجُلٌ ابْنَ عُمَرَ فِي بَدَنَتِه. (بخاری: باب من ذبح أضحية غيره)

اگر قصائی غیر محرم ہو، تو عورت کا موجود نہ رہنا بہتر ہے؛ چوں کہ پردہ اِس سے زیادہ ضروری ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں ہر طرح کی قربانی صحیح طور پر دینے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

عیدالاضحیٰ دنیا کے سامنے صفائی پیش کرنے کا سنہری موقع

اسلامی شریعت میں صفائی ستھرائی پر جتنا زور دیا گیا ہے، شاید ہی کسی مذہب میں اِس کا اتنا ذکر ہو، نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ صفائی ستھرائی آدھا ایمان ہے۔ اَلطُّھُوْرُ شَطْرُ الْاِیْمَانِ. (مسلم:-٥٥٦عن ابی مالك اشعریؓ)

غور کرنے کی بات یہ ہے کہ جب اِس پاکی کو آدھا دین فرمایا گیا ہے، تو اِس کا کس قدر خیال رکھنے اور اِس کو عملی طور پر عام کرنے کی ضرورت ہے، باطل اور غیر مذہب نے صفائی کو اتنا اختیار کیا کہ وہ اُن کی پہچان بن گئی اور مسلمان اتنی خوب صورت تعلیمات کو دنیا کے سامنے نہ پیش کر سکا۔ یا لَلْعَجَبْ!

عیدالاضحیٰ اِس پیغام کو دنیا کے سامنے عملی طور پر پیش کرنے کا بہترین موقع ہے، پوری دنیا میں مسلمان، جانور کی قربانی کرے گا، گلی گلی میں گھر گھر میں جانور ہوں گے؛ لیکن مسلمان صفائی ستھرائی کا ایسا خیال رکھیں کہ گلیوں اور سڑکوں میں گندگی ہو نہ بد بو، اور اسلام کا آفاقی پیغام پوری دنیا میں پہنچائیں کہ ہمارے نبی نے حکم فرمایا ہے کہ اپنے گھروں کو بھی صاف رکھو اور صحن اور گلیوں کو بھی۔

چناں چہ حدیث میں ہے کہ اللہ پاک ہے اور صفائی ستھرائی کو پسند کرتا ہے، اللہ مہربان ہے اور مہربانی کو پسند کرتا ہے، اللہ سخی ہے اور سخاوت کو پسند کرتا ہے، لہٰذا تم اپنے گھروں کو بھی صاف رکھو اور صحن اور گلیوں کو بھی اور یہودیوں کی مشابہت اختیار نہ کرو۔ اِنَّ اللّٰہَ طَیِّبٌ یُحِبُّ الطَّیِّبَ، نَظِیفٌ یُحِبُّ النَّظَافَةَ، کَرِیمٌ یُحِبُّ الْکَرَمَ، جَوَادٌ یُحِبُّ الْجُودَ، فَنَظِّفُوا، أُرَاهُ قَالَ: أَفْنِیَتَکُمْ وَلَا تَشَبَّهُوا بِالْیَهُودِ. (ترمذی:٢٧٩٩-عن ابن المسیبؓ؛ مشکوٰۃ:٢٨١)

اِس حدیث سے معلوم ہوا کہ گندگی کرنا یہودیوں کا کام ہے، جب کہ ایک مسلمان کو نہ گندگی پسند ہو نہ بد بو۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو صفائی ستھرائی کا خاص خیال رکھنے کی توفیق نصیب فرمائے۔ آمین۔

یومِ عرفہ کی فضیلتیں

تکمیلِ دین: عرفہ کے دن ہی اللہ رب العزت نے اپنے دین کو مکمل کیا تھا؛ چناں چہ روایت میں ہے: ایک یہودی نے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے کہا: امیر المؤمنین! اگر یہ آیت اَلْیَوْمَ أَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْإِسْلَامَ دِیْنًا. "آج میں نے تمہارے لیے تمہارے دین کو کامل کر دیا اور تم پر اپنا انعام بھرپور کر دیا اور تمہارے لیے اسلام کے دین ہونے پر رضامند ہو گیا" (سورۂ مائدہ:۳) ہمارے اوپر (تورات میں) نازل ہوتی تو ہم اس دن کو عید بنا لیتے جس دن وہ نازل ہوئی تھی، عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اس سے کہا: مجھے خوب معلوم ہے کہ یہ آیت کس دن نازل ہوئی تھی۔ یہ آیت یوم عرفہ (نویں ذی الحجہ) کو جمعہ کے دن نازل ہوئی تھی۔ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ مِسْعَرٍ وَغَيْرِهِ، عَنْ قَيْسِ بْنِ مُسْلِمٍ، عَنْ طَارِقِ بْنِ شِهَابٍ، قَالَ: قَالَ رَجُلٌ مِنَ الْيَهُودِ لِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ: يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ، لَوْ عَلَيْنَا أُنْزِلَتْ هَذِهِ الْآيَةُ الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا (سورة المائدة آیت:۳) لَاتَّخَذْنَا ذَلِكَ الْيَوْمَ عِيدًا، فَقَالَ لَهُ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ: أَنِّي أَعْلَمُ أَيَّ يَوْمٍ أُنْزِلَتْ هَذِهِ الْآيَةُ أُنْزِلَتْ يَوْمَ عَرَفَةَ فِي يَوْمِ الْجُمُعَةِ. (ترمذی:۷۷۲)

عرفے کا دن عید کا دن: عید الاضحی ۱۰/ ذی الحجہ کو شروع ہوتی ہے؛ لیکن یومِ عرفہ میں اللہ کی رحمت و بخشش کے دروازے کھل جانے کی وجہ سے اِس دن کو بھی عید کہا گیا۔ حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ عرفہ کا دن، قربانی کا دن اور ایّامِ تشریق، یہ سب مسلمانوں کے عید کے دن ہیں۔ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: يَوْمُ عَرَفَةَ، وَيَوْمُ النَّحْرِ، وَأَيَّامُ التَّشْرِيقِ عِيدُنَا أَهْلَ الْإِسْلَامِ." (ترمذی:۷۷۳)

عرفے کے روزے: حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ

نے فرمایا: کہ مجھے اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ عرفے کے دن کا روزہ رکھنا ایک سال پہلے اور ایک سال بعد کے گناہوں کو مٹادے گا۔ عَنْ أَبِي قَتَادَةَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: صِيَامُ يَوْمِ عَرَفَةَ إِنِّي أَحْتَسِبُ عَلَى اللَّهِ أَنْ يُكَفِّرَ السَّنَةَ الَّتِي قَبْلَهُ وَالسَّنَةَ الَّتِي بَعْدَهُ. (ترمذی:۷۴۹)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے: کہ عرفے کے دن کا روزہ ایک ہزار دن کے روزے رکھنے کے برابر ہے۔ صِيَامُ يَوْمِ عَرَفَةَ كَصِيَامِ أَلْفِ يَوْمٍ. (شعب الایمان: ۳٤۸٤)

حضرت عائشہ بیان فرماتی ہیں: کہ سال کا کوئی دن ایسا نہیں، جس میں مجھے عرفے کے دن سے زیادہ روزہ رکھنا محبوب اور پسندیدہ ہو۔ (شعب الایمان: ۳٤۸٤)

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ کوئی دن ایسا نہیں، جس میں عرفے کے دن سے زیادہ اللہ تعالیٰ بندوں کو جہنم سے آزاد کرتے ہوں۔ مَا مِنْ يَوْمٍ أَكْثَرَ أَنْ يُعتِقَ اللّٰهُ فِيهِ عَبْدًا مِّنَ النَّارِ مِنْ يَوْمِ عَرَفَةَ. (مسلم: ۱۳٤۸ مشکوٰۃ: ۲٦۰۱۔عن عائشہؓ)

یوم عرفہ کے اعمال

عرفے کے دن اگر دعا مانگی جائے، تو وہ سب سے بہترین دعا ہوتی ہے۔

آپ ﷺ نے عرفے کے دن کہے جانے والے سب سے بہترین الفاظ کی نشان دہی فرمائی، وہ یہ ہیں: "خَيْرُ الدُّعَاءِ دُعَاءُ يَوْمِ عَرَفَةَ. لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَاشَرِيكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ." (ترمذی:۳۵۸۵۔عن عمر بن شعیب عن أبیہ عن جدہؓ)

عرفے کے دن کچھ اعمال اہتمام کے ساتھ کرنے چاہیے، جیسے:

غسل کرنا؛ چناں چہ حضرت فاکہ بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ جمعے کے دن، عرفے کے دن، عید الفطر کے دن اور عید الاضحیٰ کے دن غسل فرمایا کرتے تھے۔

روزے رکھنا۔ چوتھا کلمہ کثرت کے ساتھ پڑھنا۔ عَنْ جَدِّهِ الْفَاكِهِ بْنِ سَعْدٍ وَكَانَتْ لَهُ صُحْبَةٌ – أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَغْتَسِلُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ، وَيَوْمَ عَرَفَةَ،

وَيَوْمَ الْفِطْرِ، وَيَوْمَ النَّحْرِ. قَالَ: وَكَانَ الْفَاكِهُ بْنُ سَعْدٍ يَأْمُرُ أَهْلَهُ بِالْغُسْلِ فِي هَذِهِ الْأَيَّامِ.

(مسند أحمد: ١٦٧٢٠)

کثرت کے ساتھ ذکر کرنا۔

گناہوں سے بچنا؛ چناں چہ حضرت فضل بن عباس بیان فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: کہ جس نے عرفے کے دن اپنی زبان، کان اور آنکھوں کی حفاظت کی، اُس کی عرفے سے لے کر عرفے تک (یعنی ایک سال کے) گناہوں کی مغفرت کردی جاتی ہے۔ مَنْ حَفِظَ لِسَانَهُ وَسَمْعَهُ وَبَصَرَهُ يَوْمَ عَرَفَةَ غُفِرَ لَهُ مِنْ عَرَفَةَ إِلَا عَرَفَةَ. (شعب الایمان: ۳۴۸۰)

ایام تشریق

ایام تشریق (یعنی ۹/ذی الحجہ کی فجر سے لے کر ۱۳/ذی الحجہ کی عصر تک کے دنوں) میں اللہ رب العزت نے خصوصی طور پر ذکر کی کثرت کا حکم فرمایا ہے؛ چناں چہ فرمایا: کہ اللہ تعالیٰ کو گنتی کے چند دنوں (یعنی تشریق کے دنوں) میں خوب یاد کرو۔ "وَاذْكُرُ اللّٰهَ فِيْ أَيَّامٍ مَّعْدُوْدَاتٍ." (سورۂ بقرہ، مع جلالین، آیت: ٢٠٣)

احادیث شریفہ میں تو اِن دنوں کو "أَيَّامُ الذِّكْرُ (ذکر کے دنوں)" کے نام سے یاد کیا گیا؛ چناں چہ نبی کریم نے فرمایا: کہ ایام تشریق، اللہ تعالیٰ کے ذکر کے دن ہیں۔

"اِنَّهَ أَيَّامُ أَكْلٍ وَشُرْبٍ وَذِكْرٍ." (مستدرک حاکم: ۱۵۸۸)

اِن تین دنوں میں ذکر کی کثرت کے تعلق سے صحابہ کے معمولات بھی ذکر کیے گئے ہیں؛ چناں چہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے بارے میں آتا ہے کہ اِن ایام تشریق میں "منیٰ" کے اندر نمازوں کے بعد، اپنے بستر پر، اپنے خیمے میں، عام مجلس میں اور راستہ چلتے ہوئے، غرض ہر حالت میں تکبیر کہا کرتے تھے۔ وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ يُكَبِّرُ بِمِنًى تِلْكَ الْأَيَّامَ، وَخَلْفَ الصَّلَوَاتِ، وَعَلَى فِرَاشِهِ، وَفِي فُسْطَاطِهِ، وَمَجْلِسِهِ، وَمَمْشَاهُ تِلْكَ الْأَيَّامَ جَمِيعًا. (بخاري: باب التكبير أيام منى)

اِس سے معلوم یہ ہوا کہ تکبیرِ تشریق صرف نمازوں کے ساتھ خاص نہیں؛ بلکہ اِن خاص دنوں میں چلتے، پھرتے، اُٹھتے، بیٹھتے، بازاروں میں، سڑکوں پر، چوراہوں پر الغرض جس مناسب حال میں ہوں اور جس مناسب جگہ پر ہوں ہر حال میں تکبیر کا اہتمام کرنا چاہیے۔(فتح الباری:۲/۴۶۲)

اللہ ہمیں عمل کی توفیق عطا فرمائے۔آمین۔

تکبیرِ تشریق کے احکام

نبی کریم ﷺ ۹/ذی الحجہ کی فجر سے لے کر ۱۳/ذی الحجہ کی عصر تک کل ۲۳/فرض نمازوں کے بعد تکبیرِ تشریق کہا کرتے تھے؛ چناں چہ حضرت علی اور حضرت عمار رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ عرفے کے دن فجر کی نماز سے تکبیر کہنا شروع فرماتے تھے اور ایامِ تشریق یعنی ۱۳/ذی الحجہ کے آخری دن عصر کی نماز میں کہنا بند کر دیا کرتے تھے۔ وَكَانَ يُكَبِّرُ مِنْ يَوْمِ عَرَفَةَ صَلَاةَ الْغَدَاةِ وَيَقْطَعُهَا صَلَاةَ الْعَصْرِ آخِرَ أَيَّامِ التَّشْرِيقِ.

(المستدرك للحاكم:١١١١)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی یومِ عرفہ کی فجر سے لے کر ۱۳/ذی الحجہ کی عصر تک تکبیر کہا کرتے تھے،جس کے الفاظ یہ ہیں:"اللّٰهُ أَكْبَرُ اللّٰهُ أَكْبَرُ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ أَكْبَرُ اللّٰهُ أَكْبَرُ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ." (الأوسط لابن منذر:٢٢٠٧)

یہی وجہ ہے کہ ایامِ تشریق میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اگر چہ ہمہ وقت تکبیر کہنے کا اہتمام فرماتے ہیں؛لیکن چوں کہ رسول اللہ ﷺ بہ طورِ خاص فرض نمازوں کے بعد تکبیر کہنے کا اہتمام فرماتے تھے، اِس لیے فقہائے کرام نے تکبیرِ تشریق ہر فرض نماز کے بعد مرد، عورت، شہری، دیہاتی، مقیم و مسافر، حاجی اور غیر حاجی، تنہاء اور جماعت سے نماز پڑھنے والے ہر ایک کے لیے واجب قرار دی ہے۔ فَهُوَا وَاجِبٌ عَلَى كُلِّ مَنْ يُصَلِّي الْمَكْتُوبَةَ فَيَجِبُ عَلَى الْمُسَافِرِ وَالْمَرْأَةِ وَالْقَرَوِيِّ. (البحر الرائق: ٢/١٦٦، آخر باب العيدين)

مرد کو درمیانی آواز سے اور عورت کو آہستہ سے تکبیر کہنی چاہیے۔ بہت سے مرد حضرات چیخ کر تکبیر پڑھتے ہیں، یہ درست نہیں ہے۔ **وَالْمَرْأَةُ تَخْفَضُ صَوْتَهَا.** (حاشية الطحاوی علی المراقی: ص۵۲۹)

سلام کے فوراً بعد اگر تکبیر نہ کہی اور نماز کے خلاف کوئی کام نہیں کیا ہے، تو یاد آنے پر تکبیر کہہ دینی چاہیے اور اگر نماز کے خلاف کوئی کام کرلیا، جیسے: کسی سے بات کر لی، تو تکبیر کا وقت ختم ہو گیا۔ **وَيَنْبَغِيْ أَنْ يُكَبِّرَ مُتَّصِلًا بِالسَّلَامِ حَتَّى لَوْ تَكَلَّمَ.** (الفتاوی الھندیہ: ۱/۱۵۲)

ایامِ تشریق کی کوئی نماز اگر قضا ہوگئی اور اسی سال انہیں دنوں میں پڑھی گئی، تو تکبیر کہنی ہے؛ لیکن اگر اِن پانچ دنوں کے پہلے فوت شدہ نماز اِن پانچ دنوں میں پڑھی ہے، تو تکبیر نہیں کہنی ہے۔ **وَمَنْ نَّسِيَ صَلَاةً مِنْ أَيَّامِ تَشْرِيْقٍ.... قَضَاهَا وَكَبَّرَ.** (الفتاوی الھندیہ: ۱/۱۹۲)

اگر امام تکبیر کہنا بھول جائے، تو مقتدیوں پر واجب ہے کہ امام کی تکبیر کا انتظار کیے بغیر فوراً تکبیر کہہ دیں۔ **وَلَوْ نَسِيَ الْإِمَامُ التَّكْبِيْرَ أَتَى بِهِ الْمُؤْتَمُّ وُجُوْبًا.** (حاشية الطحاوی علی المراقی: ص۵۲۹، باب الجمعة)

تکبیر تشریق فرض نماز کے بعد صرف ایک بار کہنا سنت ہے۔ "**إِنَّ الْإِتْيَانَ بِهِ مَرَّتَيْنِ خِلَافُ السُّنَّةِ.**" (ردّ المحتار: ۲/۱۷۸)

نفل نمازوں کے بعد تکبیر نہیں ہوتی

لَا تَكْبِيْرَ فِيْ شَيْءٍ مِنَ النَّوَافِلِ. (المحیط البرھان: ۲/۵۰۹)

مسبوق (جس کی کچھ رکعتیں امام کے پیچھے چھوٹ گئی ہوں، اُس) کے لیے بھی باقی رکعتیں پوری کرنے کے بعد تکبیر تشریق کہنا واجب ہے۔ **وَكَذَا يَجِبُ عَلَى الْمَسْبُوْقِ.** (فتاوء الھندیة: ۱/۱۵۲)

اللہ ہمیں اِن مسائل پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

ایصالِ ثواب کے لیے قربانی

اپنے کسی زندہ یا مردہ رشتے دار یا کسی نیک مسلمان یا خود نبی کریم ﷺ کے نام سے نفلی قربانی کرنا نہ صرف جائز؛ بلکہ اِس پر اِن شاءاللہ ثواب بھی ملے گا۔ نبی کریم ﷺ نے بعض مرتبہ پوری امت کی طرف سے اور بعض مرتبہ اپنے گھر والوں کی طرف سے نفلی قربانی فرمائی ہے؛ چناں چہ حضرت عبداللہ بن ہشام رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک بکری کی اپنے گھر والوں کی طرف سے قربانی کیا کرتے تھے۔ عَنْ جَدِّهِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ هِشَامٍؓ، وَكَانَ قَدْ أَدْرَكَ النَّبِيَّ ﷺ، وَذَهَبَتْ بِهِ أُمُّهُ زَيْنَبُ بِنْتُ حُمَيْدٍ إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ، فَقَالَتْ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ، بَايِعْهُ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: هُوَ صَغِيرٌ، فَمَسَحَ رَأْسَهُ، وَدَعَا لَهُ، وَكَانَ يُضَحِّي بِالشَّاةِ الْوَاحِدَةِ عَنْ جَمِيعِ أَهْلِهِ. (بخاری: ۷۲۱۰، کتاب الاحکام)

ایک حدیث میں آتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی امت کے ایسے افراد کو ثواب پہنچانے کی نیت سے بھی قربانی فرمائی کہ جن کے پاس اتنا مال نہیں ہے، جو جانور خرید کر قربانی کر سکتے ہوں؛ چناں چہ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ عید الاضحیٰ کے دن عید الاضحیٰ کی نماز میں عید گاہ حاضر ہوا، جب آپ ﷺ نے اپنا خطبہ مکمل فرما دیا، تو منبر سے نیچے اُترے اور ایک مینڈھے کو لایا گیا، پھر اُسے رسول اللہ ﷺ نے اپنے ہاتھ سے ذبح کیا اور "بسم اللہ واللہ اکبر" کہا اور فرمایا: کہ "یہ میری طرف سے اور میری امت کے اُن لوگوں کی طرف سے ہے، جنھوں نے مال نہ ہونے کی وجہ سے قربانی نہیں کی۔" شَهِدْتُ مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ الْأَضْحَى بِالْمُصَلَّى، فَلَمَّا قَضَى خُطْبَتَهُ نَزَلَ مِنْ مِنْبَرِهِ وَأُتِيَ بِكَبْشٍ فَذَبَحَهُ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ بِيَدِهِ، وَقَالَ: بِسْمِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ أَكْبَرُ هَذَا عَنِّي وَعَمَّنْ لَمْ يُضَحِّ مِنْ أُمَّتِي. (ابو داؤد: ۲۸۱۰)

اِس لیے فقہائے کرام فرماتے ہیں کہ ایصالِ ثواب کے لیے بھی قربانی کی جا سکتی ہے، اُس کا گوشت خود کھانا بھی جائز ہے اور جو قربانی کسی کو ثواب پہنچانے کے لیے کی جاتی

ہے،اُس میں کئی افراد کی نیت کرنا بھی جائز ہے۔ انّــه ﷺ إِنَّمَـا فَعَلَ ذٰلِکَ لِأَجْلِ الثَّوَابِ هُوَا انَّهُ جَعَلَ ثَوَابَ تَضْحِيَّتِهِ بِشَاةٍ وَاحِدَةٍ لِأُمَّةٍ. (بذل المجهود:٥/٧٦، كتاب الضحايا، باب في الشاة يضحي بها عن جماعة)

لیکن یادرکھیں کہ جس پر قربانی واجب ہے، پہلے اُس کواپنی طرف سے کرنی ہے، پھر اگر گنجائش ہو،تواپنے زندہ، وفات پاجانے والے رشتے داروں کی طرف سے بھی کی جاسکتی ہے۔

دوسری بات یہ یادرکھیں کہ گھر میں جتنے افراد بھی صاحبِ نصاب ہوں، اُن سب کی طرف سے الگ الگ قربانی کرنا ضروری ہے،گھر میں ایک کی طرف سے کرنے سے سب کی قربانی ادانہیں ہوگی۔

اللہ تعالیٰ ہمیں صحیح سمجھ نصیب فرمائے اورخوش دلی کے ساتھ قربانی کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین۔

جانور ذبح کرتے وقت، اِن چیزوں کا خیال رکھیں

(۱) ذبح کرتے وقت چند باتوں سے بچا جائے۔

(۲) جانور کو ذبح کرنے سے پہلے چُھری تیز کرلیں؛ تاکہ ایک بار میں ہی جانور ذبح ہو جائے، جانور کو لٹا کر یا جانور کے سامنے چُھری تیز نہ کریں۔(الشامیہ ٦/٢٩٦، ط:سعید)

(۳) جانور کے ٹھنڈا ہونے سے پہلے سر نہ کاٹیں اور نہ کھال اتاریں، نیز گدی کی طرف سے بھی ذبح نہ کریں۔(الشامیہ ٦/٢٩٦، ط:سعید)

(۴) جانور کو ذبح کرتے وقت قبلہ رخ لٹائیں چھری حرام مغز تک پہنچانا یا گردن کاٹ کر الگ کرنا غلط ہے۔(الشامیہ ٦/٢٩٦، ط:سعید)

(۵) ذبح سے پہلے قربانی کے لیے خریدے ہوئے جانور کے بال کاٹنا ،اس پر سوار ہونا، بوجھ لادنا، اسے کرایہ پر چلانا وغیرہ، غرض اس سے کسی بھی طرح کا فائدہ اُٹھانا منع ہے۔

(الھندیہ:٥/٣٠٠، ط:رشیدیہ)

(۶) جانور کی رسی اور جھول کو اپنے استعمال میں نہ لائیں؛ بلکہ اُس کو بھی صدقہ کر دیں۔

(بدائع:۵/ ۸۱،ط:رشیدیه،الشامیه:۶/ ۳۲۸،ط:سعید)

(۷) قصائی کو اجرت میں جانور کی کوئی چیز نہ دیں۔

(۸) افضل یہ ہے کہ دن میں قربانی کریں، اگر کسی ضرورت کی وجہ سے رات میں بھی کرنی پڑے، تو جائز ہے۔ (الشامیہ،اعلاءالسنن:۱۷/۲۷۵،ط:ادارۃالقرآن)

عید الاضحیٰ کی رات عبادت میں گذاریں

ذی الحجہ کے پہلے عشرے کی تمام راتیں انتہائی فضیلت اور اہمیت کی حامل ہیں، اِن دس راتوں میں بھی عشرے کی آخری رات (عید الاضحیٰ کے ایک دن پہلے کی رات) بہت زیادہ اہم ہے، لہٰذا اِس رات کو ضائع کرنے کے بجائے عبادت میں گذاریں، اکثر دیکھا گیا ہے کہ لوگ عید سے پہلے کی رات کو دوستوں کے ساتھ گپ شپ، سڑکوں اور چوراہوں پر ایک دوسرے کے ساتھ مسخروں، شوپنگ اور اِن جیسے دوسرے غیر اہم کاموں میں ضائع کر دیتے ہیں؛ حالاں کہ اِس رات کو اللہ رب العزت کی عبادت، ذکر، تلاوت، دعا اور استغفار کے ساتھ گذارنا چاہیے۔ وَنُدِبَ.....إِحيَاءُ لَيْلَتَيِ الْعِيْدَيْنِ وَلَيَالِ عَشْرِ ذِي الْحِجَّةِ.

(نُوْرُ الْإِيْضَاح:ص ۸۰، فصل في تحية المسجد)

حدیث میں آتا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: کہ جس شخص نے عیدین (عید الفطر اور عید الاضحیٰ) کی راتیں، اللہ کی رضا اور ثواب حاصل کرنے کی خاطر عبادت میں گذاریں، تو اُس کا دل اُس دن مردہ نہیں ہوگا، جس لوگوں کے دل مردہ ہو جائیں گے۔ مَنْ قَامَ لَيْلَتَيِ الْعِيدَيْنِ مُحْتَسِبًا لِلّٰهِ، لَمْ يَمُتْ قَلْبُهُ يَوْمَ تَمُوتُ الْقُلُوبُ. (ابن ماجه:۱۷۸۲-عن أبي أمامةؓ)

اِس سے قیامت کا دن مراد ہے۔ تمام فقہاء اور محدثین اِس رات کو بہت اہمیت دیا کرتے تھے۔ اِتَّفَقُوا عَلَى اِسْتِحْبَابِ إِحْيَاءِ لَيْلَتَيِ عِيدَيْنِ. (شرح نووی علی مسلم: ۸/ ۷۱، باب صوم عشر ذی الحجه)

لہٰذا! اِس کی فضیلت کے پیشِ نظر ہم سب کو چاہیے کہ حتی الامکان اِس رات خوب اللہ کی عبادت میں گذاریں، اللہ ہمیں قدردانی کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

حلال جانور کے سات حرام اعضاء

رسول اللہ ﷺ کو حلال جانور کی سات چیزیں کھانا پسند نہیں تھا:

(۱) بہنے والا خون، (۲) مادہ جانور کی شرم گاہ، (۳) خصیتین (نر جانور کے فوطے)، (۴) غدود (جسم کے اندر کی گانٹھ گلٹھی)، (۵) نر جانور کی پیشاب گاہ، (۶) مثانہ اور (۷) پتہ۔

عن مجاهد قال كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَكْرَهُ مِنَ الشَّاةِ سَبْعًا، الدَّمَ وَالْحَيَاءَ وَالْأُنْثَيَيْنِ وَالْغُدَدَ وَالذَّكَرَ وَالْمَثَانَةَ وَالْمَرَارَةَ. (مصنف عبدالرزاق: ۴/۴۰۹، السنن الكبرى للبيهقي: ۱۰/۷، باب مايكره من الشاة)

یاد رہے کہ اِن تمام چیزوں میں سے خون تو بالکل حرام ہے۔ قرآن میں ہے: "**اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ.** (سورة البقرة: ۱۷۳)" کہ تم پر مردار اور خون حرام کیا ہے اور باقی چھ چیزیں مکروہِ تحریمی (حرام کے قریب قریب) ہیں۔ **كذا في ملتقى الأبحر والمجمع والد.** (۴/۴۸۹، ۴۹۰ ط دار الكتب العلمية بيروت لبنان؛ وبدائع الصنائع ۴/۱۹۰، ط مكتبه زكريا، ديوبند؛ ورد المحتار ۹/۴۵۱، ط مكتبه زكريا، ديوبند؛ عن البدائع والدر والرد ۱۰/ ۴۷۷، ۴۷۸؛ وغيرها من كتب الفقه)

جانور ذبح کرنے کا طریقہ

جانور کو بائیں پہلو پر قبلہ رخ لٹائیں (یعنی اُس کے پیر قبلے کی طرف کر دیں اور اپنا دایاں پاؤں اُس کے شانے پر رکھ کر تیز چُھری کے ساتھ "بسم اللہ، واللہ اکبر" پڑھ کر ذبح کر دیں۔ (بدائع الصنائع: ۴/۱۸۸)

"حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے دو چتکبرے سینگوں والے مینڈھوں کی قربانی کی، آپ ﷺ نے ان دونوں کو اپنے ہاتھ سے ذبح کیا، اور ذبح کرتے وقت "بسم اللہ، اللہ اکبر" پڑھا، اوران کے پہلو پر اپنا قدم مبارک رکھا۔" عن أنس، قال: ضحى النبي ﷺ بكبشين أملحين أقرنين، ذبحهما بيده، وسمى وكبر، ووضع رجله على **صفاحهما**. (بخاری:۵۵۵۸؛ صحیح مسلم:۱۹۶۶)

"ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک سینگوں والا مینڈھا لانے کا حکم دیا جو سیاہی میں چلتا ہو، سیاہی میں بیٹھتا ہو اور سیاہی میں دیکھتا ہو (یعنی پاؤں، پیٹ اور آنکھیں سیاہ ہوں)۔ پھر ایک ایسا مینڈھا قربانی کے لیے لایا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اے عائشہ! چُھری لاؤ۔ پھر فرمایا کہ اس کو پتھر سے تیز کرو، تو میں نے تیز کر کے دی۔ پھر آپ ﷺ نے چھری لی، مینڈھے کو پکڑا، اس کو لٹایا، پھر ذبح کرتے وقت فرمایا کہ "بسم اللہ"، اے اللہ! محمد (ﷺ) کی طرف سے اور محمد (ﷺ) کی آل کی طرف سے اور محمد (ﷺ) کی امت کی طرف سے اس کو قبول کر، پھر اس کی قربانی کی۔" عن عائشة: أن رسول الله ﷺ أمر بكبش أقرن يطأ في سواد، ويبرك في سواد، وينظر في سواد، فأتي به ليضحي به، فقال لها: يا عائشة، هلمي المدية، ثم قال: اشحذيها بحجر، ففعلت: ثم أخذها، وأخذ الكبش فأضجعه، ثم ذبحه، ثم قال: باسم الله، اللهم تقبل من محمد، وآل محمد، ومن أمة محمد، ثم ضحى به." (صحیح مسلم:۱۹۶۷؛ أبو داؤد:۲۷۹۲)

جانور کے گلے میں چار رگیں ہوتی ہیں:

(۱) حلقوم (Larynx)، جس سے سانس لیا جاتا ہے۔

(۲) مری (Pharynx)، جس سے کھانا پانی اندر جاتا ہے۔

(۳) دورانِ خون والی دو رگیں (veinsandArteries)،

(۴) اِن چار رگوں میں سے اگر تین رگیں کٹ جائیں، تو جانور حلال ہو جاتا ہے اور

شرعی طور پر ذبح صحیح ہوجاتا ہے۔(شامی:۹/۴۲۶)

اگر دو شخص مل کر جانور کے گلے پر چھری پھیر رہے ہوں، تو دونوں "بسم اللہ، اللہ اکبر" کہیں اور اگر کسی ایک شخص نے بھی جان بوجھ کر تکبیر نہیں کہی، تو جانور حرام ہوجائے گا۔

أَمَّا الِاخْتِيَارِيَّةُ، فَرُكْنُهَا الذَّبْحُ فِيمَا يُذْبَحُ مِنَ الشَّاةِ وَالْبَقَرِ، وَالنَّحْرُ فِيمَا يُنْحَرُ وَهُوَ الْإِبِلُ عِنْدَ الْقُدْرَةِ عَلَى الذَّبْحِ وَالنَّحْرِ، وَلَايَحِلُّ بِدُونِ الذَّبْحِ أَوِالنَّحْرِ، وَالذَّبْحِ هُوَ فَرْيُ الْأَوْدَاجِ وَمَحَلُّهُ مَا بَيْنَ اللَّبَّةِ وَاللَّحْيَيْنِ، وَالنَّحْرُ فَرْيُ الْأَوْدَاجِ وَمَحَلُّهُ آخِرُ الْحلْقِ، وَلَوْ نَحَرَ مَا يُذْبَحُ أَوْ ذَبَحَ مَا يُنْحَرُ يَحِلُّ لِوُجُودِ فَرْيِ الْأَوْدَاجِ لَكِنَّهُ يُكْرَهُ لِأَنَّ السُّنَّةَ فِي الْإِبِلِ النَّحْرُ وَفِي غَيْرِهَا الذَّبْحُ، كَذَا فِي الْبَدَائِعِ ... وَالْعُرُوقُ الَّتِي تُقْطَعُ فِي الذَّكَاةِ أَرْبَعَةٌ: الْحُلْقُومُ وَهُوَ مَجْرَى النَّفَسِ، وَالْمَرِيءُ وَهُوَ مَجْرَى الطَّعَامِ، وَالْوَدَجَانِ وَهُمَا عِرْقَانِ فِي جَانِبَيْ الرَّقَبَةِ يَجْرِي فِيهَا الدَّمُ، فَإِنْ قُطِعَ كُلُّ الْأَرْبَعَةِ حَلَّتْ الذَّبِيحَةُ، وَإِنْ قُطِعَ أَكْثَرُهَا فَكَذَلِكَ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ – رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالَى، وَقَالَا: لَا بُدَّ مِنْ قَطْعِ الْحُلْقُومِ وَالْمَرِيءِ وَأَحَدِ الْوَدَجَيْنِ، وَالصَّحِيحُ قَوْلُ أَبِي حَنِيفَةَ – رَحِمَهُ اللهُ تَعَالَى – لِمَا أَنَّ لِلْأَكْثَرِ حُكْمَ الْكُلِّ، كَذَا فِي الْمُضْمَرَاتِ ." (فتاوىٰ هنديه: ٥/ ٣٠٤؛كِتَابُ الذَّبَائِحِ وَفِيهِ ثَلَاثَةُ أَبْوَابٍ، الْبَابُ الْأَوَّلُ فِي رُكْنِهِ وَشَرَائِطِهِ وَحُكْمِهِ وَأَنْوَاعِهِ، ٥/ ٢٨٥ – ٢٨٧)

افضل یہ ہے کہ قربانی کے گوشت کے تین حصے کریں، ایک خود استعمال کریں، دوسرا پڑوسی اور رشتے داروں کے یہاں بھیجیں اور تیسرا حصہ غریبوں میں تقسیم کریں؛

چناں چہ آپ ﷺ کا عید کی قربانی سے متعلق فرمان ہے کہ: "اس میں سے خود بھی کھاؤ، ذخیرہ بھی کرو، اور صدقہ بھی دو۔" قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَا ذَاكَ قَالُوا نَهَيْتَ أَنْ تُؤْكَلَ لُحُومُ الضَّحَايَا بَعْدَ ثَلَاثٍ فَقَالَ إِنَّمَا نَهَيْتُكُمْ مِنْ أَجْلِ الدَّافَّةِ الَّتِي دَفَّتْ فَكُلُوا وَادَّخِرُوا وَتَصَدَّقُوا. (مسلم: ١٩٧١-عن عائشةؓ)

جانور ذبح کرتے وقت کی دعائیں

جب قربانی کا جانور قبلہ رخ لٹالیں، تو بہتر ہے کہ پہلے درج ذیل آیت پڑھیں:

"إِنِّي وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِي فَطَرَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ حَنِيفًا وَمَا أَنَا مِنَ الْمُشْرِكِينَ، قُلْ إِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ." (سنن ابن ماجه: ۳۱۲۱۔عن جابر بن عبد اللہؓ)

اور ذبح کرنے سے پہلے درج ذیل دعا اگر یاد ہو تو پڑھ لیں: اللّٰهُمَّ مِنْكَ وَ لَكَ پھر "بسم الله، الله اکبر" کہہ کر ذبح کرے اور ذبح کرنے کے بعد اگر درج ذیل دعا یاد ہو تو پڑھ لیں: اَللّٰهُمَّ تَقَبَّلْهُ مِنِّيْ كَمَا تَقَبَّلْتَ مِنْ حَبِيْبِكَ مُحَمَّدٍ وَ خَلِيْلِكَ إِبْرَاهِيْمَ عَلَيْهِمَا السَّلَامِ.

اگر کسی اور کی طرف سے ذبح کر رہا ہو تو "مِنِّي" کی جگہ "مِنْ" کے بعد اس شخص کا نام لے لیں۔

جانور پر بھی احسان کریں

اسلامی شریعت میں جانوروں کے ساتھ بھی حسنِ سلوک کرنے کی تاکید کی گئی ہے؛ چناں چہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جس نے ذبح کیے جانے والے جانور پر رحم کیا، تو اس پر اللہ تعالیٰ قیامت کے دن رحم فرمائیں گے۔ قال رسول الله ﷺ: مَنْ رَحِمَ ذَبِيْحَةً رَحِمَهُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ. (المعجم الكبير للطبراني: ۷۹۱۳)

اس سے معلوم ہوا کہ ذبیحہ کے ساتھ نرمی اور شفقت کا معاملہ کرنا قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کی طرف سے رحم حاصل ہونے کا ذریعہ ہے۔

جانور کے ساتھ نرمی اور شفقت کا مطلب بیان کرتے ہوئے خود جناب رسول اللہ نے فرمایا: پہلے چھری کو تیز کر لو اور جانوروں سے چھری چھپاؤ اور جلدی ذبح کرو۔ أَمَرَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِحَدِّ الشِّفَارِ، وَأَنْ تُوَارَى عَنِ الْبَهَائِمِ، وَقَالَ: إِذَا ذَبَحَ أَحَدُكُمْ، فَلْيُجْهِزْ. (ابن ماجه: ۳۱۷۲) إِذَا أَحَدَّ أَحَدُكُمُ الشَّفْرَةَ فَلَا يَحِدُّهَا وَالشَّاةُ تَنْظُرُ إِلَيْهِ. (مصنف لعبد الرزاق: ۸۶۰۶)

اسی طرح جانور کو ذبح کرنے کی جگہ لے جاتے وقت بھی اُس کے ساتھ اچھا سلوک کیا جائے؛ چناں چہ ایک مرتبہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ایک آدمی کو دیکھا کہ وہ بکری کو اس کے ذبح کرنے کے لیے پاؤں سے گھسیٹ کر لے جارہا تھا، تو اس سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کہ تیرا ناس ہو، اس بکری کو ذبح کے لیے اچھی طرح لے کر جاؤ۔ رَایٔ عُمَرَ بْنُ الْخَطَّابِ رَجُلًا یَسْحَبُ شَاۃً بِرِجْلِھَا لِیَذْبَحَھَا فَقَالَ لَہٗ وَیْلَکَ قُدْھَا اِلَی الْمَوْتِ قَوْدًا جَمِیْلًا. (مصنف لعبدالرزاق:۸۶۰۵)

اسی طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ بھی فرمایا کہ ایک بکری کو دوسری بکری کے سامنے ذبح نہ کرو۔ کَانَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ یَنْھٰی أَنْ تُذْبَحَ الشَّاۃُ عِنْدَ الشَّاۃِ. (مصنف لعبدالرزاق:۸۶۱۰)

اسی طرح جانور جب تک بالکل ٹھنڈا نہ ہو جائے، اُس وقت تک اُس کی کھال نہ اُتاری جائے؛ چناں چہ حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ ٹھنڈا ہونے سے پہلے بکری کی کھال کو اتارنا ناپسند فرماتے تھے۔ (مسند ابن الجعد: ٣٢٤٦) عن الحسن، أَنَّہٗ کَانَ یَکْرَہُ أَنْ تُسْلَخَ الشَّاۃُ حَتّٰی تَبْرُدَ.

جانور کا رُخ ذبح کرتے وقت قبلے کی طرف ہونا چاہیے۔ عن عائشة أم المؤمنين: [عن عائشةَ قالَت یا أیُّھا النّاسُ ضحُّوا وطیبوا بِھا أنفُسًا فإنّی سَمِعتُ رسول اللّٰہ ﷺ یقولُ ما من عبدٍ توجَّہَ بأُضحیتِہِ إلی القبلۃِ إلّا کانَ دمُھا وفرثُھا وصوفُھا حسَناتٍ مُحضراتٍ فی میزانِہِ یومَ القیامۃِ فإنَّ الدَّمَ وإن وقعَ فی التُّرابِ فإنَّما یقعُ فی حِرزِ اللّٰہِ حتّی یوفیَہُ صاحبَہُ یومَ القیامۃِ.

(مصنف عبد الرزاق:۸۱۶۷؛ ابن عبد البر: ٤٧٤ ؛ التمھید:٢٣/ ١٩٣)

نبی ﷺ نے فرمایا کہ قربانی کیا کرو، اور اس کے ذریعہ سے اپنے نفسوں کو پاک کیا کرو، کیوں کہ جو مسلمان اپنی قربانی کا رخ (ذبح کرنے کے لیے) قبلہ کی طرف کرتا ہے، تو اس کا خون، گوبر، اور اون قیامت کے دن میزان میں نیکیوں کی صورت میں حاضر کئے جائیں گے۔

عید کے دن افضل اعمال

عید کا دن خیر و برکت کا دن ہے، نیز خوشی ظاہر کرنے کے لیے اِس دن کو زینت کا دن بھی کہا گیا ہے"لِأَنَّهَا يَوْمُ الزِّيْنَةِ." (حلبی کبیر: ص ٥٦٦، فصل فی صلاۃ العید)

اِس لیے عید کے دن خاص اہتمام کے ساتھ یہ کام کرنے چاہئیں: (۱) صبح سویرے اُٹھ کر وقت پر فجر کی نماز ادا کرنا، (۲) عید کی نماز سے پہلے مسواک کرنا، (۳) غسل کرنا، (۴) اچھے کپڑے پہننا اور (۵) مردوں کو عمدہ قسم کی خوشبو لگانا۔ **يُسْتَحَبُّ فِيهِ أشياءُ:...... اِنَّهُ يُسْتَحَبُّ أَنْ يَسْتَاكَ وَيَغْتَسِلَ، وَيَطْعَمَ شَيْئًا، وَيَلْبَسَ أَحْسَنَ ثيابِهِ، وَيَمَسَّ طِيْبًا، يُخرِجَ فِطْرَتَهُ قَبْلَ أَنْ يَخرُجَ.** (بدائع الصنائع: ۲۷۹/۱، فصل ما يستحب فی يوم العيد)

عید کی نماز عید گاہ میں ہی ادا کرنا افضل ہے

والخروج إِلَيْهِ سُنَّةٌ. (درالمختار در رد المحتار: ۱٦٨/۲، باب العيدين)

جس جگہ نماز پڑھنے جائیں،تو کوشش کریں کہ جلدی پہنچیں اور کوئی عذر نہ ہو،تو پیدل جائیں۔

وَيُسْتَحَبُّ التبكيرُ والابتكارُ ماشيًا بعد ما صلَّى الفجرَ فی مسجدِ حيِّهِ ويرجعُ مِن طريقٍ أخر. (تبيين الحقائق: ۲۲۵/۱، باب صلاة العيدين)

عید الاضحیٰ کے دن نماز سے پہلے کچھ نہ کھائیں۔ رسول اللہ ﷺ قربانی کے دن بغیر کچھ کھائے نماز کے لیے نکلتے تھے اور نماز سے لوٹ کر قربانی کے گوشت میں سے کھاتے تھے۔ **أَنَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ، كَانَ لَا يَخْرُجُ يَوْمَ الْفِطْرِ حَتّٰى يَأْكُلَ، وَكَانَ لَا يَأْكُلُ يَوْمَ النَّحْرِ حَتَّى يَرْجِعَ.** (سنن ابن ماجه، رقم الحديث ۱۷۵۲، كتاب الصيام، باب فی الأكل يوم الفطر قبل أن يخرج، عن بريدة)

حضرت بریدہؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ عید الفطر کے دن اپنے گھر سے کچھ کھائے پیے بغیر نہیں نکلتے تھے، اور عید الاضحیٰ کے دن نماز عید سے فارغ ہو کر آنے تک کچھ کھاتے پیتے نہ

تھے، اور آپ قربانی کے جانور میں سے سب سے پہلے کلیجی تناول فرمایا کرتے تھے۔ عَنْ بُرَيْدَةَؓ قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ إِذَا كَانَ يَوْمُ الْفِطْرِ لَمْ يَخْرُجْ حَتّٰى يَأْكُلَ شَيْئًا، وَإِذَا كَانَ الْأَضْحٰى لَمْ يَأْكُلْ شَيْئًا حَتّٰى يَرْجِعَ، وَكَانَ إِذَا رَجَعَ أَكَلَ مِنْ كَبِدِ أُضْحِيَتِه.

(السنن الكبرى للبيهقي ، كتاب صلاة العيدين ، باب يترك الأكل يوم النحر حتى يرجع: ٣/ ١٤٠)

عیدالاضحیٰ کے دن بلند آواز سے تکبیر کہیں

- نماز کے لیے ایک راستے سے جانا اور دوسرے راستے سے واپس آئیں۔
- نبی کریم ﷺ عید کے دن ایک راستہ سے جاتے پھر دوسرا راستہ بدل کر آتے۔ عَنْ جَابِرٍؓ، قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ إِذَا كَانَ يَوْمُ عِيدٍ خَالَفَ الطَّرِيقَ.
- کثرت سے صدقہ کریں۔ "وإكثار صدقة۔" (درمختار:۲/۱۶۹، باب العیدین)
- گھر والوں کی ضروریات میں فراخ دلی سے کام لیں۔ ويُسَنُّ يومَ الْعِيدَيْنِ التوسُّعةُ علَى الأهلِ. (كشاف القناع عن متن العقناء: ٢/ ٥٢، باب صلاة العيدين)

قربانی کا گوشت

چناں چہ اللہ رب العزت کا ارشاد ہے: فوائد حاصل کریں جو ان کے لیے رکھے گئے ہیں اور چند مقرر ایام میں ان جانوروں پر اللہ کا نام لیں جو اللہ نے انہیں دیے ہیں، اس میں سے خود بھی کھائیں اور تنگ دست لوگوں کو بھی کھلائیں۔ لِيَشْهَدُوا مَنَافِعَ لَهُمْ وَيَذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ فِي أَيَّامٍ مَعْلُومَاتٍ عَلَى مَا رَزَقَهُمْ مِنْ بَهِيمَةِ الْأَنْعَامِ فَكُلُوا مِنْهَا وَأَطْعِمُوا الْبَائِسَ الْفَقِيرَ. (سورۂ حج:۲۸)

انہیں احادیث اور آیات کی وجہ سے فقہائے کرام فرماتے ہیں کہ قربانی کے گوشت کو تین حصوں میں تقسیم کر لینا چاہیے، ایک حصہ خود ذخیرہ کر لینا چاہیے، دوسرا حصہ ملنے جلنے والوں اور رشتے داروں کو بھیج دینا چاہیے اور ایک حصہ غریبوں کو دے دینا چاہیے، نیز غیر مسلموں کو بھی قربانی کا گوشت دینا جائز ہے۔ □○□


محرم

محرم الحرام میں کی جانے والی خُرافات

بعض حضرات اہلِ بیت کی محبت کی آڑ لے کر دین کی جڑوں کو کھوکھلا کرنے کی کوشش کرتے ہیں، اہلِ بیت اور آلِ رسول ﷺ کے نام پر واہیات عقائد و خیالات کی تبلیغ کرتے ہیں اور اپنی نادانی کے سبب ایسی خرافات اور رسومات انجام دیتے ہیں، جن کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں، یہ کام خصوصاً ماہِ محرم الحرام کے پہلے عشرے میں زیادہ ہوتا ہے؛ چناں چہ اِس مہینے میں تعزیوں کی بناوٹ ہوتی ہے، اُن سے منّتیں مانی جاتی ہیں، اُن کا طواف کیا جاتا ہے، تعزیے کے نیچے سے نکلنا سعادت سمجھا جاتا ہے، کربلا کے مصنوعی میدان میں پانی کی مشکیں ڈلوائی جاتی ہیں، محرم کا کڑا پہنا جاتا ہے، محرم میں شادی اور خوشی کی تقریبات کو ناجائز اور بدشگن سمجھا جاتا ہے، کالا لباس پہنا جاتا ہے، ننگے پیر پھرا جاتا ہے اور سیدھی سادھی عوام کو یہی باور کرایا جاتا ہے کہ انہیں سب خرافات کا نام دین ہے۔ تعزیے کے نام پر وہی سب کچھ انجام دیا جاتا ہے، جو کسی بُت خانے میں بُتوں کو پوجنے والے انجام دیتے ہیں، تعزیوں کو آدمی کسی بُت کی طرح اپنے ہاتھ سے تراشتا ہے، پھر اُس کے سامنے ہاتھ جوڑ کر منّتیں مانی جاتی ہیں، اُس سے مرادیں مانگی جاتی ہیں، اُس کی زیارت کو حضرت حسینؓ کی زیارت سمجھا جاتا ہے۔

غور کیجیے! کیا یہ تعزیے، تراشے ہوئے بُتوں کی پوجا کی طرح نہیں ہیں؟ اللہ تعالیٰ ناراضگی کا اظہار کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں: "اَتَعْبُدُوْنَ مَا تَنْحِتُوْنَ. (سورۃ الصّافات: ۹۵)" کیا تم ایسی چیزوں کی عبادت کرتے ہو، جس کو تم اپنے ہاتھوں سے تراشتے ہو؟

یاد رکھیں! یہ سب خرافات و رسومات اسلام کی صاف ستھری تعلیمات کے خلاف ہیں، اللہ، اُس کے رسول اور اہلِ بیت سے تعلق رکھنے والوں کو ہرگز ہرگز اِن کاموں کے قریب بھی نہیں جانا چاہیے۔

اللہ تعالیٰ ہمارے ایمان کی حفاظت فرمائے اور ہر طرح کی بدعقیدگی اور اعمالِ شرکیہ سے بچائے۔ آمین۔

محرم پر ماتم کیوں؟

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ "وہ شخص ہمارے طریقے پر نہیں، جو گریبان چاک کر کے اپنے چہرے کو پیٹے اور جاہلیت کی طرح پکار پکار کر روئے۔"عَنِ النَّبِيِّ ﷺ، قَالَ: لَيْسَ مِنَّا مَنْ شَقَّ الْجُيُوبَ وَضَرَبَ الْخُدُودَ وَدَعَا بِدَعْوَةِ الْجَاهِلِيَّةِ.

(ترمذي: ۹۹۹۔عن عبد الله ابن مسعودؓ)

بخاری شریف میں حضرت زینبؓ سے روایت ہے: "جب حضرت اُم حبیبہؓ کو اپنے والد حضرت ابوسفیانؓ کی موت کی خبر پہنچی، تو انہوں نے تیسرے دن خوشبو منگائی، جو زرد رنگ کی تھی اور اپنے بازوؤں اور رُخسار پر ملی اور فرمایا: کہ مجھے اِس کی ضرورت نہ تھی؛ مگر میں نے نبی کریم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: کہ ایسی عورت کے لیے جو اللہ تعالیٰ پر اور آخرت کے دن پر یقین رکھتی ہو یہ حلال نہیں کہ وہ کسی کے فوت ہو جانے پر تین دن، تین رات سے زیادہ سوگ اور غم منائے، سوائے شوہر کے کہ اُس کی موت پر عورت چار مہینے دس دن سوگ کرے گی۔"لَمَّا جَاءَ نَعْيُ أَبِي سُفْيَانَ مِنَ الشَّأْمِ دَعَتْ أُمُّ حَبِيبَةَؓ بِصُفْرَةٍ فِي الْيَوْمِ الثَّالِثِ، فَمَسَحَتْ عَارِضَيْهَا وَذِرَاعَيْهَا، وَقَالَتْ: إِنِّي كُنْتُ عَنْ هَذَا لَغَنِيَّةً لَوْلَا أَنِّي سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ: لَا يَحِلُّ لِامْرَأَةٍ تُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ أَنْ تُحِدَّ عَلَى مَيِّتٍ فَوْقَ ثَلَاثٍ، إِلَّا عَلَى زَوْجٍ فَإِنَّهَا تُحِدُّ عَلَيْهِ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَعَشْرًا. (بخاري: ۱۲۸۰)

یاد رہے! حضرت حسینؓ اور اہلِ بیت کی رفعت و عظمت کا کوئی منکر نہیں، وہ نواسۂ رسول ہیں، نوجوانِ جنت کے سردار ہیں۔اَلْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ سَيِّدَا شَبَابِ أَهْلِ الْجَنَّةِ.

(ترمذي:-۳۷۶۸عن ابی سعید الخدریؓ)

جگر گوشۂ رسول، حضرت فاطمہؓ و علیؓ ہیں۔۱۰ رمحرم الحرام ۶۱ھ کو بد بخت و بدنصیب اور بے رحم فوج کے ہاتھوں آپ کی اور آپ کے خاندان کی شہادت یقیناً المناک بھی ہے اور دردناک بھی ہے اور ظلم کی نہایت بدترین مثال بھی ہے؛ مگر سوچنے کی بات یہ ہے کہ آپؓ کی

شہادت پر مروجہ ماتم اور سینہ کوبی کیا اسلام کی تعلیم ہے؟

جو ہم نے دو حدیثیں پڑھی ہیں اُن سے معلوم ہوتا ہے کہ سینہ کوبی، ماتم اور تین دن سے زیادہ غم کرنا خود حضرت حسینؓ کے نانا جان حضرت محمد ﷺ کی تعلیمات کے خلاف ہے۔

اسلامی تاریخ بھیانک اور دردناک واقعات سے بھری پڑی ہے، بعد کے لوگوں کو تو چھوڑیے اگر ماتم منانا جائز ہوتا، تو کیا خود نبی ﷺ کے ساتھ ایسے واقعات پیش نہیں آئے، جن پر ماتم کیا جاتا؟ طائف میں آپ ﷺ کا لہولہان ہونا، احد میں دندانِ مبارک کا شہید ہونا، آپ ﷺ کے چہرۂ انور کا زخمی ہونا، آپ ﷺ کے خون سے زمین کا رنگین ہونا کیا ایک مومن کے لیے باعثِ تکلیف ورنج نہیں ہے؟

آپ ﷺ کا اِس دنیا سے پردہ فرما جانا، کیا اِس سے بڑھ کر امت کے لیے کوئی تکلیف دہ حادثہ ہوسکتا ہے، پیرانِ پیر حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ فرماتے ہیں: "اگر حضرت حسینؓ کی شہادت کے دن کو غم کا دن منانا جائز ہوتا، تو اُس سے کہیں زیادہ حقدار پیر کا دن تھا کہ اُس روز نبی ﷺ اور حضرت ابوبکرؓ کی وفات ہوئی۔ "لَوْ جَازَ أَنْ يُّتَّخَذَ يَوْمُ مَوْتِهِ يَوْمَ مُصِيْبَةٍ لَكَانَ يَوْمُ الْإِثْنَيْنِ أَوْلٰى بِذٰلِكَ إِذْ قَبَضَ اللّٰهُ تَعَالٰى نَبِيَّهُ مُحَمَّدً فِيْهِ وَذٰلِكَ أَبُوْ بَكْرٍ الصِّدِّيْقُؓ قُبِضَ فِيْهِ. (غنية الطالبين، مصرى: ٢/ ٣٨، مع زبدة السالكين: ص ٤٨٣)

اللہ ہمیں صحیح سمجھ عطا فرمائے۔ آمین۔

اہلِ بیت سے محبت کرنے والے ماتم نہ کریں

اسلامی تاریخ وقتاً فوقتاً ایسے الم ناک حادثوں سے دوچار ہوتی رہی ہے، جنہوں نے پوری امت کو ہلا ڈالا۔ چلتی زندگی کی نبضیں رُک گئیں۔

کیا حضرت ابوبکر صدیقؓ کی وفات کا صدمہ اس لائق نہ تھا کہ امت اپنے اِس عظیم محسن کی یاد میں ہر سال ماتم کر کے نم آنکھوں کے گرم گرم آنسوؤں سے عقیدت کے پھول پیش کرتی،

اسی طرح ایک محرم سن ۲۴ھ کی وہ سیاہ تاریخ غم کے اظہار کا سبب نہیں، جب ایک مجوسی بد بخت شخص ابولُولُو فروز نے اپنا زہریلا خنجر، سیدنا فاروقِ اعظمؓ کے جسمِ مبارک میں پیوست کر کے ملتِ اسلامیہ پر غم کے دروازے کھول دیے؟

کیا حضرت عثمان غنیؓ کی دردناک شہادت ایسی تھی کہ اُسے فراموش کر دیا جاتا، اُن کو قتل کرنے والے بد بخت و بد نصیب حضرت حسینؓ کو قتل کرنے والوں سے کم ظالم تھے؟ کیا اُن کا محاصرہ اور بے چارگی سیدنا حسینؓ سے کم درجے کی تھی؟

اسی طرح ستر صحابہ کا یک بارگی قتل، سید الشہداء حضرت حمزہؓ کی شہادت، حضرت علیؓ کی شہادت کیا کم دردناک ہے؟ مگر سلف صالحین اور حقیقی محبت رکھنے والوں نے کبھی اُن کا ماتم نہیں منایا، اسی لیے کہ خود اہلِ بیت کی تعلیمات ہی یہی ہیں؛ چناں چہ اہلِ تشیع کی معتبر کتابوں میں اہلِ بیت کی تعلیمات اس طرح ملتی ہیں۔

حضرت جعفر صادقؒ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کہ "مصیبت کے وقت کسی مسلمان کا، ران یا سینہ پیٹنا عمل کو ضائع کر دیتا ہے۔"قال رسول اللہ ﷺ فَيُرَبُ الْمُسْلِمِ يَدَهُ عَلٰى فَخِذِهِ عِنْدَ الْمُصِيبَةِ احْبَاطَ لِعَمَلِهِ. (فروع کافی: ۱/۲۲۲)

حضرت علی المرتضیٰؓ رسول اللہ کو غسل دیتے ہوئے فرما رہے تھے: "اگر آپ ﷺ نے ہمیں صبر کا حکم نہ دیا ہوتا اور رونے پیٹنے سے منع نہ فرمایا ہوتا، تو یقیناً ہم اپنے سر کا پانی آپ ﷺ کی وفات کی مصیبت پر خشک کر دیتے اور اِس مصیبت پر اپنا کوئی علاج نہ کراتے۔"

(حیات القلوب: ۲/۶۹۶)

حضرت علیؓ فرماتے ہیں: کہ "نبی ﷺ نے ماتم اور نوحہ خوانی نیز اِس طرح کی مجلسوں میں شرکت سے منع فرمایا۔"نَهَى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَنِ النِّيَاحَةِ وَالْاِسْمَاعِ اِلَيْهَا.

(من لا يحضره الفقيه: ٤٦٦)

حضرت محمد باقرؒ سے روایت ہے: "رسول اللہ ﷺ نے حضرت فاطمہؓ سے فرمایا: میری وفات

کے بعد ماتم نہ کرنا، بال نہ بکھیرنا اور ہائے ہائے سے نہ رونا اور نوحہ کرنے والیوں کو نہ بلانا۔"إِذَا أَنَا مِتُّ فَلَا تَخْمَشِيْ عَلَيَّ وَجْهًا وَلَا تَنْشَرِيْ عَلَيَّ شَعْرًا وَلَا تَنَادِيْ بِالْوَيْلِ وَلَا تَقِيْمِيْ عَلٰى نَائِحَةٍ. (فروع کافی: ۵۲۷/۳)

حضرت حسینؓ کے صاحب زادے حضرت علیؒ وہ ہستی ہیں، جنھوں نے کربلا کا خوں چکاں منظر خود اپنی آنکھوں سے دیکھا، جب حضرت حسینؓ کی شہادت کی خبر پہنچی، تو حضرت زینبؒ رونے لگیں، تو آپ نے اُن سے فرمایا: "اے پھوپھی جان! آپ جانتی ہیں کہ مصیبت کے بعد رونا کوئی فائدہ نہیں دیتا۔" آپ نے یہ اُس وقت فرمایا تھا جب خود حضرت حسینؓ کے قاتلوں نے شور مچانا اور رونا پیٹنا شروع کر دیا تھا۔ (جلاء العیون: ۴۲۴)

(اِس قسم کی مزید تفصیلات حرمتِ ماتم اور تعلیماتِ اہلِ بیت از مولانا حافظ مہر محمد میانوی میں دیکھی جاسکتی ہیں۔)

اللہ رب العزت ہمیں صحابہ اور اہلِ بیت کی حقیقی محبت عطا فرمائے اور تمام خرافات اور غیر اسلامی رسومات سے ہماری حفاظت فرمائے۔ آمین۔

محرم میں یہ کام ہرگز نہ کریں

ماہِ محرم اُن مہینوں میں سے ایک ہے، جن میں اگر عبادتوں کا اہتمام کر لیا جائے، تو بقیہ سال، دین پر چلنا آسان ہو جاتا ہے؛ لیکن اگر ان مہینوں کو بے جا رسومات و خرافات میں گذار دیا جائے، تو بقیہ مہینوں میں ایمان، نیک اعمال، شریعت کی پابندی اور قرآن وسنت کے احکام کی بجا آوری میں ہماری کیا حالت ہوگی؟ ذرا سوچیے!

اس لیے ضروری ہے کہ اِس ماہ میں خاص طور پر چند باتوں کا خیال رکھا جائے:

غیر شرعی مجلس وجلوسوں میں نہ خود شریک ہوں اور نہ اپنے بچوں کو شریک ہونے دیں؛ کیوں کہ اسلام میں نہ صرف گناہ؛ بلکہ وہ عمل بھی درست نہیں ہے، جو گناہ میں معاوِن بنے یا ہمارے کسی قول وعمل سے اُس کی تائید ہوتی ہو، اللہ رب العزت، گناہ پر تعاون کرنے سے منع فرماتا ہے، قرآن

میں ہے: "وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ." کہ گناہ پر ایک دوسرے کی مدد نہ کرو۔ (سورۂ مائدہ: ۲)

معمول کے مطابق کپڑے پہنیں؛ لیکن کالے کپڑے ہرگز نہ پہنیں، اگرچہ عام دنوں میں کالے رنگ میں کوئی مضائقہ نہیں۔ "وَيُسْتَحَبُّ الْأَبْيَضُ وَكَذَا الْأَسْوَدُ." (رد المحتار: ۹/ ۵۰۵، کتاب اللباس)

محرم کے دنوں میں خوشی کی تقریبات کا اہتمام کریں؛ تاکہ اِن دنوں کو منحوس اور غم کا مہینہ سمجھنے والے نادان بھائیوں تک ایک خاموش پیغام جائے۔

بعض لوگ پورے سال حضرتِ حسینؓ کو بھولے رہتے ہیں؛ لیکن صرف محرم کو ایصالِ ثواب کے لیے خاص کر لیتے ہیں، یہ ٹھیک نہیں، اِس سے بھی بچنا ضروری ہے۔

اِس کے علاوہ عہد کریں کہ زندگی میں کبھی بھی خلفائے راشدین (ابو بکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ و علیؓ)، اہلِ بیت اَطہار (نبی ﷺ کی پاک بیویاں، آپ کی چاروں بیٹیاں یعنی رقیہ، ام کلثوم، زینب اور فاطمہ اور اُن کی وہ اولادیں، جنھوں نے رسول اللہ ﷺ کی صحبت پائی (حضرات حسنین اور امامہ وغیرہ) اور ہر ہر صحابی سے خوش عقیدگی رکھیں گے، اُن کے بارے میں نہ کچھ بُرائی سنیں گے اور نہ کہیں گے اور ہمیشہ اِن مقدس ہستیوں کی عزت و وقار کا خیال رکھیں گے؛ کیوں کہ انبیاء اور رسولوں کے بعد سب سے بڑا مقام صحابہ کا ہی ہے، اسی وجہ سے آنحضرت ﷺ نے ہمیں تمام صحابہ کی عزت واحترام کا حکم فرمایا ہے، آپ نے فرمایا: "أَكْرِمُوْا أَصْحَابِيْ فَإِنَّهُمْ خِيَارُكُمْ" کہ میرے صحابہ کا اعزاز واکرام کرو؛ کیوں کہ وہ تم میں سب سے بہتر ہیں۔ (متفق الیہ، مشکوٰۃ: ۲/ ۵۵۴)

اللہ رب العزت ہمیں اِن تمام باتوں پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

ماہِ محرم میں نکاح کی فضیلت

محرم الحرام کا مہینہ انتہائی فضیلت و برکت کا مہینہ ہے؛ چناں چہ حدیث میں آتا ہے حضرت ابو ذر غفاریؓ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی ﷺ سے عرض کیا: یا رسول اللہ! کون سی

رات بہتر ہے اور مہینہ کون سا افضل ہے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: رات کا درمیانی حصہ سب سے بہتر ہے اور مہینوں میں افضل مہینہ، اللہ کا مہینہ ہے، جس کو تم محرم کے نام سے پکارتے ہو۔ سَأَلْتُ النَّبِيَّ ﷺ أَيُّ اللَّيْلِ خَيْرٌ وَأَيُّ الْأَشْهُرِ أَفْضَلُ؟ فَقَالَ: خَيْرُ اللَّيْلِ جَوْفُهُ وَأَفْضَلُ الْأَشْهُرِ اللّٰهِ الَّذِيْ تَدْعُوْنَهُ الْمُحَرَّمَ. (سنن کبریٰ بیهقی: ٤٦١٢)

حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں: "اللہ تعالیٰ نے سال کی ابتدا حرمت والے مہینے سے فرمائی اور حرمت والے مہینے پر ہی سال کا اختتام فرمایا؛ چناں چہ سال کا کوئی مہینہ رمضان کے مہینے کے بعد محرم الحرام سے زیادہ فضیلت والا نہیں۔ إِنَّ اللّٰهَ افْتَتَحَ السَّنَةَ بِشَهْرٍ حَرَامٍ وَخَتَمَهَا بِشَهْرٍ حَرَامٍ فَلَيْسَ شَهْرٌ فِي السَّنَةِ بَعْدَ شَهْرِ رَمَضَانَ أَعْظَمُ عِنْدَ اللّٰهِ مِنَ الْمُحَرَّمِ." (لطائف معارف: ۸۷)

محرم الحرام کے قابل احترام مہینہ ہونے کا تقاضا یہ ہے کہ اِس ماہ میں خوب عبادتیں کی جائیں اور نکاح بھی عبادت ہے اور ایمان مکمل کرنے کا ذریعہ ہے؛ چناں چہ حدیث میں ہے کہ "جب آدمی نکاح کر لیتا ہے، تو اُس کا آدھا دین مکمل ہو جاتا ہے، اب اُس کو چاہیے کہ باقی آدھے دین کے سلسلے میں اللہ سے ڈرتا رہے۔" إِذَا تَزَوَّجَ الْعَبْدُ فَقَدْ كَمَّلَ نِصْفَ الدِّيْنِ فَلْيَتَّقِ اللّٰهِ فِيْ نِصْفِ الْبَاقِيْ. (شعب الایمان: ٤/-٣٨٣ عن انسؓ)

ایک قول کے مطابق رسول اللہ ﷺ کی پیاری صاحب زادی حضرت فاطمہؓ کا نکاح حضرت علیؓ کے ساتھ اسی ماہِ مبارک میں ہوا۔ (تاریخ مدینہ دمشق لابن عساکر: ۱۲۸/۳، باب ذکر بنیہ وبناتہ) وتزوجها على أوائل المحرم سنة اثنتين، قيل: إنه تزوجها بعد أن ابتنى رسول الله صلى الله عليه وسلم بعائشة بأربعة أشهر ونصف، وبنى بها بعد تزويجه إياها بتسعة أشهر ونصف، وكان سنها يوم تزويجها خمس عشرة سنةً وخمسة أشهر ونصفًا، وكان سن على إحدى وعشرين سنةً وخمسة أشهر. وقيل: تزوجها في رجب سنة مقدمهم المدينة، وبنى بها مرجعه من بدر، ولها يومئذٍ ثمان عشرة سنةً. وفي الصحيح عن على قصة الشارفية لما ذبحهما حمزة، وكان على أراد أن يبنى بفاطمة. فهذا يدفع قول من زعم أن تزويجه بها

كـان بـعد أحد، فإن حمزة قُتل بأحد . وولـدت لـه: حسنًا وحُسينًا، ومُحسنًا، وأم كلثوم، وزينب." (الطبقات الكبرى ط دار صادر:۲۲/۸)

لہٰذا اِس ماہ میں نکاح کر لینا چاہیے اور اِس مہینے کو منحوس سمجھ کر نکاح نہ کرنا، تو گویا اِن احادیث وآیات کا انکار ہے، جس میں محرم کو فضیلت واحترام کا مہینہ قرار دیا گیا ہے، اسی لیے فقہائے کرام فرماتے ہیں "ماہ محرم میں شادی بیاہ کرنے میں کوئی حرج نہیں، جو لوگ برا سمجھتے ہیں، وہ سخت غلطی پر ہیں۔" (امداد المفتین: ۱۵٦)

اللہ ہمیں صحیح سمجھ عطا فرمائے۔ آمین۔

محرم کے روزے

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: کہ "رمضان المبارک کے بعد سب سے افضل روزے، اللہ کے مہینے، محرم الحرام کے ہیں اور فرض نماز کے بعد سب سے افضل تہجد کی نماز ہے۔" قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ أَفْضَلُ الصِّيَامِ بَعْدَ رَمَضَانَ شَهْرُ اللّٰهِ الْمُحَرَّمُ وَأَفْضَلُ الصَّلٰوةِ بَعْدَ الْفَرِيْضَةِ صَلٰوةُ اللَّيْلِ. (مسلم:۷٤۷)

ایک روایت میں ہے کہ یومِ عاشورہ (محرم کی دس تاریخ) کو زمانۂ جاہلیت میں قریش مکہ بھی روزہ رکھتے تھے اور آنحضرت ﷺ بھی ہجرت سے پہلے دس محرم کا روزہ رکھتے تھے۔ آپ ﷺ مدینہ تشریف لائے، تب بھی آپ نے یہ روزہ خود بھی رکھا اور مسلمانوں کو بھی روزہ رکھنے کا حکم دیا؛ لیکن جب رمضان کے روزے فرض ہوئے، تو آپ نے اجازت دی، جو چاہے رکھے اور جو چاہے نہ رکھے۔ أَنَّ عَائِشَةَؓ، قَالَتْ: كَانَ يَوْمُ عَاشُورَاءَ تَصُومُهُ قُرَيْشٌ فِي الْجَاهِلِيَّةِ، وَكَانَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ يَصُومُهُ، فَلَمَّا قَدِمَ الْمَدِينَةَ صَامَهُ، وَأَمَرَ بِصِيَامِهِ، فَلَمَّا فُرِضَ رَمَضَانُ تَرَكَ يَوْمَ عَاشُورَاءَ، فَمَنْ شَاءَ صَامَهُ، وَمَنْ شَاءَ تَرَكَهُ. (بخاری: ۲۰۰۲)

آپ ﷺ نے عاشورہ کے روزے کو نفلی قرار دیا؛ لیکن اِس کے باوجود اِس روزے

کا بہت اہتمام فرماتے تھے؛ چناں چہ حضرت عبد اللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ میں نے نہیں دیکھا کہ آپ ﷺ کسی فضیلت والے روزے کا اتنا اہتمام فرماتے تھے، جتنا اِس دن یعنی یومِ عاشورہ کے روزے کا اور اِس ماہ یعنی ماہِ رمضان کے روزے کا۔ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ، قَالَ: مَا رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَتَحَرَّى صِيَامَ يَوْمٍ فَضَّلَهُ عَلَى غَيْرِهِ، إِلَّا هَذَا الْيَوْمَ يَوْمَ عَاشُورَاءَ، وَهَذَا الشَّهْرَ يَعْنِي شَهْرَ رَمَضَانَ. (بخاری: ۲۰۰۶)

جب آپ ﷺ مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ تشریف لائے، تو مدینے کے یہودیوں کو عاشوراء کا روزہ رکھتے ہوئے پایا، اِس روز یہود روزہ کیوں رکھتے ہیں، یہ معلوم کرنے پر انہوں نے بتایا کہ یہی وہ عظیم دن ہے، جس دن اللہ نے حضرت موسیٰ اور اُن کی قوم کو نجات دی اور فرعون اور اُس کی قوم کو پانی میں غرق کر دیا، شکرانے کے طور پر حضرت موسیٰ نے اِس دن روزہ رکھا، انہیں کی یاد میں ہم بھی روزہ رکھتے ہیں۔ آپ ﷺ نے اُن سے فرمایا: کہ تم سے زیادہ ہم موسیٰ کے حق دار ہیں، اِس کے بعد آپ ﷺ نے خود بھی روزہ رکھا اور مسلمانوں کو بھی روزہ رکھنے کا حکم فرمایا۔ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَدِمَ الْمَدِينَةَ فَوَجَدَ الْيَهُودَ صِيَامًا، يَوْمَ عَاشُورَاءَ، فَقَالَ لَهُمْ رَسُولُ اللهِ ﷺ: مَا هَذَا الْيَوْمُ الَّذِي تَصُومُونَهُ؟ فَقَالُوا: هَذَا يَوْمٌ عَظِيمٌ، أَنْجَى اللهُ فِيهِ مُوسَى وَقَوْمَهُ، وَغَرَّقَ فِرْعَوْنَ وَقَوْمَهُ، فَصَامَهُ مُوسَى شُكْرًا، فَنَحْنُ نَصُومُهُ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: فَنَحْنُ أَحَقُّ وَأَوْلَى بِمُوسَى مِنْكُمْ فَصَامَهُ رَسُولُ اللهِ ﷺ، وَأَمَرَ بِصِيَامِهِ. (مسلم: ۱۱۳۰)

آپ ﷺ سے یومِ عاشوراء کے روزے کے بارے میں دریافت کیا گیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: کہ یہ روزہ پچھلے ایک سال کے گناہوں کا کفارہ ہوگا۔ وَسُئِلَ عَنْ صَوْمِ يَوْمِ عَاشُورَاءَ؟ فَقَالَ: يُكَفِّرُ السَّنَةَ الْمَاضِيَةَ. (مسلم: ۱۱۶۲۔عن أبی قتادةؓ)

امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ اِس روزے سے تمام گناہ معاف ہو جاتے ہیں، سوائے بڑے بڑے گناہوں کے۔ يُغْفَرُ ذُنُوبُهُ كُلُّهُ إِلَّا الْكَبَائِرَ. (المجموع شرح المهذّب: ۴۳۱/۶)

صحابیاتؓ کا معمول تھا کہ اپنے بچوں تک کو عاشورے کا روزہ رکھواتی تھیں؛ چناں چہ حضر

ت ربیع بنت معوذ بنت عفراءؓ کہتی ہیں: کہ نبی ﷺ کے منادی کو سننے کے بعد ہم خود بھی عاشوراء کا روزہ رکھتی تھیں اوراپنے چھوٹے چھوٹے بچوں کو بھی روزہ رکھواتی تھیں۔ فَكُنَّا بَعْدَ ذٰلِكَ نَصُوْمُهُ وَنُصَوِّمُ صِبْيَانَنَا الصِّغَارَ. (بخاری:۱۸۵۹؛ مسلم:۲۷۲۵)

عاشوراء کا روزہ چوں کہ یہود بھی رکھتے تھے، اسی لیے آنحضرت ﷺ کی خواہش تھی کہ اگر میں آیندہ سال زندہ رہا تو تاسوعاء (۹ رمحرم) کا بھی روزہ رکھوں گا۔ لَئِنْ بَقِيتُ إِلَى قَابِلٍ لَأَصُومَنَّ التَّاسِعَ. (مسلم:-۱۱۳۴عن عبد الله بن عباسؓ)

لیکن آیندہ سال آنے سے پہلے ہی آپ ﷺ کی وفات ہوگئی۔ فَلَمْ يَأْتِ الْعَامُ الْمُقْبِلُ، حَتّٰى تُوُفِّيَ رَسُولُ اللهِ ﷺ. (مسلم:-۱۱۳۴عن عبد الله بن عباسؓ)

اسی لیے فقہائے کرام فرماتے ہیں کہ دس تاریخ کے ساتھ ۹ ریا ۱۱ رکا بھی روزہ رکھنا چاہیے، تنہا عاشوراء کا بھی روزہ رکھا جاسکتا ہے، اس لیے کہ بہر حال فضیلت کا دن ہے۔ وَلَمْ يَكْرَهْهُ عَامَّتُهُمْ، لِأَنَّهُ مِنَ الْأَيَّامِ الْفَاضِلَةِ، فَيُسْتَحَبُّ اسْتِدْرَاكُ فَضِيْلَتِهَا بِالصَّوْمِ.

(بدائع الصنائع:۲/۳۱۸، کتاب الصّوم؛ فتح الملهم از مفتی تقی: ۳/۱۴۶)

افضل یہ ہے کہ تینوں دن (۹ ر، ۱۰ راور ۱۱ ر تاریخ) کا روزہ رکھا جائے یا پھر ۹ ر اور ۱۰ رکا رکھا جائے۔

آنحضرت ﷺ نے فرمایا: کہ عاشورے کا روزہ رکھو اور اُس میں یہود کی مخالفت کرو، لہٰذا عاشورے کا روزہ رکھو اور اُس سے ایک دن پہلے اور ایک دن بعد کا بھی روزہ رکھو۔ صُوْمُوْا يَوْمَ عَاشُوْرَاءَ وَخَالِفُوْا فِيْهِ الْيَهُوْدَ وَصُوْمُوْا قَبْلَهُ يَوْمًا أَوْ بَعْدَهُ يَوْمًا وَفِيْ رِوَايَةٍ. (مسند أحمد:۲۱۵۴۔عن عبد الله ابن عباسؓ)

اگر نودس کا نہ رکھ پائیں، تو پھر ۱۰ راور ۱۱ رکا رکھ لیں اور تنہا ۱۰ ر تاریخ کا روزہ رکھنے میں بھی کوئی حرج نہیں۔ مَرَاتِبُ الصَّوْمِ ثَلَاثَةٌ أَكْمَلُهَا أَنْ يُّصَامَ قَبْلَهُ يَوْمٌ وَبَعْدَهُ يَوْم وَيَلِيْ ذٰلِكَ أَنْ يُّصَامَ التَّاسِعَ وَالْعَاشِرَ وَعَلَيْهِ أَكْثَرُ الْأَحَادِيْثِ وَيَلِيْ إِفْرَادُ الْعَاشِرِ وَحْدَهُ بِالصَّوْمِ. (زاد المعاد:۲/۷۶)

مذکورہ تفصیلات کی روشنی میں روزوں کا اہتمام کریں، اللہ عمل کی توفیق نصیب فرمائے۔آمین۔

محرم کا کھچڑا

"بدعت" ہر اُس عقیدے اور کام کو کہتے ہیں کہ جس کا حکم دین میں نہ ہو؛ لیکن لوگوں نے اُس کو دین سمجھ کر اختیار کرلیا ہو۔آج ہمارے مسلم معاشرے میں کئی بدعتیں پائی جاتی ہیں اور با قاعدہ اِن بدعات کو صحیح ٹھہرانے کے لیے ہزاروں فضائل خود اپنے پاس سے گھڑ لیے گئے ہیں، بے چاری بھولی بھالی عوام نے اُنہیں بے جا خرافات کو دین سمجھ لیا ہے، اِن خرافات میں سے ایک یہ ہے کہ لوگ محرم کی ۱۰ر تاریخ کو کھچڑے کی رسم کرتے ہیں اور ساتھ میں نا جانے کتنے قصے کہانیاں اِس بدعت کو صحیح ٹھہرانے کے لیے گھڑتے ہیں۔

بدعتوں کو ختم کرنا پورے مسلم معاشرے کی ذمے داری ہے اور بدعتوں کو ختم کرنے کے لیے ہمیں دین کا صحیح علم حاصل کرنا پڑے گا، صحیح بات یہ ہے کہ محرم کے کھچڑے کی رسم اہلِ بیت سے دوستی رکھنے والوں کی نہیں؛ بلکہ دشمنی رکھنے والوں کی ایجاد ہے، خوارج (اہلِ بیت کے دشمنوں) نے حضرت حسینؓ کی شہادت کی خوشی میں ۱۰ر محرم کو مختلف اناج اور دالوں کو ملا کر کھچڑا بنانے کی رسم ایجاد کی، یہ لوگ ۱۰ر محرم میں نہا دھو کر خوب اچھی خوشبوئیں لگایا کرتے تھے، بہترین سے بہترین کپڑے پہنتے تھے، ۱۰ر محرم کو عید کا دن سمجھتے تھے، رنگ برنگے کھانوں کے تعلق سے اسراف سے کام لیتے تھے، جس کا مقصد خوشی اور مسرّت کا ظاہر کرنا ہوتا تھا۔وَقَدْ عَاكَسَ الرَّافِضَةَ وَالشِّيْعَةَ يَوْمَ عَاشُوْرَاءَ النَّوَاصِبُ مِنْ أَهْلِ الشَّامِ فَكَانُوْا فِيْ يَوْمِ عَاشُوْرَاءَ يَطْبَخُوْنَ الْحُبُوْبَ وَيَغْتَسِلُوْنَ وَيَتَطَيَّبُوْنَ، وَيَلْبَسُوْنَ أَفْخَرَ ثِيَابِهِمْ، وَيَتَّخِذُوْنَ ذٰلِكَ الْيَوْمَ عِيْدًا يَصْنَعُوْنَ فِيْهِ أَنْوَاعَ الْأَطْعِمَةِ وَيُظْهِرُوْنَ السُّرُوْرَ وَالْفَرْحَ. (البداية والنهاية:۸/۲۰۲، دار الفكر بيروت)

اسی لیے جانے انجانے میں اہلِ بیت کی دشمنی رکھنے والوں کی پیروی سے بچنے کی

کوشش کریں، کھچڑے کی رسم کو ہرگز ہرگز انجام نہ دیں؛ بلکہ اِس موقع پر صرف دو کام کرلیں: پہلا کام یہ ہے کہ روزہ رکھیں اور دوسرا کام اپنی وسعت کے مطابق اہل وعیال کے لیے دسترخوان کشادہ کریں؛ کیوں کہ حدیث میں عاشوراء کے دن اہل وعیال پر رزق کی کشادگی کی فضیلت آئی ہے؛ چناں چہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ "جو شخص عاشورے کے دن اہل وعیال کے لیے وسعت اختیار کرے گا، اللہ تعالیٰ پورے سال اُس کے لیے وسعت کرے گا۔" مَنْ وَسَّعَ عَلَى عَيَالِهِ يَوْمَ عَاشُوْرَاءَ وَسَّعَ اللّٰهُ عَلَيْهِ فِيْ سَائِرِ سَنَتِهِ.

(شعب الإيمان: ٣٣١٥؛ المعجم الكبير: ١٠٠٠٧-عن أبي هريرةؓ)

اللہ ہمیں تمام بدعات اور رسم ورواج سے بچنے اور قرآن وسنت کی سچی پیروی کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

❑❍❒


الیکشن

سیاسی شعور

اس وقت ہمارا ملک تاریخ کے نازک ترین دور سے گذر رہا ہے، خاص طور پر ۲۰۲۴ء کا الیکشن اِس ملک کے مستقبل کو طے کرنے والا ہے، یہ الیکشن اس بات کو طے کرنے والا ہے کہ یہ ملک ۲۰۲۴ء کے بعد جمہوری ملک باقی رہے گا یا یہ ملک ہندو راشٹر بن جائے گا؟ اور یہی الیکشن یہ طے کرنے والا ہے کہ کیا مسلمان عزت کے ساتھ اپنی اذان، اپنی مسجدوں، اپنے مدرسوں اور اپنے دعوت وتبلیغ کے کام کے ساتھ باقی رہیں گے، اِس لیے کہ اس وقت جو پارٹی اقتدار پر ہے اُس کے منسٹروں نے مختلف تحریروں وتقریروں میں صاف صاف کہا ہے کہ وہ اس ملک کے دستور کو بدل دیں گے اور اس ملک کو "ہندو راشٹر" بنا دیں گے اور اُنہوں نے یہ بھی اعلان کیا ہے کہ ۲۰۲۴ء کے الیکشن کے بعد پھر اس ملک میں الیکشن کی نوبت ہی نہیں آئے گی۔

اس صورتِ حال کو ہرگز ہرگز معمولی نہ سمجھیں ہرگز ہرگز اس سے غفلت نہ برتیں ورنہ ہم اِس کہاوت کے مصداق ہوں گے کہ "لمحوں نے خطا کی صدیوں نے سزا پائی۔"

خدانہ خواستہ اس وقت مسلمانوں نے تھوڑی بھی اس الیکشن میں غفلت کر لی تو اس جرم کی سزا، صدیوں تک بھگتنی پڑے گی۔

نہ مانو گے تو مٹ جاؤ گے ہندوستاں والوں، تمہاری داستاں تک بھی نہ ہوگی داستانوں میں۔

الحمدللہ! سارے ہندوستان میں ہر مسلک کے علماء اور جماعتوں کے ذمہ دار اور ہر قوم کے دانشور اس وقت متحد ہو کر ان ظالم طاقتوں کا مقابلہ کرنے کے لیے آگے آ گئے ہیں اور ہر اسٹیٹ میں الحمدللہ تمام مسلمان اپنے تمام اختلافات کو بھلا کر ہونے والے انتخابات میں متحد دکھائی دے رہے ہیں۔

اللہ رب العزت ہمیں ہماری کوششوں میں کامیابی عطا فرمائے۔ آمین۔

آئینِ ہند کے مطابق یہ ملک ہندو راشٹر کب بن سکتا ہے؟

ملک کے موجودہ دستور اور قانون کے مطابق اس ملک کو ہندو راشٹر بنانا اتنا آسان نہیں ہے؛ لیکن ہمارے دستور کے آرٹیکل ۳۶۸ر کے مطابق اگر اس دستور کو بدل کر اس

ملک کو ہندو راشٹر بنانا ہو، تو اس کی چار شرطیں ہیں۔

(۱) پہلی شرط: یہ ہے کہ ہندو راشٹر کے قانون کو بل کی صورت میں لوک سبھا میں پیش کرنا ہوگا اگر لوگ سبھا کے کل ۳۴۵/ارکان میں سے دو تہائی یعنی ۲۶۳/ارکان اگر بل کو پاس کردیں تو ہندو راشٹر بل لوک سبھا میں پاس ہو جائے گا۔ اس وقت لوگ سبھا میں، بی۔ جے۔ پی کے ۳۰۳/ارکان موجود ہیں، اگر اس وقت کے بل کو لوک سبھا میں پیش کیا جائے تو آسانی سے پاس ہو جائے گا۔

(۲) دوسری شرط: یہ ہے کہ لوگ سبھا کے بعد ہندو راشٹر کے بل کو راجیہ سبھا میں پیش کرنا ہوگا، اگر راجیہ سبھا کے کل ۳۴۲/ارکان میں سے دو تہائی یعنی ۲۶۱/ارکانِ پارلمینٹ نے اگر اس بل کو پاس کردیا تو ہندو راشٹر بل پاس ہو جائے گا؛ لیکن اس وقت راجیہ سبھا میں بی۔ جے۔ پی کے کل ۱۸/ارکان موجود ہیں جس کی وجہ سے راجیہ سبھا میں ہندو راشٹر بل پاس نہیں ہوسکتا؛ لیکن ۲۲۰۲ء میں راجیہ سبھا میں بی۔ جے۔ پی کے دو تہائی ایم پی مکمل ہو سکتے ہیں۔

(۳) تیسری شرط: یہ ہے کہ لوک سبھا اور راجیہ سبھا کے بعد ہندوستان کے کل ۳۰/صوبوں کے وزیرِ اعلیٰ میں سے کم از کم آدھے یعنی ۱۵/صوبوں میں اس بل کو پاس کرنا پڑے گا، اس وقت ۲۲/صوبوں میں بی۔ جے۔ پی کی حکومت موجود ہے، لہٰذا ہندو راشٹر بل لانے کے لیے اس شرط کو پورا کرنا بھی اِن کیلیے بہت آسان ہے۔

(٤) چوتھی شرط: یہ ہے کہ آخر میں اس بل کو صدر ہند کے سامنے پیش کیا جائے گا اگر صدر ہند نے بھی اس بل کو پاس کردیا اور اس پر دستخط کردیے، تو ہندو راشٹر بل پاس ہو جائے گا اس وقت پورا ہندوستان جانتا ہے کہ صدرِ ہند، کس جماعت سے تعلق رکھتے ہیں!

اس وقت ۲۲۰۲ء کا الیکشن مسلمانوں کے لیے بہت آزمائش کا ہے، سارے ہندوستان کے علماء دانشور اور مسلمان اور دوسری قومیں بھی بہت زیادہ تشویش اور فکر میں مبتلا ہیں، اس لیے ہر مسلک کے دانشور نے سب سے یہ دردمندانہ اپیل کی ہے کہ الیکشن میں کسی

طرح کی کوئی غفلت نہ برتیں، ہر مسلمان پر ضروری ہے کہ اپنے مسلکی اختلافات، جماعتی اختلافات، برادریوں کے اختلافات ان سب سے اوپر اٹھ کر خالص اللہ کے دین کی حفاظت کی نیت سے ووٹ ڈالیں ہر ایک اپنے پڑوسیوں کو، اپنے خاندان والوں کو اس کی طرف متوجہ کرے کہ کوئی ووٹ ڈالے بغیر نہ رہ جائے۔ مسلمانوں کے لیے اس وقت ضروری ہے کہ مسلمان سو فیصد ووٹنگ میں حصہ لیں اور کسی بھی صورت میں اپنے ووٹ کو تقسیم کیے بغیر متحد ہو کر ووٹ کریں۔

۲۰۱۴ میں پورے ملک کے اندر بی، جے، پی کے اقتدار پر آنے کی وجہ مسلمانوں کی تین بڑی غلطیاں ہیں:

(۱) پہلی بڑی غلطی: یہ ہے کہ ۵۰٪ فیصد مسلمانوں کے نام ووٹر لسٹ میں نہیں تھے اور مسلمانوں نے اس بات کی کوشش بھی نہیں کی کہ اپنے نام ووٹر لسٹ میں اندراج کرائیں، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانوں نے ووٹر لسٹ میں نام اندراج کرانے میں بڑی غفلت سے کام لیا ہے۔

(۲) دوسری بڑی غلطی: یہ ہے کہ ۵۰٪ فیصد ووٹوں میں بھی مسلمانوں نے بہت کم پولنگ کی، کہیں ۴۰٪ فیصد پولنگ ہوئی، تو کہیں ۵۰٪ فیصد پولنگ ہوئی، اس طرح مسلمانوں کے ووٹ اور کم ہو گئے۔

(۳) تیسری بڑی غلطی: یہ ہے کہ پولنگ شدہ ووٹوں کو مسلمانوں نے مسلکوں کی بنیاد پر، برادریوں کی بنیاد پر، جماعتوں کی بنیاد پر اور سیاسی پارٹیوں کی محبت اور وفاداری کی بنیاد پر تقسیم کر دیا جس کی وجہ سے مسلمانوں کے ووٹ کی قیمت پوری طرح سے ختم ہو گئی اور پورے ملک کے اندر ظالم طاقتیں مسلط ہو گئیں۔

خدانہ خواستہ اس وقت ۲۰۲۲ء کے الیکشن میں گزشتہ الیکشنوں کی طرح اگر مسلمانوں نے مسلک کے نام پر، برادریوں کے نام پر، جماعتوں کے نام پر اختلافات کرتے ہوئے اپنے ووٹوں کو تقسیم کر دیا، تو یاد رکھیں کہ آنے والی جتنی مصیبتیں ہوں گی، مسلمانوں پر جو

ظلم وتشدد ہوگا، اذانوں پر جو پابندی لگانے کی کوشش کی جائے گی، مدارس کے بند کرنے کی ناپاک سازشیں ہوں گی، ان سب کے ذمہ دار ہم سب مسلمان ہوں گے، بعد میں افسوس کرنے سے کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ اگر مسلمان اس مرتبہ ۱۰۰ر فیصد متحد ہوکر ووٹنگ کریں گے، تو انشاءاللہ! پورے ہندوستان سے ظالم طاقتوں کو شکست ہوگی، سسکتے ہوئے بچوں، روتی ہوئی عورتوں اور اس بلکتی ہوئی امّت کو چین نصیب ہوگا۔

لہٰذا! مسلمانوں کو چاہیے کہ اس وقت کسی کو ہٹانے، یا اپنے تعلقات والوں کی حمایت میں ووٹنگ کرنے کی بجائے، دین وایمان کی حفاظت کی نیت سے ووٹنگ کریں۔ ہم تمام مسلمانوں سے امید کرتے ہیں کہ الیکشن کے پورا ہونے تک ہر دن دعاؤں میں مصروف رہیں گے کہ اللہ تعالیٰ ظالم طاقتوں کو شکست دے۔ آمین ثم آمین۔

انتخابات میں ووٹ کی حیثیت

موجودہ دور کی گندی سیاست نے الیکشن اور ووٹ کے لفظوں کو اتنا بدنام کر دیا ہے کہ ان کے ساتھ مکر وفریب، جھوٹ، رشوت اور دغابازی کا تصور لازم ہوکر رہ گیا ہے، اِس لیے اکثر شریف لوگ سیاسی جھنجھٹ میں پڑنے کو مناسب ہی نہیں سمجھتے اور یہ غلط فہمی تو بیحد عام ہے کہ الیکشن اور ووٹوں کی سیاست کا دین ومذہب سے کوئی واسطہ نہیں ہے، اِس سلسلے میں ہمارے معاشرے کے اندر غلط فہمیاں پھیلی ہوئی ہیں، جن کا ازالہ ضروری ہے۔

ان شاءاللہ! آج سے اس سلسلے میں چند اسباق آپ حضرات کی خدمت میں پیش کیے جائیں گے، اِس امید کے ساتھ کہ ہم سب موجودہ الیکشن کی اہمیت کو سمجھ کر حسبِ طاقت اِس میں حصہ لیں گے۔

اپنے ووٹ کو استعمال کرنا ضروری ہے:

پہلی غلط فہمی تو سیدھے سادھے لوگوں میں اپنی طبعی شرافت کی وجہ سے یہ ہوئی ہے اور جس کا منشا اتنا بُرا نہیں؛ لیکن نتائج بہت بُرے ہیں، وہ غلط فہمی یہ ہے کہ آج کی سیاست مکر

وفریب کا دوسرا نام بن چکی ہے، اِس لیے شریف آدمیوں کو نہ سیاست میں کوئی حصہ لینا چاہیے، نہ الیکشن میں کھڑا ہونا چاہیے اور نہ ووٹ ڈالنے کی جھنجھٹ میں پڑنا چاہیے۔

یہ غلط فہمی خواہ کتنی ہی نیک نیتی کے ساتھ پیدا ہوئی ہو؛ لیکن بہر حال غلط اور ملک وملت کے لیے سخت مضر ہے، گذشتہ دنوں سے ہماری سیاست بلاشبہ مفاد پرست لوگوں کے ہاتھوں گندگی کا ایک تالاب بن چکی ہے؛ لیکن جب تک کچھ صاف ستھرے لوگ اِسے پاک کرنے کے لیے آگے نہیں بڑھیں گے، اِس گندگی میں اضافہ ہی ہوتا چلا جائے گا اور پھر ایک نہ ایک دن یہ نجاست خود اُن کے گھروں تک پہنچ کر رہے گی، لہٰذا عقل مندی اور شرافت کا تقاضا یہ نہیں ہے کہ سیاست کی اِس گندگی کو دور دور سے بُرا کہا جاتا رہے؛ بلکہ عقل مندی کا تقاضا یہ ہے کہ سیاست کے میدان کو ایسے لوگوں کے ہاتھوں سے واپس لینے کی کوشش کی جائے، جو مسلسل اِسے گندا کر رہے ہیں۔

حضرت ابوبکر صدیق سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ "اگر لوگ ظالم کو دیکھ کر اُس کا ہاتھ نہ پکڑیں، تو کچھ بعید نہیں کہ اللہ تعالیٰ اُن سب پر اپنا عذاب نازل فرمادیں۔" عَنْ أَبِی بَکْرِ الصِّدِّیقِ، أَنَّهُ قَالَ: أَيُّهَا النَّاسُ، إِنَّكُمْ تَقْرَئُونَ هَذِهِ الْآيَةَ: يَـأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا عَلَيْكُمْ أَنْفُسَكُمْ لا يَضُرُّكُمْ مَنْ ضَلَّ إِذَا اهْتَدَيْتُمْ. (سورة المائدة آیت: ۱۰۵) وَإِنِّی سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ: إِنَّ النَّاسَ إِذَا رَأَوُا الظَّالِمَ فَلَمْ يَأْخُذُوا عَلَى يَدَيْهِ أَوْشَکَ أَنْ يَعُمَّهُمُ اللَّهُ بِعِقَابٍ مِنْهُ. (جمع الفوائد: ۲/۵۱)

اگر ہم دیکھ رہے ہیں کہ ظلم ہو رہا ہے اور انتخابات میں سرگرم حصہ لے کر اِس ظلم کو کسی نہ کسی درجے میں مٹانا ہماری قدرت میں ہے، تو اِس حدیث کی رُو سے ہم پر فرض ہے کہ خاموش بیٹھنے کے بجائے ظالم کا ہاتھ پکڑ کر اِس ظلم کو روکنے کی بھرپور کوشش کریں۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو سمجھ نصیب فرمائے۔ آمین۔

ووٹ بنوانا ضروری ہے

بہت سے دیندار لوگ سمجھتے ہیں کہ ووٹ بنوانے سے کیا فائدہ یا اگر ہم لوگ اپنا ووٹ نہ ڈالیں، تو اُس سے کیا نقصان ہو جائے گا؟ لیکن یہ بات شرعی نقطۂ نظر سے ٹھیک نہیں ہے۔

نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے: کہ "جس شخص کے سامنے کسی مومن کو ذلیل کیا جارہا ہو اور وہ اُس کی مدد پر قدرت رکھنے کے باوجود مدد نہ کرے، تو اللہ تعالیٰ اُسے قیامت کے میدان میں برسرِعام رسوا کریں گے۔ **من أذل عنده مؤمن فلم ينصره و هويقدر على أن ينصره أذله الله على رؤس الخلائق.** (مسند احمد:۲/۱۵)

موجودہ دور کا سب سے بڑا ہتھیار ووٹ ہے، جس کا صحیح استعمال کر کے ہم ہر مومن؛ بلکہ ملک میں رہنے والے ہر انسان کو اِن تکلیف دہ حالات سے آسانی کے ساتھ نجات دلا سکتے ہیں۔ وقتِ ضرورت ووٹ نہ دینا بالواسطہ باطل کی حمایت ہے، غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ووٹ کی حیثیت "شہادت" اور "گواہی" کی سی ہے، جس طرح جھوٹی گواہی دینا، ناجائز اور حرام ہے، اِسی طرح ضرورت کے موقع پر شہادت کو چھپانا بھی حرام ہے۔ قرآن کریم میں ارشاد فرمایا گیا: کہ "اور تم گواہی کو نہ چھپاؤ، اِس لیے کہ جو شخص گواہی کو چھپائے گا، تو اس کا دل گنہگار ہوگا۔" **وَ لَا تَكْتُمُوا الشَّهَادَةَ وَ مَنْ يَّكْتُمْهَا فَاِنَّهٗ اٰثِمٌ قَلْبُهٗ.** (سورۃ البقرۃ:۲۸۲)

حضرت موسیٰ اشعری سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ "جس کسی کو شہادت کے لیے بلایا جائے، پھر وہ اُسے چھپائے، تو وہ ایسا ہی ہے جیسے جھوٹی گواہی دینے والا۔ **من كتم شهادة إذا دعى إليها كان كمن شهد بالزور.** (جمع الفوائد:۲/۶۲)

بلکہ گواہی دینے کے لیے تو اسلام نے اِس بات کو پسند کیا ہے کہ کسی کے مطالبہ کرنے سے پہلے ہی انسان اپنا یہ فریضہ ادا کر دے اور اُس میں کسی کی دعوت اور ترغیب کا بھی انتظار نہ کرے۔

حضرت زید بن خالد نبی کریم ﷺ کا ارشاد نقل کرتے ہیں: کہ ''کیا میں تمھیں نہ بتاؤں کہ بہترین گواہ کون ہیں؟ وہ شخص ہیں، جو اپنی گواہی (ووٹ) کسی کے مطالبہ کرنے سے پہلے ہی ادا کردیں۔ **الا اخبر کم بخیر الشھداء الذی یاتی بشھادته قبل ان یسلھا جمع**. (جمع الفوائد: ۱/ ۲٦۱)

ووٹ بلاشبہ ایک شہادت ہے، جس پر مذکورہ تمام احکام جاری ہوتے ہیں، لہٰذا ووٹ کو محفوظ رکھنا، دینداری کا تقاضا نہیں؛ بلکہ اُس کا زیادہ سے زیادہ صحیح استعمال کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔

اللہ تعالی ہم سب کو اپنے اِس اختیار کو صحیح استعمال کرنے کی توفیق نصیب فرمائے۔ آمین۔

الیکشن دنیوی معاملہ نہیں!

غور کرنے کی بات ہے کہ اگر شریف دین دار اور معتدل مزاج لوگ الیکشن کے تمام معاملات سے بالکل یکسُو ہوکر بیٹھ جائیں گے، تو اِس کا مطلب اِس کے سوا اور کیا ہوسکتا ہے کہ وہ یہ پورا نظام شریروں، فتنہ پروروں اور بے دین افراد کے ہاتھوں میں سونپ رہے ہیں، ایسی صورت میں کبھی بھی یہ توقع نہیں کی جاسکتی کہ حکومت، نیک اور اہلیت رکھنے والوں کے ہاتھ میں آئے، اگر دین دار لوگ سیاست سے اتنے بے تعلق ہوکر رہ جائیں گے، تو پھر اُنہیں ملک کی دینی اور اخلاقی تباہی کا بھی شکوہ کرنے کا حق نہیں؛ کیوں کہ اِس کے ذمہ دار تو وہ خود ہوں گے اور اُن کے ووٹ سے جو حاکم بن کر آئیگا، اُس کا سارا عذاب وثواب اُنہیں کی گردن پر ہوگا اور خود اُن کی آنے والی نسلیں اُس شر و فساد سے کسی طرح بھی محفوظ نہ رہ سکیں گی، جس پر بند باندھنے کی انھوں نے کبھی کوئی کوشش نہ کی۔

دوسری بڑی غلطی:

الیکشن کے سلسلے میں ایک دوسری غلط فہمی پہلی سے زیادہ سنگین ہے، چوں کہ دین کو

لوگوں نے صرف نماز، روزے کی حد تک محدود سمجھ لیا ہے، اِس لیے سیاست اور کاروبار کو وہ دین سے بالکل الگ تصور کر کے یہ سمجھتے ہیں کہ یہ سارے معاملات دین کی گرفت سے بالکل آزاد ہیں؛ چناں چہ بہت سے لوگ ایسے بھی ہیں، جو اپنی نجی زندگی میں نماز، روزے اور وظائف و اوراد تک کے پابند ہوتے ہیں؛ لیکن نہ اُنہیں خرید و فروخت کے معاملات میں حلال وحرام کی فکر ہوتی ہے اور نہ وہ نکاح وطلاق اور برادریوں کے تعلقات میں دین کے احکام کی کوئی پرداہ کرتے ہیں، ایسے لوگ الیکشن کو بھی خالص ایک دنیوی معاملہ سمجھ کر اُس میں مختلف قسم کی بدعنوانیوں اور خرابیوں کو گوارا کر لیتے ہیں اور یہ نہیں سمجھتے کہ اُن سے کوئی بڑا گناہ سرزد ہو رہا ہے؛ چناں چہ بہت سے دین دار لوگ اپنا ووٹ اپنی دیانت دارانہ رائے کے بجائے محض ذاتی تعلقات کی بنیاد پر کسی نااہل کو دے دیتے ہیں؛ حالاں کہ وہ دل میں خوب جانتے ہیں کہ جس شخص کو ووٹ دیا جا رہا ہے وہ اس کا اہل نہیں، یا اُس کے مقابلے میں کوئی دوسرا شخص اُس کا زیادہ حق دار ہے؛ لیکن صرف دوستی کے تعلق، برادری کے رشتے یا ظاہری لحاظ ومروّت سے متأثر ہو کر، وہ اپنے ووٹ کا غلط استعمال کر لیتے ہیں اور کبھی خیال بھی نہیں آتا کہ شرعی اور دینی لحاظ سے انہوں نے کتنے بڑے جرم کا ارتکاب کیا ہے۔

اللہ ہمیں بات سمجھنے کی توفیق عطاء فرمائے۔ آمین۔

ووٹ کے سلسلے میں غفلت نہ برتیں

جیسا کہ پیچھے کے اسباق میں عرض کیا جا چکا ہے کہ ووٹ ایک شہادت ہے اور شہادت کے بارے میں قرآن کریم کا ارشاد موجود ہے: ”وَإِذَا قُلْتُم فَاعْدِلُوا وَلَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰى.“ (سورۃ انعام:۱۵۲)

”اور جب کوئی بات کہو، تو انصاف کرو، خواہ وہ (جس کے خلاف بات کہی جا رہی ہے) تمہارا قریبی رشتے دار ہی کیوں نہ ہو۔“

لہٰذا جب کسی شخص کے بارے میں ضمیر اور دیانت کا فیصلہ یہ ہو کہ جس شخص کو ووٹ دے رہے ہیں، وہ ووٹ کا مستحق نہیں ہے یا کوئی دوسرا شخص اُس کے مقابلے میں زیادہ اہلیت

رکھتا ہے، تو اُس وقت محض ذاتی تعلقات کی بنا پر اسے ووٹ دے دینا ''جھوٹی گواہی'' کے ذیل میں آتا ہے اور قرآن کریم میں جھوٹی گواہی کی مذمت اتنی شدّت کے ساتھ کی گئی ہے کہ اُسے بت پرستی کے ساتھ ذکر فرمایا گیا ہے۔ اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ''فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْاَوْثَانِ وَاجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِ. '' (سورۃ حج:۳۰)

''بس تم پرہیز کرو بتوں کی نجاست سے اور پرہیز کرو جھوٹی بات کہنے سے۔''

حدیث شریف میں نبی کریم ﷺ نے متعدد مواقع پر ''جھوٹی گواہی'' کو بڑے گناہوں میں شامل کر کے اُس پر سخت وعیدیں ارشاد فرمائی ہیں۔ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِي بَكْرَةَ، عَنْ أَبِيهِؓ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: أَلَا أُنَبِّئُكُمْ بِأَكْبَرِ الْكَبَائِرِ؟ .قُلْنَا: بَلَى يَا رَسُولَ اللَّهِ. قَالَ: الْإِشْرَاكُ بِاللَّهِ، وَعُقُوقُ الْوَالِدَيْنِ وَكَانَ مُتَّكِئًا فَجَلَسَ، فَقَالَ: أَلَا وَقَوْلُ الزُّورِ وَشَهَادَةُ الزُّورِ، أَلَا وَقَوْلُ الزُّورِ وَشَهَادَةُ الزُّورِ. فَمَا زَالَ يَقُولُهَا حَتَّى قُلْتُ: لَا يَسْكُتُ؟ (بخاری:۶۷۹۵)

یہ ساری وعیدیں ووٹ نہ بنوانے یا ووٹ کا غلط استعمال کرنے پر صادق آتی ہیں، اِس کے باوجود ہمارے یہاں ووٹ کے صحیح یا غلط استعمال؛ بلکہ سرے سے ووٹ کے استعمال ہی کی کوئی اہمیت نہیں، یہی وجہ ہے کہ بہت سے لوگ نہ تو اپنا ووٹ بنواتے ہیں اور نہ اپنا نام، ووٹر لسٹ میں شامل کرنے کی ضرورت محسوس کرتے ہیں، اگر اتفاق سے ووٹ بن بھی جاتا ہے، تو الیکشن کے موقع پر ووٹ نہیں ڈالتے اور اگر ووٹ ڈالتے بھی ہیں، تو صرف ایک رسم سمجھ کر، بغیر سوچے سمجھے اور بغیر مشورے کے نااہل امیدوار کے حق میں اپنا ووٹ ڈال دیتے ہیں؛ حالاں کہ اگر صحیح نظریے کا حامل اور دیانت دار نمائندہ کھڑا ہو، تو اُس کو ووٹ دینے میں کوتاہی کرنا گناہِ کبیرہ ہے۔ (مستفاد، از جواہر الفقہ: ۵۳۶/۵)

خدارا! اِس پر توجہ دیں اور ووٹ نہ بنوانے کو یا ووٹ کا صحیح استعمال نہ کرنے کو معمولی گناہ نہ سمجھیں، یہ یاد رکھیں کہ ہماری اِس غفلت کے نتیجے، ملک و ملّت اور آخرت کے اعتبار سے اِنتہائی تباہ کن ہیں، اِس لیے ہر شخص ووٹ بنوا کر صحیح صحیح استعمال کرے اور مردوں کے

علاوہ عورتیں بھی کسی اہل شخص کے حق میں اپنا ووٹ کریں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں بات سمجھنے کی توفیق مرحمت فرمائے۔ آمین۔

لمحوں کی خطا، صدیوں کی سزا کا مستحق بنا دے گی

اِس وقت ہمارا ملک تاریخ کے نازُک ترین دور سے گذر رہا ہے، خاص طور پر ۲۲۰۲ء کا الیکشن اِس ملک کے مستقبل کو طے کرنے والا ہے، یہ الیکشن اس بات کو طے کرنے والا ہے کہ یہ ملک ۲۲۰۲ء کے بعد جمہوری ملک باقی رہے گا یا یہ ملک ''ہندوراشٹر'' بن جائے گا؟ اور یہی الیکشن یہ طے کرنے والا ہے کہ کیا مسلمان عزت کے ساتھ اپنی اذانوں، اپنی مسجدوں، اپنے مدرسوں اور اپنے دعوت وتبلیغ کے کام کے ساتھ باقی رہیں گے یا نہیں، اِس لیے کہ اِس وقت جو پارٹی اقتدار پر ہے، اُس کے منسٹروں نے جگہ جگہ صاف کہا ہے کہ وہ یوپی کے ۲۲ء کے الیکشن کے بعد اِس ملک کے دستور کو بدل دیں گے اور اِس ملک کو ''ہندوراشٹر'' بنادیں گے اور اُنہوں نے یہ بھی اعلان کیا ہے کہ ۲۲۰۲ء کے الیکشن کے بعد پھر اِس ملک میں الیکشن کی نوبت ہی نہیں آئے گی۔

اس صورتِ حال کو ہرگز ہرگز معمولی نہ سمجھیں، ہرگز ہرگز اِس سے غفلت نہ برتیں، ورنہ ہم اِس کے مصداق ہوں گے کہ ''لمحوں نے خطا کی تھی صدیوں نے سزا پائی۔'' خدانہ خواستہ اِس وقت مسلمانوں نے تھوڑی بھی اِس الیکشن میں غفلت کرلی، تو اِس جرم کی سزا، صدیوں تک بھگتنی پڑے گی۔

نہ سمجھوگے تو مٹ جاوگے اے ہندوستاں والوں
تمہاری داستاں تک بھی نہ ہوگی داستانوں میں۔

پورے ملک میں باطل طاقتوں کے اقتدار پر آنے کی وجہ

پہلی غلطی: ۵۰ رفیصد مسلمانوں کے ووٹ ہی نہیں بنے ہوئے ہیں۔

دوسری غلطی: جب الیکشن کا وقت آتا ہے، تو ۵۰؟ فیصد مسلمان بھی ووٹ نہیں ڈالتے۔

تیسری غلطی: ووٹ ڈالنے کے وقت مسلمان مسلکوں، برادریوں اور جماعتوں کی بنیاد پر اپنے ووٹ کو تقسیم کر دیتے ہیں، جس سے مسلمانوں کے ووٹ کی قیمت پوری طرح ختم ہوگئی اور پورے ملک کے اندر ظالم طاقتیں مسلط ہوگئیں۔

عہد کریں کہ ان شاء اللہ اب یہ غلطیاں نہیں دوہرائیں گے۔

ووٹ ضرور بنوائیں

نومبر کے پورے مہینے میں آسانی کے ساتھ ووٹ بنیں گے، بی۔ایل۔او (B.L.O) آپ کے گھر گھر آئیں گے اور ہر اتوار اپنے ''بُوتھ'' پر بیٹھیں گے، اِس لیے تمام مسلمان اُن کے ساتھ ووٹ بیداری مہم میں حصہ لیں اور جو بچے بچیاں ۱۸/سال کے ہوگئے ہیں، اُن کے ووٹ بنوائیں، جن بچیوں کی شادیاں ہوگئیں ہیں اور وہ دوسرے علاقوں میں چلی گئی ہیں، اُن کے ووٹ، لسٹوں سے کٹوائیں اور اُن کی سسرال والوں سے کہیں کہ اُن کے ووٹ بنوائیں، اسی طرح جن لوگوں کا انتقال ہوگیا ہے، اُن کا نام بھی لسٹوں سے کٹوائیں؛ تاکہ اُن کی جگہ دوسروں کے نام چڑھ سکیں۔ بہر حال اپنی طرف سے اس سلسلے میں کوئی کوتاہی نہ برتیں۔

اللہ ہم سب کو ہر معاملے میں بیدار مغزی کے ساتھ کام کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

جمہوری نظامِ حکومت

آج کل دنیا میں جو مغربی جمہوری نظامِ حکومت رائج ہے، یہ اصولاً اسلامی نظام سے قطعاً جداگانہ ہے، اس لیے کہ اِس میں:

الف: خود اپنی طرف سے عہدہ لینے کے لیے نامزدگی کرائی جاتی ہے، جو اسلام میں پسندیدہ نہیں ہے۔

ب: ووٹ دینے والوں میں سمجھ داروں اور ناسمجھوں سب کو ایک ہی درجے میں رکھا جاتا ہے، جو بجائے خود نامعقول ہے۔

ج: مقررہ مدّت کے بعد بلا کسی وجہ کے حکومت کو بدلنے کا اختیار عوام کو دے دیا جاتا ہے، جس کی بنا پر حکومتوں کو استحکام حاصل نہیں ہوتا اور ملک وقوم کی صلاحیتیں بار بار انتخابات میں ضائع ہوتی رہتی ہیں اور آپس میں رنجشیں اور عداوتیں بڑھتی رہتی ہیں وغیرہ، اِس طرح کی خرابیاں اسلامی نظامِ حکومت میں نہیں پائی جاتیں، تاہم اگر کوئی مسلم حاکم مروّجہ طریقے پر منتخب کرلیا جائے اور اُس کی طرف اقتدار منتقل ہو جائے، وہ اپنی طاقت کے بل بوتے پر ملک پر کنٹرول حاصل کرلے اور اُسے ایسے اختیارات مل جائیں کہ وہ اپنے احکامات کو بلا روک ٹوک نافذ کرسکے، تو ایسے حاکم کی حکومت کو بھی انجام کار قانونی حیثیت حاصل ہو جاتی ہے اور یہ اِس وجہ سے ہے؛ تاکہ ملک میں بدامنی اور خوں ریزی کا حتی الامکان سدِّ باب کیا جاسکے؛ کیوں کہ اگر اُس حکومت کو نہ مانا گیا اور صحیح کاموں میں اُس حاکم کی اطاعت کا حکم نہ دیا گیا، تو خانہ جنگی سے بچا نہیں جاسکے گا، لہٰذا ایسے حاکم کی اطاعت بھی لازم ہے، اگرچہ وہ ظالم ہی کیوں نہ ہو۔ (مستفاد: شامی ۶/۴۱۱، زکریا)

اللہ رب العزت تمام انسانیت کو بہترین حکمران عطا فرمائے۔ آمین۔

ہر ذمے دار اپنی ذمے داری کا احساس کرے

اسلام یہ چاہتا ہے کہ پورا انسانی معاشرہ، ہر اعتبار سے انصاف کا عادی بن جائے اور انصاف کے حصول میں نہ تو تعلقات آڑے آئیں اور نہ کسی کی دشمنی غلط فیصلہ کرنے کا سبب بنے؛ چنانچہ قرآن کریم میں اِس کے متعلق خصوصی ہدایت دیتے ہوئے اللہ نے ارشاد فرمایا: ''اے ایمان والو! اللہ کا حق ادا کرنے والے اور انصاف کے ساتھ گواہی دینے والے رہو، کسی قوم کی دشمنی تم کو ناانصافی پر آمادہ نہ کردے، انصاف کرو، یہی تقوے سے قریب تر (طریقہ) ہے اور اللہ سے ڈرتے رہو، یقیناً اللہ تمہارے اعمال سے باخبر ہیں۔ یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُوْنُوْا قَوّٰمِیْنَ لِلّٰہِ

شُهَدَآءَ بِالْقِسْطِ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰى اَلَّا تَعْدِلُوْا اِعْدِلُوْا هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى وَ اتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌ بِمَا تَعْمَلُوْنَ. (سورۂ مائدہ:۸)

یعنی نہ تو کسی رشتے دار وغیرہ کی ناحق حمایت کی جائے اور نہ ہی کسی دشمن کی ناحق مخالفت کی جائے، جیسا کہ خودغرض اور بے ضمیر لوگوں کا طریقہ ہوتا ہے۔

اس سلسلے میں حضرات صحابہ کے عجیب وغریب واقعات ملتے ہیں، جس سے یہ اندازہ کرنا مشکل نہیں کہ پیغمبر ﷺ نے اُن کی تربیت اسی انداز میں فرمائی تھی؛ چناں چہ روایات میں وارد ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے حضرت عبداللہ بن رواحہ کو "خیبر" کے باغات کے پھلوں کا جائزہ لینے کے لیے بھیجا، تو وہاں کے یہودی باشندوں نے حضرت عبداللہ کو کچھ رشوت دینے کا ارادہ کیا؛ تا کہ وہ اُن کے ساتھ نرمی کا معاملہ کریں، یہ بھانپ کر حضرت عبداللہ بن رواحہ نے اُن سے فرمایا: کہ "اللہ کی قسم! میں جس ذات کے پاس سے آرہا ہوں، وہ میرے نزدیک تمام مخلوقات میں سب سے زیادہ محبوب ہیں (یعنی نبی اکرم ﷺ) جب کہ تم لوگ میرے نزدیک بندر اور خنزیر جیسے ذلیل جانوروں سے بھی زیادہ ناپسند ہو؛ لیکن آنحضرت ﷺ سے محبت اور تم لوگوں سے بغض مجھے اِس بات پر ہرگز آمادہ نہیں کرسکتا کہ میں تمہارے ساتھ ذرّہ برابر بھی ناانصافی کروں۔" حضرت کا یہ جواب سن کر خیبر کے یہودی بول اٹھے: کہ "ایسے ہی لوگوں سے زمین اور آسمان قائم ہیں۔" يَا مَعْشَرَ الْيَهُوْدِ وَاللهِ إِنَّكُمْ لَمِنْ اَبْغَضِ خَلْقِ اللهِ إِلَيَّ، وَمَا ذٰلِكَ بِحَامِلِيَّ عَلٰى أَنْ أَحِيفَ عَلَيْكُمْ، فَاَمَّا مَاعَرَضْتُمْ مِنَ الرِّشْوَةِ فَاِنَّهَا سُحْتٌ وَ إِنَّا ل.ا نَأْكُلُهَ، فقالوا: بِهٰذَا قَامَت السَّمٰوَاتُ وَالْأَرْضُ. (تفسیر ابن کثیر مکمل:۳۷۸)

اللہ ہم سب کو ہر موقع پر اسلامی تعلیمات کو سینے سے لگانے کی توفیق نصیب فرمائے۔ آمین۔

نااہل کوووٹ دینے کا حکم

بعض حضرات یہ بھی سوچتے ہیں کہ اگر نااہل کو ووٹ دینا گناہ ہے، تو ہم کون سا

پاک باز ہیں؟ ہم صبح سے لے کر شام تک بے شمار گناہوں میں ملوّث رہتے ہیں، اگر اپنے گناہوں کی طویل فہرست میں ایک اور گناہ کا اضافہ ہوجائے، تو کیا حرج ہے؟ اچھی طرح سمجھ لیجیے کہ یہ نفس اور شیطان کا سب سے بڑا دھوکہ ہے، اول تو انسان اگر ہر گناہ کے ارتکاب کے وقت یہی سوچا کرے، تو وہ کبھی بھی کسی گناہ سے نہیں بچ سکتا، اگر کوئی شخص تھوڑی سی گندگی میں ملوّث ہوجائے، تو اُس کو اُس سے پاک ہونے کی فکر کرنی چاہیے، نہ یہ کہ وہ غلاظت کے کسی تالاب میں چھلانگ لگادے۔

دوسری بات یہ ہے کہ گناہوں کی نوعیّتوں میں بھی بڑا فرق ہے، جن گناہوں کے نتائج پورے قوم کو بھگتنے پڑیں، اُن کا معاملہ پرائیویٹ گناہ کے مقابلے میں بہت سخت ہے، انفرادی نوعیت کے گناہ خواہ اپنی ذات میں کتنے ہی گھناونے کیوں نہ ہوں؛ لیکن اُن کے اثرات دو چار افراد سے آگے نہیں بڑھتے، اِس لیے اِن کی تلافی بھی عموماً اختیار میں ہوتی ہے، ان سے توبہ کرلینا بھی آسان ہے، اور اِن کے معاف ہوجانے کی امید بھی ہر وقت کی جاسکتی ہے، اِس کے برخلاف جس گناہ کا برا نتیجہ پوری قوم کو بھگتنا پڑے، اُس کی تلافی کی کوئی صورت نہیں، یہ تیر کمان سے نکلنے کے بعد واپس نہیں آسکتا، اِس حیثیت سے یہ گناہ، چوری، ڈاکا، زنا کاری اور دوسرے تمام گناہوں سے بدتر ہے اور اِسے دوسرے تمام جرائم پر قیاس نہیں کیا جاسکتا۔

اچھے، دیندار اور منصف مزاج لوگ ہی اِس غلط نظام کے صحیح ہونے کا سبب بن سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اچھے ذمے دار نصیب فرمائے۔ آمین۔

میرے ووٹ کی کیا حیثیت؟

یہ درست ہے کہ ہم صبح و شام بیسیوں گناہوں کا ارتکاب کرتے ہیں؛ مگر یہ سب گناہ ایسے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کسی وقت توبہ کی توفیق بخش دے، تو معاف بھی ہوسکتے ہیں اور اُن کی تلافی بھی کی جاسکتی ہے؛ لیکن اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ ہم اپنی گردن ایک ایسے گناہ میں

پھنسالیں، جس کی تلافی ناممکن اور جس کی معافی بہت مشکل۔

بعض لوگ یہ بھی سوچتے ہیں کہ لاکھوں ووٹوں کے مقابلے میں ایک ووٹ کی کیا حیثیت ہے؟ اگر وہ غلط استعمال ہو بھی جائے، تو ملک وقوم کے مستقبل پر کیا اثر انداز ہوسکتا ہے؟ یہ بات اچھی طرح سمجھ لیجیے کہ اگر ہر شخص ووٹ ڈالتے وقت یہی سوچنے لگے، تو ظاہر ہے کہ پوری آبادی میں ایک ووٹ بھی صحیح استعمال نہیں ہو سکے گا، پھر دوسری بات یہ ہے کہ ووٹوں کی گنتی کا جو نظام ہمارے یہاں رائج ہے، اُس میں صرف ایک ناسمجھ شخص کا ووٹ بھی ملک وملّت کے لیے فیصلہ کن ہوسکتا ہے، اگر ایک بدعقیدہ اور بدکردار امیدوار کے بیلٹ باکس میں صرف ایک ووٹ دوسرے سے زیادہ چلا جائے، تو وہ کامیاب ہو کر پوری قوم پر مسلط ہو جائے گا، اس طرح بعض اوقات صرف ایک ناسمجھ انسان کی معمولی سی غفلت، چوک یا بد دیانتی بھی پورے ملک کو تباہ کرسکتی ہے۔

اس لیے مروجہ نظام میں ایک ایک ووٹ کی قیمت ہے اور یہ ہر فرد کا شرعی، اخلاقی اور ملّی فریضہ ہے کہ وہ اپنے ووٹ کو پوری اہمیت کے ساتھ کرے

اللہ ہمیں اپنے ووٹ کی صحیح قیمت سمجھنے اور ملّی فریضے کی صحیح انجام دہی کی توفیق نصیب فرمائے۔ آمین۔

حُکّام واُمَراء کی ذمے داریاں!

شریعتِ اسلامیہ نے حُکّام اور اُمَراء کو توجہ دلائی ہے کہ وہ اپنی منصبی ذمیداریاں حسن و خوبی کے ساتھ انجام دیں اور کوئی ایسی حرکت نہ کریں، جس سے عوام بغاوت پر مجبور ہو، اِس لیے کہ تاریخ اِس بات کی شاہد ہے کہ بغاوت کی آگ خود بہ خود نہیں بھڑکتی؛ بلکہ اُس کے پیچھے کچھ نہ کچھ اسباب ہوتے ہیں اور اُن میں سب سے بڑا سبب ناانصافی، حق تلفی اور ظلم وجبر ہے، اِس لیے ہر ذمے دار پر لازم ہے کہ وہ اپنے ماتحتوں کے ساتھ انصاف سے کام لے اور ظلم وجبر نہ کرے۔

ذمے دار اور ماتحتوں میں رابطہ ضروری ہے، نیز ذمے دار کی یہ بھی ذمے داری ہے

کہ وہ ماتحتوں کے ساتھ بہ ذاتِ خود یا اپنے معتمد کارندوں کے ذریعے رابطہ برقرار رکھے اور جو بھی حاجت مند ہوں، اُن کی حاجت روائی میں ٹال مٹول نہ کرے۔

حضرت عمرو بن مُرّہ جُہنیؓ نے ایک مرتبہ امیر المؤمنین حضرت معاویہؓ سے فرمایا: کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے: کہ اللہ تعالیٰ جس شخص کو عوام کے معاملات کی ذمے داری عطا فرمائیں، پھر وہ اُن کی ضرورت وحاجت سے پردے میں رہے، تو اللہ تبارک وتعالیٰ، قیامت کے دن اُس کی بھی ضرورت وحاجات سے پردہ فرمائیں گے، یعنی وہ آخرت میں اللہ کی رحمت سے محروم رہے گا۔ حضرت عمرو بن مرہؓ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث سُن کر حضرت معاویہؓ نے باقاعدہ ایک آدمی مقرر کیا؛ تاکہ وہ عوام کی ضروریات پوری کرسکے۔ عَنْ عَمْرِو بْنُ مُرَّةَ لِمُعَاوِيَةَ: إِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ: مَا مِنْ إِمَامٍ يُغْلِقُ بَابَهُ دُونَ ذَوِي الْحَاجَةِ، وَالْخَلَّةِ، وَالْمَسْكَنَةِ إِلَّا أَغْلَقَ اللَّهُ أَبْوَابَ السَّمَاءِ دُونَ خَلَّتِهِ، وَحَاجَتِهِ، وَمَسْكَنَتِهِ .فَجَعَلَ مُعَاوِيَةُ رَجُلًا عَلَى حَوَائِجِ النَّاسِ.

(ابو داؤد: ۲/ ۹۴۰، رقم:۲۹۴۸؛ ترمذی شریف: ۱/ ۴۴۸، رقم:۱۳۳۳)

اس حدیث شریف کی روشنی میں موجودہ زمانے کے حُکّام کو بھی اِس کا اہتمام کرنا چاہیے کہ لوگ بے تکلف اپنی ضرورتیں اُن تک پہنچا سکیں۔

اللہ ہر ذمے دار کو ہر موقع پر اپنے ماتحتوں کے ساتھ یہی اسلامی کردار اپنانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

عہدے داروں کے ساتھ خیر خواہی کیجیے

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ لوگوں کو ظالموں سے میل جول نہیں رکھنا چاہیے، ورنہ وہ بھی ظالموں کے ساتھ عذاب کے مستحق ہو جائیں گے، ارشادِ خداوندی ہے: وَلَا تَرْكَنُوْٓا اِلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ اَوْلِيَآءَ ثُمَّ لَا تُنْصَرُوْنَ. (سورۃ ھود:۱۱۳)

خاص طور پر جولوگ اربابِ حکومت اور اربابِ اقتدار سے قربت رکھتے ہیں، اُنہیں اِس بات کا خاص خیال رکھنا چاہیے کہ وہ اُن کی ظالمانہ حرکتوں کے مؤید نہ بنیں؛ اِس لیے کہ ظالم بادشاہوں سے قربت، بجائے خود موجبِ فتنہ ہے۔ایک حدیث میں نبی اکرم ﷺ نے ارشادفرمایا: ''جوعُہدے داروں کے دربار میں حاضری دے گا وہ فتنے میں پڑے گا اور جوشخص جتنا حکومت سے قریب ہوتا ہے، اُتنا ہی اللہ تعالیٰ سے وہ دور ہوتا چلا جاتا ہے۔عَنْ أَبِی هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: "مَنْ بَدَا جَفَا، وَمَنِ اتَّبَعَ الصَّيْدَ غَفَلَ، وَمَنْ أَتَى أَبْوَابَ السُّلْطَانِ افْتُتِنَ، وَمَا ازْدَادَ عَبْدٌ مِنَ السُّلْطَانِ قُرْبًا إِلَّا ازْدَادَ مِنَ اللَّهِ بُعْدًا. (مسند احمد:۲/۳۷۱، رقم:۸۸۳۶)

اِس وعید کی وجہ یہی ہے کہ عموماً حکومت سے تعلق رکھنے والے لوگ اپنی حد پر قائم نہیں رہ پاتے؛ اِس لیے کہ چاروناچار، اربابِ اقتدار کی چاپلوسی کرنی پڑتی ہے اور نہ چاہ کر بھی ہاں میں ہاں ملانی پڑتی ہے، اِس بارے میں نبی اکرم ﷺ کا درجِ ذیل ارشاد ہمیشہ یادر کھنے کے لائق ہے۔آپ ﷺ نے سیدنا حضرت کعب بن عجرہؓ کو نصیحت کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: ''اے کعب بن عجرہ! میں تمہیں اللہ کی مدد سے اُن حاکموں سے پناہ میں رکھنا چاہتا ہوں، جو میرے بعد پیدا ہوں گے، پس جو شخص اُن حاکموں کے دربار میں حاضر ہوکر اُن کی جھوٹی باتوں کی تصدیق کرے اور اُن کے مظالم پر تعاون کرے، تو اُس کا مجھ سے کوئی جوڑ نہیں اور وہ میرے حوضِ کوثر پر بھی نہ آپائے گا اور جو اُن حاکموں کے دربار میں جائے یا نہ جائے؛ مگر اُن کی جھوٹی باتوں پر اُن کی تائید نہ کرے اور نہ ہی اُن کے مظالم پر تعاون کرے، تو وہ میرا ہے اور میں اس کا ہوں اور وہ میرے پاس حوضِ کوثر پر آئے گا۔عَنْ كَعْبِ بْنِ عُجْرَةَ، قَالَ: خَرَجَ إِلَيْنَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَنَحْنُ تِسْعَةٌ: خَمْسَةٌ، وَأَرْبَعَةٌ أَحَدُ الْعَدَدَيْنِ مِنَ الْعَرَبِ، وَالْآخَرُ مِنَ الْعَجَمِ، فَقَالَ: اسْمَعُوا، هَلْ سَمِعْتُمْ أَنَّهُ سَيَكُونُ بَعْدِی أُمَرَاءُ فَمَنْ دَخَلَ عَلَيْهِمْ فَصَدَّقَهُمْ بِكَذِبِهِمْ وَأَعَانَهُمْ عَلَى ظُلْمِهِمْ فَلَيْسَ مِنِّي وَلَسْتُ مِنْهُ، وَلَيْسَ بِوَارِدٍ عَلَيَّ الْحَوْضَ، وَمَنْ لَمْ يَدْخُلْ عَلَيْهِمْ وَلَمْ يُعِنْهُمْ عَلَى ظُلْمِهِمْ وَلَمْ

يُصَدِّقُهُمْ بِكَذِبِهِمْ فَهُوَ مِنِّي وَأَنَا مِنْهُ وَهُوَ وَارِدٌ عَلَيَّ الْحَوْضَ. (سنن الترمذی رقم: ۲۲۵۹، الترغیب والترهیب :۳۴۳٤)

اِس حدیث سے معلوم ہوا کہ عُہدے داروں سے تعلق اپنی ذات کے اعتبار سے بُری بات نہیں ؛لیکن اُن کی غلط حرکتوں کی چشم پوشی یا اُن کے مظالم پر تائید یہ خطرناک بات ہے،جس سے ہر مسلمان کو بچنا ضروری ہے،لہٰذا عہدے داروں کے ساتھ ہمیشہ خیر خواہی کا معاملہ کیجیے اور اُن کے ساتھ خیر خواہی یہ ہے کہ اُنہیں عوام پر ظلم کرنے سے ہمیشہ روکتے رہیے اور عوام کی بھلائی والے کاموں کی اُنہیں تلقین کرتے رہیے۔

اللہ ہم سب کو سمجھ نصیب فرمائے اور اِن ہدایات پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین۔

انصاف پسند ذمے دار کے لیے بشارت

احادیثِ شریفہ میں انصاف کرنے والے ذمیداروں کے لیے بڑی بشارتیں وارد ہوئی ہیں،ایک حدیث میں ہے کہ سات خوش نصیب لوگ میدانِ محشر میں اللہ کے سائے میں ہوں گے،جن میں سب سے پہلے نمبر پر ''امام عادل'' انصاف کرنے والے ذمیدار کو شامل کیا گیا ہے۔عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ، قَالَ: سَبْعَةٌ يُظِلُّهُمُ اللَّهُ فِي ظِلِّهِ يَوْمَ لَا ظِلَّ إِلَّا ظِلُّهُ، الْإِمَامُ الْعَادِلُ، وَشَابٌّ نَشَأَ فِي عِبَادَةِ رَبِّهِ، وَرَجُلٌ قَلْبُهُ مُعَلَّقٌ فِي الْمَسَاجِدِ، وَرَجُلَانِ تَحَابَّا فِي اللَّهِ اجْتَمَعَا عَلَيْهِ وَتَفَرَّقَا عَلَيْهِ، وَرَجُلٌ طَلَبَتْهُ امْرَأَةٌ ذَاتُ مَنْصِبٍ وَجَمَالٍ، فَقَالَ: إِنِّي أَخَافُ اللَّهَ، وَرَجُلٌ تَصَدَّقَ أَخْفَى حَتَّى لَا تَعْلَمَ شِمَالُهُ مَا تُنْفِقُ يَمِينُهُ، وَرَجُلٌ ذَكَرَ اللَّهَ خَالِيًا فَفَاضَتْ عَيْنَاهُ. (بخاری شریف:۱/۹۱،رقم:٦٦٠؛ مسلم شریف:۱/۳۳۱، رقم:۱۰۳۱)

نیز نبی کریم ﷺ نے یہ بھی فرمایا: کہ ''عدل وانصاف سے کام لینے والے اللہ کے نزدیک نُور کے ممبروں پر رحمٰن کے دائیں جانب تشریف فرما ہوں گے اور اُس کی دونوں جانبیں

داہنی ہی ہیں، جو اپنے فیصلوں میں اور اپنے گھر والوں کے ساتھ اور اپنی ذمیداریوں میں عدل وانصاف کرتے ہیں۔قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: »إِنَّ الْمُقْسِطِينَ عِنْدَ اللهِ عَلَى مَنَابِرَ مِنْ نُورٍ، عَنْ يَمِينِ الرَّحْمَنِ عَزَّ وَجَلَّ، وَكِلْتَا يَدَيْهِ يَمِينٌ، الَّذِينَ يَعْدِلُونَ فِي حُكْمِهِمْ وَأَهْلِيهِمْ وَمَا وَلُوا. (صحيح مسلم:۱۲۱/۲، رقم:۱۸۲۷)

ایک روایت میں نبی کریم ﷺ نے یہ بھی ارشاد فرمایا: کہ ''تین طرح کے لوگ جنتی ہیں:

(۱) عادل حکمراں، جسے اللہ کی طرف سے توفیق نصیب ہو۔

(۲) وہ شخص، جو ہر قریبی مسلمان رشتے دار کے لیے مہربانی کرنے والا اور نرم دل ہو۔

(۳) وہ شخص جو پاک دامن اور پاک باز عیال دار ہو۔ (باحیا اور باغیرت ہو۔)قَالَ وَأَهْلُ الْجَنَّةِ ثَلَاثَةٌ ذُو سُلْطَانٍ مُقْسِطٌ مُتَصَدِّقٌ مُوَفَّقٌ وَرَجُلٌ رَحِيمٌ رَقِيقُ الْقَلْبِ لِكُلِّ ذِي قُرْبَى وَمُسْلِمٍ وَعَفِيفٌ مُتَعَفِّفٌ ذُو عِيَالٍ. (مسلم:۲۸٦٥-عن عياض بن حمار المجاشعيؓ)

حضرت عبداللہ بن عباس فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ ''عادل بادشاہ کا ایک دن، ساٹھ سال کی عبادت سے بڑھ کر ہے اور زمین میں جو ''حدِّ شرعی'' حق کے ساتھ قائم کی جائے وہ زمین میں چالیس دن کی لگاتار بارش سے زیادہ صفائی اور ستھرائی کا سبب ہے۔يَوْمٌ مِنْ إِمَامٍ عَادِلٍ أَفْضَلُ مِنْ عِبَادَةِ سِتِّينَ سَنَةٍ، وَحَدٌّ يُقَامُ فِي الْأَرْضِ بِحَقِّهِ أَزْكَى فِيهَا مِنْ مَطَرِ أَرْبَعِينَ صَبَاحًا. (رواه الطبراني الترغيب والترهيب رقم:۳۳٤٤)

مطلب یہ ہے کہ عادل حکمران، قوم وملّت کی فکر میں جو وقت صرف کرتا ہے وہ سالوں کی نفلی عبادات سے زیادفضیلت رکھتا ہے؛ کیوں کہ اُس کا یہ وقت اصلاحِ عالم کی اہم ترین ذمے داری کی ادائیگی میں صرف ہو رہا ہے۔

اللہ ہمارے تمام ذمے داروں کو اس سعادت سے مالا مال فرمائے۔آمین۔

ظالم ذمہ دار کی خیر نہیں!

اگر اللہ تعالیٰ کسی کو حاکم اور امیر بنا دے، تو اُس کو بہر حال اپنی عوام کے ساتھ

شفقت اور خیر خواہی کا معاملہ کرنا چاہیے، اگر وہ ایسا نہیں کرے گا، تو سخت محرومی کا مستحق ہوگا۔

حضرت معقل بن یسار ایک جلیل القدر صحابی ہیں، وہ جب مرض الوفات میں تھے، تو عبید اللہ بن زیاد (جو ایک ظالم حاکم تھا) اُن کی عیادت کے لیے آیا، تو حضرت معقل بن یسار نے احقاقِ حق اور جرأت کا اظہار فرماتے ہوئے عبید اللہ بن زیاد سے کہا کہ میں آپ کو ایک حدیث سنانا چاہتا ہوں، جو میں نے نبی اکرم ﷺ سے سنی ہے، اگر مجھے اپنی زندگی کی امید ہوتی، تو میں آپ کو نہ سناتا؛ لیکن اب چوں کہ زندگی سے نا اُمید ہو چکا ہوں، اِس لیے سنا رہا ہوں، وہ حدیث یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ ''جس آدمی کو اللہ تعالیٰ لوگوں کا ذمہ دار بنائے اور وہ اس حالت میں مرے کہ اپنی عوام کے حق میں خیانت کرنے والا ہو، تو اللہ تعالیٰ اس پر جنت کو حرام فرمادیں گے۔

اور ایک روایت میں ہے کہ اگر وہ عوام کے ساتھ خیر خواہی نہ کرے، تو وہ جنت کی خوشبو تک سے محروم رہے گا۔ عَادَ عُبَيْدُ اللهِ بْنُ زِيَادٍ مَعْقِلَ بْنَ يَسَارٍ الْمُزَنِيَّ فِي مَرَضِهِ الَّذِي مَاتَ فِيهِ، قَالَ مَعْقِلٌ: إِنِّي مُحَدِّثُكَ حَدِيثًا سَمِعْتُهُ مِنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، لَوْ عَلِمْتُ أَنَّ لِي حَيَاةً مَا حَدَّثْتُكَ، إِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: »مَا مِنْ عَبْدٍ يَسْتَرْعِيهِ اللهُ رَعِيَّةً، يَمُوتُ يَوْمَ يَمُوتُ وَهُوَ غَاشٌّ لِرَعِيَّتِهِ، إِلَّا حَرَّمَ اللهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ. (بخاری: ۷۱۵۰؛ مسلم: ۱۴۲)

نیز نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ ''جو مسلمانوں کے کسی معاملے کا ذمے دار بنے، پھر اُن کے ساتھ دھوکا اور فریب کرے، تو وہ جنت میں داخل نہ ہو سکے گا۔'' مَنْ وُلِّيَ مِنْ أَمْرِ الْمُسْلِمِينَ شَيْئًا فَغَشَّهُمْ فَهُوَ فِي النَّارِ. (الترغیب والترھیب مکمل رقم: ۳۳۸۲)

اور ایک روایت میں یہ الفاظ ملتے ہیں کہ ''جو مسلمانوں کے معاملے کا ذمے دار بنایا جائے، پھر نہ تو اُن کی پریشانی دور کرنے کے لیے کوشش کرے اور نہ اُن کے ساتھ کوئی خیر خواہی کرے، تو وہ مسلمانوں کے ساتھ جنت میں داخل نہ ہوگا۔ (مفتی اسلم صاحب سے حوالہ لینا ہے)

مطلب یہ ہے کہ اِس طرح کے ذمیدار، جو اپنی عوام کے ساتھ خیر خواہی نہ کریں اور اُن

کی پریشانی دور کرنے میں نہ لگیں، تو ایسے ذمیدار لوگ اللہ کی رحمت سے محروم رہیں گے۔

اللہ ہم سب کو اور ہمارے ذمیداروں کو اپنی ذمیداری، بہ حسن وخوبی انجام دینے کی توفیق نصیب فرمائے۔ آمین۔

ظلم کی ٹہنی کبھی پھلتی نہیں

ظالم خواہ کتنا ہی طاقتور ہو، اللہ تبارک وتعالیٰ کے مقابلے میں اُس کی کوئی حیثیت نہیں ہے، پس جب تک حکمتِ خداوندی کی بنا پر اُسے مہلت ملی رہتی ہے، تو وہ شیر بنا رہتا ہے؛ لیکن جب اللہ کی پکڑ آتی ہے، تو منٹوں سکنڈوں میں ساری طاقت کے کس بل نکل جاتے ہیں اور بڑے سے بڑے ظالم تاریخ کے گم شدہ اوراق کا حصہ بن کر گم ہو جاتے ہیں۔

حضرت ابوموسیٰ اشعری فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ ''اللہ تعالیٰ ظالم کو مہلت دیتے رہتے ہیں؛ لیکن جب پکڑتے ہیں، تو پھر نہیں چھوڑتے، پھر آپ ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی، (جس کا ترجمہ یہ ہے): اور جب ظلم میں مبتلا بستی والوں پر آپ کے پروردگار کی پکڑ ہوتی ہے، تو ایسی ہی ہوتی ہے، بے شک اس کی پکڑ بڑی تکلیف دہ اور سخت ہے۔ عَنْ أَبِی مُوسَیؓ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰہِ ﷺ: إِنَّ اللّٰہَ لَیُمْلِی لِلظَّالِمِ حَتَّی إِذَا أَخَذَہُ لَمْ یُفْلِتْہُ، قَالَ: ثُمَّ قَرَأَ وَکَذٰلِکَ أَخْذُ رَبِّکَ إِذَا أَخَذَ الْقُرَی وَہِیَ ظَالِمَۃٌ إِنَّ أَخْذَہُ أَلِیمٌ شَدِیدٌ. (ھود:١٦٢)، (بخاری:٦٧٨/٢، رقم:٤٦٨٦؛ مسلم:٣٢٠/٢، رقم:٢٥٨٣؛ سنن الترمذی:١٤٣/٢، رقم:٣١١٠)

دنیا کی تاریخ کے بے شمار واقعات اِس حدیث میں بیان کردہ حقیقت کی تائید کرتے ہیں کہ ظلم کی ٹہنی کبھی پھلتی نہیں اور ظالم کا ظلم ایک حد تک پہنچ کر یقیناً مٹ جاتا ہے، اس لیے نہ تو ظلم کریں اور نہ ظالم سے گھبرائیں، ظالم بہت جلد ان شاءاللہ اپنے انجام کو پہنچے گا۔

اللہ ہمیں ہر طرح کے ظلم سے محفوظ فرمائے اور ظالموں کو ہدایت عطا فرمائے۔ آمین۔ ❑❍❐❑

ظلم، بدامنی کا سب سے بڑا سبب

کسی بھی قوم کے لیے سب سے بڑی بدنصیبی کی بات یہ ہے کہ وہاں عدل وانصاف نہ ہو اور معاشرے کے کم تر لوگ اپنا واجبی حق لینے سے عاجز ہوں، تو ایسا معاشرہ کبھی بھی پرسکون زندگی نہیں گذار سکتا، انسانیت کا تقاضا یہ ہے کہ فیصلے، حق کی بنیاد پر کیے جائیں اور کمزور لوگوں کا حق دلانے میں ایک دوسرے کی مدد کی جائے؛ چنانچہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ ''کوئی بھی ایسی قوم عزت نہیں پا سکتی، جس میں حق پر فیصلہ نہ کیا جاتا ہو اور جہاں کمزور آدمی، بغیر کسی ہچکچاہٹ کے طاقتور سے اپنا حق لینے پر قادر نہ ہو۔ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، قَالَ: جَاءَ أَعْرَابِيٌّ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ يَتَقَاضَاهُ دَيْنًا كَانَ عَلَيْهِ فَاشْتَدَّ عَلَيْهِ حَتَّى قَالَ لَهُ: أُحَرِّجُ عَلَيْكَ إِلَّا قَضَيْتَنِي. فَانْتَهَرَهُ أَصْحَابُهُ وَقَالُوا: وَيْحَكَ! تَدْرِي مَنْ تُكَلِّمُ؟ قَالَ: إِنِّي أَطْلُبُ حَقِّي. فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: هَلَّا مَعَ صَاحِبِ الْحَقِّ كُنْتُمْ، ثُمَّ أَرْسَلَ إِلَى خَوْلَةَ بِنْتِ قَيْسٍ، فَقَالَ لَهَا: إِنْ كَانَ عِنْدَكِ تَمْرٌ فَأَقْرِضِينَا حَتَّى يَأْتِيَنَا تَمْرُنَا فَنَقْضِيَكِ، فَقَالَتْ: نَعَمْ، بِأَبِي أَنْتَ يَا رَسُولَ اللَّهِ، قَالَ: فَأَقْرَضَتْهُ. فَقَضَى الْأَعْرَابِيَّ وَأَطْعَمَهُ، فَقَالَ: أَوْفَيْتَ أَوْفَى اللَّهُ لَكَ، فَقَالَ: أُولَئِكَ خِيَارُ النَّاسِ، إِنَّهُ لَا قُدِّسَتْ أُمَّةٌ لَا يَأْخُذُ الضَّعِيفُ فِيهَا حَقَّهُ غَيْرَ مُتَعْتَعٍ. (سنن ابن ماجہ: ۲۴۲۶)

آج دنیا میں جہاں بھی بدامنی پھیلی ہوئی ہیں، وہاں کے حالات کی اگر تحقیق کی جائے گی، تو یہی نتیجہ سامنے آئے گا کہ وہاں انصاف کے دوہرے پیمانے قائم کر لیے گئے ہیں اور کمزوروں کے حقوق کو بے دریغ پامال کیا جا رہا ہے، جس کے نتیجے میں کمزور طبقوں میں مایوسی اور بددلی پھیلی ہوئی ہیاور ذہنی سکون ناپید ہے۔

جو لوگ یہ چاہتے ہیں کہ حکومت سرداری اور عہدے اُن کے پاس رہیں، تو اُن کو چاہیے کہ وہ نبی کریم ﷺ کے بیان کردہ فارمولے پر عمل کریں، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جب تک ذمے داروں میں یہ صفت باقی رہے گی کہ جب اُن سے فریاد کی جائے، تو وہ رحم دلی سے کام لیں

اور جب وہ فیصلہ کریں،تو عدل وانصاف کریں اور جب وہ مال تقسیم کریں،تو برابر سرابر دیں، جو اُن میں سے ایسا نہیں کرے گا، اس پر اللہ کی، فرشتوں کی اور سب لوگوں کی پھٹکار ہے اور ایسے ذمے دار کی فرض یا نفل کوئی عبادت قبول نہیں۔'' قال النبی ﷺ إن هذا الأمر في قريش ما إذا استرحموا رحموا، وإذا حكموا عدلوا، وإذا قسموا أقسطواء فمن لم يفعل ذلك منهم فعليه لعنة الله والملائكة والناس أجمعين لا يقبل منه صرف ولا **عدل**. (مسند احمد: ٤/٣٩٦؛ الترغيب والترهيب مكمل: ٣٣٥٦)

اگر ذمے دار یہ چاہتے ہیں کہ معاشرے میں امن و امان قائم ہو،تو ضروری ہے کہ ہر ذمیدار اپنے ماتحتوں کے ساتھ انصاف کا برتاؤ کرے اور حتی الامکان اپنے کو مظلوم کی بددعا سے بچائے اور اِس حدیث کو بار بار پڑھے،جس میں اچھے ذمیدار کی اہم صفات بیان کی گئی ہیں۔

اللہ تعالی ہم سب کو تمام عالم میں امن و امان قائم کرنے کے لیے قبول فرمائے۔ آمین۔

موجودہ حالات میں اسلام کی رہنمائی

ہندوستان کی آزادی کے بعد دو طبقے پیدا ہوئے: ایک طبقہ ہندوستان میں بھائی چارگی،محبت اور اخوت کی حکمرانی دیکھنا چاہتا تھا اور دوسرا اپنے علاوہ دیگر نظریات اور مذاہب کے ماننے والوں کو دوسرے درجے کا شہری بنانا چاہتا تھا، عین آزادی کے وقت مسلمان اور برادرانِ وطن کی اکثریت پہلے ہی نظریے کی حامل تھی؛ لیکن پچھلے چند سالوں سے دوسرے نظریے کے ماننے والوں کی اکثریت ہے،طرح طرح سے مسلمانوں کو مصیبت اور آزمائش میں مبتلا کیا جارہا ہے،آزادء وطن کی خاطر اپنی جان قربان کرنے والے مسلم مجاہدین آزادی کی قربانیوں کو تاریخ سے مٹانے کی ناپاک سازشیں رچی جارہی ہیں، ہر طرف نفرت،تعصب کا دور دورہ ہے فسطائی طاقتیں اصل مدعوں سے دھیان بھٹکانے کے لیے لَو جہاد، گؤ ہتیا، وندے ماترم، بھارت ماتا اور وطن سے محبت کے خود ساختہ معیارات، این۔ آر۔ سی،

سی۔اے۔اے، مسجد، مندر، یکساں سِوِل کوڈ، طلاق اور آئین پر نظرِ ثانی کو مدعیٰ بنا رہی ہیں، اگر ہم دورِ نبوی میں دیکھیں، تو اُس وقت بھی یہی حالات تھے؛ چناں چہ وہاں حضرتِ بلال، حضرت سمیہ کی لنچنگ کی گئی، نبیؐ اور آپ کے ماننے والوں کا سماجی بائیکاٹ کیا گیا اور آپ ﷺ کو شعبِ ابی طالب میں محصور ہونا پڑا، ہندوستان میں مسلمان اقلیت میں ہیں، تو مکے میں بھی مسلمان اقلیت میں ہی تھے، نبی کے قتل کی پلاننگ کی گئی، نہ مکہ میں مال و اسباب تھے اور نہ ہندوستانی مسلمانوں کے پاس ہیں؛ لیکن نبی اور آپ کے صحابہ نے اپنے مخالف ماحول کو اپنے موافق بنالیا؛ کیوں کہ وہ اِس بات پر یقین رکھتے تھے کہ اللہ نے تمہارے مقدر میں جتنا نفع اور نقصان لکھ دیا ہے، ساری دنیا کے لوگ مل کر اُس سے زیادہ نفع یا نقصان نہیں پہنچا سکتے۔ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: كُنْتُ خَلْفَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ يَوْمًا، فَقَالَ: يَا غُلَامُ، إِنِّي أُعَلِّمُكَ كَلِمَاتٍ: احْفَظِ اللَّهَ يَحْفَظْكَ احْفَظِ اللَّهَ تَجِدْهُ تُجَاهَكَ إِذَا سَأَلْتَ فَاسْأَلِ اللَّهَ وَإِذَا اسْتَعَنْتَ فَاسْتَعِنْ بِاللَّهِ، وَاعْلَمْ أَنَّ الْأُمَّةَ لَوِ اجْتَمَعَتْ عَلَى أَنْ يَنْفَعُوكَ بِشَيْءٍ لَمْ يَنْفَعُوكَ إِلَّا بِشَيْءٍ قَدْ كَتَبَهُ اللَّهُ لَكَ، وَلَوِ اجْتَمَعُوا عَلَى أَنْ يَضُرُّوكَ بِشَيْءٍ لَمْ يَضُرُّوكَ إِلَّا بِشَيْءٍ قَدْ كَتَبَهُ اللَّهُ عَلَيْكَ. (ترمذی:٢٥١٦)

نیز انہوں نے ہر حال میں اللہ کے حکم اور نبی کے طریقے کا خیال رکھا اور اپنی وحدت اور اجتماعیت کو منتشر نہیں ہونے دیا؛ کیوں کہ مسلمانوں کا انتشار، غیروں کی طاقت ہے، نیز لمبی مدت کی پلاننگ کے تحت دعوت، تعلیم اور تبلیغ سے جُڑے رہے۔ دعوت، تعلیم اور اخلاق کے ذریعے آپ ﷺ اور آپ کے صحابہ دشمنوں کے دلوں کو فتح کرتے رہے، بس یہی تین ہمیں بھی کرنے ہیں، خود سچا مسلمان بننا ہے، اپنی صفوں میں اتحاد قائم کرنا ہے اور اپنوں اور غیروں کی قرآن و حدیث کے مطابق محبت اور اخوت کی بنیادوں پر تربیت کرنی ہے۔

اللہ رب العزت ہمیں عمل کی توفیق نصیب فرمائے۔ آمین۔

ناانصافی کی نحوست

عہدے اور ذمیداری دیکھنے میں بہت اچھی لگتی ہے؛ لیکن یہ بڑی ذمیداری کی

بات ہے، جب قیامت میں اِس کا حساب دینا پڑے گا، تو اندازہ ہوگا کہ یہ کتنا نازک معاملہ ہے۔ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے: کہ ”جو شخص میری امت میں سے کسی جماعت کا ذمیدار بن جائے، چاہے وہ جماعت تعداد میں کم ہو یا زیادہ، پھر وہ اُن کے درمیان عدل وانصاف نہ کرے، تو اللہ تعالیٰ اُس کو چہرے کے بل جہنم میں ڈال دیں گے۔ من ولي أمة من أمي قلت أو كثرت فلم يعدل فيهم اكبه الله على وجهه في النار. (الترغيب والترهيب:٣٣٤٦)

دنیا میں اگر کوئی حاکم اور ذمیدار فیصلہ کرنے میں ناانصافی کرتا ہے اور جانب داری سے کام لیتا ہے، تو اللہ کی مدد اُس سے ہٹ جاتی ہے اور شیطانی اثرات اُس پر ظاہر ہو جاتے ہیں، جس کا نتیجہ، فتنہ وفساد کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے۔ اللہ کے رسول حضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ ”اللہ تعالیٰ کی مدد قاضی کے ساتھ ہے جب تک کہ وہ ظلم نہ کرے، پس اگر وہ ظلم کرنے لگے، تو اللہ کی مدد اُس سے اُٹھ جاتی ہیاور شیطان اُس کے پیچھے پڑ جاتا ہے۔ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي أَوْفَى، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: إِنَّ اللَّهَ مَعَ الْقَاضِي مَا لَمْ يَجُرْ، فَإِذَا جَارَ تَخَلَّى عَنْهُ، وَلَزِمَهُ الشَّيْطَانُ. (ترمذی:١٣٣٠)

ایک روایت میں ہے: کہ ”جو شخص ۱۰ر آدمیوں پر ذمیدار بنایا جائے، وہ قیامت کے دن بندھے ہوئے ہونے کی حالت میں لایا جائے گا، یہاں تک کہ اُس کا عادلانہ عمل اُسے آزاد کرادے یا ظلم وناانصافی اُسے ہلاکت میں ڈال دے۔ ما من أمير عشرة إلا يؤتى به مغلولا يوم القيامة حتى يفكه العدل، أو يوبقه الجور. (الترغيب والترهيب:٣٣٦٨)

اللہ تعالیٰ ہمیں اور ہمارے ذمیداروں کو ہر طرح کی محرومی سے محفوظ فرمائے اور عظیم بشارتوں کا مستحق بنائے۔ آمین۔

معاہدۂ حلف الفضول اور ہمارے لیے راہِ عمل

عرب میں اسلام کے آغاز تک لڑائیوں کا جو متواتر سلسلہ چلا آرہا تھا، اُس نے

سینکڑوں گھرانے برباد کردیے تھے اور قتل و غارت گری، خاندانی اخلاق بن گئے تھے۔ یہ دیکھ کر بعض طبیعتوں میں اصلاح کی تحریک پیدا ہوئی، جنگِ فُجّار سے واپسی پر زبیر بن عبد المطلب نے یہ تجویز پیش کی؛ چنانچہ خاندانِ ہاشم، زہرہ وغیرہ کے لوگ، عبداللہ بن جُدعان کے گھر میں جمع ہوئے اور معاہدہ ہوا کہ ہم میں سے ہر شخص مظلوم کی حمایت کرے گا اور کوئی ظالم مکّہ میں نہ رہنے پائے گا، اسی کو معاہدۂ حلف الفضول کہتے ہیں۔

رسول اللہ ﷺ بلاتفریق مذہب وملّت سب کے لیے رحمت بنا کر بھیجے گئے تھے، اِس لیے ایسے معاہدے اور میثاق کو پسند فرماتے تھے کہ جس میں عدل و انصاف اور رواداری کی ضمانت ہوتی، غریبوں، مسکینوں، یتیموں، بیواؤں اور مظلوموں کی مدد ہوتی اور ظالموں کو ظلم سے روکنے کی کوشش کی جاتی، آپ ﷺ معاہدۂ حلف الفضول میں اسلام سے پہلے بہ ذاتِ خود شریک ہوئے اور آپ نے اِس معاہدے کو اتنا پسند فرمایا کہ آپ ﷺ خود ارشاد فرماتے ہیں: ''میں خود عبداللہ بن جُدعان کے گھر میں ایک ایسے معاہدے میں شریک تھا کہ اگر اُس کو توڑنے کے لیے مجھے سُرخ قیمتی اونٹ دے دیے جائیں، تب بھی میں اُس معاہدے کو توڑنا پسند نہیں کرتا، یہاں تک کہ اگر اسلام آنے کے بعد بھی مجھے اِس قسم کے معاہدے کے لیے دعوت دی جائے، تو میں ضرور اس دعوت کو قبول کرتا۔'' "لَقَدْ شَهِدْتُ فِيْ دَارِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ جُدْعَانَ حِلْفًا مَا أُحِبُّ أَنَّ لِيَ بِهِ حُمْرَ النَّعَمِ وَلَوْ أُدْعٰى بِهِ فِي الْإِسْلَامِ لَا أَجَبْتُ." (سنن کبریٰ بیہقی:٦/٣٦٧)

اِس سے ہندوستان کے مسلم دانشوران کو یہ سبق ملتا ہے کہ وہ اہلِ اقتدار حکمرانوں یا برادرانِ وطن کی سیاسی پارٹیوں سے ایسے معاہدے کریں کہ جس میں عدل و انصاف کے قیام، مظلوموں بے کسوں کی حمایت، مذہبی اور رائے کی آزادی اور ہندوستان کے ایک ایک فرد کی برابری کی ضمانت دی گئی ہو اور جس سے اسلام کا کوئی پہلو متاثر نہ ہوتا ہو، یہ معاہدہ اگر چہ آئینِ ہند کے نفاذ کے وقت ہمارے مرحوم اکابرینؒ اور ہندوستانی دانشواران کے درمیان ہو چکا ہے؛ لیکن آج ضرورت ہے کہ اس معاہدے کی نئے سرے سے توثیق کی جائے؛

تاکہ ہندوستان کا ماحول پُر امن بنا رہے۔

اللہ رب العزت سے دعا ہے کہ تمام عالم میں اور خصوصاً ہمارے اِس پیارے ملک میں امن وامان قائم فرمائے۔آمین۔

خلیفۂ اوّل سیدنا حضرت صدیق اکبر کی عادلانہ فکر!

خلیفۂ اوّل سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جب منصبِ خلافت پر تشریف فرما ہوئے ،تو آپ نے جو پہلا خطبہ ارشاد فرمایا، اُس میں درجِ ذیل کلمات بھی تھے، جو عدل وانصاف کیبارے میں آپ کے پُرعزم نظریے پر روشن دلیل ہیں،آپ نے پوری قوّت کے ساتھ ارشاد فرمایا: ''میرے نزدیک تم میں سیسب سے زیادہ طاقت ور (قابلِ رحم)،ضعیف (مظلوم) شخص ہے حتی کہ میں اُس کا (واقعی) حق اُس کو دلا کر رہوں گا اور میرے نزدیک تم میں سب سے زیادہ کمزور اور (بے حیثیت)، طاقت ور (ظالم) شخص ہے حتی کہ میں اس سے دوسرے کا حق لے کر رہوں گا۔وإن أقواكم عندي الضعيف حتى آخذ له بحقه وإن أضعفكم عندي القوي حتى أخذ منه الحق. (موسوعة آثار الصحابة: ۱/ ۳۵)

عام طور پر دنیا میں یہ ہوتا ہے کہ غریب اور ضعیف کی فریاد تک نہیں سنی جاتی ، جب کہ طاقتور اور باوجاہت لوگوں کی غلط حرکتوں کی بھی چشم پوشی کی جاتی ہے،جس کی وجہ سے ظالم کے حوصلے بلند ہوجاتے ہیں اور مظلوم کی امیدیں ٹوٹ کر رہ جاتی ہیں۔سیدنا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اِس معاملے میں اپنا کردار روزِ روشن کی طرح عیاں کر دیا کہ یہاں ضعیف اور کمزور پر نظر نہیں ہوگی؛ بلکہ حق اور ناحق پر نظر ہوگی۔طاقتور اور کمزور کا پیمانہ نہیں ہوگا؛ بلکہ ظالم اور مظلوم کا پیمانہ ہوگا اور ہر شخص کی فریاد رسی انصاف کے ساتھ کی جائے گی۔

ابتدائے خلافت میں آپ نے جس عزم کا اظہار فرمایا تھا، تا دم آخر آپ اُس پر پوری طرح قائم رہے۔

اللہ ہمیں بھی ہر موقع پر اسلام کا یہی کردار پیش کرنے کی توفیق نصیب فرمائے۔آمین۔

مسلمانوں کی ترقی کی تین بنیادیں

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ "اگر مکھی کسی چیز میں ڈوب جائے، تو اُسے پورا ڈبولو؛ کیوں کہ اُس کے ایک پر میں زہر اور دوسرے میں شفاء ہوتی ہے۔" عَنْ هُرَيْرَةَ ؓ يَقُولُ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: إِذَا وَقَعَ الذُّبَابُ فِي شَرَابِ أَحَدِكُمْ فَلْيَغْمِسْهُ ثُمَّ لِيَنْزِعْهُ؛ فَإِنَّ فِي إِحْدَى جَنَاحَيْهِ دَاءً، وَالْأُخْرَى شِفَاءً. (بخاری: ۳۳۲۰)

اِس حدیث کی تشریح کرتے ہوئے حضرات محدثین نے لکھا ہے کہ اِس حدیث میں نبی کریم ﷺ نے اپنی امت کو یہ خاموش پیغام دیا ہے کہ کیسے ہی حالات آجائیں، کبھی گھبرانا نہیں، حل تلاش کریں، حل ہمیشہ مسئلے کے قریب ہوتا ہے۔

حضرت امام شافعیؒ نے کیا خوب ارشاد فرمایا ہے: "مَا حَكَّ جِلْدَكَ مِثْلُ ظُفْرِكَ، فَتَوَلَّ أَنْتَ جَمِيعَ أَمْرِكَ." (دیوانِ شافعی: ۸۲/۱)

"تمہاری جلد کو تمہارے ناخن سے بہتر کوئی نہیں کھجلا سکتا، لہٰذا اپنے تمام مسائل خود حل کرو۔"

حضرت امام شافعیؒ کے اِس ارشاد کی روشنی میں ہندوستانی مسلمانوں کو یہ سمجھ جانا چاہیے کہ ہماری تمام پریشانیوں، مصیبتوں، مسائل اور اپنے خلاف ہونے والی سازشوں کا حل خود مسلمانوں کے علاوہ کوئی نہیں نکال سکتا، لہٰذا ہمیں اپنی ترقی کے لیے کسی سیاسی پارٹی پر تکیہ کرنے کی بجائے خود ہی اپنے لیے محنت کرنی پڑے گی اور تین میدانوں میں محنت ہونا ترقی کے لیے انتہائی ضروری ہے: (۱) دعوت، (۲) تعلیم اور (۳) تجارت۔

(۱) مسلمان خواہ کسی بھی میدان کا ہو، عالم، ڈاکٹر، انجینیر، سائنس داں، سیاست داں، مزدور، ملازم، تاجر وغیرہ اُسے ہر حالت میں اپنے میدان میں رہتے ہوئے خود کو ایسا مسلمان بنانا ضروری ہے کہ اُس کے داعیانہ اخلاق اور اسلامی کردار کو دیکھ کر کے عوام کے دلوں میں اسلام کے تئیں محبت بیٹھے۔

(۲) اسی کے ساتھ ساتھ خود مسلمانوں کو مسلمانوں کے درمیان تعلیم کو فروغ دینا ضروری ہے؛ چناں چہ موجودہ زمانے میں ضروری ہے کہ ایسے علماء مدارس میں تیار کیے جائیں، جو اسلام کے خلاف ہونے والے فکری حملوں میں سیسہ پلائی ہوئی دیوار کا کام کریں، نیز بقیہ پوری قوم کے افراد سچے مسلمان ہونے کے ساتھ ساتھ بہترین ڈاکٹر، انجینیر، جج وغیرہ بنیں۔

(۳) تیسری بنیاد تجارت ہے، اِس بات سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ آج طاقت اُسی کے پاس ہے، جو تجارت میں ماہر ہے، معاشی استحکام اور مادّی ترقی کے لیے جدوجہد کرنا تجارت، زراعت، صنعت پر توجہ دینا، بلاشبہ اِس دور میں ترقی کا زینہ بھی ہے اور مال و دولت خدا کی عظیم نعمت بھی ہے، حبیبِ خدا حضرت محمد ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ ''نیک آدمی کے لیے حلال و پاک مال کیا ہی خوب ہوتا ہے۔'' ''نِعْمَ الْمَالُ الصَّالِحُ لِلْمَرْءِ الصَّالِحِ.'' (الادب المفرد:۲۹۹)

باوجودیکہ آپ ﷺ دنیا بیزار شخصیت اور زہد و قناعت کے اعلیٰ مرتبے پر فائز تھے، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''تم اپنے بچوں کو مالدار چھوڑ کر جاؤ، یہ اِس سے بہتر ہے کہ اُنہیں محتاجی کی حالت میں چھوڑ کر جاؤ کہ وہ لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلاتے پھریں۔'' ''إِنَّکَ أَنْ تَدَعَ وَرَثَتَکَ أَغْنِيَاءَ خَيْرٌ مِنْ أَنْ تَدَعَهُمْ عَالَةً يَتَكَفَّفُونَ النَّاسَ فِي أَيْدِيهِمْ.''

(بخاری:۲۷٤۲)

اس کے علاوہ ہر وہ کام کرنا ہے، جو مظلوم عوام کے مفاد میں ہو، رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''اپنے منافع حاصل کرنے کی جستجو میں رہو، اللہ سے مدد مانگتے رہو اور عاجز و بے بس نہ بنو۔'' ''احْرِصْ عَلَى مَا يَنْفَعُکَ وَاسْتَعِنْ بِاللَّهِ وَلَا تَعْجَزْ.'' (مسلم:۲٦٦٤)

اللہ ہمیں عمل کرنے کی توفیق عطاء فرمائے۔ آمین۔

موجودہ سیاسی حالات میں تاریخ کی اہمیت

ایک مشہور لطیفہ ہے کہ ایک دوکان پر مختلف قوموں کے دماغ بیچے جا رہے تھے، ایک صاحب نے دماغوں کی قیمت معلوم کی، تو دوکان دار نے جواب دیا: ''عیسائی کا دماغ سو

روپے، یہودی کا دوسو روپے، امریکن دماغ پچاس روپے، یوروپی دماغ بیس روپے اور مسلمانی دماغ ایک ہزار روپے کا ہمارے یہاں بیچا جاتا ہے۔'' خریدار نے حیرت سے پوچھا: کہ ''مسلمان کا دماغ اتنا مہنگا اور باقی قوموں کے دماغ اتنے سستے کیوں؟'' دوکان دار نے جواب دیا: کہ ''اِن قوموں نے اتنا دماغی، فکری اور علمی کام کیا ہے کہ اُن کے دماغ کا اکثر حصہ خرچ ہوگیا، جب کہ مسلمانوں نے آج تک سوائے الجبراء ایجاد کرنے کے اور کچھ کیا ہی نہیں ہے، اِس لیے اُن کا پورا کا پورا دماغ باقی ہے۔''

اِس لطیفے پر آپ ہنس رہے ہوں گے؛ حالاں کہ یہ ہنسنے کا موقع نہیں، رونے کا مقام ہے، رونا اِس بات پر نہیں کہ ہماری قوم نے آج تک کچھ کیا ہی نہیں؛ بلکہ آپ کی سادگی پر، کہ آپ کو معلوم ہی نہیں کہ آپ کی قوم نے کیسے کیسے کارنامے انجام دیے ہیں۔ کسی قوم کے زوال کی انتہاء یہ ہے کہ اُس کی خوبیاں دوسروں کے کھاتے میں ڈال دی جائیں اور اُس کو اِس فریب کاری کا احساس تک نہ ہو۔

وائے ناکامی متاعِ کارواں جاتا رہا

کارواں کے دل سے احساسِ زیاں جاتا رہا

مذکورہ لطیفہ کسی بہت ہی زیرک اور چالاک آدمی نے گھڑا ہے، جو مسلمانوں سے سخت دشمنی رکھنے کے ساتھ ساتھ ہماری سادہ لوحی سے بھی واقف تھا، ہم نے یہ لطیفہ قبول کرلیا اور رات دن اِس قسم کے لطیفے پر قہقہے لگائے، ہمارے اِس قہقہے پر لطیفہ گڑھنے والا بھی اپنی فریب کاری کی کامیابی پر قہقہہ لگاتا ہوگا اور یہ دونوں قہقہے اُن سیکڑوں مسلمان، علماء، سائنس دانوں، ماہرینِ فلکیات وجغرافیہ، اطباء، فلاسفہ وحکماء کی روحوں کو اذیت پہنچاتے ہوں گے، جنھوں نے اپنی ساری زندگی علوم وفنون کی اشاعت اور تحقیقات وایجادات میں صرف کر دی۔ ہمارا المیہ یہ ہے کہ ہم اپنی تاریخ سے بھی واقف نہیں ہوتے اور کبھی جاننے کی خواہش ہوتی ہے، تو اُن متعصب مؤرخین کو پڑھتے ہیں، جو بتاتے ہیں کہ مسلمانوں کا دینوی ترقی میں کوئی رول نہیں اور مسلمان حکمراں ظالم، جابر، آمر، غاصب، عیّاش، نکمے، بدچلن تھے اور اُن

کا دورِ حکومت جہالت وتاریکی میں ڈوبا ہوا تھا۔علمِ تاریخ ایک ایسا ہتھیار ہے کہ اگر یہ وسیع النظر اور وسیع القلب قوم کے ہاتھ لگ جائے، تو دنیا کا امن و امان قائم رہتا ہے اور اگر متعصب اور تنگ نظر قوموں کے ہاتھ لگ جائے، تو اُس کے ذریعے پورے معاشرے کو نفرت کی سیاست میں جھونک دیا جاتا ہے، جس سے معاشرہ تباہی کی راہ پر چلنے لگتا ہے، بس موجودہ سیاسی حالات میں مسلمانوں کو چاہیے کہ اپنی حقیقی تاریخ سے واقفیت حاصل کریں اور صحیح صحیح تاریخ فروغ دینے کی کوشش کریں، اِس لیے کہ تاریخ ایک نفع بخش فَن ہے اور نبی ﷺ کا ارشاد ہے: کہ ''جو چیز بھی تمھیں نفع دے، اُسے حاصل کرنے کی کوشش کرو۔'' ''اِحْرِص عَلٰی مَا یَنْفَعُکَ.'' (مسلم: ۱۰۰)

اللہ ہمیں بات سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

ووٹ کیسے بنوائیں

نبی کریم ﷺ نے مدینے تشریف لے جانے کے بعد جو ابتدائی کام کیے ہیں، اُس میں سے ایک سروے یا جائزہ بھی ہے، جس سے آسانی سے معلوم ہو گیا کہ کتنے یہودی ہیں، کتنے عیسائی ہیں، کتنے لوگ پڑھے لکھے اور ان پڑھ ہیں۔ یاد رکھیں! سروے قوموں کے عروج وزوال کا سبب ہے، جو قومیں اپنا سروے کرتی رہتی ہیں، وہ ترقی پذیر رہتی ہیں اور جو قومیں سروے نہیں کرتیں، اُنھیں اپنی طاقت کا کبھی صحیح اندازہ نہیں ہو پاتا، جیسے ہمارے اِس ملک میں ''سچّر کمیٹی'' کی رپورٹ کے مطابق ہمیں ۱۵؟ فیصد بتایا گیا ہے؛ حالاں کہ ہمارے پاس اپنا کوئی سروے نہیں ہے۔

کام کرنے کا طریقہ:

(۱) سب سے پہلے جو فارم آپ کو بھیجا جا رہا ہے، اُس کا پرنٹ نکلوالیں۔

(۲) اگر آپ کی مسجد کے قریب ۲۰؍ گھر ہیں، تو دو نوجوان طے کرلیں، جن کے ذمے دس دس گھروں کی ذمیداری ہو۔

(۳) یہ بچے دس دس گھروں میں سروے فارم لے کر جائیں اور فارم کو بھر لیں۔

(۴) اِن کو چار کام کرنے ہیں:

(۱) نیا ووٹ بنانا ہے، جس کے لیے ''فارم-۶ (6-Form)'' استعمال ہوگا۔

(۲) اگر پتہ تبدیل کرائیں، تو اگر ''ودھان سبھا'' یا ''تحصیل'' چھوڑ کر جا رہے ہیں، تو اُس کے لیے بھی ''فارم-۶ (6-Form)'' ہی استعمال ہوگا۔

(۳) اور اگر تحصیل کے اندر اندر یا صرف محلّہ ہی تبدیل کرا رہے ہیں، تو اُس کے لیے ''فارم-۸/اے (8A-Form)'' استعمال ہوگا۔

(۴) جو لوگ انتقال کر گئے ہیں، اُن کا نام کٹوانے کے لیے ''فارم-۷ (7-Form)'' استعمال ہوگا۔

اگر خود فارم نہ بھر سکتے ہوں، تو ''سائبر کیفے'' پر جا کر بھروالیں۔

یہ ساری تفصیلات سروے فارم میں لکھ دی گئی ہیں، سروے کرنے والے حضرات اُن کو اچھی طرح ذہن میں بیٹھا لیں۔

ائمہ حضرات، محلے کے دانشوران اور نوجوان اِس قومی خدمت کے لیے آگے آئیں اور اپنی دینی بیداری اور ایمانی حمیت کا ثبوت کا پیش کریں۔ جزاکم اللہ خیرا۔

حالات سے متعلق چوکنّا رہیں

قرآن کریم جگہ جگہ دشمنوں کی سازشوں اور منصوبوں سے چوکنّا رہ کر حکمتِ عملی کے ساتھ کام کرنے کی تعلیم دیتا ہے؛ چناں چہ حضرت یعقوبؑ نے جب اپنے بیٹوں کو مصر بھیجا، تو اُنہیں یہ پُر حکمت تعلیم دی کہ ''اے بیٹو! مصر میں ایک دروازے سے داخل مت ہونا؛ بلکہ مختلف دروازوں سے داخل ہونا۔'' وَ قَالَ یٰبَنِیَّ لَا تَدْخُلُوْا مِنْ بَابٍ وَّاحِدٍ وَّ ادْخُلُوْا مِنْ اَبْوَابٍ مُّتَفَرِّقَةٍ وَ مَآ اُغْنِیْ عَنْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ شَیْءٍ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ عَلَیْهِ تَوَكَّلْتُ وَ عَلَیْهِ فَلْیَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُوْنَ. (سورۃ یوسف:٦٧)

اسی طرح قرآن کریم میں مذکور ہے کہ جب اصحابِ کہف اپنی نیند سے بیدار ہوئے، تو انہوں نے اپنے ایک ساتھی کو یہ ہدایت دے کر بازار کھانا لانے بھیجا کہ وہ خوش اخلاقی اور نرمی کا معاملہ کرے اور کسی کو بھی ہمارے غار میں ہونے کی خبر نہ ہونے دے، اِس لیے کہ اگر اُن کو ہمارے غار میں ہونے کی خبر ہو جاتی ہے، تو وہ پتھراؤ کر کے مار ڈالیں گے یا جبراً اپنے دین میں لوٹالیں گے۔ وَ کَذٰلِکَ بَعَثْنٰهُمْ لِیَتَسَآئَلُوْا بَیْنَهُمْ قَالَ قَآئِلٌ مِّنْهُمْ کَمْ لَبِثْتُمْ قَالُوْا لَبِثْنَا یَوْمًا اَوْ بَعْضَ یَوْمٍ قَالُوْا رَبُّکُمْ اَعْلَمُ بِمَا لَبِثْتُمْ فَابْعَثُوْا اَحَدَکُمْ بِوَرِقِکُمْ هٰذِهٖ اِلَی الْمَدِیْنَةِ فَلْیَنْظُرْ اَیُّهَا اَزْکٰی طَعَامًا فَلْیَاْتِکُمْ بِرِزْقٍ مِّنْهُ وَ لْیَتَلَطَّفْ وَ لَا یُشْعِرَنَّ بِکُمْ اَحَدًا اِنَّهُمْ اِنْ یَّظْهَرُوْا عَلَیْکُمْ یَرْجُمُوْکُمْ اَوْ یُعِیْدُوْکُمْ فِیْ مِلَّتِهِمْ وَ لَنْ تُفْلِحُوْا اِذًا اَبَدًا. (سورۃ الکھف:۱۹، ۲۰)

ہمارے پیارے نبی حضرت محمد ﷺ کی سیرت کا ایک بنیادی پہلو یہ ہے کہ آپ ہمیشہ حکمتِ عملی سے کام لیتے تھے اور حکمتِ عملی کے بنانے کے لیے چوں کہ اپنے مخالفین کی سازشوں اور حالات سے واقفیت ضروری ہے، اِس لیے آپ اپنے جاسوسوں کو مختلف مقامات پر لگا دیا کرتے تھے؛ تاکہ دشمنوں کی سازش سے چوکنّا رہا جا سکے؛ چناں چہ روایت میں آتا ہے کہ آپ ﷺ نے دس صحابہ کی ایک جماعت مخالفین کی جاسوسی کے لیے بھیجی، اِس جماعت کا امیر عاصم بن عمر بن خطاب کے نانا عاصم بن ثابت انصاری کو بنایا۔ عَنْ أَبِی هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: بَعَثَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَشَرَةً عَیْنًا، وَأَمَّرَ عَلَیْهِمْ عَاصِمَ بْنَ ثَابِتٍ الْأَنْصَارِیَّ جَدَّ عَاصِمِ بْنِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ. (بخاری:۳۹۸۹)

حقیقت یہ ہے کہ حالات سے واقفیت اور اپنے خلاف ہونے والی سازشوں کا علم اگر نہ ہو، تو ذہن و فکر درست کام نہیں کرتے، جس کے نتیجے میں صحیح حکمتِ عملی سے ہاتھ دھونا پڑتا ہے؛ حالاں کہ کوئی بھی قوم اپنے تحفظ میں اُسی وقت کامیاب ہو سکتی ہے، جب اُس کے پاس صحیح اور درست حکمتِ عملی ہو، اسی لیے خدارا! بیدار ہو جائیے، حالات کی سنگینی کو نظر انداز نہ کیجیے، ورنہ اِس کے نتائج بڑے ہی تباہ کُن ہوں گے۔

اللہ ہم سب کو حالات سے چوکنّا رہنے کی توفیق عطاء فرمائے۔ آمین۔

ہمارا نیتا کیسا ہو؟

ہمارے ملک میں کئی سیاسی جماعتیں ہیں، ہر جماعت میں کئی سیاسی رہنما ہیں، اِس کے باوجود ہمارے ملک کے بنیادی مسائل اپنی جگہ کھڑے ہیں، عوام کے مسائل حل کرنے میں ہماری تمام ہی سیاسی پارٹیاں ناکام ہیں، الیکشن کا وقت قریب ہے، عوام کے ذہنوں میں کشمکش چل رہی ہے کہ ووٹ کس کو دیا جائے؟ بنیادی طور پر ہمیں ایسے لوگوں کو چننا چاہیے، جو عوام کی زندگیوں کو آسان بنائیں، مشکلوں میں نہ ڈالے؛ کیوں کہ ہمارے پیغمبر ﷺ یہی چاہتے تھے کہ ہم پوری انسانیت کے لیے آسانیاں پیدا کریں اور انسانیت سے تنگیوں کو دور کریں۔ عَنْ أَنَسٍؓ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ، قَالَ: يَسِّرُوا وَلَا تُعَسِّرُوا، وَبَشِّرُوا وَلَا تُنَفِّرُوا. (بخاری:٦٩-عن انسؓ)

نیز ہمارے سیاسی رہنماؤں کا اخلاقی تربیت یافتہ ہونا ضروری ہے کہ وہ عوام کے درمیان محبت اور رواداری کو فروغ دیں، نفرت اور دوریوں کو ختم کریں۔

ہمارے ملک کی ترقی اُسی وقت ممکن ہے، جب کہ ہم ایسے لوگوں کو اپنا سیاسی رہنما بنائیں، جو کہ اپنی بات کے سچّے اور اپنے وعدے کے پکّے ہوں؛ کیوں کہ جھوٹ کے سہارے کوئی قوم اور ملک ترقی نہیں کرسکتا؛ بلکہ جھوٹ تو قوموں اور ملکوں کو تباہ کردیتا ہے۔ اَلْكِذْبُ يُهْلِكُ. (سورۃ التوبۃ:١١٩؛ کنز العمال: ٤١٩/٣)

کوشش یہ کریں کہ نوجوان اور باصلاحیت افراد کو اپنا رہنما بنائیں؛ کیوں کہ یہ دو صفات ہی قیادت اور رہنمائی کے دو معیار ہیں، قرآن کریم میں مذکور ہے کہ جب حضرت یوشع بن نونؑ نے حضرت طالوتؒ کو بنی اسرائیل کا رہنما مقرر کیا، تو کچھ لوگوں نے اُن کے رہنما بنائے جانے پر اعتراض کیا، تو اللہ رب العزت نے طالوتؒ کے رہنما بنائے جانے کے صحیح ہونے پر یہ فرمایا کہ یہ علم اور جسمانی طاقت میں تم سب سے زیادہ ہیں، اِس لیے یہ رہنما بنائے جانے کے تم سے زیادہ حقدار ہیں۔ بَسْطَةً فِي الْعِلْمِ وَ الْجِسْمِ. (سورۃ البقرۃ:٢٤٧)

اِن دو معیار کے مطابق ہمیں ایسے لوگوں کو سیاسی باگ ڈور دینی چاہیے، جو ہمارے علاقے کے بنیادی مسائل سے آگاہ اور اُن کے حل کے طریقے سے بہ خوبی واقف ہوں، نیز وہ اُن مسائل کو سلجھانے پر طاقت اور قوّت رکھتے ہوں، افسوس کہ ہم ایسے لوگوں کو اپنا ووٹ دے دیتے ہیں، جو ہمارے علاقے کی بنیادی مسائل و پریشانیوں کا بھی علم نہیں رکھتے، چہ جائے کہ اُن کے حل کا طریقہ جانتے ہوں اور حل پر قدرت بھی رکھتے ہوں، اِن سے کس طرح خیر کی توقع رکھی جاسکتی ہے؟ ہمیں اِس غفلت سے بیدار ہو جانا چاہیے۔

اللہ ہمیں بات سمجھنے کی توفیق نصیب فرمائے۔ آمین۔

اتحاد و اتفاق

ہندوستان میں دوسری بڑی اکثریت مسلمانوں کی ہے؛ لیکن اِس کے باوجود یہ محسوس ہوتا ہے کہ اَب مسلمانوں کے ''ووٹوں'' کی کوئی اہمیت باقی نہیں رہی ہے، وجہ ظاہر ہے کہ الیکشن کے موقع پر مسلمان، مختلف مسلکی، خاندانی اور ذاتی خانوں میں بٹ جاتے ہیں، جس کی وجہ سے ووٹ تقسیم ہو جاتا ہے اور اِس کا براہِ راست فائدہ فرقہ پرست پارٹیوں کو ہوتا ہے۔ مسلمانوں کے اتحاد و اتفاق کی اہمیت کسی سے ڈھکی چھپی نہیں ہے؛ لیکن اِس کے باوجود ہم لوگ سیاسی طور پر متحد نہیں ہو پاتے، جس کی وجہ سے سیاست میں ہماری ہَوا نکل جاتی ہے، قرآن کریم کے اندر کیا خوب ارشاد فرمایا گیا ہے: ''آپس میں جھگڑا نہ کرو، ورنہ تم ڈھیلے پڑ جاؤ گے اور تمہاری ہوا اُکھڑ جائے گی۔'' ''وَلَا تَنَازَعُوْا فَتَفْشَلُوْا وَتَذْهَبَ رِيْحُكُمْ.''

(سورۃ الانفال:٤٦)

اسی لیے ضروری ہے کہ ہم مسلکوں، خاندانوں اور برادریوں، قوموں اور ذاتوں کے نام پر مختلف پارٹیوں میں بٹنے کے بجائے آپسی اتحاد کو مضبوط کریں اور اِس اتحاد میں نہ صرف تمام مسلمان ہوں؛ بلکہ برادرانِ وطن کا ہر مظلوم طبقہ ہو؛ بلکہ ہر وہ ہمارا بھائی ہو، جو ظلم سے نفرت کرتا ہے اور ہندوستان میں نفرت، عداوت، حسد اور جھگڑے کا ماحول نہ چاہ کر ایک

پُرامن ہندوستان بنانا چاہتا ہیں، اگر یہ اتحاد نہیں ہوا، تو پھر فرقہ پرستوں کو سیدھی راہ پر لانے کا کوئی اور ذریعہ نہیں ہے۔

ایک ہو جائیں، تو بن سکتے ہیں خورشیدِ مُبیں
ورنہ اِن بکھرے ہوئے تاروں سے کیا بات بنے

اللہ رب العزت سے دعا ہے کہ ہمارے ہندوستان کو عوامی ہمدرد اور ملک کے خیر خواہ، لیڈران عطاء فرمائے۔ آمین۔

اِتّباعِ رسول

صحابہ کرام نے ہر قسم کے ظلم و جبر، استحصال و استبداد کا مقابلہ کیا، اُنہیں نفرت و حقارت، شقاوت و عداوت کا سامنا کرنا پڑا، مکّہ والوں نے صحابہ کی مخالفت میں کوئی کسر باقی نہ چھوڑی، کمزور مسلمانوں کو مارا پیٹا گیا، اُن کا معاشرتی اور تجارتی بائی کاٹ کیا گیا، نبی کریم ﷺ اور آپ کے صحابہ کے لیے سرزمینِ مکّہ تنگ کر دی گئی، یہاں تک کہ ہجرت کرنی پڑی؛ لیکن پھر دنیا نے دیکھا کہ یہی مظلوم ترین طبقہ دبی کُچلی انسانیت کا قائد بن کر اُبھرا، نبی اور صحابہ کی زندگیوں میں ہمارے لیے بہت بہترین نمونہ ہے؛ کیوں کہ ہم اِن کی زندگیوں میں غور کر کے اپنی زندگی کو سُدھار سکتے ہیں، قابلِ غور بات یہ ہے کہ تنزّلی کی ہر کھائی سے نکل کر صحابہ کرام کیسے اور کس طرح ترقی اور عروج کے معراج پر پہنچے، اصل اُن کی زندگی کا موڑ کیا تھا؟ دراصل صحابہ کے دل، محبتِ رسول اور اُن کا ہر عمل، اِتباعِ رسول سے مُزیّن تھا، یہ اِتّباعِ رسول ہی تھی کہ صحاب؟ رسول نے ایسا عظیم انقلاب بپا کیا کہ تاریخِ عالم کا رُخ ہی موڑ کر رکھ دیا، قرآن کریم کے اندر جگہ جگہ ظلم و جبر کی صورتِ حال میں صحابہ کو اطاعتِ رسول ہی کا حکم دیا گیا، دراصل اپنی زندگی کو اِتّباعِ رسول کے مطابق ڈھالنے والوں کے دشمنوں کے قُلوب میں اللہ خوف ڈال دیتا ہے، سنتوں کی پابندی، ظالموں کے دلوں میں رعب بیٹھا دیتی ہے، رسول کی اطاعت، فتنوں کے دور میں دست گیری کرتی ہے، تاریخ شاہد ہے کہ جب جب

آپ ﷺ کی تعلیمات کو حرزِ جاں بنایا گیا، اپنی نشست و برخواست، معاشی معاشرتی اور سیاسی زندگی کو سنّت کے مطابق ڈھالا گیا، تو سیادت و قیادت غلام بن کر مسلمانوں کے سامنے کھڑی ملی، مال و دولت قدموں میں ذلیل ہو کر آئے، اِتّباعِ رسول تو خطرناک راہوں میں بہترین رفیقِ سفر ہے، قرآن کریم کی کئی آیتوں میں مسلمانوں کو اِتباعِ رسول کا حکم دیا گیا: کہ ''رسول جو تمہیں دیں، اُسے لے لو اور جس سے منع کریں، اُس سے بچ جاؤ۔'' ''مَا اٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْہُ وَ مَا نَھٰکُمْ عَنْہُ فَانْتَھُوْا.'' (سورۃ الحشر:۷)

رسول اللہ ﷺ نے اپنے مسائل کے کس طرح حل نکالے اور اپنے دور کے مختلف سنگین حالات پر کیا کیا حکمتِ عملی اختیار کیں؟ اگر ہم اِتّباعِ رسول کے دعویدار ہیں، تو ہمیں اپنے حالات اور رسول اللہ و آپ کے صحابہ کو پیش آنے والے حالات کے درمیان موازنہ کرنا پڑے گا اور جو حکمتِ عملی اور طریق ؟ کار رسول اللہ ﷺ نے اختیار کی، اُس کو ہمیں بھی اختیار کرنا پڑے گا، موجودہ حالات میں یہی اِتّباعِ رسول ہے۔

اللہ رب العزت ہمیں بات سمجھنے کی اور اُس پر عمل کرنے کی توفیق نصیب فرمائے۔ آمین۔

مکّی دور میں رسول اللہ ﷺ کی حکمتِ عملی

مکّی دور میں خاص طور سے ہندوستانی مسلمانوں کے لیے واضح ہدایات موجود ہیں، مکّی دور میں نبی ﷺ نے اہلِ مکّہ کی آنکھوں پر پڑے پردے کو ہٹا کر حقیقت سے روبرو کرانے کا کام انجام دیا۔ ایک واضح ہدایت ہمیں مکّی دور میں یہ ملتی ہے کہ عوام سے بات چیت کی فضاء ہموار کی جائے؛ چناں چہ رسول اللہ ﷺ نے عوام سے جڑنے کے لیے ہر ذریعہ استعمال کیا، یہاں تک کہ موسمِ حج میں جہاں اہلِ مکّہ ہر طرح کی خرافات انجام دیتے تھے، وہاں بھی آپ تشریف لے کر کے گئے، ہماری غلط فہمی یہ ہے کہ ہم اپنی حکومت کو مختارِ کُل سمجھتے ہیں، ہم نے دل ہی دل میں یہ مان لیا ہے کہ ہماری حکومت، عوام کی مرضی کا لحاظ کیے بغیر کوئی بھی کارروائی کر سکتی ہے؛ حالاں کہ

حقیقت یہ ہے کہ آج بھی اِس ملک میں جو مقام اور حیثیت عوام کو حاصل ہے، وہ حکومت اور سیاست دانوں کو نہیں، کسان بل، جو حکومت پاس کر چکی تھی، بالآخر عوام کے احتجاج کرنے پر حکومت کو وہ واپس لینا پڑا، اِس کا مطلب یہ ہوا کہ ہمیں اپنے مسائل کے حل کے لیے حکومت سے مطالبات کرنے سے زیادہ ہندوستانی عوام سے ربط وضبط بڑھا کر بات چیت کی فضاء ہم وار کرنی چاہیے، ہمارے مسائل، حکمرانوں سے ملاقات سے حل نہیں ہوں گے؛ بلکہ اپنےہندوستانی بھائیوں سے ملاقات پر حل ہوں گے، ضروری ہے کہ ہم اپنے بھائیوں کو حقیقت سے روبرو کرائیں، وُسعتِ ظرفی کے ساتھ اُن کو خدائے برتر اور قومی اور ملکی مفادات کے قریب لائیں، ہم آپس میں بیٹھ کر عدل وانصاف، پیار و محبت کی فضاء ہم وار کرنے پر توجہ دیں۔

مکّی دور میں بار ہا نبی ﷺ کو یہ حکم دیا گیا کہ آپ ظالموں سے اور پاپی سرداروں سے اعراض کر لیجیے اور درگذر کر لیجیے؛ چناں چہ کہا گیا: ”اے نبی! جو کچھ یہ کہہ رہے ہیں، اُس پر صبر کیجیے اور اُنہیں اچھی طرح چھوڑ دیجیے۔“ ”**وَاصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ وَاهْجُرْهُمْ هَجْرًا جَمِيْلًا.**“ (سورۃ المزمل: ۱۰)

قرآن کریم میں ظالم سرداروں سے کنارہ کشی کی تعلیم دی گئی، تاہم آپ ﷺ نے عوام سے بات چیت کی فضاء قائم کرنے کے لیے کوئی کسر باقی نہ چھوڑی، کبھی مکّہ کی گلیاں، کبھی باغات اور کھیت کھلیان، کبھی بازار، سڑکیں اور چوراہے، کبھی محلے، کبھی در بہ در، کبھی ایک گاؤں، تو کبھی دوسرے گاؤں، کبھی اپنے گھر، تو کبھی طائف، الغرض آپ نے عوام سے بات چیت اور اُن کی آنکھوں سے پردہ اُٹھانے کے لیے جو ذریعہ ہوسکتا تھا وہ استعمال کیا۔ فی الحال ہمیں بھی اسی حکمتِ عملی پر عمل کرنا ہے اور بہ قدرِ ضرورت ہمارے بڑوں کو حکومتوں سے ربط رکھے رہنا ہے، بقیہ مجموعی طور سے پوری امّت کو برادرانِ وطن سے بات چیت کی فضاء ہم وار کرنی ہے۔

اللہ ہم سب کو عمل کرنے کی توفیق عطاء فرمائے۔ آمین۔

❑○❒

محمد ﷺ امن کے پیغمبر

روایت میں آتا ہے کہ جب شہزادہ جنت، دخترِ رسول حضرت فاطمۃ الزہرا کے یہاں بچے کی پیدائش ہوئی، تو حضرت علیؓ اُس بچے کو لے کر نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، تو آپ ﷺ نے فرمایا: کہ ''مجھے میرے لاڈلے کو دکھاؤ، تم لوگوں نے اِس کا نام کیا رکھا ہے؟'' حضرت علیؓ نے فرمایا: کہ ''میں نے اِس کا نام 'حَرْبْ (جنگ)' رکھا ہے۔'' آپ ﷺ نے فرمایا: کہ ''نہیں! بلکہ یہ حسن ہے۔'' جب دوسرے بچے کی پیدائش ہوئی، تو نبی ﷺ نے بچے کو گود میں لے کر پوچھا: کہ ''علی! اِس کا نام کیا رکھا ہے؟'' تو حضرت علیؓ نے جواب دیا: کہ ''حرب (جنگ) رکھا ہے۔'' آپ ﷺ نے فرمایا: کہ ''نہیں! بلکہ اِس کا نام حسین ہے۔'' جب تیسرے بچے کی پیدائش ہوئی اور حضرت علیؓ، نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، تو آپ ﷺ نے تیسری بار بھی یہی سوال پوچھا: کہ ''علی! اِس بچے کا نام کیا رکھا ہے؟'' حضرت علیؓ نے تیسرے بچے کا نام بھی حرب رکھا۔ آپ ﷺ نے یہ نام بدل کر ''مُحسّن'' رکھ دیا اور فرمایا: کہ ''میں نے اِن بچوں کا نام ہارونؑ کے بچوں کے نام 'شَبَر، شُبیر اور مشبّر' کے وزن پر رکھا ہے۔'' عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: لَمَّا وُلِدَ الْحَسَنُ سَمَّيْتُهُ حَرْبًا، فَجَاءَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ: أَرُونِي ابْنِي، مَا سَمَّيْتُمُوهُ؟ قَالَ: قُلْتُ: حَرْبًا. قَالَ: بَلْ هُوَ حَسَنٌ. فَلَمَّا وُلِدَ الْحُسَيْنُ سَمَّيْتُهُ حَرْبًا، فَجَاءَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ: أَرُونِي ابْنِي، مَا سَمَّيْتُمُوهُ؟ قَالَ: قُلْتُ: حَرْبًا. قَالَ: بَلْ هُوَ حُسَيْنٌ. فَلَمَّا وُلِدَ الثَّالِثُ سَمَّيْتُهُ حَرْبً، فَجَاءَ النَّبِيُّ ﷺ فَقَالَ: أَرُونِي ابْنِي، مَا سَمَّيْتُمُوهُ؟ قُلْتُ: حَرْبًا. قَالَ: بَلْ هُوَ مُحَسِّنٌ. ثُمَّ قَالَ: سَمَّيْتُهُمْ بِأَسْمَاءِ وَلَدِ هَارُونَ: شَبَّرُ وَشَبِّيرٌ وَمُشَبِّرٌ''.

(مسند احمد: ۱/ ۹۷، رقم: ۷۶۹)

زمانِ جاہلیت کے ایک بہت ہی معروف شاعر تھے، جن کا نام ''زیدُ الخیل'' تھا، انہوں نے جنگ وغیرہ کی تعریف میں بہت سے اشعار کہے ہیں، جس کی وجہ سے اُنہیں ''زید

الخیل‘‘ کہا جاتا تھا، ’’خیل‘‘ کے معنی گھوڑے کے آتے ہیں، جس کا تعلق جنگ سے ہوتا ہے۔ سن ۹ھ میں ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اسلام قبول کیا؛ لیکن آپ ﷺ نے اِن کا نام بدل کر ’’زید الخیر‘‘ کردیا۔ **فسماہ رسول اللہ ﷺ بزید الخیر.** (عمدۃ القاری:۱۵/۳۱٦، کتاب احادیث الانبیاء)

مذکورہ دونوں روایتوں سے نبی ﷺ کا عمومی مزاج، بہ آسانی سمجھا جاسکتا ہے کہ آپ ﷺ نے ہمیشہ امن وامان کو ترجیح دی ہے، خاص طور سے مکّی زندگی میں آپ ﷺ نے ہر طرح کے ٹکراؤ سے خود کو بچایا اور وعظ ونصیحت کے ذریعے امن کے قیام کی محنت کرتے رہے، حقیقت یہ ہے کہ ایک داعی، فریض؟ دعوت، امن کی حالت میں ہی انجام دے سکتا ہے؛ چناں چہ اِس کی سب سے بڑی مثال صلحِ حدیبیہ ہے کہ جیسے ہی مسلمانوں اور اہلِ مکّہ کے درمیان جنگ بندی کے معاہدات طے پائے اور آپ ﷺ نے کچھ امن وامان کی حالت دیکھی، تو دور دراز علاقوں اور ملکوں کے بادشاہوں کو دعوت نامے ارسال فرمائے، حقیقت یہ ہے کہ نبی ﷺ نے اگر جنگیں کی بھی ہیں، خواہ وہ دفاعی ہوں یا اقدامی، وہ سب امن کے قیام کے لیے ہیں، گویا اسلام میں اگر جنگ کا تصور ہے بھی، تو اُس کا مقصود، امن کا نفاذ ہے۔

ہمیں مزاحمت سے بچتے ہوئے امن کے قیام کے لیے اپنے وطنی بھائیوں سے بات چیت کرنے کی ضرورت ہے؛ کیوں کہ اسی میں ہندوستان کے ہر ہر شہری اور ملک کی ترقی کا مدار ہے، اِس طرح ہم ہندوستان کی ترقی میں ایک بڑا رول ادا کرسکتے ہیں۔

اللہ رب العزت ہمیں بات سمجھنے کی توفیق عطاء فرمائے۔ آمین۔

قتلِ ناحق؛ بدترین جرم

ظلم وزیادتی کا سب سے بڑا مظہر ’’قتل ناحق‘‘ کی صورت میں سامنے آتا ہے، اسلام کی نظر میں کسی انسان کا ناحق قتل، انتہائی سنگین جرم ہے؛ چناں چہ قرآن پاک میں ایک بے قصور شخص کے قتل کو پوری انسانیت کے قتل کے درجے میں قرار دیا گیا ہے، جیسا کہ ارشادِ

خداوندی ہے: ''اسی وجہ سے بنی اسرائیل پر ہم نے لکھ دیا ہے کہ جس نے کسی کو کسی شخص کے قتل یا زمین میں فساد مچانے کے جرم کے بغیر قتل کر دیا، تو گویا اُس نے پوری انسانیت کو قتل کر دیا اور جس نے ایک انسان کو بچایا، تو گویا اُس نے پوری انسانیت کو بچالیا۔''

مِنْ اَجْلِ ذٰلِکَ کَتَبْنَا عَلٰی بَنِیْٓ اِسْرَآئِیْلَ اَنَّهٗ مَنْ قَتَلَ نَفْسًا بِغَیْرِ نَفْسٍ اَوْ فَسَادٍ فِی الْاَرْضِ فَکَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِیْعًا وَمَنْ اَحْیَاهَا فَکَاَنَّمَا اَحْیَا النَّاسَ جَمِیْعًا. (سورة المائدة:۲۳)

واقعہ یہ ہے کہ اگر دنیا میں بلاوجہ قتل وقتال کا سلسلہ جاری ہو، تو کسی شخص کی بھی جان محفوظ نہیں رہ سکتی، خوف ودہشت کی وجہ سے زندگی کا سکون، کافور ہو جاتا ہے، لہٰذا امن وامان کی بقا کے لیے خوں ریزی سے بچنا ضروری ہے، اِس لیے احادیثِ شریفہ میں قتل ناحق کو ''اَکْبَرُ الْکَبَائِرْ'' سب سے بڑے گناہوں میں شامل کیا گیا ہے۔

خادمِ رسول سیدنا انس بن مالکؓ کی روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''بڑے گناہوں میں سے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانا، کسی انسان کو ناحق قتل کرنا، والدین کی نافرمانی کرنا اور جھوٹی بات یا جھوٹی گواہی دینا ہے۔

اكبر الكبائر الإشراك بالله، وقتل النفس، وعقوق الوالدين وقول الزور، أو قال: شهادة الزور. (بخاری شریف: ۲/ ۱۱۵، رقم: ۶۸۷۱)

نیز ایک روایت میں ہے: کہ ''ایمان والا انسان برابر اپنے دین کے بارے میں وُسعت وسہولت میں رہتا ہے جب تک کہ خونِ حرام میں مبتلا نہ ہو۔''

لن يزال المؤمن في فسحة من دينه مالم يصب دما حراما. (بخاری شریف: ۲/ ۱۱۴ رقم: ۶۸۶۲)

حضرت عبداللہ ابن عمرؓ کا قول نقل کرتے ہوئے امامِ بخاریؒ نے تحریر فرمایا ہے: کہ ''یقیناً وہ ہلاکت خیز معاملات، جن میں مبتلا ہونے کے بعد نکلنے کا کوئی راستہ نہیں رہتا، اُن

میں شرعی اجازت کے بغیر محترم خون کا بہانا بھی ہے۔" "إن ورطات الأمور التي لا مخرج لمن أوقع نفسه فيها: سفک الدم الحرام بغير حله." (بخاری شریف: ۲/ ۱۰۱۴، رقم: ۶۸۶۲)

قتل پر اتنی سنگین وعیدوں کی وجہ یہ ہے کہ ناحق خون کا اثر صرف مقتول تک نہیں رہتا؛ بلکہ اگلی نسلوں تک اُس کے مُضر اثرات منتقل ہوتے ہیں اور جب جس کو موقع ملتا ہے وہ خون کا بدلہ لے لیتا ہے، کتنے ہی خاندان سلسلہ وار اِس خوں ریزی کی نذر ہو کر فنا ہو گئے۔

قرآنِ کریم اور احادیثِ طیبّہ سے یہ اندازہ کرنا مشکل نہیں ہے کہ قتلِ ناحق، اللہ اور اُس کے رسول کی نظر میں کتنا سنگین جرم ہے۔ اللہ پوری امت کی اس ظلم سے حفاظت فرمائے۔ آمین۔

قیامِ امن کے لیے ضرورت مندوں کا خیال رکھیں

جی۔ ایچ۔ آئی نے بُھوک مری کے شکار ممالک کی سالانہ رپورٹ پیش کی ہے، اِس رپورٹ میں ہمارے ملک بھارت کے سلسلے میں لکھا ہوا ہے: "۲۰۲۱ء کی عالمی بُھوک کی فہرست میں ۱۱۶ر ملکوں میں بھارت ۱۰۱ر ویں نمبر پر آتا ہے، ہمارے پاس اِس کے کافی ثبوت موجود ہیں، ۲۷ر اعشاریہ ۵ر کی شرح کی وجہ سے بھارت میں بُھوک کے شکار لوگوں کی تعداد اب بہت تشویش ناک ہو چکی ہے۔"

Global Hunger Index, India ranks 101st out of the In the 2021 GHIcountries with sufficient data to calculate 2021116 scores. With a score of 27.5, India has a level of hunger that is serious.

گویا ہمارا ملک اب دنیا کے اُن ممالک میں جہاں کے لوگوں کی کھانے پینے کی ضروریات پوری نہیں ہوتیں اور وہ بُھوک کا شکار رہتے ہیں، ۹۴ر نمبر سے بڑھ کر ۱۰۱ر ویں نمبر

پر آگیا ہے، گذشتہ رپورٹ کے مقابلے مزید ے رنمبر کی گراوٹ آئی ہے۔ یہ بھوٹان، نیپال، بنگلادیش، شری لنکا اور پاکستان سے بھی بدتر حالت ہے۔

بہ حیثیت مسلمان، ہماری نگاہوں کے سامنے یہ ارشادِ گرامی ہمیشہ رہنا چاہیے کہ ایک پڑوسی کو پیٹ بھر کھانا جائز نہیں، جب کہ اُس کا پڑوسی بھوکا ہو۔ **عن عبدالله بن عباس: لیس المؤمنُ الذی یشبَعُ وجارُہ جائعٌ.** (المعجم الکبیر: ۱۲/۱۱۹، رقم: ۱۴۷۲۱؛ مجمع الزوائد: ۸/۱۷۰؛ شعب الایمان: ۲۰۱۶۰)

نیز آپ ﷺ نے فرمایا: کہ ”جو مسلمان کسی بھوکے کو کھانا کھلائے گا، اللہ تعالیٰ اُس کو جنّت کے پھل کھلائے گا، جو مسلمان کسی پیاسے کو پانی پلائے گا، اللہ تعالیٰ اُس کو جنّت کی شراب پلائے گا، جو مسلمان کسی ننگے کو کپڑا پہنائے گا، تو اللہ تعالیٰ اُس کو جنّت کا ہرا لباس پہنائے گا۔“ **عَنْ أَبِی سَعِیدِ الْخُدْرِیِّ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: أَیُّمَا مُؤْمِنٍ أَطْعَمَ مُؤْمِنًا عَلَی جُوعٍ أَطْعَمَهُ اللَّهُ یَوْمَ الْقِیَامَةِ مِنْ ثِمَارِ الْجَنَّةِ، وَأَیُّمَا مُؤْمِنٍ سَقَی مُؤْمِنًا عَلَی ظَمَأٍ سَقَاهُ اللَّهُ یَوْمَ الْقِیَامَةِ مِنَ الرَّحِیقِ الْمَخْتُومِ، وَأَیُّمَا مُؤْمِنٍ کَسَا مُؤْمِنًا عَلَی عُرْیٍ کَسَاهُ اللَّهُ مِنْ خُضْرِ الْجَنَّةِ.** (ابوداؤد: ۱۶۷۴)

اسلام میں کتّے کو پانی پلانے پر مغفرت ہو رہی ہے، تو سوچیے! انسانوں کی خدمت پر کیا کچھ ملے گا؟ اللہ تعالیٰ ہمیں اسلام کی اِن بے مثال تعلیمات کو عملی طور پر امّت کے سامنے پیش کرنے کی توفیق نصیب فرمائے۔ آمین۔

ملک کو بُحران سے بچانے کے لیے بنیادی اعمال

اِن نازُک حالات میں ایک مسلمان ہونے کی حیثیت سے ہماری ذمیداری ہے کہ ہم خصوصی طور پر فاقہ زدہ لوگوں کی امداد کریں، تمام ائمۂ مساجد، متولیان، علماء کرام، نیز تمام باشعور اور علاقے، محلّے، بستی، شہر اور ضلع کی سطح پر اعتماد واثر رکھنے والے حضرات کم از کم اپنے قُرب وجوار میں تلاش کریں کہ ہمارا کوئی بھائی، بہن یا بچہ خواہ وہ کسی بھی مسلک اور

مذہب کا ہو، بُھوک کا تو شکار نہیں ہے؟ کہیں ایسا کوئی بچہ یا بڑا تو نہیں ہے، جس کا پیٹ نہ بھرتا ہو؟ اُس کی خدمت میں پورے احترام اور تواضع کے ساتھ بغیر کسی دکھاوے کے صرف اللہ کی رضا اور مغفرت کی حصول کی نیت سے اُس کو کھانا کھلائیں اور دل سے اللہ کا شکریہ ادا کریں کہ اللہ نے آپ کو اِس عظیم خدمت کا موقع عطا فرمایا اور اِس خدمت میں مذہب اور معاشرے کی بھی کوئی تفریق نہ کریں، اِس قسم کی خدمات انجام دینے والوں کی قرآن کریم اور احادیثِ طیبہ میں بڑی تعریفیں کی گئی ہیں، فرمایا گیا: کہ ''یہ لوگ اللہ کی محبت میں مسکینوں، یتیموں اور قیدیوں کو کھانا کھلاتے رہتے ہیں (اور ساتھ ہی وہ لوگ جب اِن کا شکریہ ادا کرنے لگتے ہیں، تو یہ اُن سے کہتے ہیں:) ہم جو کھانا کھلا رہے ہیں، یہ صرف اپنے رب کی خوشنودی کے لیے کر رہے ہیں، تم سے نہ تو ہم بدلہ چاہتے ہیں اور نہ شکریہ۔'' وَيُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ مِسْكِيْنًا وَّيَتِيْمًا وَّاَسِيْرًا اِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللّٰهِ لَا نُرِيْدُ مِنْكُمْ جَزَآءً وَّلَا شُكُوْرًا.

(سورة الدهر:٨،٩)

اِس کے علاوہ جو لوگ نہ تو بھوکوں کو کھانا کھلاتے ہیں اور نہ ہی اِس عمل کی کسی کو ترغیب دیتے ہیں، اِس عمل پر ناراضگی کا اظہار کرتے ہوئے اللہ نے فرمایا: ''یہ شخص خود تو کسی غریب کو کیا کھلاتا، یہ تو دوسروں کو بھی اُس کی ترغیب نہیں دیتا۔'' وَلَا يَحُضُّ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ. (سورة حاقه:٣٤)

احادیثِ طیبہ میں بُھوکوں کو کھانا کھلانے کی بڑی تاکید آئی ہے، نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ ''بُھوکوں کو کھانا کھلاؤ، بیمار کی عیادت کرو اور قیدیوں کو رہا کرواؤ۔'' عَنْ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: أَطْعِمُوا الْجَائِعَ، وَعُودُوا الْمَرِيضَ، وَفُكُّوا الْعَانِيَ. (بخاري:٥٦٤٩) (ماهنامه الفرقان، لكهنؤ، نومبر ٢٠٢١ء)

موجودہ حالات میں اِن کاموں کو اپنے ترجیحی کاموں میں شامل کرنا، وقت کی اہم ترین ضرورت ہے، اللہ تعالیٰ ہر موقع پر ہمیں اسلام کے اِس کردار کو عملی طور پر پیش کرنے کی توفیق نصیب فرمائے۔ آمین۔ ❑❍❑

خواتین

خواتین کی اصلاح وتربیت کی فکر کریں

مرد سماج پر جس طرح خود اپنی اصلاح فرض ہے، اُسی طرح اپنی محرم عورتوں (ماں، بہن، پھوپھی وغیرہ) کی دینی اصلاح اور تربیت کی فکر بھی ضروری ہے؛ بلکہ خواتین کے حقوق مین سے یہ حق بھی ہے کہ ہم اُن تک اللہ اور اُس کے رسول کی باتوں کو پہنچائیں، امت مسلمہ میں جتنی اہمیت مردوں کی اصلاح کی ہے اس سے کہیں زیادہ عورتوں کی دینی تعلیم وتربیت کو ضروری قرار دیا گیا ہے، کیوں کہ عورتوں کی تربیت پوری قوم کی تربیت کا ذریعہ بنتی ہے، ماں کی گود بچے کی پہلی درس گاہ بھی ہے اور تربیت گاہ بھی، اور یہ ایک ایسی مؤثر درس گاہ ہے کہ یہاں کا سیکھا ہوا سبق دل ودماغ پر پتھر کے نقش سے زیادہ دیرپا ہوتا ہے جو بچہ پوری زندگی نہیں بھولتا۔

اسلامی احکام کا خطاب جس طرح مردوں کو ہے، اسی طرح عورتوں کو بھی ہے، نبی کریم ﷺ مسجد میں تقریر فرماتے، عورتیں بھی موجود ہوتیں اور وہ باتیں ان کے لیے بھی ہوتیں؛ لیکن چوں کہ بعض احکام ایسے ہیں جو عورتوں سے ہی متعلق ہیں اس لیے رسول اللہ ﷺ کبھی کبھی صرف خواتین حضرات سے خطاب کرنے کے لیے الگ سے مجلسیں منعقد فرماتے؛ تاکہ ان کے ذریعہ عورتوں کی تربیت خصوصی اہمیت کے ساتھ ہو سکے۔ قَالَتِ النِّسَاءُ لِلنَّبِيِّ ﷺ: ''غَلَبَنَا عَلَيْكَ الرِّجَالُ، فَاجْعَلْ لَنَا يَوْمًا مِنْ نَفْسِكَ، فَوَعَدَهُنَّ يَوْماً لَقِيَهُنَّ فِيهِ، فَوَعَظَهُنَّ، وَأَمَرَهُنَّ.

(صحيح البخاري، كتاب العلم: ١/٥٧)

اپنے آقا ومولیٰ جناب رسول اللہ ﷺ کی اس سنت کی پیروی میں ہر دور کے علماء وبزرگوں نے بھی اپنے وعظ ونصیحت، تصنیف وتالیف میں خواتین کی اس خصوصی اہمیت کو ملحوظ رکھا، اسی جذبے کے تحت خصوصی طور پر عورتوں کے لیے اسلامی تعلیمات اور نبوی ہدایات پر مشتمل مضامین چند دنوں تک پیش کیے جائیں گے، جس میں پیارے نبی ﷺ کی پیاری باتیں، زندگی کو پُر لطف بنانے والی قیمتی نصیحتیں، ازواجی زندگی کو پُرسکون اور گھروں کے

ماحول کوخوشگوار بنانے والے سنہرے اصول سادہ اور عام فہم انداز میں آپ کو سنائے جائیں گے اور ہمیں امید ہے کہ یہ مضامین آپ اپنی محرم خواتین کو پڑھ کر سنائیں گے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی محرم عورتوں کی اصلاح وتربیت کا ذریعہ بنائے۔ آمین۔

نیک عورت، دنیا کا بہترین سرمایہ

حضرت عبد اللہ ابن عمرو ابن العاصؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''دنیا ساری کی ساری سامان ہے اور دنیا کا بہترین سامان نیک عورت ہے۔'' اَلدُّنْیَا مَتَاعٌ وَخَیْرُ مَتَاعِهَا الْمَرْاَۃُ الصَّالِحَۃُ. (مسلم شریف:١٤٦٨؛ الترغیب والترھیب مکمل: ٣٨١)

حضرت ثوبانؓ فرماتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی: والذین یکنزون الذھب والفضۃ الخ۔ (جولوگ سونے چاندی کے ڈھیر جمع کرتے ہیں اور اللہ کے راستے میں خرچ نہیں کرتے، اُن کو دردناک عذاب کی اطلاع سنادیں۔) تو اس وقت ہم لوگ نبی ﷺ کے ساتھ ایک سفر میں تھے، کسی صحابی نے کہا: ''یہ آیت سونے چاندی کے بارے میں نازل ہوئی ہے، کاش ہمیں معلوم ہو جاتا کہ کون سا، مال بہتر ہے، تو ہم اس کو جمع کر لیتے۔'' نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: سب سے افضل مال ذکر کرنے والی زبان، شکر ادا کرنے والا دل اور نیک بیوی ہے، جو دین و دنیا کے معاملے میں تمہاری مددگار ہو۔ اَفْضَلُهٗ لِسَانٌ ذَاکِرٌ، وَقَلْبٌ شَاکِرٌ، وَزَوْجَۃٌ مُؤمِنَۃٌ تُعِیْنُهٗ عَلٰی اِیْمَانِهٖ. (ترمذی شریف: ٣٠٩٤؛ الترغیب:١٨٣)

حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ ''مومن عورت کا عمل، ستّر صدیقین کے عمل کے برابر ہے اور بد دین عورت کی بدعملی، ہزاروں فاجروں کی بدعملی کی طرح ہے۔'' فُجُرُ الْمَرْأَۃِ الْفَاجِرَۃِ کَفُجُوْرِ أَلْفِ فَاجِرٍ وَبِرُّ الْمَرْأَۃِ کَعَمَلِ سَبْعِیْنَ صِدِّیْقًا. (البزاز: ٢/١٥٧)

اِس لیے اپنی عورتوں کی اصلاح کی فکر کیجیے؛ تاکہ معاشرہ، دینی مزاج کے ساتھ پروان چڑھے۔ اللہ ہمیں عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

جنتی عورت

نبی کریم ﷺ نے ارشادفرمایا: جوعورت پنج وقتہ نماز پڑھے، رمضان کے روزے رکھے، اپنی شرم گاہ کی حفاظت کرے اوراپنے شوہر کی اطاعت کرے،تو وہ جنت کے جس دروازے سے چاہے داخل ہوجائے۔"اِذَا صَلَّتِ الْمَرْاَئَۃُ خَمْسَھَا، وَصَامَتْ شَھْرَھَا، وَحَفِظَتْ فَرْجَھَا، وَ اَطَاعَتْ زَوْجَھَا، دَخَلَتْ مِنْ اَیِّ اَبْوَابِ الْجَنۃِ شَائَتْ." (الترغیب:۴۸۳)

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشادفرمایا: کہ" کیا میں تم کوتمہاری اُن عورتوں کے بارے میں نہ بتاؤں جوجنتی ہیں؟" صحابہ نے عرض کیا:" یا رسول اللہ! ضرور بتایئے۔" آپ ﷺ نے ارشادفرمایا:" اپنے شوہر سے بہت زیادہ محبت کرنے والی، زیادہ بچوں کے بوجھ کو برداشت کرنے والی، جب اُس کے ساتھ ظلم یا بدسلوکی کی جائے یا اس کوغصہ آجائے یا شوہر اس پرغصہ ہوجائے،تو شوہر سے کہتی ہے کہ میرا ہاتھ آپ کے ہاتھ میں ہے، میں اُس وقت تک سونے کے لیے آنکھ بند نہیں کروں گی جب تک کہ آپ راضی نہ ہوجائیں۔ کُلُّ وَدُودٍ وَلُودٍ اِذَا غَضِبَت أو اُسِیءَ إلَیھَا أو غَضِبَ زَوجُھَا قَالَت ھٰذِہٖ یَدِی فِی یَدِکَ لاَ أَکتَحِلُ بِغَمضٍ حَتّٰی تَرضیٰ. (الترغیب:۶۸۳؛مجمع الزوائد: ۶۰۳/۴)

عورت کے لیے اس سے بڑھ کر کوئی سعادت نہیں کہ وہ شوہر کی اطاعت گذار ہو؛ کیوں کہ وہ خود اپنی فطری کمزوریوں کی بنا پر دنیاوی انتظامات بہتر طور پر بآسانی انجام نہیں دے سکتی، اس لیے اللہ تعالیٰ نے عورتوں کو مردوں کی نگرانی میں دے دیا ہے، لہٰذا حاکم اور نگراں کی اطاعت ضروری قرار دی گئی ہے؛ تاکہ ازدواجی زندگی خوش گوار گذرے۔

نبی کریم ﷺ نے ارشادفرمایا: کہ" سب سے اچھی عورت وہ ہے کہ جب شوہر اس کو دیکھے،تو اس کو خوش کردے (یعنی مسکرا کر اُس کو دیکھے) جب وہ اس کو کوئی حکم کرے،تو وہ اس کو پورا کرے اور جب وہ غائب ہو،تو اس کے مال اوراپنی ذات کی حفاظت کرے۔" خَیرُ نِسَائِکُم مَنْ إذَا نَظَرَ اَلَیْھَا زَوْجُھَا سَرَّتْہُ ءَ إذَا اَمَرَھَا أَطَاعَتْہُ وَ إذَا غَابَ عَنْھَا حَفِظَتْہُ

فِیْ نَفْسِهَا وَمَا لِہٖ. (الترغیب مکمل:۱۸۳)

اللہ تعالیٰ ہر شوہر کو اپنی بیوی کی قدر دانی کی توفیق نصیب فرمائے۔ آمین۔

نیک عورت جنت میں حوروں سے زیادہ خوب صورت ہوگی

مفسر قرآن علامہ آلوسیؒ نے اپنی تفسیر ''روح المعانی'' میں سورۂ رحمٰن کی تفسیر کے ذیل میں ایک روایت نقل کی ہے، وہ یہ ہے کہ حضرت اُمّ سلمیٰؓ نے نبی کریم ﷺ سے پوچھا: ''یارسول اللہ! جنت میں حوریں زیادہ حسین ہوں گی یا مسلمان عورتیں؟'' نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''اُمّ سلمیٰ! جنت میں مسلمان عورتیں، حوروں سے بھی زیادہ حسین کر دی جائیں گی۔'' حضرت اُمّ سلمیٰؓ نے پھر پوچھا: ''ایسا کس وجہ سے ہوگا؟ یعنی کن اعمال کی وجہ سے ہوگا؟'' آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''اُن کی نمازوں، روزوں، شوہروں کی خدمت اور دیگر نیک اعمال کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اُن پر اپنا نور ڈال دے گا۔'' عن أم سلمة أم المؤمنين: عن أم سلمةَ قالت: قلتُ يا رسولَ اللهِ: نِساءُ الدُّنيا أفضلُ أم الحورُ العينُ؟ قال: بل نساءُ الدنيا أفضلُ من الحُورِ العينِ، كفضلِ الظهارةِ على البطانةِ قلتُ يا رسولَ اللهِ: وبم ذاكَ؟ قال بصلاتهنَّ وصيامهنَّ وعِبادتهنَّ للهِ، ألبسَ اللهُ وجوهَهنَّ النورُ، وأجسادهنَّ الحريرُ، بيضُ الألوانِ، خضرُ الثيابِ، صفرُ الحُلِيِّ، مجامرهنّ الدرُّ، وأمشاطهنَّ الذهب، يقلنَ: ألا نحنُ الخالداتُ فلا نموتُ، ونحن الناعماتُ فلا نبأسُ أبدا، ألا ونحنُ المقِيماتُ فلا نظعنُ أبدا، ألا ونحنُ الراضياتُ فلا نسخطُ أبدا طوبى لمن كنّا له وكانَ لنا. (روح المعانی:۲۲/۶۲۱)

حضرت عائشہ کا سوال

حضرت عائشہؓ نے پیغمبر اعظم ﷺ سے دریافت کیا: کہ ''عورت پر سب سے زیادہ حق کس کا ہے؟'' آپ ﷺ نے فرمایا: ''اُس کے شوہر کا۔'' پھر حضرت عائشہؓ نے پوچھا: ''مردوں پر سب سے زیادہ حق کس کا ہے؟'' آپ ﷺ نے فرمایا: ''اُس کی ماں کا۔'' عن

عائشة أم المؤمنين: أيُّ الناسِ أعظمُ حقًّا على المرأةِ؟ قال: زوجُها قلتُ: فأيُّ الناسِ أعظمُ حقًّا على الرجلِ؟ قال: أُمُّه. (الترغيب مكمل:٤٧٣)

حدیث میں آتا ہے کہ جس عورت کو اُس کا شوہر بُلائے اور وہ بِلا عذر انکار کر دے اور شوہر غصے کی حالت میں رات گذارے، تو صبح تک اُس عورت پر فرشتے لعنت کرتے ہیں اور بعض روایتوں میں ہے، جس عورت کا خاوند اُس سے ناراض ہو اُس کی نماز بھی قبول نہیں ہوتی۔ عن أبي هريرة: ما مِن امرأةٍ يطلُبُ منها زوجُها حاجةً فتأبى فيَبيتُ وهو عليها غَضبانُ إلّا باتت تلعَنُها الملائكةُ حتّى تُصبِحَ. (المعجم الأوسط:٩٤/٨؛الترغيب مكمل:٧٧٣)

اس لیے عورتوں کو چاہیے کہ وہ اپنی ذمہ داریوں کو بحسن وخوبی نبھائیں اور پوری طرح شوہر کی فرماں بردار بن کر رہیں۔

ناشکری عورت

حضرت اسماء بنت یزیدؓ فرماتی ہیں کہ ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ عورتوں کے مجمع میں تشریف لائے اور عورتوں سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا: ''اے عورتوں کی جماعت! تم ہی زیادہ تر جہنم کی ایندھن بنوگی۔'' حضرت اسماءؓ کہتی ہیں میں نے پوچھا: ''یا رسول اللہ! ایسا کیوں؟'' آپ ﷺ نے جواب دیتے ہوئے فرمایا: ''اس لیے کہ تمھیں جب کچھ دیا جاتا ہے، تو تم اُس پر شکر ادا نہیں کرتیں اور جب تم پر کوئی مصیبت آتی ہے، تو تم اُس پر صبر نہیں کرتیں اور جب تمہاری گرفت کی جاتی ہے، تو تم گِلہ شکوہ کرتی ہو اور دیکھو اپنے ''منعمین'' (نعمت بخشنے والے شوہروں) کی نافرمانی نہ کرنا۔'' حضرت اسماءؓ کہتی ہیں کہ میں نے دریافت کیا: ''منعمین'' کی نافرمانی کا کیا مطلب ہے؟'' آپ ﷺ نے فرمایا: ''عورت اپنے شوہر کے پاس رہتی ہے اور دو تین بچوں کی ماں بھی بن جاتی ہے، مگر جب غصہ آتا ہے، تو کہتی ہے کہ میں نے تجھ سے کبھی کوئی بھلائی نہیں دیکھی۔ عن أسماء بنت يزيد أم سلمة الأنصارية: إياكنَّ و كفرانَ المُنعَّمِينَ، إياكن و كفرانَ المُنعَّمِينَ قالت إحداهنَّ:

نعوذُ باللهِ يا نبيَّ اللهِ من كفرانِ نِعَمِ اللهِ، قال: بلى إنَّ إحداكنَّ تطولُ أيمتُها ثم تغضبُ الغضبةَ فتقول: واللهِ ما رأيتُ منه ساعةً خيرًا قط، وذلك كفرانُ نِعَمِ اللهِ، وذلك كفرانُ المُنَعَّمِينَ إياكنَّ وكفرانَ المُنعَّمِينَ لعلَّ إحداكنَّ تطولُ أيمتُها من أبويها، ثم يرزقُها اللهُ زوجَها ويرزقُها منه ولدًا، فتغضبُ الغضبةَ فتكفرُ، فتقول: ما رأيتُ منك خيرًا قطُّ. (الأدب المفرد: ١٠٠٨؛ مجمع الزوائد: ٤/١١٣)

شریعت کی نظر میں ماں کا مقام ومرتبہ

ماں کا مقام ومرتبہ اور اُس کی اہمیت کو بیان کرتے ہوئے خود اللہ تبارک وتعالیٰ نے ماں کی تین ایسی قربانیوں کا ذکر فرمایا ہے، جس میں باپ، ذرّہ برابر بھی شریک نہیں؛ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ’’سور? احقاف‘‘ میں ارشاد فرمایا: ’’اور ہم نے وصیت کر دی ہے انسان کو اپنے والدین کے ساتھ حسنِ سلوک کرنے کی (خاص طور پر ماں کے ساتھ، اِس لیے کہ:)? اُس کی ماں نے پیٹ میں رکھا اُس کو تکلیف سے، ?اور جنا اُس کو تکلیف سے اور ? دو سال تک اُس کو اپنا خونِ جگر (دودھ) پلایا۔‘‘ وَوَصَّيْنَا الْإِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ إِحْسَانًا حَمَلَتْهُ أُمُّهُ كُرْهًا وَّوَضَعَتْهُ كُرْهًا وَحَمْلُهُ وَفِصٰلُهُ ثَلٰثُوْنَ شَهْرًا۔ (سورة الاحقاف: ١٥)

یہ تین قربانیاں ماں کی ایسی ہیں، جس میں باپ کی ذرّہ برابر بھی شرکت نہیں۔

(۱) حمل کے زمانے کی تکلیف: پہلی تکلیف جو ’’ماں‘‘ تنِ تنہا برداشت کرتی ہے وہ ’’حمل‘‘ کی تکلیف ہے، نو مہینے تک بچے کو پیٹ میں رکھ کر، اُس کے بوجھ کو برداشت کرنا اور لیٹتے بیٹھتے اور اُٹھتے تکلیف سہنا، یہ ’’ماں‘‘ کی ایسی زبردست قربانی ہے، جس میں باپ کی ذرّہ برابر حصّے داری نہیں؛ بلکہ اُس کو اِس تکلیف کا احساس تک نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ نے اس تکلیف برداشت کرنے کی قدردانی کرتے ہوئے اِس کو آیت مبارکہ میں ’’حَمَلَتْهُ أُمُّهُ‘‘ (تکلیف سے رکھا اُس کی ماں نے اس کو) سے ذکر فرمایا ہے۔

(۲) بچے کی پیدائش پر تکلیف: دوسری تکلیف جو ’’ماں‘‘ برداشت کرتی ہے

اور اُس میں بھی ''ابّا جان'' کی بالکل شرکت نہیں ہے، وہ پیدائش کے وقت کی تکلیف ہے، ماں کی ممتا، زندگی اور موت کی کشمش والی تکلیف سہنے پر اُس کو آمادہ کرتی ہے، اُس تکلیف کو اور اُس کی سنگینی کو ظاہر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے ''وَّوَضَعَتۡهُ كُرۡهًا'' (اور جنا اس کو تکلیف سے) سے اِس کو بیان کیا۔

(۳) دودھ پلانے کی تکلیف: تیسری قربانی جو ''ماں'' پیش کرتی ہے اور بچے کی محبت میں اُس کڑوے گھونٹ کو بھی پی جاتی ہے اور ''ابّا صاحب'' کو ذرا زحمت نہیں دیتی، وہ دو سال تک اپنے جگر کا خون پلانا ہے، جس کو اللہ تعالیٰ نے ''حَمۡلُهٗ وَفِصٰلُهٗ'' اور کہیں ''وَفِصَالُهٗ فِي عَامَيۡنِ.'' (اور دو سال تک اپنا خونِ جگر پلایا) سے ذکر کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ تمام ماؤں کو اپنی شایانِ شان جزائے خیر عطا فرمائے، آمین۔

باپ کے مقابلے ماں کے تین درجے زیادہ

احادیث شریفہ میں ''ماں'' کے حق کو باپ کے مقابلے تین گنا زیادہ بتایا گیا ہے؛ چنانچہ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں: ایک شخص نے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں آ کر سوال کیا: ''اے اللہ کے رسول! میرے احسان کا سب سے زیادہ مستحق کون ہے؟'' (یعنی میں کس کے ساتھ سب سے زیادہ حسن سلوک کروں؟) آپ ﷺ نے فرمایا: ''اپنی ماں کے ساتھ، انھوں نے پوچھا: پھر کس کے ساتھ؟ آپ نے فرمایا: اپنی ماں کے ساتھ، انھوں کہا پھر کس کے ساتھ؟ آپ نے فرمایا اپنے والد کے ساتھ۔ أُمُّکَ. قَالَ ثُمَّ مَن؟ قَالَ: أُمُّکَ. قَالَ ثُمَّ مَن؟ قَالَ: أُمُّکَ، قَالَ ثُمَّ مَن؟ قَالَ أَبُوکَ. (بخاری:۵۹۷۱؛ مسلم:۲۵۴۸)

امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ تمام علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ ماں، باپ سے زیادہ احسان و سلوک کی مستحق ہے اور وجہ یہ ہے کہ ایک ماں، اولاد کی خدمت، دیکھ بھال اور پرورش میں جو نمایاں قربانی پیش کرتی ہے، دوسرا کوئی اُس قربانی میں شریک نہیں۔

ماں کی خدمت کی اہمیت:

حضرت طلحہ بن معاویہؓ فرماتے ہیں کہ میں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور

عرض کیا: ''یا رسول اللہ! میں اللہ کے راستے میں جہاد کرنا چاہتا ہوں۔'' آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ کیا تمہاری ''ماں'' حیات ہیں؟ حضرت طلحہؓ نے جواب دیا: ''جی ہاں!'' آپ ﷺ نے فرمایا: ''بس تو انہی کی خدمت کرو، اُسی میں تمہارے لیے جنت ہے۔'' روی عنه ابنه مُحَمَّد، أَنَّهُ قال: أتيت رَسُول اللَّهِ ﷺ فقلت: يا رَسُول اللَّهِ، إني أريد الجهاد معك في سبيل اللّه، أبتغي بذلك وجه اللّه والدار الآخرة، قال: أحية أمك؟ قال: نعم، قال: الزمها، فثم الجنة. (الترغیب والترھیب مکمل:٤/٥٧٤، رقم:٤٥٦٣)

آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ ''جس شخص کو یہ بات پسند ہو کہ اُس کی عمر لمبی کر دی جائے اور اُس کے رزق میں اضافہ کر دیا جائے، تو اُسے چاہیے کہ اپنے ماں باپ کے ساتھ نیکی کرے اور اُن سے رشتے کو مضبوط کرے۔'' من سرَّه أنْ يُمَدَّ له في عمرِه، ويُزادَ في رزقه؛ فليبرَّ والديه، وليَصِلْ رحمه. (الترغیب والترھیب:٢٤٨٨-عن أنس بن مالکؓ)

نیز ایک اور حدیث میں ہے کہ ایک صحابی نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر جہاد سے متعلق سوال کیا۔ رسول اللہ ﷺ کے اُن کے والدین کے بارے میں پوچھنے پر انہوں نے فرمایا کہ میری والدہ حیات ہیں، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اُن کی خدمت کرو، تم کو حج، عمرہ اور مجاہد کی طرح ثواب ملے گا۔ هَل بَقِيَ مِن وَالِدَيكَ أحَدٌ؟ قَالَ: أمِّي، قَالَ: قَابِلِ اللهَ فِي بِرِّهَا، فَإِذَا فَعَلتَ ذٰلِكَ فَأنتَ حَاجٌّ وَ مُعتَمِرٌ وَ مُجَاهِدٌ.

(الترغیب:٤/٥٧٤)

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے والدین کی قدر دانی اور اُن کے ساتھ حسنِ سلوک کرنے کی توفیق نصیب فرمائے۔ آمین۔

جنت ماں کے قدموں کے نیچے

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''تم اپنی ماں کی خدمت کرو، اِس لیے کہ جنت ماں کے قدموں کے نیچے ہے۔'' ایک نوجوان کی والدہ کا انتقال ہوگیا، وہ راستے بھر روتا گیا،

ایک صاحب نے اُس کو تسلی دی کہ بھئی! مرنا تو سبھی کو ہے، اتنا کیوں روتے ہو؟ تو اس نوجوان نے جواب دیا کہ میں اس لیے رو رہا ہوں کہ میرے لیے جنت کا ایک دروازہ بند ہوگیا۔ اَلْجَنَّةُ عَنْدَ رِجْلِهَا. (الترغيب:١٠٧)

گویا کہ اس نوجوان نے اپنے عمل سے اس روایت کی طرف اشارہ فرمایا: کہ "جس شخص کے والدین حیات ہوں اور وہ اُس سے راضی ہوں، تو اس کے لیے جنت کے دو دروازے کھلے رہتے ہیں۔ (الترغیب:۴۸۰)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص اس حال میں صبح کرے کہ وہ اپنے والدین کا مطیع وفرماں بردار ہو تو اس کے لیے جنت کے دو دروازے کھول دیے جاتے ہیں، اور اگر والدین میں سے کوئی ایک (حیات) ہو (اور وہ اس کا مطیع ہو) تو ایک دروازہ کھول دیا جاتا ہے اور جو شخص اس حال میں صبح کرے کہ وہ اپنے والدین کا نافرمان ہو تو اس کے لیے صبح کے وقت جہنم کے دو دروازے کھول دیے جاتے ہیں، اور اگر والدین میں سے کسی ایک کا نافرمان ہو تو ایک دروازہ جہنم کا کھول دیا جاتا ہے۔ ایک شخص نے سوال کیا: اگر چہ والدین ظلم کریں؟ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اگر چہ وہ دونوں اس پر ظلم کریں، اگر چہ وہ اس پر ظلم کریں، اگر چہ وہ اس پر ظلم کریں۔ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: »مَنْ أَصْبَحَ مُطِيعًا لِلَّهِ فِي وَالِدَيْهِ أَصْبَحَ لَهُ بَابَانِ مَفْتُوحَانِ مِنَ الْجَنَّةِ وَإِنْ كَانَ وَاحِدًا فَوَاحِدًا .وَمَنْ أَمْسَى عَاصِيًا لِلَّهِ فِي وَالِدَيْهِ أَصْبَحَ لَهُ بَابَانِ مَفْتُوحَانِ مِنَ النَّارِ وَإِنْ كَانَ وَاحِدًا فَوَاحِدًا« قَالَ رَجُلٌ: وَإِنْ ظَلَمَاهُ؟ قَالَ: »وَإِنْ ظَلَمَاهُ وإن ظلماهُ وإِنْ ظلماهُ. (رواه البيهقي في شعب الإيمان:٧٥٣٨)

ماں کی نافرمانی کا وبال

نبی کریم ﷺ نے ایک روایت میں قیامت کی جو پندرہ علامتیں ذکر فرمائی ہیں اُن میں سے ایک یہ بھی ہے: کہ جب زمانہ ایسا آجائے کہ آدمی اپنی بیوی کی ناحق اطاعت کرنے

لگےاور اپنی والدہ کی نافرمانی کرنے لگے تو پھر اللہ کے عذاب کا انتظار کرنا۔ أَطَاعَ الرَّجُلُ زَوجَتَهُ وَ عَقَّ أُمَّهُ. (ترمذی:۲۲۱۰-عن علی ابن ابی طالبؓ)

زلزلوں کی شکل میں آئے گا، سخت گرمی اور سخت سردی کی شکل میں آئے گا، ظالم بادشاہوں کے مسلط ہونے کی شکل میں آئے گا اور ایسی ایسی بیماریوں کی شکل میں آئے گا، جو ہمارے بڑوں نے سنی بھی نہیں ہوں گی، جیسے کرونا کی شکل میں ہم نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا۔

ایک روایت میں فرمایا گیا: کہ والد جنت کا درمیانی دروازہ ہے، لہٰذا تمہاری مرضی ہے، چاہو تو اُس دروازے کی حفاظت کرو یا اُسے ضائع کردو۔ اَلْوَالِدُ أَوْسَطُ أَبْوَابِ الْجَنَّةِ، فَإِنْ شِئْتَ فَأَضِعْ ذٰلِکَ الْبَابَ أَوِ احْفَظْهُ. (ترمذی:۱۹۰۰-عن ابی الدرداءؓ)

آج لوگ پریشان ہیں کہ روزگار نہیں ہیں، کاروبار نہیں ہیں، اولاد نافرمان ہو رہی ہے، اِس کا ایک بہت بڑا سبب والدین کی نافرمانی ہے۔

اللہ تعالیٰ ہر طرح کی نافرمانی سے ہماری حفاظت فرمائے۔ آمین۔

دودھ پلانے والی ماں کے ساتھ رسول اللہ کا سلوک

حضرت ابو طفیلؓ اپنی آنکھوں دیکھا واقعہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ مقامِ ''جعرانہ'' میں گوشت تقسیم فرمارہے تھے، ایک صاحبہ آئیں، جیسے ہی رسول اللہ ﷺ کی نظر اُن پر پڑی، تو فوراً آپ ﷺ نے اپنی چادر اُتار کر زمین پر بچھادی اور بڑے ادب و احترام کے ساتھ اُن صاحبہ کو اپنی چادر پر بٹھایا۔ حضرت ابو طفیلؓ فرماتے ہیں کہ ''میں نے لوگوں سے معلوم کیا کہ یہ خاتون کون ہیں؟'' لوگوں نے بتایا: کہ ''یہ حضرت حلیمہ سعدیہؓ ہیں، جو آپ کی رضاعی ماں ہیں۔'' عَنْ عُمَارَةَ بْنِ ثَوْبَانَ، أَنَّ أَبَا الطُّفَيْلِ أَخْبَرَهُ، قَالَ: رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقْسِمُ لَحْمًا بِالْجِعْرَانَةِ، قَالَ أَبُو الطُّفَيْلِ: وَأَنَا يَوْمَئِذٍ غُلَامٌ أَحْمِلُ عَظْمَ الْجَزُورِ، إِذْ أَقْبَلَتِ امْرَأَةٌ حَتَّى دَنَتْ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ، فَبَسَطَ لَهَا رِدَائَهُ فَجَلَسَتْ عَلَيْهِ، فَقُلْتُ: مَنْ هِيَ؟ فَقَالُوا: هٰذِهِ أُمُّهُ الَّتِي أَرْضَعَتْهُ. (ابوداؤد:۵۱۴۴)

مُلّا علی قاریؒ فرماتے ہیں کہ حضرت حلیمہؓ نے آپ ﷺ کو پوری مدتِ رضاعت

(دودھ پلانے کی پوری مدت) میں دودھ پلایا ہے۔غزو؟ حُنین کے دن وہ نبی کریم ﷺ کے پاس آئیں، تو آپ نہ یہ کہ ان کے اکرام واحترام میں کھڑے ہوگئے؛ بلکہ اپنی چادر بھی ان کے لیے بچھا دی اور وہ بے تکلف اُس چادر پر بیٹھ بھی گئیں۔ اسی طرح ابولہب کی باندی ''ثویبہ'' نے بھی چند روز آپ ﷺ کو دودھ پلایا تھا، آپ ﷺ ان کا بھی بہت اکرام و احترام کرتے تھے اور اُن کے پاس مستقل ہدیے اور تحفے بھیجتے رہتے تھے۔(مرأۃ الانوار: ۲۵۸/۱)

اِس لیے ہمیں بھی اپنے والدین کا اکرام کرنا چاہیے اور اُن کے ساتھ ادب سے پیش آنا چاہیے۔اللہ ہمیں اپنے والدین کا فرمابردار بنائے۔آمین۔

کافر اور مشرک ماں کے ساتھ حسن سلوک کا حکم

حضرت اسماءؓ فرماتی ہیں کہ میری والدہ ایمان نہیں لائی تھیں، ایک مرتبہ اُنہیں کچھ مدد کی ضرورت پڑی، تو وہ (مکہ سے مدینہ) میرے پاس آئیں، میں نے نبی کریم ﷺ سے معلوم کیا: ''یارسول اللہ! میری والدہ کچھ پریشان ہیں اور وہ مجھ سے مدد کا مطالبہ کر رہی ہیں، تو کیا میں ان کی مدد کروں؟'' نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''ضرور مدد کرو۔'' یعنی آپ ﷺ نے اُن کے ساتھ صلہ رحمی اور حسن سلوک کرنے کی اجازت مرحمت فرمائی۔عَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، قَالَتْ: قَدِمَتْ عَلَيَّ أُمِّي وَهِيَ مُشْرِكَةٌ فِي عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ، فَاسْتَفْتَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ، قُلْتُ: وَهِيَ رَاغِبَةٌ، أَفَأَصِلُ أُمِّي؟ قَالَ: نَعَمْ، صِلِي أُمَّكِ. (بخاری شریف: ۵۵۸/۱، رقم: ۲۶۲۰)

پتہ چلا کہ ماں باپ اگر کافر ومشرک بھی ہوں، تب بھی اُن کے ساتھ اچھا معاملہ کیا جائے گا۔

ماں کی نافرمانی پر مرتے وقت ایمان سے محرومی کا خطرہ

نبی کریم ﷺ کے سامنے ایک نوجوان کا تذکرہ کیا گیا: کہ ''فلاں نوجوان ہے، اُس کے مرنے کا وقت قریب ہے؛ لیکن جب اُس سے کلمہ پڑھنے کو کہا جاتا ہے، تو وہ کلمہ نہیں پڑھتا (لہٰذا) آپ اُس کے پاس تشریف لے چلیے۔'' نبی کریم ﷺ نے پوچھا: کہ ''کیا وہ نماز پڑھتا

ہے؟''لوگوں نے بتایا: ''جی ہاں!''تو آپ ﷺ اُس کے پاس تشریف لے گئے اور اُس سے فرمایا: کہ ''کلمہ پڑھ لو۔'' اُس نے جواب دیا: ''لَا أَسْتَطِيعُ ۔'' مجھ سے کلمہ نہیں پڑھا جا رہا۔ تحقیق کی گئی کہ بات کیا ہے، تو پتہ چلا کہ اُس کی والدہ اُس سے ناراض ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے اُن کو بلوایا اور اُن سے کہا: ''یہ بتاؤ! اگر آگ جلائی جائے اور تمہارے اِس بیٹے کو اُس آگ میں جلانے کا انتظام کیا جائے اور تم سے کہا جائے کہ اگر تم سفارش کروگی، تو یہ آگ سے بچ سکتا ہے، تو بتاؤ تم اِس کی سفارش کروگی یا نہیں؟'' ماں بہر حال ماں ہوتی ہے، اُس کی ممتا کو پیار آجاتا ہے، وہ کہتی ہے: ''یا رسول اللہ! تب تو میں ضرور اِس کی سفارش کروں گی کہ اس کو آگ میں نہ جلایا جائے۔'' نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''بس تو، تو اپنے اِس بیٹے کو معاف کر دے، ورنہ یہ دنیا سے بغیر کلمے کے رخصت ہو جائے گا اور جہنم کی آگ میں جلے گا۔'' اُس کی ماں نے فوراً اس کو معاف کیا، اُسی وقت اُس نوجوان کی زبان سے کلمہ نکلا اور فوراً اس کی روح پرواز کرگئی۔ نبی کریم ﷺ نے اللہ کا شکر ادا کیا: ''اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِی أَنْقَذَهُ بِی مِنَ النَّارِ۔'' تمام تعریفیں اُس اللہ کے لیے ہیں، جس نے اِس کو جہنم سے محفوظ کر دیا۔ عن عبد اللّٰه بن أبی أوفی: كنا عند النبيِّ ﷺ فأتاه آتٍ فقال شابٌّ يجودُ بنفسِه فقيل له قُلْ لا إله إلا اللهُ فلم يستطِعْ فقال كان يُصلِّي فقال نعم فنهض رسولُ اللهِ ﷺ ونهضْنا معه فدخل على الشابِّ فقال له قل: لا إله إلا اللهُ فقال: لا أستطيعُ .قال: لِمَ؟ .قال: كان يَعُقُّ والدتَه .فقال النبيُّ: أَحيَّةٌ والدتُه؟ " قالوا: نعم قال: ادعوها فدعوها فجاءَت، فقال: هذا ابنُک؟ " فقالت: نعم فقال لها: أرأيتِ لو أُجِّجَتْ نارٌ ضخمةٌ، فقيل لک: إن شفَعتِ له خلَّيْنا عنه، وإلا حرَّقناه بهذه النارِ، أكنتِ تَشفَعين له؟ " قالت: يا رسولَ اللهِ! إذًا أشفعُ قال: فأَشهِدی اللهَ وأَشهِدينی أنک قد رضِيتِ عنه .قالت: اللهم إنی أشهدُک وأشهدُ رسولَک أنی قد رضيتُ عن ابنی فقال له رسولُ اللهِ: يا غلامُ! قل: لا إله إلا اللهُ وحده لا شريکَ له، وأشهدُ أنَّ محمدًا عبدُه ورسولُه .فقالها فقال رسولُ اللهِ: الحمدُ لله الذی أنقذَه بی من

النَّارِ. (الترغیب مکمل: ٤٨٠، رقم: ٣٦٩٢)

پتہ چلا کہ ماں کے نافرمان کو مرتے وقت کلمہ بھی نصیب نہیں ہوتا۔ (العیاذ باللہ)

اِس لیے ہمیں بھی اپنے والدین کا اکرام کرنا چاہیے اور اُن کے ساتھ ادب سے پیش آنا چاہیے۔ اللہ ہمیں اپنے والدین کا فرمابردار بنائے۔ آمین۔

ماں کے نافرمان کا عبرت ناک واقعہ

الترغیب والترہیب حدیث کی ایک کتاب ہے، اس میں عوام بن حوشبؒ کے حوالے سے ایک سبق آموز واقعہ نقل کیا گیا ہے، وہ فرماتے ہیں کہ ایک بستی سے میرا گذر ہوا، عصر کے بعد کا وقت تھا، جب اُس بستی کے قبرستان سے گذر ہوا، تو دیکھا کہ اچانک ایک قبر پھٹی اور اُس میں سے ایک مردہ نکلا، جس کا سر گدھے کی طرح تھا، اُس نے گدھے کی طرح آوازیں نکالیں اور اندر چلا گیا، حضرت حوشبؒ فرماتے ہیں کہ میں سمجھ نہیں سکا؛ چنانچہ میں واپس بستی میں آیا اور اُس واقعہ کا تذکرہ کرنے کے بعد معلوم کیا: کہ ''بتاؤ! وہ کس کی قبر ہے؟'' تو بتایا کہ یہ فلاں بڑھیا کے بیٹے کی قبر ہے، واقعہ کی تحقیق کرنے پر معلوم ہوا کہ یہ نوجوان، شراب پیتا تھا، تو جب بھی یہ شراب پیتا اِس کی ماں، اس کو سمجھاتی کہ ''بیٹا! اللہ سے ڈر، کب تک اِس گندگی میں مبتلا رہے گا؟'' (تو جب بھی وہ اس کو سمجھاتی) تو وہ پلٹ کر یہ جواب دیتا: کہ ''ماں! تو بس گدھے کی طرح چیختی رہتی ہے۔'' ایک دن عصر کے بعد اُس کا انتقال ہوگیا، اُس کو دفن کر دیا گیا، وہ دن ہے اور آج کا دن ہے، ہر روز عصر کے بعد اُس کی قبر پھٹتی ہے اور وہ گدھے کی طرح آوازیں لگا کر اندر چلا جاتا ہے۔ **كَانَ يَشْرَبُ الْخَمرَ، فَإِذَا رَاحَ، تَقُولُ لَهُ أُمُّهُ: يَا بُنَيَّ، إِتَّقِ اللهَ إِلَى مَتَى تَشرَبُ هٰذِهِ الخَمرَ؟ فَيَقُولُ لَهَا: إِنَّمَا أَنتِ تَنهِقِينَ كَمَا يَنهِقُ الحِمَارُ، قَالَت: فَمَاتَ بَعدَالعَصرِ، فَهُوَ يَنشَقُّ عَنهُ القَبرُ بَعدَالعَصرِ كُلَّ يَومٍ، فَيَنهِقُ ثَلَاثَ نَهقَاتٍ، ثُمَّ يَنطَبِقُ عَلَيهِ القَبرُ**. (الترغیب: ٤٨٠، رقم: ٣٦٨٣)

اللہ نے اُس کو عبرت کا سامان بنا دیا کہ جو آدمی بھی اپنی ''ماں'' کو جس طرح ستائے گا، اللہ تعالیٰ دنیا ہی میں اُس کو اُسی طرح کی سزاؤں میں مبتلا فرمادیں گے۔ (الامان والحفیظ)

اِس لیے ہم سب کو اپنے والدین کے ساتھ اچھے رویے سے پیش آنا چاہیے، جس سے ہم دنیا میں اُن کے لیے صدق؟ جاریہ بنیں اور آخرت میں بھی اُن کی سر بلندی کا ذریعہ بنیں۔ اللہ ہمیں عمل کی توفیق عطاء فرمائے۔ آمین۔

اسلام میں عورت کا مقام

بے شمار آیاتِ مبارکہ اور احادیثِ شریفہ میں سے یہ چند آیات اور احادیث اپنی بہنوں کی خدمت میں اِس مقصد سے پیش کی گئی ہیں کہ وہ سمجھیں کہ اللہ نے کیا مقام اُن کو دیا ہیاور اُن کے ساتھ غلط روّیہ اور سلوک کرنے پر کیسی کیسی سزاؤں کا تذکرہ کیا ہے، اِس لیے اپنے ذہن ودماغ سے اِس بات کو نکال دیں کہ شریعت نے اُن کے اوپر کوئی ظلم کیا ہے یا اُن کے حقوق سے کوئی لاپرواہی برتی ہے۔ جتنے حقوق شریعتِ اسلامی نے عورتوں کے بیان کیے ہیں اور جو مقام ومرتبہ اسلام نے عورتوں کو دیا ہے، اُس وقت سے لے کر آج تک ۱۰؟ فیصد بھی دوسری قوموں میں اُس کے حقوق کا تذکرہ نہیں ملتا؛ بلکہ آج کے آزاد اور مَوڈرن دور میں جبکہ ''گریجویٹ'' اور ایجوکیشن کی دل دادہ اور مہذب سمجھی جانے والی قومیں اِس بدتہذیبی کی باتیں کرتی ہیں کہ اُن کو پڑھ کر عقل حیران رہ جاتی ہے۔

اللہ ہم سب کی حفاظت فرمائے۔ آمین۔

بچوں کی تربیت کی ضرورت

ہمارے یہ معصوم بچے ہمارے مستقبل کی امیدیں اور امیدوں کا مستقبل ہیں، اِنہیں کو آگے چل کر زمانے کی باگ ڈور سنبھالنی ہے، اِنہیں میں مستقبل کے معلّم، مبلّغ، مجاہد، اِمام اور مؤذن پیدا ہوں گے اور اِنہیں میں ڈاکٹر، انجینئر، وکیل، جج، چیئرمین، ممبر پارلیمنٹ اور

دیگر شعبہ جات میں کام کرنے والے افراد پیدا ہوں گے۔

لہٰذا! بچپن ہی میں اُن کی ''دینی برین واشنگ'' یعنی دینی تربیت اور ذہن سازی ضروری ہے؛ تاکہ یہ اچھے انسان بن کر اپنے اپنے شعبوں میں دینِ اسلام کی ترقی، نیک نامی اور غیروں کے اسلام کی طرف مائل ہونے کا ذریعہ بن سکیں اور ہمارے لیے آنکھوں کی ٹھنڈک، دل کا سکون اور آخرت میں راحت اور درجات کی بلندی کا ذریعہ بنیں اور مرنے کے بعد، اُن کے دین کے لیے کیے ہوئے کاموں میں ہمارے حصے داری ہو اور وہ کام ہمارے لیے بھی صدقۂ جاریہ بن سکیں۔ مثل مشہور ہے ''جو چیز جنم میں ڈالی جاتی ہے، وہ جنازے تک رہتی ہے''۔

اللہ ہمیں اپنے بچوں کی دینی نہج پر تربیت کرنے کی توفیق نصیب فرمائے۔ آمین۔

بچوں کو علم حاصل کرنے کی نصیحت کیجیے

حضرت عروہؓ نے اپنے بچوں کو کیسی قابل رشک اور لائق تقلید نصیحت فرمائی: کہ ''پیارے بچوں! علم حاصل کرو، اگر آج لوگوں میں سب سے چھوٹے ہو، تو کل علم کی برکت سے سب سے بڑے بن جاؤ گے۔ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّهُ كَانَ يَجْمَعُ بَنِيهِ فَيَقُولُ: يَا بَنِيَّ، تَعَلَّمُوا، فَإِنْ تَكُونُوا صِغَارَ قَوْمٍ فَعَسَى أَنْ تَكُونُوا كِبَارَ آخَرِينَ. (سنن دارمی: ۵۷۱)

بچوں کا ذہن بات کو قبول کرنے اور اُس کو محفوظ کرنے میں بے حد مستعد ہوتا ہے، خالی الذّہن ہونے کی بنا پر بچے جو کچھ پڑھتے ہیں اُنہیں وہ ذہن و دماغ میں ہمیشہ کے لیے محفوظ کر لیتے ہیں۔

حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ بچپن میں علم حاصل کرنا ایسا ہے کہ جیسے پتھر پر نقش کرنا اور بڑھاپے میں علم حاصل کرنا ایسا ہے جیسے پانی میں نقش کرنا۔ (دین کی اہمیت: ۳۲/۱)

یعنی بچپن میں پڑھی ہوئی باتیں دیر تک یاد رہتی ہیں اور بڑھاپے میں پڑھی ہوئی باتیں بہت جلد ذہن سے نکل جاتی ہیں۔

بچے کی دینی اور عصری دونوں تعلیمات کا اچھا انتظام کریں اور اُنہیں اچھا انسان بنانے کی ترغیب دیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کوئی باپ اپنی اولاد کو اچھی تربیت سے زیادہ اچھا تحفہ نہیں دے سکتا۔ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: مَا نَحَلَ وَالِدٌ وَلَدًا أَفْضَلَ مِنْ أَدَبٍ حَسَنٍ. (ترمذی:۱۹۵۲-عن عمرو ابن سعید ابن عاصؓ)

اللہ تعالیٰ ہمیں خود بھی علم سیکھنے کی توفیق نصیب فرمائے اور اپنے بچوں کو بھی علم و ادب سکھانے کی توفیق نصیب فرمائے۔ آمین۔

بچیوں کو دیندار بنانا، دیندار نسلوں کے وجود میں آنے کا ذریعہ

مسلمانوں کے دوسرے خلیفہ حضرت عمرؓ، رات کے وقت لوگوں کا حال معلوم کرنے کے لیے دُور دراز جاتے اور اُن کی خبر گیری فرماتے، معمول کے مطابق ایک رات وہ ایک علاقے سے گذر رہے تھے، اچانک ایک عورت کی آواز آئی، وہ اپنی بچی سے کہہ رہی تھی ''بیٹی! دودھ میں پانی ملا دے، دودھ زیادہ ہو جائے گا اور پیسے زیادہ ملیں گے۔'' بیٹی نے جواب دیا: ''امّی جان! آپ کو معلوم ہے کہ خلیفہ نے دودھ میں پانی ملانے سے منع فرمایا ہے۔'' ماں نے کہا: ''تم پانی ملا دو، عمر ہمیں کہاں دیکھ رہے ہیں؟'' بیٹی نے جواب دیا: ''عمر نہیں دیکھ رہے، تو عمر کا رب تو دیکھ رہا ہے۔'' حضرت عمرؓ کو یہ جواب اتنا پسند آیا اور وہ اتنے خوش ہوئے کہ اُس بچی کے ساتھ اپنے بیٹے محمد عاصم کا نکاح کر دیا؛ چنانچہ اُن کے ایک لڑکی پیدا ہوئی اور انہیں کی اولاد میں خلیفہ راشد حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ پیدا ہوئے۔ (اصلاحی واقعات، مفتی تقی عثمانی)

معلوم ہوا کہ دینی نسلوں کے وجود میں آنے کا ذریعہ بچی ہے، اِس لیے ضروری ہے کہ بچیوں کے اندر، خوفِ خدا اور فکرِ آخرت پیدا کرنا ضروری ہے اور اُس کی طرف خاص توجہ دی جائے اور معاشرے کی کوئی بچی بنیادی دینی تعلیم سے محروم نہ رہ جائے اور اِس میں کسی طرح کی غفلت نہ ہو، جس کے لیے جگہ جگہ دینی مکاتب قائم کیے جائیں جن میں بنیادی دینی تعلیم کا نظام قائم ہو۔

اللہ ہمیں اپنی بچیوں کی صحیح تربیت کرنے کی توفیق نصیب فرمائے۔آمین۔

بچوں کی تربیت میں ماں کا کردار

یہ بات ہر شخص جانتا ہے کہ ”ماں! بچے کے لیے پہلا مدرسہ ہے“ یہ چھوٹی سی بچی اپنے اندر پورا خاندان رکھتی ہے، اِس بچی سے آگے چل کر پورا خاندان بننا ہے۔ جب اس کو کسی کی بیوی، کسی کی بہن، کسی کی ماں، کسی کی ساس، کسی کی بہو بننا ہے، جب اس بچی کو دینی اعتبار سے تیار کیا جائے گا، تو گویا یہ ایک عمدہ اخلاق کی نسل اور قوم تیار کرے گی، اس لیے کہ مشہور ہے کہ مرد پڑھا فرد پڑھا، خاتون پڑھی خاندان پڑھا، لہٰذا بچپن ہی سے بچیوں کی دینی تربیت ضروری ہے، تربیت کہتے ہی اس کو ہیں کہ کسی چیز کو ہلکے ہلکے ہر ممکن کمال تک پہنچایا جائے۔ بعض بزرگوں نے تربیت کے سلسلے میں عجیب بات کہی ہے: ”یتیم وہ نہیں ہے، جس کے والدین اُس کو بے سہارا چھوڑ گئے ہوں؛ بلکہ یتیم وہ ہے، جس کی ماں زندہ تو ہو؛ لیکن اُس کی کسی طرح کی تربیت نہ کرتی ہو اور باپ تو ہو؛ لیکن وہ اپنے کاموں میں اتنا مصروف اور مشغول ہو کہ اُسے اولاد کی کوئی فکر ہی نہ ہو“ ایسا بچہ حقیقت میں یتیم کہلانے کا مستحق ہے۔(تربیت الأولاد في الإسلام: ٥٣١)

بعض لوگوں نے بچوں کے سلسلے میں ایسی بات فرمائی ہے، جو سنہرے حروف سے لکھے جانے کے لائق ہے کہ کچھ بچے اعلیٰ درجہ کی فطرتی صلاحیت پائے ہوئے ہوتے ہیں، وہ نہ صرف خاندان، والدین؛ بلکہ پورے معاشرے اور ملک کا نام روشن کرنے اور ملک کو ترقی دینے کا ذریعہ ہوتے ہیں؛ لیکن جب ہی کہ اُن کی صحیح انداز پر دینی تربیت ہوئی ہو۔(تربیت الأولاد في الإسلام: ٥٣١)

اس لیے بچوں، خصوصاً بچیوں کی دینی تعلیم و تربیت کی سخت ضرورت ہے؛ تاکہ اُن سے نیک، باکردار اور صالح اور پاکیزہ معاشرہ تیار ہو سکے، اگر کوئی راج اور مستری دیوار کی پہلی اینٹ ہی ٹیڑھی رکھ دے، تو آسمان تک جانے والی دیوار کا ٹیڑھا پن بڑھتا ہی رہے گا، جب خود، ماں کی اپنی زندگی میں دین داری نہیں، تو وہ کس طرح اپنے بچے کی صحیح پرورش کر سکتی ہے اور کس طرح

اپنے بچوں میں دین کی محبت پیدا کرسکتی ہے۔آج افسوس کی بات ہے کہ بچیاں اپنی عمر کی وجہ سے ماں تو بن جاتی ہیں؛ لیکن دینی تعلیم نہ ہونے کی وجہ سے اُن کو یہ پتہ ہی نہیں ہوتا کہ کرنا کیا ہے، ماں کا مقام کیا ہے، ماں کی ذمہ داریاں کیا ہیں۔ اگر بچپن میں اُس کو دینی تعلیم ملی ہوتی، قرآن و حدیث کے علوم اُس کے سامنے ہوتے، اللہ والوں کی زندگی کے حالات اُسے معلوم ہوتے، تو یہ اپنے بچوں کی مثالی تربیت کرتی، قدم قدم پر بچوں کو اچھی ہدایت دیتی، عمدہ نصیحتیں کرتی، ہر وقت اُن کے لیے دعائیں کرتی، اِس لیے کہ جن بچیوں کو دینی تعلیم ملی، انہوں نے اپنے بچوں کی ایسی زبردست تربیت کی کہ اُن کے بچے ہزاروں لوگوں کی ہدایت کا ذریعہ بن گئے۔ اپنے ساتھ والدین کے لیے بھی آخرت کا خوب ذخیرہ اکٹھا کر گئے۔

اللہ ہمیں عمل کی توفیق نصیب فرمائے۔آمین۔

ماں کے کردار سے ہی اخلاقی نسل تیار ہوتی ہے

اپنی بچیوں کی تربیت، ماں کی ذمے داری ہے۔کہا جاتا ہے کہ ماں، بچے کے لیے پہلا مدرسہ ہے، بچی صرف ایک فرد نہیں ؛ بلکہ پورا خاندان ہے؛ کیوں کہ آگے چل کر اِسی سے پورا خاندان بنے گا اور یہ خود بیوی، بہن، ماں، ساس اور بہو بنے گی، اگر اِس بچی کی تربیت دینی انداز سے کی گئی ہوگی، تو اِس کے ذریعے سے ایک اچھی اور عمدہ اخلاق والی نسل تیار ہوگی، مثال مشہور ہے کہ مرد پڑھا، فرد پڑھا، خاتون پڑھی، خاندان پڑھا۔تربیت نام ہے دھیرے دھیرے بچی کے اندر دینی اعمال کا شوق اور گناہوں سے نفرت پیدا کرنے کا۔ یہ کام ضروری ہے؛ کیوں کہ اصل یتیم وہ نہیں ہوتا، جس کو اُس کے والدین بے سہارا کر گئے ہوں ؛ بلکہ اصل یتیم وہ ہے کہ ماں زندہ ہو؛ لیکن بچے کی تربیت نہ کرتی ہو، باپ موجود ہو؛ لیکن کاموں میں اتنا لگا ہوا ہو کہ اولاد کی کوئی فکر ہی نہ کرے، ایسا بچہ ہی حقیقت میں یتیم ہے۔(تربیت الأولاد في الإسلام:١٣٥)

بعض بچوں میں اعلیٰ درجے کی فطری صلاحیتیں پائی جاتی ہیں، جس سے وہ نہ صرف خاندان میں ؛ بلکہ پوری قوم اور ملک کا نام روشن کرنے اور ملک کی ترقی کا ذریعہ بن سکتے ہیں؛

لیکن یہ جبھی ہوگا جب اُن کی صحیح انداز پر تربیت ہوگی۔(تربیت الأولاد فی الإسلام: ۱۳۵)

آج کل ہمارے بچوں کی تربیت اِس وجہ سے نہیں ہو پا رہی؛ کیوں کہ خود ماں کی بھی تربیت اچھی نہیں ہے، ماں کے ہی دل میں دین کی محبت نہیں ہے،تو بچوں کے اندر وہ کیسے پیدا کرسکتی ہے؟ افسوس یہ ہے کہ آج کل بچیاں، جسمانی طور پر ماں تو بن جاتی ہیں؛ لیکن اُنہیں ماں کا مقام اور ذمیداریاں معلوم نہیں ہوتیں، جس کی وجہ سے نسلوں کی صحیح تربیت نہیں ہو پاتی، اِس لیے ضروری ہے کہ خاص طور پر بچیوں کی دینی تربیت کی جائے؛ تاکہ یہ ایک بہترین ماں بنیں اور اپنے پورے خاندان کی صحیح اور دینی تربیت کا کام انجام دے سکیں۔ خدانہ خواستہ اگر بچیوں کی تربیت نہیں ہوئی،تو معاشرے کی تربیت ہی ناممکن ہو جائے گی؛ کیوں کہ اگر مستری، دیوار کی پہلی اینٹ ہی ٹیڑھی رکھ دے،تو آسمان تک جانے والی دیوار کبھی سیدھی نہیں ہوسکتی۔

اللہ رب العزت ہمیں بات سمجھنے کی توفیق نصیب فرمائے۔آمین۔

والدین کی نافرمانی کا بڑا سبب

روایت میں آتا ہے کہ ایک شخص اپنے بچے کو لے کر حضرت عمرؓ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: کہ ’’حضرت! یہ میرا بیٹا ہے؛ لیکن یہ میری نافرمانی کرتا ہے، میرے حقوق ادا نہیں کرتا۔‘‘ حضرت عمرؓ نے اس بچے کو تنبیہ کرتے ہوئے والدین کے حقوق کی طرف متوجہ کیا،تو اُس بچے نے حضرت عمرؓ سے سوال کیا: کہ ’’حضرت یہ بتائیے کہ اولاد کے بھی کچھ حقوق ہیں والدین پر یا نہیں؟‘‘ حضرت عمرؓ نے فرمایا: کہ ’’ہاں بالکل ہیں۔‘‘ تو اُس نے پوچھا: کہ ’’وہ کیا ہیں؟‘‘ حضرت عمرؓ نے فرمایا: ’’باپ پر اولاد کا سب سے پہلا حق یہ ہے کہ وہ اُن کے لیے اچھی ماں کا انتخاب کرے، یعنی نیک عورت سے اپنی شادی کرے؛ تاکہ نیک اولاد پیدا ہونے کا ذریعہ بنے اور اولاد اُس کے زیرِ تربیت رہ کر نیک بنے، اُس کا اچھا نام رکھے، اُس کو قرآن کریم کی تعلیم دے۔‘‘ اُس بچے نے کہا: کہ ’’اِس باپ نے اِس میں سے ایک بھی

حق ادانہیں کیا۔ایک بدکار مجوسی عورت سے اُس نے اپنی شادی کی، جس سے میری پیدائش ہوئی اور میرا نام ''جعل'' رکھادیا (یعنی گندگی کا کیڑا) اور مجھے قرآن کا ایک حرف بھی نہیں سکھایا۔'' یہ سن کر حضرت عمرؓ نے اُس باپ سے فرمایا: کہ ''تم حقوق ادانہ کرنے کے سلسلے میں اِس کی شکایت کرتے ہو؛ حالاں کہ تم نے اِس سے پہلے اِس کا حق ادانہیں کیا، اِس کے برا سلوک کرنے سے پہلے تم نے خود اِس کے ساتھ برا سلوک کیا۔ (علمِ دین کی اہمیت: ۲۰/۱)

معلوم ہوا کہ جس طرح والدین کے اولاد پر حقوق ہیں، اِس سے کہیں زیادہ اولاد کے حقوق والدین پر ہیں۔ اگر والدین بچوں کے حقوق ادا کریں، تو بڑے ہوکر یہ بچے اپنے والدین کا حق ادا کریں گے اور اُن کی آنکھوں کی ٹھنڈک بنیں گے۔ ان شاء اللہ۔

اللہ ہمیں دین کی صحیح سمجھ نصیب فرمائے۔ آمین۔

پیدائش سے پہلے بچے کا حق

پیدائش سے قبل بچے کا حق یہ ہے کہ بیوی سے صحبت سے پہلے رسول اللہ ﷺ سے منقول و مسنون دعائیں پڑھی جائیں، جس کا بچے کی زندگی پر اور اُس کے مستقبل پر گہرا اثر پڑتا ہے؛ چنانچہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: کہ ''جب تم میں سے کوئی شخص اپنی بیوی کے پاس آئے، تو یہ دعا پڑھ لے ''بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُمَّ جَنِّبْنَا الشَّيْطٰنَ وَ جَنِّبِ الشَّيْطٰنَ مَا رَزَقْتَنَا.'' اللہ کے نام کے ساتھ اے اللہ! ہمیں شیطان سے بچا اور جو اولاد آپ ہمیں عطا کریں اُسے بھی شیطان سے محفوظ فرما۔

اگر اِس صحبت سے ان کی قسمت میں اولاد ہوئی، تو اُسے شیطان کبھی نقصان نہیں پہنچا سکے گا، جو شخص دعا پڑھنے میں غفلت یا سستی کرے گا، اُس کا ہونے والا بچہ شیطان کے شر سے محفوظ نہیں رہ سکے گا، اسی طرح عورت کا بھی فرض ہے کہ جب وہ حمل محسوس کرے، تو اللہ تعالیٰ سے اپنے ہونے والے بچے کے لیے دعا کرے۔ حضرت مریم کی والدہ کا واقعہ قرآن کریم میں موجود ہے کہ انھوں نے بچے کے پیٹ میں ہونے کے وقت اللہ تعالیٰ سے یہ دعا

کی تھی: اور وہ وقت بھی یاد رکھنے کے لائق ہے جب عمران کی بیوی نے کہا: اے میرے پروردگار! جو بچہ میرے پیٹ میں ہے میں اُس کو تیری نذر کرتی ہوں، اُسے دنیا کے کاموں سے آزاد رکھوں گی، پس تو اُسے میری طرف سے قبول فرما۔ یقیناً تو سننے والا اور جاننے والا ہے۔ اِذْ قَالَتِ امْرَاَتُ عِمْرٰنَ رَبِّ اِنِّیْ نَذَرْتُ لَکَ مَا فِیْ بَطْنِیْ مُحَرَّرًا فَتَقَبَّلْ مِنِّیْ اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ. (سورۃ ال عمران:۳۵)

قرآن کریم نے اس دعا کو نقل کر کے حاملہ عورت کو توجہ دلائی ہے کہ وہ رات دن اپنے ہونے والے بچے کے لیے اللہ تعالیٰ سے دعائیں کرتی رہے۔ مثلاً اس طرح دعا کرے:

(۱) اے اللہ! اس کے حمل کو آسان فرما، اس کی پیدائش میں آسانی فرما، تو ہی پیدا کرنے والا اور آسانی فرمانے والا ہے۔

(۲) اے اللہ! میں تجھ سے درخواست کرتی ہوں کہ تو اِسے ایک اچھا انسان بنا۔

(۳) اے اللہ! میں تجھ سے سوال کرتی ہوں کہ تو اِسے سچا پکا مسلمان اور مومن بنا۔

(۴) اے اللہ! میں تجھ سے دعا کرتی ہوں کہ تو میرے اس بچے کو عالم باعمل، مخلص داعی اور مرتے دم تک اچھے اعمال کرنے کی توفیق عطا فرما اور شہادت کی موت نصیب فرما۔

(۵) اے اللہ! اسے میری، اپنے والد، اپنے بھائیوں اور تمام مسلمانوں کی آنکھوں کی ٹھنڈک بنا۔

(۶) اے اللہ! میں اسے اور اس کی اولاد کو شیطان مردود کے شر سے تیری پناہ میں دیتی ہوں۔

(۷) اے اللہ! اسے اپنے دین کا مخلص خادم بنا اور اپنے نبی کی سنتوں پر چلنے والا بنا۔

حمل کے زمانے میں کرنے کے کام

(۱) بے پردگی سے بچیں: مسلمان عورت کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ دورانِ حمل، اللہ کا خوب شکر ادا کرے اور یہ تصور کرے کہ جب اللہ تعالیٰ نے ہمیں اتنی عظیم نعمتوں سے نوازا ہے، تو ہمیں بھی اللہ کی خوب عبادت اور فرماں برداری کرنی چاہیے۔ بغیر شرعی پردے کے گھر

سے باہر نکلنا، یہ اس کے ہونے والے بچے کے لیے انتہائی نقصان کی چیز ہے۔اس کی بچی پر بھی اس کے غلط اثرات پڑیں گے وہ بھی بڑے ہوکرے پردہ رہے گی اور اس کا لڑکا بھی ایسی ہی لڑکی کو اپنی بیوی بنانا پسند کرے گا، جو بے پردہ رہتی ہو،نتیجہ پھر وہی ہوگا،جس کا مضمون میں تذکرہ چل رہا ہے۔

اس حال میں ٹی۔وی دیکھنا، گانے سننا، غیبت کرنا، چغل خوری کرنا عام حالات کے مقابلے میں اور زیادہ قبیح اور بدتر ہے، ماں کی حیثیت ایک سایہ دار درخت کی ہے جتنی اس کی ایمانی قوت کامل اور پختہ ہوگی، اُتنی ہی اللہ اور اس کے رسولؐ کی اطاعت کا جذبہ پیدا ہوگا،لہٰذا حاملہ عورت کو چاہیے کہ وہ زمان؟ حمل میں اللہ کی خوب فرماں برداری کرے، اپنی عصمت وعفت کی حفاظت کرے۔خود قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے نیک عورتوں کو یہ حکم دیا ہے یٰۤاَیُّھَا النَّبِیُّ قُلْ لِاَزْوَاجِکَ وَبَنَاتِکَ وَ نِسَاءِ الْمُؤْمِنِیْنَ یُدْنِیْنَ عَلَیْھِنَّ مِنْ جَلَابِیْبِھِنَّ ذٰلِکَ اَدْنٰی اَنْ یُّعْرَفْنَ فَلَا یُؤْذَیْنَ. (سورۃ الاحزاب:۵۹)

اے نبی! آپ اپنی بیویوں، اپنی بیٹیوں اور مسلمان عورتوں سے فرمادیں کہ وہ اپنی چادروں کا ایک حصہ اپنے منہ پر ڈالے رہیں۔اس طریقے میں اس بات کی زیادہ توقع ہے کہ وہ پہچان لی جائیں اور تکلیف نہ دی جائیں۔

ماں کا فرماں بردار ہونا اس لیے بھی ضروری ہے کہ وہ عملی نمونہ بن کر اپنی اولاد کے سامنے ہوتی ہے اور بچے اور بچیاں ماں کی نقل کرتی ہیں جب وہ ماں کو دین دار دیکھیں گی تو بچوں کے اندر خود بخود اس کے اثرات پیدا ہوں گے۔

بچوں کے بگڑنے کا ایک اہم سبب

اکثر والدین کو یہ شکایت رہتی ہے کہ ہمارے بچے غلط کاموں میں پڑ گئے ہیں، ہماری بات نہیں مانتے، دیر رات تک جاگتے ہیں،ٹیلیویژن ،فلموں اور موبائل پر اکثر وقت برباد کردیتے ہیں،کئی والدین کی یہ شکایت بھی آتی ہے کہ ہمارے بچے بُری صحبت میں پڑ کر

نشہ آور بیڑی، سگریٹ، گُٹکا اور سپاری جیسی چیزوں کا استعمال کرنے لگے ہیں، نمازیں نہیں پڑھتے، دین کی طرف ذرّہ برابر بھی دھیان نہیں دیتے، کیا کیا جائے ہم تو بڑے پریشان ہیں؟

تربیت کا ایک اصول سمجھ لیجیے!

وہ یہ کہ بچہ جب بھی بگڑے گا، اُس میں والدین کا ہاتھ ضرور ہوگا؛ کیوں کہ اللہ نے تو بچے کو نیک اور پاکیزہ فطرت کے ساتھ اِس دنیا میں بھیجا تھا، ہاں! یہ بات ضرور ہے کہ اُس میں برائی کو قبول کرنے کا بھی اختیار تھا، حدیث میں آتا ہیکہ ہر بچہ، اسلامی فطرت پر پیدا ہوتا ہے؛ لیکن اُس کے والدین اُسے یہودی نصرانی اور مجوسی بنا دیتے ہیں، بچہ بالکل صاف فطرت کے ساتھ پیدا ہوتا ہے؛ لیکن اُس میں والدین کی نقل کرنے کی صلاحیت موجود ہوتی ہے، اگر والدین ہی نماز نہیں پڑھتے، تو بچہ بھی نماز چھوڑے گا ایک والد بچے کے سامنے سگریٹ پیتا ہے یا دُکان پر بیڑی لانے بچے کو بھیجتا ہے، تو بچہ بھی بیڑی سگریٹ کا استعمال کرے گا، اسی طرح بچہ نیک کاموں میں بھی والدین کی نقل کرتا ہے؛ چناچہ ایک بچی ماں کا برقعہ پہننے کی کوشش کرتی ہے؛ کیوں کہ اُس نے ماں کو برقعہ پہنے ہوئے دیکھا ہے، اسی طرح بچے والدین کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھ کر اُنہی کی طرح رکوع سجدہ کرنے کی کوشش کرتے ہیں، اِس سے معلوم ہوا کہ والدین بچے کو جیسا اُٹھانا چاہتے ہیں ویسے خود بن جائیں، اگر والدین خود اچھے بن جائیں گے، تو بچے بھی اچھے بن جائیں گے اور خدانہ خواستہ والدین ہی دین سے دور ہیں، تو پھر بچوں کے اچھا بننے کے امکانات بہت کم ہو جاتے ہیں۔

اللہ ہمیں بات سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

تربیت کے غلط انداز سے بچوں کے ایمان پر پڑنے والے اثرات!

بعض والدین بچوں کی تربیت کے تعلق سے نہایت مخلص ہوتے ہیں؛ لیکن تربیت کے چند غلط طریقوں سے بچوں کے ایمان خراب ہو جاتے ہیں:

غیر اللہ کا ڈر: تربیت کے غلط طریقوں میں سے ایک طریقہ یہ ہے کہ بچے کو غیر اللہ کا ڈر دکھا کر اُس سے اچھا کام کرایا جائے، بعض مائیں، والد یا استاذ کا خوف دلا کر بچوں سے اچھا کام کروانا چاہتی ہیں؛ حالاں کہ ہونا یہ چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کی محبت دلا کر بچوں کو اچھے کام کی تلقین کی جائے، غیر اللہ کا خوف دلانے سے بچوں کا ایمان خراب ہو جاتا ہے؛ چناں چہ بچہ اب اللہ کی محبت میں سچ بولنے کے بجائے باپ کے ڈر سے اور استاذ کی پٹائی سے بچنے کے لیے جھوٹ بولنے لگتا ہے، انسانوں کو خوش رکھنے کی خواہش بچے میں پیدا کرنا اچھی بات ہے؛ لیکن انسانوں کا ڈر دلا کر اُن سے اچھا کام کرانا اچھا نہیں۔

قرآن کریم میں حضرت لقمانؑ کی وہ نصیحتیں ذکر کی گئی ہیں، جو انہوں نے اپنے بیٹے کو کی تھیں، اُنہیں میں سے ایک نصیحت وہ بھی ہے کہ جس میں آپؑ نے اپنے بیٹے کو اللہ کا ڈر دلا کر اُس کو اچھے اچھے کام کرنے پر اُبھارا ہے؛ چناں چہ قرآن میں حضرت لقمانؑ کی یہ نصیحت مذکور ہے: کہ ”اے میرے بیٹے! اگر رائی کے ایک دانے کے برابر بھی کوئی چیز ہو، خواہ وہ کسی پتھر کے اندر ہو یا آسمانوں میں یا زمین میں، تو اللہ تعالیٰ اس کو حاضر کر دیں گے، بے شک اللہ بڑے باریک بیں اور بہت باخبر ہیں۔“ يٰبُنَيَّ اِنَّهَا اِنْ تَكُ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ فَتَكُنْ فِيْ صَخْرَةٍ اَوْ فِي السَّمٰوٰتِ اَوْ فِي الْاَرْضِ يَاْتِ بِهَا اللّٰهُ اِنَّ اللّٰهَ لَطِيْفٌ خَبِيْرٌ. (سورة لقمٰن:١٦)

اگر بچے کے دل میں اللہ محبت ہوگی اور وہ غلط کام کرے گا، تو ماں کی تنبیہ پر وہ سچ بول کر اپنی غلطی کا اقرار کرے گا اور اگر اللہ کی محبت نہیں ہوگی، تو پھر باپ کے ڈر سے اور استاذ کے ڈر سے غلطی کا اقرار کرنے کی بجائے جھوٹ بولے گا اور پھر جھوٹ اُس کی عادت بن جائے گی اور جب جھوٹ کے ظاہری فائدے کا اُسے احساس ہو جائے گا، تو پھر ہمیشہ غلط کام کرے گا؛ کیوں کہ اُسے پتہ ہے کہ جھوٹ بول کر سزا سے بچا جا سکتا ہے، اسی لیے تربیت کے اِس غلط انداز سے بچیں۔

اللہ ہمیں بات سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

انعام کالالچ دے کر بچے سے اچھا کام کرانا

تربیت کے غلط طریقوں میں سے ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ بعض والدین بچوں کو انعام اور گفٹ کا لالچ دے کر اچھا کام کراتے ہیں، دیکھیے قرآن مجید میں بڑی تفصیل سے اِس بات کو بیان کیا گیا ہے کہ ایک مومن کے ذہن ودماغ میں یہ بات جمی ہوئی ہونی چاہیے کہ کوئی چیز، جس کی حرص کی جائے یا جس کے لالچ میں کام کیا جائے، وہ صرف آخرت کی نعمتیں ہیں، آخرت کی نعمتوں کو پانے کی رغبت سے کام کرنا ہی ایمان والے کی شان ہے؛ چناچہ قرآن مجید میں آخرت کے انعامات بیان کرنے کے بعد کہا گیا: کہ ''جو لوگ ایک دوسرے پر بازی لے جانا چاہتے ہیں، اُن کو ایسی ہی چیز (آخرت کی نعمتوں) میں بازے لے جانے کی کوشش کرنی چاہیے۔'' وَفِي ذَٰلِكَ فَلْيَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُونَ. (سورۃ المطففین: ۲۶)

بچے کے اچھے عمل پر انعام دینا اچھی بات ہے؛ لیکن انعام کو بچے کے نیک عمل کا ریزن بنانا ٹھیک نہیں ہے، اِس سے بچے کی نیت بگڑ جاتی ہے اور بگڑی ہوئی نیت بہت مشکل سے سدھرتی ہے، نیت کا بگاڑ، ایمان کے بگاڑ کا ذریعہ بن جاتا ہے۔

ایسا نہیں ہے کہ کسی نیک کام پر بچہ کی حوصلہ افزائی نہ کی جائے، یقیناً اُس حد تک بچے کی حوصلہ افزائی کی جانی چاہیے کہ بچے کے دل سے حوصلہ افزائی کی اہمیت ختم نہ ہو؛ لیکن انعام کو اچھے کام کا ریزن بنا دینا غلط طریقہ ہے، اگر آپ حوصلہ افزائی کے لیے انعام دینا ہی چاہتے ہیں، تو بہترین انعام یہ ہے کہ غیر متوقع طور پر کوئی انعام دیں، اس کے علاوہ کوئی بھی اچھا کام صرف اللہ کی محبت دلا کر ہی بچے سے کرانا چاہیے، بچہ کوئی بھی کام اللہ کا حکم اور انسانوں کی خدمت سمجھ کر کرنے والا بنے یہی ایمان کا تقاضا ہے، انعام کا لالچ دے کر بچے سے اچھا کام کرانا، اُس کی نیت کو بگاڑ دیتا ہے اور جب نیت ہی صاف اور پاکیزہ نہیں ہوگی، تو ایمان کیسے بگڑنے سے بچ جائے گا؟ بلکہ اگر انعام کے لالچ سے کام کرنا بچے کی عادت بن

گئی، تو ایسی صورت میں اُس کے ایمان پر کتنا منفی اثر پڑے گا اُس کا اندازہ بھی نہیں لگایا جا سکتا، اسی لیے ایمان کو بگاڑنے والے تربیت کے اس غلط طریقے سے بچا جانا چاہیے۔
اللہ ہمیں بات سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

بچوں کی نیت پر شک نہ کریں

اسلام کی تعلیم اپنے ماننے والوں سے یہ ہے کہ وہ ایک دوسرے کے تعلق سے بدگمانی سے بچیں، اللہ رب العزت نے قرآن کریم میں ارشاد فرمایا: کہ ''اے ایمان والو! بہت سی بدگمانیوں سے بچو، اِس لیے کہ بعض گمان، گناہ ہیں اور نہ جاسوسی کرو اور نہ ایک دوسرے کی غیبت کرو۔'' يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا كَثِيْرًا مِّنَ الظَّنِّ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ وَّلَا تَجَسَّسُوْا وَلَا يَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ بَعْضًا. (سورۃ الحجرات:۱۲)

اسی طرح رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کہ ''بدگمانی سے بچو؛ کیوں کہ بدگمانی سب سے جھوٹی بات ہے۔'' إِيَّاكُمْ وَالظَّنَّ فَإِنَّ الظَّنَّ أَكْذَبُ الْحَدِيثِ. (بخاری:۵۱۴۳-عن ابی ھریرہؓ)

اِس قسم کی تعلیمات جب بڑوں کو سنائی جاتی ہیں، تو یہ سمجھتے ہیں کہ اِن تعلیمات کا تعلق اُنہیں کے جیسے بڑوں سے ہے، جب کہ حقیقت یہ ہے کہ اسلام کی اخلاقی تعلیمات پر جس طرح بڑوں کے تعلق سے عمل کرنا ضروری ہے ویسے ہی بچوں کے تعلق سے عمل کرنا بھی لازم ہے، اگر اپنے ہم عمر مسلمان سے بداخلاقی سے پیش آنا گناہ کا کام ہے، تو اسی طرح بچے سے بھی بداخلاقی سے پیش آنا گناہ کا کام ہے، لہٰذا یہ بات سمجھ لیجیے کہ جس طرح دوسرے مسلمانوں سے بدگمان ہونا اور اُن کی نیتوں پر شک کرنا درست نہیں ہے، اسی طرح بچوں سے بدگمان ہونا یا اُن کی نیتوں پر شک کرنا بھی گناہ کا کام ہے، والدین جانے انجانے میں بچوں کی نیتوں پر شک کرتے ہیں، مثال کے طور پر ''ہوم ورک'' میں بچے سے کوئی غلطی ہوگئی، تو یہ سمجھ کر ڈانٹ لگاتے ہیں کہ اُس نے جان بوجھ کر وہ غلطی کی ہے، بچے سے گھر کا کوئی برتن ٹوٹ گیا، تو یہ سمجھ کر ناراض ہوتے ہیں کہ اِس نے جان بوجھ کر توڑا ہے، موقع بے موقع

والدین، بچوں سے بدگمان ہوجاتے ہیں اور اُن کی نیتوں پر شک کرتے ہیں اور اگر اُن کو سمجھایا جائے کہ بچے سے یہ غلطی جان بوجھ کر نہیں ہوئی ہے، تو اکثر و بیشتر ماں یہ کہتی ہے: کہ ''آپ نہیں جانتے، یہ بہت زیادہ شرارتی ہوگیا ہے۔''

یاد رکھیے! بچے کی نیت پر شک کرنا، اُسے بہت بڑی ایمانی خرابی کی طرف دھکیل دیتا ہے، بچہ دھیرے دھیرے اُن غلطیوں کا عادی ہوجاتا ہے، والدین کے اِس طرح کے رویّے سے بچہ اُن کی باتوں کو بوجھ سمجھ کر اُن سے چھٹکارا حاصل کرنے کے لیے جھوٹ اور غلط باتوں کا سہارا لیتا ہے، جس سے اُس کا ایمان خراب ہونے کا خطرہ بڑھ جاتا ہے۔

اللہ رب العزت ہمیں بات سمجھنے کی توفیق عطاء فرمائے۔ آمین۔

بچوں کے سامنے بے حیائی کے کاموں سے بچیں

بچپن سے ہی بچوں میں اپنی ذات اور ملکیت کا احساس، ابتدائی چار چھ ماہ میں ہی پیدا ہوجاتا ہے، جب بچہ یہ سمجھنے لگتا ہے کہ ''یہ اُس کی ماں ہے، اُسے کوئی نہ چھوئے۔'' اسی طریقے سے عمر کا ایک مرحلہ ایسا بھی آتا ہے جب اُس کی چھوٹی سی عقل، اچھائی اور بُرائی میں فرق کرنے لگتی ہے، اِس زمانے میں وہ اپنے سامنے بُرائیوں کو ہوتا ہوا دیکھیگا، تو اُن سے بچے کے دل میں دلچسپی بڑھیگی، بعض والدین بچوں کو اپنے غلط رویّوں کی وجہ سے بےحیائی کی دلدل میں دھکیل دیتے ہیں؛ چناں چہ ماں، بچے کی شرارتوں سے تنگ آکر یا اُس کی ضد سے ہار کر اُس کو ٹی۔وی کے آگے بیٹھا دیتی ہے یا اُس کے ہاتھ میں موبائل تھما دیتی ہے اور پھر اپنے کام سے لگ جاتی ہے، بعد میں اُسے یہ دھیان نہیں رہتا کہ کہیں بچے کے موبائل اور ٹی۔وی میں بےحیائی کی باتیں تو نہیں چل رہیں؟ اسی طرح بعض گھروں میں چھوٹے بچے بچیوں کا ''ڈائپر'' دوسرے بڑے بچوں کے سامنے بدل دیا جاتا ہے، اسی طرح بچوں کے سامنے چھوٹے بچوں کے پیشاب پائے خانے دھلائے جاتے ہیں یا بچوں کو باہر بیٹھا کر بچوں کے سامنے نہلایا جاتا ہے یا اُن کے کپڑے بدلوائے جاتے ہیں، اِس سے بھی چھوٹے

بچوں کے اندر بیحیائی کے جذبات پروان چڑھتے ہیں اور اُس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ بعض مرتبہ وہ بڑا بچہ، چھوٹے بچوں کی ''شرم گاہوں'' پر مستقل نظر ڈالنے لگتا ہے، یہ دراصل بچوں کو بیحیاء بنانے کی چند مثالیں ہیں۔ دیکھیے جس طرح میڈیا، ٹی۔وی، بے پردگی ہمارے نزدیک بیحیائی ہیں اور ہمارے نزدیک بیحیائی کا ایک معیار متعین ہے، اسی طرح بچوں کا بھی اپنا ایک بیحیائی کا معیار ہوتا ہے، گھر پر ہونے والی یہ چھوٹی چھوٹی چیزیں، بچے کے معیار کے اعتبار سے بے حیائی ہیں، اسی لیے اِن کاموں سے بچا جائے؛ تا کہ بچے بیحیاء نہ بنیں، اسی وجہ سے اسلام میں حیاء کو ایمان کا ایک اہم شعبہ کہا گیا ہے۔

حدیث میں ہے کہ ایمان کی ستّر سے زائد شاخیں ہیں اور حیاء بھی ایمان کی ایک شاخ ہے۔ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: الْإِيمَانُ بِضْعٌ وَسِتُّونَ شُعْبَةً، وَالْحَيَاءُ شُعْبَةٌ مِنَ الْإِيمَانِ. (بخاری:۹)

گویا جس شخص میں جتنی حیاء ہے، وہ ایمان کے اُتنا ہی قریب ہے اور جتنا وہ حیاء سے دور ہے اُتنا ہی ایمان سے دور ہے۔ اللہ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں اور ہمارے بچوں کو حیاء دار بنائے۔ آمین۔

بے جا تعریف کرنا

بعض والدین بچے کے اچھا کام کرنے پر اُس کی مبالغے کی حد تک تعریفیں کرتے ہیں، یہ روّیہ یقیناً بچے سے اچھا کام کرانے میں مددگار ہوتا ہے؛ لیکن اِس کی خامی یہ ہے کہ بچے کے اندر اپنی تعریف سننے کی خواہش پیدا ہو جاتی ہے اور اپنی تعریف سننے کے لیے ہی بچہ اچھا کام کرتا ہے؛ حالاں کہ دل میں اپنی تعریف سننے کی خواہش کا پیدا ہو جانا، یہ ایمان کے لیے بڑا ہی خطرناک ہے، حضرت ابن عباسؓ سے یہ حدیث مروی ہے کہ لوگوں سے اپنی تعریف سننے کی خواہش، اندھا اور بہرا بنا دیتی ہے۔ حُبُّ الثَّنَاءِ مِنَ النَّاسِ يُعْمِي وَيُصِمُّ. (فیض القدیر، جزو: ۳/۳۶۹، رقم:۳۶۶۳؛ حرف الحاء)

صحابہ کو اپنی تعریف سننا بالکل پسند نہ تھا؛ چناں چہ حدیث میں آتا ہے کہ حضرت ہُمام بن حارث سے روایت ہے کہ ایک شخص حضرت عثمانؓ کے منہ پر اُن کی تعریف کرنے لگا، تو حضرت مقداد بن اسودؓ اپنے گھٹنوں کے بل بیٹھ گئے (اور وہ جسامت میں قدرِ موٹے تھے) اور تعریف کرنے والے کے منہ میں کنکریاں ڈالنے لگے، حضرت عثمانؓ نے اُن سے کہا: کہ "یہ آپ کیا کرر ہے ہیں؟" انہوں نے فرمایا: کہ "نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ جب تم کسی کو منہ پر تعریف کرنے والا دیکھو، تو اُس کے چہرے پر مٹی ڈال دو۔" عَنْ هَمَّامِ بْنِ الْحَارِثِؓ أَنَّ رَجُلاً جَعَلَ يَمْدَحُ عُثْمَانَ فَعَمِدَ الْمِقْدَادُ فَجَثَا عَلَى رُكْبَتَيْهِ وَكَانَ رَجُلاً ضَخْمًا فَجَعَلَ يَحْثُو فِي وَجْهِهِ الْحَصْبَاءَ فَقَالَ لَهُ عُثْمَانُ مَا شَأْنُكَ فَقَالَ: إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: "إِذَا رَأَيْتُمُ الْمَدَّاحِينَ فَاحْثُوا فِي وُجُوهِهِمُ التُّرَابَ." (صحیح مسلم:۷۶۹۸،باب النهي عن المدح)

ایک روایت میں ہے کہ جناب ابوبکرہؓ کہتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ کے سامنے ایک آدمی کی تعریف کی تو آپ نے فرمایا: "افسوس! تم نے اپنے بھائی کی گردن کاٹ دی"، اس جملہ کو آپ نے کئی بار دہرایا، پھر فرمایا: "تم میں سے اگر کوئی آدمی اپنے بھائی کی تعریف کرنا چاہے تو یہ کہے کہ میں ایسا سمجھتا ہوں، باقی اللہ بہتر جانتا ہے اور اللہ کے علاوہ کوئی ذات بےعیب نہیں۔" عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي بَكْرَةَ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: أَثْنَى رَجُلٌ عَلَى رَجُلٍ عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ، فَقَالَ: وَيْلَكَ، قَطَعْتَ عُنُقَ صَاحِبِكَ، قَطَعْتَ عُنُقَ صَاحِبِكَ مِرَارًا، ثُمَّ قَالَ: مَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَادِحًا أَخَاهُ لَا مَحَالَةَ، فَلْيَقُلْ أَحْسِبُ فُلَانًا وَاللَّهُ حَسِيبُهُ، وَلَا أُزَكِّي عَلَى اللَّهِ أَحَدًا أَحْسِبُهُ كَذَا وَكَذَا إِنْ كَانَ يَعْلَمُ ذَلِكَ مِنْهُ. (بخاری:۲۶۶۲)

اِس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ بچے کی اگر تعریف ہی کرنی ہو، تو بڑے محتاط الفاظ میں کرنی چاہیے؛ چناں چہ ایسے الفاظ میں تعریف کرنی چاہیے، جس سے بچہ خود پسندی کے بجائے، خدا پسندی سیکھے، مثلاً: اُس کے نیک کام کرنے پر یہ کہیں: "ماشاءاللہ! یہ تو بڑا اچھا

کام ہے، اللہ اِس کام سے خوش ہوتا ہے، اللہ ہمیں اور ہمارے پیارے بچے کو ہمیشہ اس پر عمل کرنے کی توفیق نصیب فرمائے۔ آمین۔'' گویا ایسے الفاظ سے تعریف کی جائے، جس سے ڈائریکٹ بچے کی تعریف نہ ہو کر اچھائی کی تعریف ہو، نیز شروع سے ہی بچہ یہ سمجھ لے کہ انسان جو بھی اچھائی کرتا ہے، وہ محض اللہ کی توفیق سے کرتا ہے۔

اللہ رب العزت ہماری اور ہمارے پیارے بچوں کی بہترین تربیت فرمائے۔ آمین۔

والدین کے نظریات کا بچوں پر اثر!

انسانی شخصیت کے بننے اور بگڑنے میں صحبت کا بھی گہرا اثر ہوتا ہے؛ چناں چہ کہا جاتا ہے کہ ہمیشہ اچھے لوگوں کو دوست بناؤ؛ تاکہ اُن کے ساتھ رہنے کے نتیجے میں اُن کی اچھائیاں تمہارے اندر بھی پروان چڑھیں، ایک بچہ اپنی چھوٹی سی عمر میں سب سے زیادہ ماں باپ اور گھر والوں کی صحبت میں رہتا ہے، تھوڑا بڑا ہوتا ہے، تو اُسے اسکول کے ٹیچرز کی صحبت ملتی ہے، اِس دوران والدین، خاندان اور اساتذہ کی اچھی بُری صحبت بچے کو بنانے اور بگاڑنے میں بڑی اثر انداز ہوتی ہے؛ چناں چہ اگر والدین، خاندان اور اساتذہ نظریاتی اور عملی اعتبار سے اچھے ہوں گے، دوسروں پر رحم کرنے والے ہوں گے، رشتیداریوں کو جوڑنے والے ہوں گے، بڑوں کی عزت کرنے والے ہوں گے، پڑوسیوں، کمزوروں اور بے کسوں کا خیال رکھنے والے ہوں گے، تو بچے بھی ایسے ہی اٹھیں گے اور اگر والدین و خاندان، دوسروں کو اذیت دینے والے، گالیاں دینے والیاور نماز وغیرہ کو چھوڑنے والے ہوں، تو اُن کی صحبت کے نتیجے میں بچے بھی ایسے ہی اٹھیں گے؛ کیوں کہ صحبت اچھی ہو، تو اچھا بناتی ہے اور بُری ہو، تو بُرا بنا دیتی ہے؛ چناں چہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''صرف مومن سے ہی دوستی کرو اور متقیوں کو کھلاؤ۔'' **لا تصاحبْ إلا مؤمنًا، ولا يأكل طعامَك إلا تقيٌّ.** (ترمذی:۲۳۹۵؛صحیح ابن حبان:۵۶۰)

نیز نبی کریم ﷺ نے اچھے دوست اور بُرے دوست کی مثال بیان کرتے ہوئے

فرمایا: ''اچھے دوست اور بُرے دوست کی مثال عطر بیچنے والے اور بھٹی جھونکنے والے کی مانند ہے، عطر بیچنے والا یا تو آپ کو ہدیے میں دے دے گا یا آپ اُس سے خرید لیں گے یا کم از کم اچھی خوشبو تو پائیں گے، جبکہ بھٹی جھونکنے والا آپ کے کپڑوں کو جلا دے گا یا کم از کم آپ کو دھواں اور بدبو تو آتی ہی رہے گی۔'' عَنْ أَبِي مُوسَیؓ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: مَثَلُ جَلِيسِ الصَّالِحِ وَالسَّوْءِ، كَحَامِلِ الْمِسْكِ وَنَافِخِ الْكِيرِ، فَحَامِلُ الْمِسْكِ: إِمَّا أَنْ يُحْذِيَكَ، وَإِمَّا أَنْ تَبْتَاعَ مِنْهُ، وَإِمَّا أَنْ تَجِدَ مِنْهُ رِيحًا طَيِّبَةً، وَنَافِخُ الْكِيرِ: إِمَّا أَنْ يُحْرِقَ ثِيَابَكَ، وَإِمَّا أَنْ تَجِدَ رِيحًا خَبِيثَةً.

(بخاری: ٥٥٣٤؛ مسلم: ٢٦٢٨)

اسی طرح اچھے لوگوں کے ساتھ رہ کر یا تو ہم اچھا کام کرنے لگیں گے، یا وہ ہم سے اچھا کام کرالیں گے، ورنہ کم از کم اچھے لوگوں کی صحبت سے اچھے لوگوں میں شمار ہوں گے، اِس کے برعکس اگر ہم بُرے لوگوں کے ساتھ رہیں گے، تو یا تو وہ ہم سے بُرا کام کرالیں گے یا ہم اُن کے ساتھ رہ کر بُرا کام کرنے لگیں گے، ورنہ کم از کم اُن بُرے لوگوں کے ساتھ رہ کر ہم بُرے کہلائیں گے۔

اِس لیے کوشش کریں کہ ہمارے نظریات بھی درست ہوں اور خود کو ہم ایسا بنائیں کہ ہماری صحبتوں سے ہمارے بچوں کو فائدہ پہنچے اور مستقل اپنے گھروں میں علماء اور نیک دینداروں کو بلائیں۔

اللہ ہمیں اچھی صحبتیں نصیب فرمائے۔ آمین۔

اولاد کی دینی تربیت کی فکر

جس طریقے پر ذہنی سکون کے لیے زوجین کے درمیان ہم آہنگی اور ایک دوسرے کے حقوق کی ادائیگی لازم ہے، اسی طرح جب تک اولاد کی طرف سے اطاعت وفرماں برداری، خدمت گذاری اور دین داری کا مظاہرہ نہ ہو، اُس وقت تک آدمی کو طبعی اطمینان ہرگز حاصل نہیں ہوسکتا؛ چناں چہ دنیا کا تجربہ ہے کہ اگر خدانہ خواستہ اولاد نکمّی نکل جائے یا غلط

راستے پر چل پڑے، تو ایسی اولاد، والدین کے لیے بہت بڑا بوجھ اوراجیرن بن جاتی ہے، لہٰذا اولاد کو اپنی ''آنکھوں کی ٹھنڈک'' بنانے کے لیے ظاہری اسباب میں خاص طور پر اُن کی تعلیم وتربیت کا خیال رکھنا بہت ضروری ہے۔

بے شک اسلام، شرعی حدود میں رہتے ہوئےعصری تعلیم یا دنیوی ترقی کا مخالف نہیں ہے؛ لیکن ایک مسلمان کے لیے سب سے زیادہ اہم چیز اُس کا دین وایمان ہے، جس سے ہرگز غفلت نہیں برتنی چاہیے اور ابتداء ہی سے کوشش کرنی چاہیے کہ ہماری اولاد ایسے دینی ماحول میں پروان چڑھے اور اُس میں عقیدے اور عمل کی ایسی پختگی ہو کہ بعد میں ناموافق ماحول سے گذرنے کے باوجود اُس کے اندر کوئی تبدیلی نہ آسکے، اِس کی فکر ہر ماں باپ کو ہونی چاہیے، اس لیے سیدنا حضرت ابراہیم اور آپ کے پوتے سیدنا حضرت یعقوب نے اپنی اولادوں کو دین پر چلنے اور دین پر مرنے کی تاکیدی وصیت فرمائی ہے۔

ارشادِ خداوندی ہے: ''اور ابراہیم و یعقوب یہی وصیت فرما گئے اپنے بیٹوں کو کہ اے بیٹو! اللہ نے تمہارے لیے دین کو منتخب فرمالیا ہے، تو تم اسلام ہی پر جان دینا۔'' وَوَصّٰى بِهَآ اِبْرٰهٖمُ بَنِيْهِ وَ يَعْقُوْبُ يٰبَنِيَّ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰى لَكُمُ الدِّيْنَ فَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ. (سورۃ البقرۃ:۱۳۲)

اور سیدنا حضرت یعقوب نے وفات سے پہلے سب سے زیادہ اہمیت اس بات کو دی کہ اپنی اولاد کے عقیدے کی طرف سے اطمینان حاصل کرلیں۔

ارشادِ خداوندی ہے: ''کیا تم یعقوب کی وفات کے وقت موجود تھے، جب اپنے بیٹوں کو کہا کہ تم میرے بعد کس کی عبادت کروگے؟ وہ بولے ہم آپ کے اور آپ کے باپ داداؤں کے رب کی بندگی کریں گے، جو کہ ابراہیم اور اسماعیل اور اسحاق ہیں، وہی ایک معبود ہے اور ہم سب اس کے فرماں بردار ہیں۔'' اَمْ كُنْتُمْ شُهَدَآءَ اِذْ حَضَرَ يَعْقُوْبَ الْمَوْتُ اِذْ قَالَ لِبَنِيْهِ مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ بَعْدِيْ قَالُوْا نَعْبُدُ اِلٰهَكَ وَاِلٰهَ اٰبَآئِكَ اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ اِلٰهًا وَّاحِدًا وَّنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ. (سورۃ البقرۃ:۱۳۳)

ان آیتوں میں سبھی والدین کے لیے نصیحت ہے کہ وہ اولاد کی مادّی خیر خواہی سے زیادہ دینی خیر خواہی کی فکر کریں اور اُس میں ہرگز غفلت نہ برتیں۔

اللہ ہمیں اپنی اولاد کی صحیح تربیت کرنے کی فکر عطا فرمائے۔آمین۔

اپنے بچوں کو صفائی سکھائیں

ہمارے آقا جناب رسول اللہ ﷺ نے اپنی امت کو صاف ستھرا رہنے کی اور اپنی ہر چیز کو صاف رکھنے کی جو تعلیم فرمائی ہے، وہ دنیا کے کسی مذہب میں نہیں پائی جاتی ہے اور خود اللہ تعالیٰ نے مدینے کے قریب ایک چھوٹی سی بستی ''قُبا'' کے رہنے والوں کی تعریف فرمائی، اِس لیے کہ وہ اپنے آپ کو باطنی اعتبار سے بھی بہت صاف رکھتے تھے اور ظاہر میں بھی اپنی ہر چیز کو صاف ستھرا رکھنے کے عادی تھے، جب نبی کریم ﷺ ہجرت کر کے مدینے کی طرف روانہ ہوئے، تو قُبا والوں کی صفائی اور سلیقہ مندی دیکھ کر آپ بہت خوش ہوئے اور تقریباً ۱۴؟ دن آپ نے قُبا میں قیام فرمایا اور سب سے پہلے جمعہ آپ نے اسی بستی میں پڑھا، لہٰذا ہم ہر اعتبار سے اپنے آپ کو پاک صاف رکھنے کا عادی بنائیں اور اپنے بچوں کو بھی بچپن ہی سے اِس خوبی کا عادی بنائیں، خصوصاً اللہ کے نبی کی پیدائش کے اس مہینے میں ہم یہ طے کریں کہ ان شاءاللہ اپنے گھروں کو، اپنی گلی اور محلے کو، اپنی مسجد اور مدرسے کو بالکل صاف ستھرا رکھیں گے، اس کے لیے محلے کے نوجوان آگے آئیں اور صفائی کی اِس مُہم میں حصہ لے کر اپنے نبی کی محبت کا عملی ثبوت امت کے سامنے پیش کریں۔

اللہ ہمیں اور ہمارے بچوں کو اپنی اور اپنے پیارے حبیب ﷺ کی سچی اور حقیقی محبت نصیب فرمائے۔آمین۔

آخر تربیت کیا ہے

بعض والدین بچے کو پابندیوں میں جکڑنے، اس کے اختیار کو اپنے ہاتھ میں رکھنے،

خوف یا لالچ دے کر اس سے نیکی کرا لینے یا اس کو چند مذہبی معلومات رٹا دینے کو تربیت سمجھتے ہیں حالانکہ تربیت یہ ہے کہ بچہ خوف و لالچ کے بغیر خود اپنے اختیار کا بامعنیٰ استعمال سیکھ لے یعنی اس میں نیک کام کرنے کا ایسا داعیہ پیدا کرنے کا نام تربیت ہے کہ بچہ اپنی مرضی اور اختیار سے نیک کام کرنے لگے اسی طرح مذہبی معلومات رٹا دینے کا نام تربیت نہیں بلکہ ان معلومات کے تقاضوں سے متعلق بچے کے دل میں احساس پیدا کرنا تربیت ہے بچہ اپنے معاملات میں لوگوں کی ناراضگی اور انکے خوف کے بجائے خدا کی مرضی اور اسکی ناراضگی کی طرف دیکھے یہ تربیت ہے۔ بچے کو چند آداب سکھانا بھی تربیت نہیں ہے؛ بلکہ تربیت یہ ہے کہ بچہ جو اپنے لیے پسند کرتا ہے، وہ دوسروں کے لیے پسند کرنے والا بن جائے، صحابہ کی جو رسول اللہ ﷺ نے تربیت کی تھی، اُس کے اثرات، صحابہ کی زندگیوں میں اِس طرح ظاہر ہوئے تھے کہ وہ کوئی بھی نیک کام کسی انسان کے خوف کے بجائے اللہ کی محبت اور اُس کے ڈر کی وجہ سے کرتے تھے، یعنی صحابہ اپنے اختیار کا بامعنیٰ، بامقصد اور ذمیدارانہ استعمال کرنے والے بن گئے تھے، اِس کی وجہ یہ تھی کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیشہ اُن کی تربیت اِس اصول پر فرمائی تھی کہ وہ ہر نیک کام، اللہ کی محبت میں کریں۔

حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ یوں فرمایا کرتے تھے: کہ "جو شخص تنِ تنہا اللہ کے لیے اخلاص اور صرف اُسی کی عبادت پر، نماز قائم کرنے پر، زکوٰۃ دینے پر، ہمیشہ عمل کرتا ہوا دنیا سے رخصت ہوا، اُس کی موت اِس حالت میں ہوگی کہ اللہ اُس سے راضی ہوگا۔" عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: مَنْ فَارَقَ الدُّنْيَا عَلَى الْإِخْلَاصِ لِلَّهِ وَحْدَهُ، وَعِبَادَتِهِ لَا شَرِيكَ لَهُ، وَإِقَامِ الصَّلَاةِ، وَإِيتَاءِ الزَّكَاةِ، مَاتَ وَاللَّهُ عَنْهُ رَاضٍ. (ابن ماجه: ۷۰؛ مستدرك: ۳۲۷۷)

جب صحابہ کے دلوں میں رسول اللہ ﷺ نے اللہ کی محبت اور اُس کا اخلاص دلوں میں بیٹھایا، تو اِس کا نتیجہ یہ ہوا کہ صحابہ اپنے اختیار کا استعمال اِس قدر سیکھ گئے کہ اُنہیں شریعت کے احکامات، پابندیوں کے بجائے اپنی عادت لگنے لگے کہ جس کے بغیر وہ رہ ہی نہیں سکتے

تھے، یہاں تک کہ اللہ کے راستے میں اپنی جان، اللہ کی محبت میں نیو چھاور کرنا بھی اُن کو عزیز ہو گیا، جس پر اللہ نے اُن کی تعریف بھی کی؛ چناں چہ فرمایا: کہ ''مومنین میں بہت سے لوگوں نے وہ بات سچ کر دکھائی، جس پر انہوں نے اللہ سے عہد لیا تھا۔'' مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ. (سورة الأحزاب:٢٣)

کاش ہم تربیت کے اصلی مطلب کو سمجھ کر اُس پر عمل کر پاتے۔ اللہ رب العزت ہمیں بہترین مُربّی بنائے۔ آمین۔

تعلیم اور تربیت میں فرق

اکثر والدین یہ سمجھتے ہیں کہ بچے کو صرف مکتب، مدرسے یا اسکول میں بھیج کر پڑھانے سے تربیت کا حق ادا ہو جائے گا، یہ سمجھنا نہایت غلط ہے، تعلیم اور تربیت دونوں اگرچہ ایک دوسرے سے جُڑی ہوئی ہیں؛ لیکن دونوں میں ایک بڑا فرق بھی ہے، بچے کو مذہبی معلومات یاد کرا دینا، کچھ آداب (Manners) رٹا دینا، یہ تعلیم ہے؛ لیکن اِس تعلیمات کے تقاضوں پر اگر بچہ عمل نہیں کرتا ہے، تو اِس کا مطلب یہ ہے کہ بچے کی تربیت نہیں ہوئی ہے؛ بلکہ تربیت کے بغیر تعلیم بزرگوں کے نزدیک محض پاگل پن ہے، امام غزالیؒ فرماتے ہیں: کہ ''علم بغیر عمل کے پاگل پن ہے۔'' اَلْعِلْمُ بِلَا عَمَلٍ اَلْجُنُوْنُ. (أيّها الولد: ص ١٣)

تعلیم، ہمیں صرف اچھائی اور بُرائی کا فرق بتاتی ہے؛ لیکن تربیت یہ ہے کہ ہمیں اچھائی سے محبت ہو جائے اور بُرائی سے ہم ویسی ہی نفرت کریں، جیسے آگ میں جلنے سے کرتے ہیں۔ تربیت تو یہ ہے کہ آدمی اپنی نیتوں میں پاکیزہ اور اپنی آرزوؤں میں نفیس ہو جائے، آپ نے کئی ایسے لوگوں کو دیکھا ہوگا، جو بہ ظاہر بڑے اخلاق سے پیش آتے ہیں، میٹھی میٹھی بات کرتے ہیں؛ لیکن سو فیصد اِس بات کے امکانات ہوتے ہیں کہ اُن کی نیت آپ کو نقصان پہنچانے کی ہوتی ہے یا وہ ظاہر میں اچھا بننے کا دکھاوا کر رہے ہوتے ہیں، گویا اُن لوگوں کو یہ تو معلوم ہے کہ اچھے اخلاق سے پیش آنے سے کچھ نہ کچھ فائدہ ہوگا؛ لیکن اپنی نیت

میں صاف ستھرے نہیں ہیں، تربیت اِنہیں نیتوں کو پاکیزہ بنانے کا نام ہے، اِن نیتوں کی پاکیزگی اور آرزوؤں کی عمدگی کی صفت، صحابہ کرام میں اِس قدر پروان چڑھ گئی تھی کہ نیکی سے محبت اور گناہوں سے نفرت اِس حد تک ہوگئی تھی کہ انہوں نے حق اور سچائی کے لیے ہر تکلیف، ظلم وستم کو برداشت کیا؛ لیکن کبھی سچائی کو چھوڑ کر غلط عقیدوں اور غلط کاموں کا دامن تھامنا پسند نہیں کیا، رسول اللہ ﷺ نے اُن کے اندروں کی تہوں کو دھو کر بُرائی کی رغبت کے میل کو نکال دیا تھا، وہ اچھائی سے محبت اور بُرائی سے نفرت کرنے لگے تھے، آج ہم اپنے بچوں کو تعلیم تو دلاتے ہیں، جس کی وجہ سے وہ اچھائی اور بُرائی کا فرق تو سمجھتے ہیں؛ لیکن خود ہمارے اور ہمارے بچوں کے دلوں سے بُرائی کی نفرت ختم ہوگئی ہے، بس تربیت نام ہے کہ ہمیں اور ہمارے بچوں کو اچھائی سے دلی محبت اور بُرائی سے دلی نفرت پیدا ہو جائے۔

اللہ ہماری اور ہمارے بچوں کی نیتوں اور آرزوؤں کو پاکیزہ بنائے اور اچھائیوں سے محبت اور بُرائیوں سے نفرت کرنے والا بنائے۔ آمین۔

خود احتسابی

تربیت یہ ہے کہ انسان میں خود احتسابی کی صفت داخل ہو جائے، جب اُسے کسی میں بُرائی نظر آئے، تو وہ تھوڑی دیر اپنے گریبان میں جھانک کر دیکھے کہ وہ بُرائی کہیں میرے خود کے اندر تو نہیں ہے، اِس وقت کا المیہ یہ ہے کہ ہم کسی انسان سے ایسی بُرائیوں کو لے کر ناراض ہوتے ہیں، جس میں ہم خود مبتلا ہیں؛ حالاں کہ یہ انتہائی غلط رویّہ ہے، لہٰذا ہمیں چاہیے کہ ہم اپنے اندر اور اپنے بچوں کے اندر خود احتسابی کی صفت کو پروان چڑھائیں، صحابہ میں خود احتسابی کا عمل انتہائی کمال کو پہنچا ہوا تھا، حضرت حنظلہؓ کا مشہور واقعہ ہے کہ ایک مرتبہ دل کی کیفیت بدلنے پر ”نَافَقَ حَنْظَلَة“ (حنظلہ منافق ہوگیا) کی صدا لگاتے ہوئے گھر سے نکلے اور جب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پہنچے، تو وہاں بھی اپنے منافق ہونے کا اقرار کیا، نبی کریم ﷺ نے وجہ پوچھی، تو کہنے لگے: کہ ”جب ہم آپ کی مجلس میں ہوتے ہیں اور جنت و

جہنم کا تذکرہ سنتے ہیں، تو ایسا لگتا ہے کہ وہ ہمارے سامنے ہے؛ مگر جب گھر جاتے ہیں، تو بیوی بچوں اور جائداد کی فکر میں مشغول ہو جاتے ہیں۔'' اِس پر آپ ﷺ نے اُنہیں تسلّی دی اور فرمایا: کہ ''میری مجلس میں اور ذکر کے وقت آپ لوگوں کی جو حالت ہوتی ہے، اگر وہ ہر وقت رہے، تو فرشتے آپ سے بستروں پر، سڑکوں اور چوراہوں میں مصافحہ کرنے لگیں؛ مگر وقت وقت کی بات ہوتی ہے۔'' عَنْ حَنْظَلَةَ قَالَ كُنَّا عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَوَعَظَنَا فَذَكَّرَ النَّارَ قَالَ ثُمَّ جِئْتُ إِلَى الْبَيْتِ فَضَاحَكْتُ الصِّبْيَانَ وَلَاعَبْتُ الْمَرْأَةَ قَالَ فَخَرَجْتُ فَلَقِيتُ أَبَا بَكْرٍ فَذَكَرْتُ ذَلِكَ لَهُ فَقَالَ وَأَنَا قَدْ فَعَلْتُ مِثْلَ مَا تَذْكُرُ فَلَقِينَا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ نَافَقَ حَنْظَلَةُ فَقَالَ مَهْ فَحَدَّثْتُهُ بِالْحَدِيثِ فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ وَأَنَا قَدْ فَعَلْتُ مِثْلَ مَا فَعَلَ فَقَالَ يَا حَنْظَلَةُ سَاعَةً وَسَاعَةً وَلَوْ كَانَتْ تَكُونُ قُلُوبُكُمْ كَمَا تَكُونُ عِنْدَ الذِّكْرِ لَصَافَحَتْكُمُ الْمَلَائِكَةُ حَتَّى تُسَلِّمَ عَلَيْكُمْ فِي الطُّرُقِ. (مسلم: ٢٧٥٠ - باب فضل دوام الذكر والفكر في أمور الآخرة والمنافقة)

یہ تھی صحابہ کرام کی حالت اور یہ وہ خوبیاں تھیں، جو نبی کریم ﷺ کی بہترین تربیت کے نتیجے میں صحابہ میں پیدا ہوئی تھیں۔

اللہ رب العزت ہمیں اور ہمارے بچوں کو خود احتسابی کی دولت سے مالا مال فرمائے۔ آمین۔

بچوں کی دینی واخلاقی تربیت

جیسے جیسے بچوں میں شعور آتا جائے، اُن کی ذہنی وفکری تربیت کی جاتی رہے، خاص کر عقید ؟ توحید اُن کے ذہنوں میں پیوست کیا جائے اور یہ یقین ہر بچے کے دل میں بیٹھایا جائے کہ کرنے والی ذات صرف اللہ تعالیٰ کی ہے، جو بھی ہوتا ہے اُسی کے حکم سے ہوتا ہے اور وہ بالکل یکتا اور اکیلا ہے، اُس کا کسی بھی درجہ میں کوئی ساتھی اور شریک نہیں ہے؛ چناں چہ

بعض روایات میں ہے کہ زمانہ نبوت میں کوئی بچہ جب بولنے کے قابل ہوتا، تو نبی کریم ﷺ یہ قرآنی آیت سکھایا کرتے تھے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ لَمْ یَتَّخِذْ وَلَدًا وَّلَمْ یَكُنْ لَّهٗ شَرِیْكٌ فِی الْمُلْكِ وَلَمْ یَكُنْ لَّهٗ وَلِیٌّ مِّنَ الذُّلِّ وَكَبِّرْهُ تَكْبِیْرًا. (سورۃ بنی اسرائیل:۱۱۱)

تمام تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں، جس نے نہ کسی کو اولاد بنایا ہے، نہ حکومت میں کوئی اُس کا شریک ہے اور نہ وہ کمزور ہے کہ اُس کو کسی مددگار کی ضرورت ہو اور اللہ ہی کی خوب خوب بڑائی بیان کیجیے۔ (مجمع الزوائد:۵۵/۷)

اسی طرح سیدنا حضرت عبداللہ بن عباس، جو نبی کریم ﷺ کے چچازاد بھائی اور نوعمر صحابہ میں سے ہیں، وہ خود فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں نبی اکرم ﷺ کے ساتھ آپ کی سواری پر سوار تھا، تو نبی کریم ﷺ نے مجھ سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ پیارے! میں تم کو چند باتیں سکھاتا ہوں، اُنہیں یاد رکھو، پھر آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ کے احکام کی حفاظت کرو، اللہ تعالیٰ دنیا وآخرت میں تمہاری حفاظت فرمائیں گے اور اللہ کے حقوق کی پاس داری کرو، تو تم اللہ تعالیٰ کو اپنے سامنے پاؤ گے اور جب تم مانگو، تو اللہ ہی سے مانگا کرو اور جب تم مدد چاہو، تو اللہ ہی سے مدد چاہا کرو اور اچھی طرح جان لو کہ اگر مخلوق تمہیں نفع پہنچانے پر متفق ہو جائے، تو تمہیں صرف اُسی قدر نفع پہنچا ئیگی، جو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے لکھ دیا ہے اور اگر سب لوگ تمہیں نقصان پہنچانا چاہیں، تو صرف اللہ تعالیٰ کے مقرر کردہ حد تک ہی نقصان پہنچا پائیں گے اور قلم اٹھائے جا چکے اور صحیفے خشک ہو چکے ہیں۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: كُنْتُ خَلْفَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ يَوْمًا، فَقَالَ: يَا غُلَامُ، إِنِّي أُعَلِّمُكَ كَلِمَاتٍ: احْفَظِ اللَّهَ يَحْفَظْكَ احْفَظِ اللَّهَ تَجِدْهُ تُجَاهَكَ إِذَا سَأَلْتَ فَاسْأَلِ اللَّهَ وَإِذَا اسْتَعَنْتَ فَاسْتَعِنْ بِاللَّهِ، وَاعْلَمْ أَنَّ الْأُمَّةَ لَوِ اجْتَمَعَتْ عَلَى أَنْ يَنْفَعُوكَ بِشَيْءٍ لَمْ يَنْفَعُوكَ إِلَّا بِشَيْءٍ قَدْ كَتَبَهُ اللَّهُ

لَکَ، وَلَوِ اجْتَمَعُوا عَلَی أَنْ یَضُرُّوکَ بِشَیْءٍ لَمْ یَضُرُّوکَ إِلَّا بِشَیْءٍ قَدْ کَتَبَهُ اللَّهُ عَلَیْکَ، رُفِعَتِ الْأَقْلَامُ وَجَفَّتِ الصُّحُفُ. (سنن الترمذی/أبواب صفة القیامة رقم: ٢٥١٦)

واضح ہو کہ یہ گفتگو کسی بڑی عمر کے شخص سے نہیں ہو رہی؛ بلکہ ایک بہت کم عمر صحابی (غالبًا اُس وقت صرف ۹/یا۱۰/سال کے بچے) سے ہو رہی ہے، جس سے یہ سبق ملا کہ ہمیں بچوں کے سامنے اپنے بنیادی عقائد مضبوطی کے ساتھ پیش کرنے چاہئیں، حتی کہ تقدیر کے بارے میں بھی اُن کے دل میں کامل یقین پیدا کر دینا چاہیے، بچپن میں اگر یہ عقیدے مضبوط ہو جائیں گے، تو ان شاء اللہ مرتے دم تک وہ ایمان پر ثابت قدم رہیں گے اور ناموافق ماحول، اُن پر اثر انداز نہ ہوگا۔

اللہ ہمیں بچپن سے ہی اپنے بچوں کی صحیح تربیت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

بچوں کو بچپن ہی سے ذکرو دعاء کا عادی بنائیں

بڑوں کے لیے بچوں سے متعلق ایک اہم ہدایت یہ بھی ہے کہ بچوں کو شروع ہی سے ذکرو دعاء کا عادی بنانا چاہیے، آتے جاتے سلام کرنے کی تاکید، کھاتے پیتے وقت ''بسم اللہ'' پڑھنے کی عادت، استنجے کے لیے جاتے اور آتے وقت کی دعاء، کپڑے پہننے وقت کی دعاء، کوئی ہدیہ ملے تو ''جزاک اللہ'' کہنے کا اہتمام اور اس طرح کی اسلامی تہذیب کی باتیں بچپن ہی سے بچوں کے اندر نظر آنی چاہئیں، اِس سے بچوں میں غیر شعوری طور پر اسلامی اثرات نمایاں ہونے لگتے ہیں۔

حدیث میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اپنے پیارے نواسے سیدنا حضرت حسن کو باقاعدہ دعائے قنوت ''اَللّٰهُمَّ اهْدِنَا فِیمَنْ هَدَیْتَ الخ.'' سکھلائی تھی۔ عَنِ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ قَالَ: عَلَّمَنِی رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ کَلِمَاتٍ اَقُولُهُنَّ فِی قُنُوتِ الْوِتْرِ: ''اَللّٰهُمَّ اهْدِنِی

فِيْمَنْ هَدَيْتَ وَعَافِنِيْ فِيْمَنْ عَافَيْتَ، وَتَوَلَّنِيْ فِيْمَنْ تَوَلَّيْتَ، وَبَارِكْ لِيْ فِيْمَا اَعْطَيْتَ، وَقِنِيْ شَرَّ مَا قَضَيْتَ، فَإِنَّكَ تَقْضِيْ وَلَا يُقْضٰى عَلَيْكَ، إِنَّهُ لَا يَذِلُّ مَنْ وَّالَيْتَ، تَبَارَكْتَ رَبَّنَا وَتَعَالَيْتَ."(مسند احمد:۱۷۲۵)

حالاں کہ سب کو معلوم ہے کہ نبی کریم ﷺ کی وفات کے وقت سیدنا حضرت حسن کی عمر مبارک کل ۸؟ سال کی تھی، تو آپ نے اُن کو دعائے قنوت یقیناً اُس سے پہلے ہی سکھلائی ہوگی۔ (بچوں کے احکام ومسائل:۱۸)

اسی طرح سیدنا حضرت عبداللہ ابن زبیر جو نبی اکرم ﷺ کے پھوپھی زاد بھائی اور بڑے کم عمر صحابی تھے، اُن کے بارے میں روایت میں ہے کہ موصوف نماز کے سلام پھیرنے کے بعد یہ کلمات پڑھا کرتے تھے۔ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ. الخ. (مسلم:۵۹٤)

اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں وہ اکیلا ہے، اُس کا کوئی شریک نہیں، حکومت اُسی کی ہیاور ہر طرح کی تعریف کا وہی مستحق ہےاور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

اور یہ بھی فرماتے تھے کہ حضرت محمد ﷺ ہر نماز کے بعد اِن کلمات کا ورد فرماتے تھے۔ (مسلم شریف:۵۹۴)

اندازہ لگائیں کہ جب بچوں کو بچپن ہی سے یہ دعائیں یاد کرائی جائیں گی اور بار بار بچوں سے یہ دعائیں اور کلمات پڑھوائے جائیں گے، تو اِس سے اُن کا ایمان کس قدر مضبوط ہو جائے گا۔

اِس سے شریعت اسلامی کی دُور اندیشی کا بہ خوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ اللہ ہم سب کو عمل کی توفیق عطاء فرمائے۔ آمین۔

بچوں کی اخلاقی تربیت

ابتدائی شعور کا زمانہ بہت نازُک ہوتا ہے، اِس میں عقل پختہ نہیں ہوتی اور جسمانی

تبدیلیوں اور جذبات کا ظہور ہوتا ہے، اگر اِس وقت میں بچوں کی اچھی طرح نگرانی نہ کی گئی، تو بعد میں اُس کے بڑے خطرناک نتائج برآمد ہوتے ہیں، اسی لیے نبی اکرم ﷺ نے جہاں دس سال کی عمر ہونے پر سختی سے نماز کی تاکید کرنے کا حکم دیا ہے وہیں یہ بھی فرمایا: کہ ''بچوں کے بستر الگ الگ کر دو'' **وَفَرِّقُوْا بَيْنَهُمْ فِي الْمَضَاجِعِ** .(ابو داؤد:۱/۷۰، رقم:۴۹۵؛ مشکوٰۃ: ۱/۵۸)

شارحینِ حدیث لکھتے ہیں کہ دس سال کی عمر کے بعد ہر بچے یا بچی کا بستر الگ کر دیا جانا چاہیے۔

حدیث کا مقصود صرف یہی نہیں کہ بچے الگ لیٹیں اور بچیاں الگ سوئیں؛ بلکہ ہم عمر لڑکے اور ہم عمر لڑکیاں بھی ایک بستر پر نہ سوئیں، اِس لیے کہ اِس عمر میں بےخیالی میں بھی لپٹنا، چپٹنا، اخلاق پر نہایت بُرا اثر ڈالتا ہے۔

آج کل عموماً رہائش گاہوں کی تنگی کی وجہ سے نبی اکرم ﷺ کی اِس پاکیزہ اور مفید ہدایت پر عمل نہیں کیا جاتا، جس کی وجہ سے بچوں میں بچپن ہی سے اخلاقی گراوٹ پیدا ہوتی جارہی ہے، حتی الامکان اس ہدایت پر عمل کی شکلیں نکالیں، کم از کم ہر بچے کا چادر اور لحاف تو یقیناً الگ ہونا چاہیے اور باشعور بچے بچیاں ایک لحاف میں ہرگز نہ سوئیں، نیز قرآن کریم میں یہ بھی حکم دیا گیا کہ گھر میں میاں بیوی کے خلوت کے اوقات میں باشعور بچے بلا اجازت کمرے میں نہ جایا کریں، اِس کا تعلق بھی اخلاقی تربیت سے ہی ہے؛ چنانچہ اللہ نے فرمایا: کہ ''اے ایمان والو! تمہارے غلام باندیاں اور وہ اور وہ بچے، جو ابھی بالغ نہیں ہوئے ہیں، وہ تمہارے پاس تین وقتوں میں اجازت لے کر ہی آیا کریں: ? فجر کی نماز سے پہلے ? اور جس وقت تم دوپہر میں کپڑے اتار کر رکھ دیتے ہو ? اور عشا کی نماز کے بعد، یہ تین اوقات تمہارے تنہائی کے ہیں۔ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِيَسْتَاْذِنْكُمُ الَّذِيْنَ مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ وَ الَّذِيْنَ لَمْ يَبْلُغُوا الْحُلُمَ مِنْكُمْ ثَلٰثَ مَرّٰتٍ مِنْ قَبْلِ صَلٰوةِ الْفَجْرِ وَ حِيْنَ تَضَعُوْنَ ثِيَابَكُمْ مِّنَ الظَّهِيْرَةِ وَ مِنْ بَعْدِ صَلٰوةِ الْعِشَآءِ ثَلٰثُ عَوْرٰتٍ لَّكُمْ لَيْسَ عَلَيْكُمْ وَ لَا عَلَيْهِمْ

جُنَاحٌ بَعْدَهُنَّ طَوّٰفُوْنَ عَلَيْكُمْ بَعْضُكُمْ عَلٰى بَعْضٍ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ وَ اللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ. (سورة النور:۵۸)

یہ تمیز بچوں کو بچپن ہی سے سکھانی چاہیے۔اللہ تعالیٰ ہر ماں باپ کو اسلامی آداب اپنے بچوں کو سکھانے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین۔

اچھے بچے کبھی جھوٹ نہیں بولتے!

ہم مکتب میں بچوں سے سوال کرتے ہیں کہ ''بیٹا! یہ بتاؤ! آپ میں سے اچھا بچہ کون کون ہے؟'' تو اکثر بچے ہاتھ اٹھا دیتے ہیں، پھر اُن سے معلوم کیا جاتا ہے کہ ''بتاؤ! اچھے بچے کی کیا پہچان ہے؟'' پھر اُن سے کہا جاتا ہیکہ ''اچھے بچے وہ ہوتے ہیں، جو کبھی جھوٹ نہیں بولتے۔'' پھر اُن کو بتایا جاتا ہے کہ ''جھوٹ بولنے والا، مسلمان نہیں رہتا۔''

اس لیے بچپن ہی سے بچوں کو سچ بولنے کا عادی بنانے کی کوشش ہونی چاہیے اور اگر اُن سے کوئی جھوٹی بات صادر ہو، تو اُس پر ایسی تنبیہ کرنی چاہیے کہ وہ آیندہ جھوٹ بولنے کی ہمت نہ کرسکیں؛ اِس لیے کہ سچائی وہ صفت ہے، جو انسان کو دارین میں عزت عطا کرتی ہے، جب کہ جھوٹ بولنے سے آدمی بالآخر ذلیل ہو کر رہتا ہے، رسول اکرم ﷺ نے سچائی کو اختیار کرنے اور جھوٹ سے بچنے کی نہایت تاکید فرمائی ہے۔

سیدنا حضرت عبداللہ بن مسعود سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ ''(سچ کو اختیار کرو، اِس لیے کہ) سچ بولنا نیکی کی طرف لے جاتا ہے اور نیکی جنت تک پہنچا دیتی ہے اور آدمی برابر سچ بولتا رہتا ہے، یہاں تک کہ اللہ کے نزدیک اس کا نام صدیقین میں لکھ دیا جاتا ہے اور جھوٹ سے بچتے رہو، اِس لیے کہ جھوٹ فسق و فجور کی طرف لے جاتا ہے اور فسق و فجور جہنم تک پہنچا دیتا ہے اور آدمی برابر جھوٹ بولتا ہے، یہاں تک کہ اللہ کے یہاں اُس کا نام جھوٹوں میں لکھ دیا جاتا ہے۔ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ إِنَّ الصِّدْقَ يَهْدِي إِلَى الْبِرِّ وَإِنَّ الْبِرَّ يَهْدِي إِلَى الْجَنَّةِ وَإِنَّ الرَّجُلَ لَيَصْدُقُ حَتّٰى يُكْتَبَ

صِدِّيقًا وَإِنَّ الْكَذِبَ يَهْدِي إِلَى الْفُجُورِ وَإِنَّ الْفُجُورَ يَهْدِي إِلَى النَّارِ وَإِنَّ الرَّجُلَ لَيَكْذِبُ حَتَّى يُكْتَبَ كَذَّابًا. (مسلم:٢٦٠٧)

اس طرح کی احادیث بچوں کے سامنے بار بار ذکر کرنی چاہیے؛ تاکہ اُن کے ذہن میں سچائی کی اہمیت اور جھوٹ کی بُرائی بیٹھ جائے۔

اللہ ہمیں بچوں کے اندر سچائی کی اہمیت پیدا کرنے کی توفیق نصیب فرمائے۔ آمین۔

بچوں کو جھوٹ سے بچانے کے لیے، ماں باپ بھی جھوٹ سے بچیں!

ماں باپ کو خود بھی، خصوصاً بچوں کے ساتھ ہمیشہ سچائی ہی کا مظاہرہ کرنا چاہیے؛ کیوں کہ اگر والدین خود جھوٹ بولیں گے، تو اُن کی نصیحت کا بچوں پر کوئی اثر نہ ہوگا، اِس سلسلے میں بالخصوص ایک نصیحت آموز واقعہ احادیث شریفہ میں موجود ہے، جو یاد رکھنے کے قابل ہے۔ سیدنا حضرت عبداللہ بن عامر فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ ہمارے مکان میں تشریف فرما تھے، میری والدہ صاحبہ نے (میری جانب بند مٹھی بڑھا کر) کہا: کہ ''یہاں آؤ! میں تمہیں کچھ دوں گی۔'' (جیسا کے مائیں اپنے پاس بچے کو بُلانے کے لیے ایسا کرتی ہیں) نبی ﷺ نے میری والدہ سے پوچھا: کہ ''تمہارا اِسے کیا دینے کا ارادہ تھا؟'' میری والدہ نے جواب دیا: کہ ''میں اِسے کھجور دینا چاہتی تھی۔'' تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ ''اگر تم اِسے کوئی چیز نہ دیتیں، تو تمہارے نامۂ اعمال میں ایک جھوٹ لکھ دیا جاتا۔'' عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَامِرٍ، أَنَّهُ قَالَ: دَعَتْنِي أُمِّي يَوْمًا وَرَسُولُ اللّٰهِ ﷺ قَاعِدٌ فِي بَيْتِنَا، فَقَالَتْ: هَا تَعَالَ أُعْطِيكَ، فَقَالَ لَهَا رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: وَمَا أَرَدْتِ أَنْ تُعْطِيهِ، قَالَتْ: أُعْطِيهِ تَمْرًا، فَقَالَ لَهَا رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: أَمَا إِنَّكِ لَوْ لَمْ تُعْطِهِ شَيْئًا كُتِبَتْ عَلَيْكِ كِذْبَةٌ. (ابو داؤد: ٤٩٩١؛ مسند احمد: ٣/٤٤٧)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بہت سی ایسی باتیں، جنہیں معاشرے میں جھوٹ نہیں سمجھا جاتا، اُن پر بھی جھوٹ کا گناہ ہوسکتا ہے۔ آج کل بچوں کو جھوٹی تسلی دینا اور جھوٹے

وعدے کرنا ہر جگہ عام ہے کہ اِسے جھوٹ ہی نہیں سمجھا جاتا؛ حالاں کہ اِس حدیث سے معلوم ہوا کہ یہ بھی جھوٹ میں داخل ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں بچوں کی صحیح تربیت کرنے کی توفیق نصیب فرمائے۔ آمین۔

بچوں کو جھوٹے قصے اور کہانیاں نہ سنائیں!

بچے جب پڑھنے کے قابل ہو جائیں، تو اُنہیں جھوٹے قصے کہانیوں کو پڑھنے سے بھی دور رکھنا چاہیے، مُناسب ہے کہ ابتدائی عمر میں حضرات انبیاء؟ صحابہ کرام اور اولیاء اللہ رحمہم اللہ تعالیٰ کے حالات وواقعات پر مشتمل آسان کتابیں اور رسائل بچوں کو پڑھنے کے لیے دیے جائیں، اِس سے اُن کی بہترین تربیت بھی ہوگی اور قدرتی طور پر اہل اللہ سے تعلق اور اُن کی عظمت دل میں بیٹھے گی، بالخصوص کچی عمر میں ہنسنے ہنسانے والے جھوٹے لطیفوں اور مزاحیہ کارٹونوں پر مشتمل لٹریچر سے بھی بچوں کو بچانا چاہیے اور اُن کے ذہن میں یہ بات بٹھانی چاہیے کہ ہنسنے ہنسانے کے لیے بھی جھوٹ بولنا شریعت میں جائز نہیں ہے۔

ہمارے آقا جناب رسول اللہ ﷺ نے مذاق میں بھی جھوٹ بولنے سے منع فرمایا ہے؛ بلکہ ایسے شخص کے لیے تین مرتبہ بددعا فرمائی ہے۔

آپ نے فرمایا: کہ ''جو شخص لوگوں کو ہنسانے کے لیے جھوٹ بولے، اُس کے لیے بربادی ہو، بربادی ہو، بربادی ہو'' وَيْلٌ لِلَّذِي يُحَدِّثُ فَيَكْذِبُ لِيُضْحِكَ بِهِ الْقَوْمَ وَيْلٌ لَهُ وَيْلٌ لَهُ. (ابو داؤد: ٤٩٩٠؛ مشکوٰۃ: ٢/٤١٣)

حضرت عمرؓ سے نبی کریم ﷺ کا یہ ارشاد منقول ہے کہ کوئی شخص اُس وقت تک کامل ایمان والا نہیں ہوسکتا، جب تک کہ مذاق تک میں جھوٹ بولنے اور جھگڑا کرنے سے باز نہ آجائے، اگرچہ وہ حق پر ہی کیوں نہ ہو۔ لَا يُؤْمِنُ الْعَبْدُ كُلُّهُ حَتَّى يَتْرُكَ الْكِذْبَ الْمِزَاحَةَ وَالْمِرَاءَ وَإِنْ كَانَ صَادِقًا. (الترغیب: ٦١٧)

اللہ ہم سب کو مزاق میں بھی جھوٹ سے محفوظ فرمائے۔ آمین۔ ❑❍❑

بچوں کے دل کو حسد اور کینہ سے پاک رکھیں!

ہمارے آقا جناب رسول اللہ ﷺ نے ایک موقعے پر اپنے ایک نوعمر خادم سیدنا حضرت انس بن مالک کو نصیحت کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: کہ ''پیارے بیٹے! تمہاری صبح اور شام اِس حالت میں گذرنی چاہیے کہ تمہارے دل میں کسی کی طرف سے کینہ کپٹ نہ ہو۔ حضرت انس فرماتے ہیں کہ اُس کے بعد آپ ﷺ نے مجھ سے ارشاد فرمایا: کہ ''پیارے بیٹے! یہ دل صاف رکھنا میری اہم سنت ہے اور جس نے میری سنت کو زندہ کیا، اُس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے مجھ سے محبت کی وہ جنت میں میرے ساتھ ہوگا۔''

عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِؓ، قَالَ: قَالَ أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ، قَالَ لِي رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: يَا بُنَيَّ "إِنْ قَدَرْتَ أَنْ تُصْبِحَ وَتُمْسِيَ لَيْسَ فِي قَلْبِكَ غِشٌّ لِأَحَدٍ فَافْعَلْ، ثُمَّ قَالَ لِي: يَا بُنَيَّ وَذَلِكَ مِنْ سُنَّتِي، وَمَنْ أَحْيَا سُنَّتِي فَقَدْ أَحَبَّنِي، وَمَنْ أَحَبَّنِي كَانَ مَعِي فِي الْجَنَّةِ. (ترمذی:٢٦٧٨)

ابتدائی تعلیم کے دور میں بچوں کے اندر بسا اوقات احساس کم تری کے جذبات پیدا ہو جاتے ہیں، جس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ وہ اپنے ہم عمر ساتھیوں سے کینہ دل میں بٹھا لیتے ہیں اور حسد اور جلن کے مرض کا شکار ہو جاتے ہیں۔

کسی بچے نے اچھی طرح سبق سنا دیا، یا امتحان میں اچھے نمبر لے آیا، یا کھیل کود کے مقابلے میں آگے نکل گیا، تو یہ بچے خود محنت کر کے آگے بڑھنے کے بجائے، کامیاب ہونے والے بچوں سے حسد کرنے لگتے ہیں، جس کی وجہ سے دلوں میں دوریاں پیدا ہوتی رہتی ہیں اور کبھی کبھی لڑائی جھگڑے کی بھی نوبت آجاتی ہے۔

ایسے وقت میں ہر والدین کو ہوش مندی کے ساتھ بچوں کی ذہن سازی کرنے کی سخت ضرورت ہوتی ہے۔

والدین کا فرض بنتا ہے کہ بچے کے اندر آگے بڑھنے کا حوصلہ پیدا کریں اور

کامیاب ہونے والے بچوں کی طرف سے اُس کا ذہن صاف کریں؛ بلکہ اُن کی قدر و محبت اُس کے دل میں پیدا کریں اور اُن کو یہ سمجھائیں کہ آج اُنہوں نے محنت کر کے یہ مقام حاصل کیا ہے، اگر تم بھی اُن کی طرح پڑھائی پر توجہ دو گے اور محنت کرو گے، تو کل تم بھی اُن سے آگے نکل سکتے ہو۔

نبی کریم ﷺ کا حضرت انس کو یہ قیمتی نصیحت فرمانا اِس بات کی دلیل ہے کہ شروع ہی سے بچوں کی فکری تربیت کا اہتمام ہونا چاہیے؛ کیوں کہ ابھی سے مزاج بنے گا، تو اُس کے مفید اثرات ظاہر ہوں گے۔

اللہ ہم سب کو بچوں کی صحیح تربیت کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

بچوں میں بچپن سے ہی امانت داری پیدا کریں

ایمانداری کے بارے میں اولاد کی تربیت کے متعلق نبی کریم ﷺ کس قدر اہتمام فرماتے تھے، اِس نصیحت آموز واقعے سے ہمیں اندازہ ہوگا۔

ابوالحوراءؒ کہتے ہیں کہ میں نے سیدنا حضرت حسنؓ سے پوچھا: کہ "کیا آپ کو اپنے نانا جان حضرت محمد ﷺ کی کوئی بات یاد ہے؟" تو سیدنا حضرت حسن نے فرمایا: کہ "ہاں! مجھے یاد ہے ایک مرتبہ بچپن میں صدقے کی کھجوروں میں سے گری ہوئی ایک کھجور میں نے اُٹھا کر منہ میں رکھ لی (جیسا کہ بچے بے شعوری کے زمانے میں ایسا کر لیتے)، تو نبی کریم ﷺ کی جیسے ہی نظر پڑی آپ ﷺ نے کھجور میرے منہ میں سے نکال کر صدقے کے ڈھیر میں ڈال دی، جب کہ وہ کھجور میرے لعاب سے تر ہو چکی تھی۔" حاضرین میں سے کسی نے پوچھ لیا: کہ "اِس ایک کھجور کے کھانے میں کیا حرج تھا؟" یہ سُن کر نبی کریم ﷺ نے فرمایا: کہ "ہم خانوادۂ نبوت کے لوگ صدقے کا مال نہیں کھاتے۔" حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنْ شُعْبَةَ حَدَّثَنِي بُرَيْدُ بْنُ أَبِي مَرْيَمَ عَنْ أَبِي الْحَوْرَاءِ السَّعْدِيِّ قَالَ قُلْتُ لِلْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ مَا تَذْكُرُ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَذْكُرُ أَنِّي أَخَذْتُ تَمْرَةً مِنْ تَمْرِ الصَّدَقَةِ فَأَلْقَيْتُهَا فِي فِيَّ فَانْتَزَعَهَا رَسُولُ اللَّهِ

صَـلَّـى الـلّٰـهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ بِلُعَابِهَا فَأَلْقَاهَا فِي التَّمْرِ فَقَالَ لَهُ رَجُلٌ مَا عَلَيۡکَ لَوْ أَكَلَ هٰذِهِ التَّمْرَةَ قَالَ إِنَّا لَا نَأْكُلُ الصَّدَقَةَ. (مسند احمد:۱۶۲۹)

حضرت حسن نے یہ بھی بتایا کہ نبی کریم ﷺ یہ بھی فرمایا کرتے تھے: کہ "شک والی بات کو چھوڑ کر وہ کام کرو، جس کی صحت میں کوئی شک نہ ہو، اِس لیے کہ سچائی سے قلبی اطمینان نصیب ہوتا ہے اور جھوٹ شک اور بے اطمینانی کا سبب ہے۔" دع ما یریبک إلی ما لا یریبک؛ فإن الصدق طمانینة والکذب ریبة. (سنن ترمذی: ۲۰۱۸)

معلوم ہوا کہ بچے کے اندر شروع ہی سیامانت و دیانت کی عادت ڈالنے کی ضرورت ہے؛ کیوں کہ اگر بچپن سے امانت داری کا جذبہ نہ ہو، تو بعد میں مالی بے احتیاطی کے جراثیم بچوں میں پروان چڑھنے لگتے ہیں، جو بڑھتے بڑھتے خیانت اور چوری تک پہنچ جاتے ہیں، اِس لیے اِس بارے میں بچوں کی سخت نگرانی کی ضرورت ہے، اُن کو سمجھانا چاہیے کہ اُنہیں جب بھی کسی کام کے لیے پیسوں کی ضرورت ہو، تو والدین سے اُس کا تذکرہ کریں اور اُن کی اجازت کے بغیر کہیں بھی رکھے ہوئے پیسوں کو ہرگز نہ اُٹھائیں، اِسی طرح گھر کے لوگوں کی جیب یا الماری کو نہ ٹٹولیں اور جب بھی اُنہیں پیسے دے کر سامان منگائیں، اُن سے حساب ضرور لیں، اگر اُس میں ڈھیل برتی جائے گی، تو بچے کی عادت بگڑنے کا شدید اندیشہ ہے اور بچوں کو بچپن ہی سے یہ حدیث یاد کرانی چاہیے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: کہ "جس کے دل میں امانتداری نہیں، وہ گویا مؤمن ہی نہیں۔" لَا اِيۡمَانَ لِمَنۡ لَا اَمَانَةَ لَهُ. (مشکاة:۱/۵۱)

اللہ تعالیٰ ہم کو اور ہماری نسلوں کو کامل طور پر امانت داری کی توفیق نصیب فرمائے۔ آمین۔

بچوں سے متعلق اسلام کی دانش مندانہ تعلیم کا خلاصہ

اسلام نے بچوں کے سلسلے میں نہ تو بیجا نرمی اور حد سے زیادہ لاڈ پیار کو پسند کیا اور نہ ہر وقت ہر بات پر ڈانٹ ڈپٹ، گالم گلوچ اور تحقیر و تذلیل کو۔ خلاصہ یہ ہے کہ نہ تو بیجا نرمی

مفید ہے اور نہ ہی حد سے زیادہ سختی کار آمد؛ بلکہ درمیانی راستہ اختیار کرنے کی ضرورت ہے اور وہ یہ ہے کہ غلط باتوں پر روک ٹوک کا سلسلہ اور ہلکی پھلکی تادیب کا رعب داب بچوں پر برقرار رکھا جائے اور ساتھ میں حسب موقع اُن سے شفقت و محبت کا اظہار بھی کیا جائے؛ تا کہ نہ تو وہ احساس کمتری کا شکار ہوں اور نہ ہی غلط کام کرنے سے بے خوف، یہی اسلام کی حکیمانہ اور دانش مندانہ تعلیم کا خلاصہ ہے۔

نبی کریم ﷺ نے ایک صحابی کو نصیحت کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: کہ ''اپنی وسعت کے بہ قدر گھر والوں پر خرچ بھی کرتے رہو اور اُن کو ادب سکھانے کے لیے اُن سے اپنی چھڑی مت ہٹاؤ اور اللہ تبارک وتعالیٰ سے اُنہیں ڈراتے رہو۔'' **اَنْفِقْ مِنْ طُوْلِکَ عَلٰی أَھْلِکَ وَلَا تَرْفَعْ عَنْھُمْ عَصَاکَ، أَخِفْھُمْ فِي اللهِ.** (المعجم الاوسط:۸/۸۰۵؛ السنن الکبری للبیھقی:۷/۳۰٤)

معلوم ہوا کہ بچپن کی لاشعوری کے زمانے میں والدین اور ذمے داران کی سخت تربیت اور نگرانی، آدمی کی اگلی زندگی میں کامیابی کے لیے انتہائی اہمیت رکھتی ہے۔

اللہ ہمیں اسلام کی حکیمانہ اور دانش مندانہ تعلیمات پر پورے شرح صدر کے ساتھ عمل کرنے کی توفیق نصیب فرمائے۔ آمین۔

بچوں کی غلطیوں کو نظر انداز کریں!

بچوں کی غلطیاں جہاں تک ہو سکے نظر انداز کرنی چاہئیں، قرآن وسنت میں بے شمار ایسی مثالیں ملتی ہیں، جن میں سخت ترین گناہ گاروں اور بدترین مجرموں کو بھی معاف کیا گیا، پچھلی قوموں کو کئی کئی صدیوں تک مہلتیں دی گئیں، حضرت نوحؑ کی قوم کی غلطیوں کو تقریباً ۹۰۰ رسال تک معاف کیا گیا، انبیاؑ دنیا کے سب سے بہترین مربی ہوتے ہیں اور ہر نبی نے اپنی قوم کی بے شمار غلطیوں کو نظر انداز کیا۔

یہ واقعات بچوں کو نظر انداز کرنے کی بہترین مثالیں ہیں، لہٰذا ہمیں بھی اپنے بچوں کی غلطیوں کو جہاں تک ہو سکے نظر انداز کرنا چاہیے اور اصلاح کا ہر ممکن طریقہ اختیار کرنا چاہیے، ہر وقت بھی ڈانٹ ڈپٹ مفید نہیں ہے۔

بچوں کی اصلاح کا طریقہ

- اولاً بچوں کو قرآن، حدیث اور صحابہ کے واقعات سنا کر اچھی اچھی نصیحتیں کرنی چاہئیں، اللہ والوں اور علماء کے واقعات سنا کر بچوں کو نصیحت کی جائے۔ ''وعظوھن''
- بار بار سمجھانے کے بعد بھی اگر بچے نہ مانیں، تو پھر ڈانٹ ڈپٹ اور ناراضگی کا اظہار کیا جائے۔ ''واھجروھن''
- مثلاً: اُس کی ٹوفی بند کر دی جائے، اس کے پیسے بند کر دیے جائیں، جیسا کہ متعدد گناہوں کا کفارہ روزہ ہے۔
- مناسب جسمانی سزا بھی دی جاسکتی ہے۔

جسمانی سزا کی حدود

سزا بھی بچوں کی تربیت کے لیے ضروری ہے، لیکن مارنا ہی ضروری نہیں، مار پیٹ کے علاوہ سزا کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ بچے کو تھوڑی دیر کے لیے کھڑا کر دیا جائے، اس سے لمبی لمبی نمازیں پڑھوائیں، آخری درجہ میں مناسب حد میں رہ کر پٹائی کرنا ہے؛ لیکن اُس کا خیال رہے کہ چہرے پر، سر پر یا نازک مقامات پر نہ مارا جائے۔

اللہ کے رسول ﷺ نے چہرے پر مارنے سے منع فرمایا ہے۔عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ، قَالَ: إِذَا ضَرَبَ أُحَدُكُمْ فَلْيَتَّقِ الْوَجْهَ. (ابو داؤد:٤٤٩٣)

مسلسل ایک ہی حصے پر نہ مارا جائے، اس طرح نہ مارا جائے کہ جسم پھٹ جائے، ہڈی ٹوٹ جائے یا نشان نظر آنے لگے، سخت طرح کی تکلیف دینے سے بھی گریز کیا جائے، مناسب طریقے پر تین ڈنڈیوں سے زیادہ مارنے کی بھی اجازت نہیں۔قال علیہ الصلاۃ والسلام لمرداس المعلم .إیاک أن تضرب فوق الثلاث، فإنک إذا ضربت فوق الثلاث اقتص اللہ منک. (شامی:٦٢٦)

اللہ تعالیٰ ہمیں ان ہدایات پر عمل کرنے کی توفیق نصیب فرمائے۔آمین۔□○□

امت میں اتحاد پیدا کریں

امت میں انتشار نہ ہونے دیں!

ایک روایت میں ہے کہ امیر المؤمنین حضرت عمر فاروقؓ نے ملکِ شام کے شہر ’’جابیہ‘‘ میں ایک عظیم الشّان خطبہ ارشاد فرمایا، جس میں درج ذیل باتیں بیان فرمائیں: کہ ’’میں تمھیں صحابہ، پھر تابعین اور اُس کے بعد تبعِ تابعین سے وابستہ رہنے کی تاکید کرتا ہوں، اُن کے زمانے کے بعد معاشرے میں جھوٹ پھیل جائے گا، یہاں تک کہ آدمی قسم کے تقاضے کے بغیر بے دھڑک قسم کھائے گا اور مُطالبے کے بغیر بے تکلف جھوٹی گواہی دے گا، خبردار! کوئی اجنبی شخص جب بھی کسی عورت کے ساتھ تنہائی میں رہتا ہے، تو اُن میں کا تیسرا شیطان ہوتا ہے (جو اُنھیں بُرائی پر آمادہ کرتا ہے) تم لوگ اجتماعیت سے جڑے رہو اور تفرقے بازی سے بچو؛ کیوں کہ شیطان اکیلے شخص کے ساتھ ہوتا ہیا اور وہ ایک کے مقابلے میں دو شخصوں سے زیادہ دور رہتا ہیا اور جو شخص جنّت میں اعلیٰ مقام چاہتا ہو، اُسے اجتماعیت کو لازم پکڑنا چاہیے اور جسے نیک کام کرنے سے خوشی اور بُرائی سے ناگواری ہو، تو وہی کامل مؤمن ہے۔ عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: خَطَبَنَا عُمَرُ بِالْجَابِيَةِ، فَقَالَ: يَا أَيُّهَا النَّاسُ، إِنِّي قُمْتُ فِيكُمْ كَمَقَامِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فِينَا، فَقَالَ: أُوصِيكُمْ بِأَصْحَابِي، ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ، ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ، ثُمَّ يَفْشُو الْكَذِبُ، حَتَّى يَحْلِفَ الرَّجُلُ وَلَا يُسْتَحْلَفُ وَيَشْهَدَ الشَّاهِدُ وَلَا يُسْتَشْهَدُ، أَلَا لَا يَخْلُوَنَّ رَجُلٌ بِامْرَأَةٍ إِلَّا كَانَ ثَالِثَهُمَا الشَّيْطَانُ، عَلَيْكُمْ بِالْجَمَاعَةِ وَإِيَّاكُمْ وَالْفُرْقَةَ فَإِنَّ الشَّيْطَانَ مَعَ الْوَاحِدِ وَهُوَ مِنَ الِاثْنَيْنِ أَبْعَدُ، مَنْ أَرَادَ بُحْبُوحَةَ الْجَنَّةِ فَلْيَلْزَمِ الْجَمَاعَةَ، مَنْ سَرَّتْهُ حَسَنَتُهُ وَسَاءَتْهُ سَيِّئَتُهُ فَذَلِكَ الْمُؤْمِنُ.

(سنن الترمذی: ۲۱۶۵)

اس روایت میں دیگر ہدایات کے ساتھ ساتھ اجتماعیت کے ساتھ جُڑے رہنےکی بہت تاکید وارِد ہے اور بے جا افتراق سے بچنے کا حکم دیا گیا ہے، جسے ہر مسلمان کو پیشِ نظر رکھنا چاہیے، خصوصاً اِس دور میں، اِن سنگین حالات کو ذرا سی اجتماعی قوّت کے ساتھ ووٹ ڈالنے اور ایک کو ڈالنے سے بہت خوبی اور آسانی کے ساتھ بدلا جاسکتا ہے، اس لیے اپنا ووٹ فیصد

بڑھائیں اور سب مل کر کسی بھی ایک کو ڈالیں۔

اللہ ہم سب کو سمجھ نصیب فرمائے اور ہر موقع پر اجتماعیت کے ساتھ جُڑے رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

عوام سے ربط

اسلام کی نظر میں دین داری کا مطلب یہ نہیں ہے کہ آدمی لوگوں سے دُور ہو کر جنگل یا بیابان میں چلا جائے یا گھر اور خانقاہ میں قید ہو جائے اور صرف اپنے کام سے کام رکھے اور دوسروں سے کوئی مطلب نہ ہو، جیسا کہ بہت سے نادان لوگوں کا خیال ہے؛ بلکہ اِس بارے میں سَرورِ عالم حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کا اُسوۂ مبارکہ ہی پوری اُمّت کے لیے مشعلِ راہ ہے کہ آپ اعلیٰ درجے کے مُتّقی اور پرہیزگار اور عبادت گذار ہونے کے باوجود دعوتوں میں تشریف لے جاتے تھے، جنازے میں شرکت فرماتے، مہمانوں سے ملاقاتیں فرماتے؛ بلکہ آپ کا زیادہ تر وقت صحابہ کرام کے درمیان ہی گذرتا تھا، اِس لیے ہمیں بھی اِسی اُسوۂ مبارکہ کو پیشِ نظر رکھنا چاہیے، خاص طور پر جن حضرات کو اللہ تعالیٰ نے مِلّت کی ہدایت اور رہنمائی کے لیے منتخب فرمایا ہے، یعنی ائمہ اور علماء، اُنھیں اپنی اِس ذمیداری کا پورا احساس ہونا چاہیے، بے شک اِس راستے میں قدم قدم پر ناگواریوں سے سابقہ پڑتا ہے، اِسی طرح طبعی تقاضے کے خلاف باتیں بھی پیش آتی ہیں؛ لیکن ان کو اجر و ثواب سمجھتے ہوئے برداشت کرنا چاہیے؛ تاکہ اُمّت کا ہر طبقہ اپنے رہنماؤں سے بے تکلّف مستفید ہو سکے۔

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ ''جو شخص مسلمانوں کے اُمور کے بارے میں فکر مند نہ رہے، تو وہ (گویا) اُن میں شامل ہی نہیں ہے۔ مَن لم یَہتَمَّ بأمرِ المسلِمینَ فلیس منهم .

(المعجم الأوسط للطبراني: ۷/ ۲۷۰ عن حذيفة اليمان)

نیز ایک روایت میں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ ''وہ مسلمان، جو لوگوں کے ساتھ میل جول رکھے اور اُن کی طرف سے پیش آمدہ ناگواریوں پر صبر کرے، وہ اُس مسلمان سے

بہت بہتر ہے، جو نہ تو لوگوں سے میل جول رکھے اور نہ اُن کی تکلیفوں کو برداشت کرے۔ عَنْ شَیْخٍ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِیِّ ﷺ، أُرَاهُ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ: اَلْمُسْلِمُ إِذَا کَانَ یُخَالِطُ النَّاسَ وَیَصْبِرُ عَلَی أَذَاهُمْ، خَیْرٌ مِنَ الْمُسْلِمِ الَّذِی لَا یُخَالِطُ النَّاسَ وَلَا یَصْبِرُ عَلَی أَذَاهُمْ. (سنن الترمذی، أبواب صفة القیامة رقم: ۲۵۰۷)

معلوم ہوا کہ معاشرتی میل جول بھی دین کا ہی ایک اہم حصہ ہے، جس سے اجتماعیت برقرار رہتی ہے اور مسلمانوں کے درجات بلند سے بلند ہوتے رہتے ہیں۔

اللہ ہمیں اجتماعیت کی اہمیت کو سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

ملّت کے اجماعی موقف سے الگ نہ ہوں

نبی کریم ﷺ نے شیطانی چالوں سے حفاظت کے لیے بہ طورِ خاص، تین باتوں کی تاکید فرمائی ہے:

(۱) علیکم بالجماعة. (مجمع الزوائد: ۲۶/۲): یعنی ''جماعت'' سے جُڑے رہو، جس کا اوّلین مصداق وہ جماعت ہے، جس کی تربیت بہ ذاتِ خود نبی اکرم ﷺ نے فرمائی (یعنی حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی جماعت)

فقیہ الامت حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں یہ تبصرہ ہر وقت یاد رکھنے کے قابل ہے: کہ ''جسے اقتدا کرنی ہو، اپنے لیے کوئی ''آئڈیل'' بنانا ہو، تو وہ اُن لوگوں کی اقتدا کرے، جو دنیا سے جا چکے ہیں، اِس لیے کہ زندہ آدمی فتنے سے محفوظ نہیں اور وہ (قابلِ اقتداء شخصیات) حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے صحابہ ہیں، جو اِس امّت کے افضل ترین لوگ تھے، وہ دلوں کے اعتبار سے سب سے نیک اور علم کے اعتبار سے سب سے گہرے اور تکلّف میں سب سے کم تھے (سادہ زندگی گذارنے والے تھے)، اللہ تعالیٰ نے اُن کو اپنے پیغمبر ﷺ کی صحبت اور اپنے دین کی خدمت کے لیے منتخب فرمالیا تھا، لہٰذا تم اُن کی فضیلت کو پہچانو اور اُن کے نقشِ قدم پر چلو اور تم سے جس قدر

ہو سکے، اُن کے اخلاقِ فاضلہ اور مبارک سیرت کو مضبوطی سے تھامے رکھو، اِس لیے کہ وہ سیدھی راہ پر قائم تھے۔ عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ قَالَ: مَنْ کَانَ مُسْتَنًّا فلیسن بِمَنْ قَدْ مَاتَ فَإِنَّ الْحَیَّ لَا تُؤْمَنُ عَلَیْهِ الْفِتْنَةُ . أُولٰـئِکَ أَصْحَابُ مُحَمَّدٍ ﷺ کَانُوا أَفْضَلَ هٰذِهِ الْأُمَّةِ أَبَرَّهَا قُلُوبًا وَأَعْمَقَهَا عِلْمًا وَأَقَلَّهَا تَکَلُّفًا اخْتَارَهُمُ اللّٰهُ لِصُحْبَةِ نَبِیِّهٖ وَلِإِقَامَةِ دِینِهٖ فَاعْرِفُوا لَهُمْ فَضْلَهُمْ وَاتَّبِعُوهُمْ عَلَی آثَارِهِمْ وَتَمَسَّکُوا بِمَا اسْتَطَعْتُمْ مِنْ أَخْلَاقِهِمْ وَسِیَرِهِمْ فَإِنَّهُمْ کَانُوا عَلَی الْهُدٰی الْمُسْتَقِیمِ .(مشکاة المصابیح: ۱/ ۳۲)

یادرکھیں کہ ہمارے لیے بلا کسی تفریق کے سبھی صحابہ کا احترام لازم ہے اور عقائد واعمال میں اُن کے اقوال کے دائرے ہی میں رہنا ضروری ہے، حتّٰی کہ اگر کسی معاملے میں اقوال کا اختلاف ہو، تو بعد والوں کے لیے ایسی صورت میں اقوالِ صحابہ ہی میں سے کسی نہ کسی قول کو لینا چاہیے، اپنی جانب سے کوئی نیا قول اختیار نہیں کرنا چاہیے، اِس بات کی صراحت، علمائے حق بالخصوص ائمہ متبوعین (حضرت امام ابوحنیفہؒ، امام مالکؒ، امام شافعیؒ اور امام احمد بن حنبلؒ) سے منقول ہے۔

اللہ ہمیں شریعتِ اسلامی سے بال برابر انحراف سے بھی ہماری پوری پوری حفاظت فرمائے۔ آمین۔

مسجدوں سے رابطہ مضبوط رکھیں

نبی اکرم ﷺ نے اپنی امّت کو فتنوں سے بچانے کے لیے ایسے چھوٹے چھوٹے نُسخے ارشاد فرمائے ہیں کہ اگر اُن پر مسلسل عمل کیا جائے، تو انسان فتنوں اور شیطانی چالوں سے بہ آسانی بچ سکتا ہے، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

والمسجد: کہ شیطان کے حملوں سے بچنے کے لیے ہر مسلمان کو مسجد سے وابستہ رہنا ضروری ہے، اللہ کے رسول ﷺ کے اِس ارشاد کی روشنی میں مساجد کی اسلامی حیثیت اور حقیقی پہلو کو انتہائی سنجیدگی سے سمجھنے کی ضرورت ہے، بہ قول مولانا مناظر حسن گیلانی: کہ ”عمارت کی

خاص قسم، جس کا نام ''المسجد'' ہے محمد رسول اللہ ﷺ کا قائم کیا ہوا ایک نظام ہے، سب سے پہلی مسجد، جو مدینہ منورہ میں بنائی گئی وہ پانچوں وقت کی نماز کی جگہ بھی تھی، اُس میں صُفّہ کا مدرسہ بھی تھا، اُس کے مُلحقہ حصّے میں مُسافر بھی ٹھہرائے جاتے تھے اور زخمیوں کے لیے خیمے بھی اِسی حصے میں لگائے جاتے تھے مُقدّمات بھی اِسی عمارت میں طے ہوتے تھے، اسی وجہ سے ہمیں جو کرنا ہے، سب کا نمونہ اِسی پہلی مسجد میں قائم کر دیا گیا تھا۔'' (مقالہ نقاب کشائی)

گویا مسجد نبوی عبادت خانہ (Prayer house) بھی تھا، اُس میں میڈیکل کیمپ (Medical camp) بھی تھا، مسجد ہی میں عدالت (Court) بھی تھی، الغرض حضرات صحابہ جس تفصیلی تعلیم وتربیت کے مرحلے سے گذرے ہیں اُس کا بیشتر حصّہ، مسجدِ نبوی میں ہی انجام دیا گیا، اِس کے علاوہ مساجد، میڈیا سیل (Media cell) کا درجہ رکھتی ہیں، مساجد کے ذریعے لاکھوں لوگوں کو بہ یک وقت دین کا پیغام پہنچایا جاسکتا ہے، مساجد کے اِس پہلو کو سامنے رکھا جائے، تو یہ سمجھنا دُشوار نہیں کہ ائمہ؟ مساجد اور ذمہ دارانِ مساجد، اِس اہم پلیٹ فارم سے معاشرے کی اصلاح وتربیت کے تعلّق سے کتنا اہم، بنیادی اور بڑا رول ادا کر سکتے ہیں۔

فتنے کے اِس دور میں بچوں کے کھیل اور پڑھائی سے لے کر معاشرے کے ہر فرد کی ضروریات کا انتظام، مسجدوں سے کرنا وقت کا اہم تقاضا اور اِن کو فتنوں سے بچانے کا بہترین ذریعہ بھی ہے۔

اللہ ہمیں اسلامی تعلیمات اور پولیسیوں کو سمجھنے اور اُن کو عمل میں لانے کی توفیق نصیب فرمائے۔ آمین۔

مسجد کی خدمت، اللہ سے محبت کی علامت

شیطانی چالوں اور فتنوں سے حفاظت کے لیے نبی کریم ﷺ نے بہت آسان ''فورمُلہ (Formula)'' ارشاد فرمایا ہے: کہ ''مسجدوں سے مضبوط تعلق رکھو۔'' (جمع الفوائد: ۱/۱۸۸)

اور جو مسجد سے دلی تعلق رکھے، اُس کے بارے میں ارشاد فرمایا: کہ ''گویا وہ اللہ

رب العزت کی فیملی (Family) کا ایک میمبر (Member) ہے۔'' (البزار:۱/۱۷/۲۱)

ایک روایت میں ارشاد فرمایا گیا کہ جو لوگ مسجد میں کثرت سے آتے جاتے ہیں، اُن کے مومن ہونے کی گواہی دو۔ (ترمذی:۳۹۰۳-عن ابی سعید الخدریؓ)

ظاہر ہے کہ کسی کے گھر سے محبت اور اُنس، گھر کے مالک سے محبت اور اُنس کی علامت ہے۔

مومن اور متقی کا اصل گھر مسجد ہے، رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: کہ ''جس کا گھر مسجد ہوگا (یعنی جس طرح گھر میں کثرت سے آتا جاتا ہے، اُس سے محبت کرتا ہے، اُس کی نگرانی اور ضروریات کا خیال رکھتا ہے، اِسی طرح اگر مسجد کو گھر بنائے گا)، تو اللہ تعالیٰ اُس کے لیے ایسی خیر اور رحمت مقرر کردیں گے، جو اُس کو پُل صراط سے آسانی کے ساتھ گذار کر جنت تک پہنچا دے گی۔'' **قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: الْمَسَاجِدُ بُيُوتُ الْمُتَّقِينَ، فَمَنْ يَكُنِ الْمَسْجِدُ بَيْتَهُ يَضْمَنُ الله لَهُ الرُّوحَ وَالرَّحْمَةَ وَالْجَوَازَ عَلَى الصِّرَاطِ إِلَى الْجَنَّةِ.** (المصنف لابن أبي شيبة:۳۵۷۵۲-عن أبي الدرداءؓ)

نیز ایک روایت میں فرمایا: کہ ''مسجد کو آباد رکھنے والے، اللہ کے اہل ہیں۔'' **إِنَّ عُمَّارَ بُيُوتِ اللهِ هُمْ أَهْلُ اللهِ.** (مجمع الزوائد:۱/۳۳-عن أنس بن مالكؓ)

رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: کہ ''عنقریب لوگوں پر ایسا زمانہ آنے والا ہے کہ جب اسلام کا صرف نام اور قرآن کا صرف رسم الخط باقی رہ جائے گا، اُن کی مسجدیں عالی شان ہوں گی؛ لیکن وہ ہدایت کے کاموں سے خالی ہوں گی۔'' **عَنْ عَلِيٍّ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: »يُوشِكُ أَنْ يَأْتِيَ عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ لَا يَبْقَى مِنَ الْإِسْلَامِ إِلَّا اسْمُهُ وَلَا يَبْقَى مِنَ الْقُرْآنِ إِلَّا رَسْمُهُ مَسَاجِدُهُمْ عَامِرَةٌ وَهِيَ خَرَابٌ مِنَ الْهُدَى.** (شعب الایمان:۱۹۰۸)

آج ہماری مسجدیں تو بڑی عالی شان ہیں؛ لیکن ہدایت کے کاموں سے خالی ہیں، اِس لیے ضروری ہے کہ مسجدوں میں عبادت، ذکر اور تلاوت کا بھی اہتمام رکھا جائے، خدمتِ خلق کے سارے کام بھی مسجد میں انجام دیے جائیں، مسجدوں میں نمازیوں کی ٹریننگ،

لائبریری، مختلف زبانوں میں قرآنِ کریم کے ترجمے، دینی کتابیں اور بچوں کے کھیلنے اور پڑھنے کے انتظامات، نیز مسجد کی نگرانی اور اُس کی ضروریات کا پورا خیال رکھا جائے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں مسجدوں سے تعلق مضبوط رکھنے اور ایسے سارے کام انجام دینے کی توفیق نصیب فرمائے، جو پیغمبر ﷺ مسجدِ نبوی میں کیا کرتے تھے۔ آمین۔

مسجد میں نماز با جماعت، اجتماعیت کا بہترین مظہر

احادیثِ شریفہ میں پیغمبر ﷺ نے مسجدوں کو اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے پسندیدہ اور افضل مقام قرار دیا ہے، جب کہ بازاروں کو سب سے بدترین جگہ کہا گیا ہے۔ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: أَحَبُّ الْبِلَادِ إِلَى اللَّهِ مَسَاجِدُهَا، وَأَبْغَضُ الْبِلَادِ إِلَى اللَّهِ أَسْوَاقُهَا. (مسلم:٦٧١)

اسلام میں مساجد کی بڑی اہمیت ہے، اِسی لیے اُمّت کو پنج وقتہ نماز با جماعت مسجدوں میں ادا کرنے کی تاکید کی گئی ہے، حضرت عبداللہ بن مسعود کا ارشاد ہے کہ جس شخص کو یہ بات پسند ہو کہ وہ اللہ سے مسلمان بَن کر مُلاقات کرے، تو اُس کو چاہیے کہ وہ پنج وقتہ نمازوں کو با جماعت مسجد میں ادا کرنے کا اہتمام کرے۔ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ، قَالَ: مَنْ سَرَّهُ أَنْ يَلْقَى اللَّهَ غَدًا مُسْلِمًا، فَلْيُحَافِظْ عَلَى هَؤُلَاءِ الصَّلَوَاتِ حَيْثُ يُنَادَى بِهِنَّ. (مسلم:٦٥٤)

اور تجربہ بھی یہی ہے کہ جو گھرانہ مسجد سے وابستہ رہتا ہے، اُس میں بڑی حد تک دین داری نظر آتی ہے، جب کہ جو لوگ مسجد سے اپنا رشتہ قائم نہیں رکھتے، وہ اُتنا ہی دین سے دُور ہوتے چلے جاتے ہیں، بلاشبہ مساجد، دینِ اسلام کی اجتماعیت کا بہترین مرکز ہیں، پورے عالم میں نماز با جماعت کا ایسا نظام اُمّت کو عطا ہوا ہے، جس کی نظیر کسی اور مذہب میں نہیں ملتی۔

یہ ایک ایسا ''نیٹ ورک (جال)'' اور پلیٹ فارم ہے، جس سے پوری اُمّت ایک ڈور میں بندھی ہوئی محسوس ہوتی ہے، مسجد میں آمد ورفت کی وجہ سے نمازی ایک دوسرے

کے احوال سے واقف رہتے ہیں اور اِنھیں خیر خواہی اور ہم دردی کے مواقع ،قدم قدم پر مہیا ہوتے ہیں۔

اِس کے علاوہ مسجد کا ذکرِ خداوندی سے معمور،نورانی ماحول، مسجد میں آنے والوں کے ذہن و دماغ پر نہایت خوش کُن اثرات ڈالتا ہے، جس کی بنا پر شیاطین کے بڑے سے بڑے حملے بھی بے اثر ہو جاتے ہیں، اِس لیے ہر مسلمان کو حتی الامکان اپنے کو مسجد سے وابستہ رکھنے کی کوشش کرنی چاہیے اور اگر کسی جگہ رہائش اختیار کرنی ہو، تو کام کی جگہ سے پہلے یہ دیکھنا چاہیے کہ وہاں سے مسجد کا فاصلہ کتنا ہے اور ایسی جگہ رہائش اختیار نہیں کرنی چاہیے، جو گھر سے اِتنی دور ہو کہ جماعت کی نماز سے محرومی ہو جائے۔

بہر حال! مسجد سے تعلق اور وابستگی بہت اہم ہے اور ہم سب کو اس کا اہتمام کرنا چاہیے۔
اللہ تعالیٰ ہم سب کو توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

عوامی میل جول برقرار رکھیں!

شیطانی حملوں سے بچنے کے لیے نبی اکرم ﷺ نے ایک اہم ہدایت یہ بھی دی کہ ”وعلیکم العامۃ“، مسلم عوام سے رابطے برقرار رکھو، اس ہدایت کا اِطلاق دو معنی پر ہو سکتا ہے:

الف: اجتماعی کاموں میں سب آپس میں تعاون کریں، یعنی یہ نہ ہو کہ کچھ لوگ اپنے اغراض و مفادات کو دیکھتے ہوئے اجتماعی ذمے داریوں کی ادائیگی سے پہلو تہی کرنے لگیں؛ بلکہ اُمّت کے سبھی افراد کو چاہیے کہ مشترکہ دینی، ملی اور سماجی کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیں، جیسا کہ قرآن کریم میں فرمایا گیا: نیکی اور تقوی والے کاموں میں ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کرو اور گناہ اور ظلم پر معاون نہ بنو۔ وَ تَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَ التَّقْوٰى وَ لَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَ الْعُدْوَانِ. (سورۃ المائدۃ:۲)

ب: خاص طور پر جو حضرات، ملّت کے ذمیداران ہیں، اُنھیں چاہیے کہ وہ عوام سے مربوط رہ کر زندگی گذاریں اور غیر مسلم سنیاسیوں یا بعض جاہل صوفیوں کی طرح نہ بنیں، جنہوں نے

الگ تھلگ رہنے ہی کو اپنی دانست میں دین داری اور بزرگی کا معیار بنا رکھا ہے؛ حالاں کہ ہمارا دین، دینِ فطرت ہے، جس میں باہمی میل جول اور اجتماعیت کو بہت اہمیت دی گئی ہے اور رہبانیت کو ناپسندیدہ قرار دیا گیا ہے، تجربہ بھی یہی ہے کہ جو شخص لوگوں سے کٹ کر خلافِ سنت زندگی گذارتا ہے وہ فکری اور عملی طور پر شیطان کے جال میں بہ آسانی پھنس جاتا ہے، جس سے باہر نکلنا اُس کے لیے سخت مشکل ہوتا ہے۔ (مستفاد: شیاطین سے حفاظت: ۳۹-۲۹)

اسلام کی تعلیم یہ ہے کہ آدمی معاشرے کے ساتھ مل کر اور اُن کی خوشی اور غمی میں شریک ہوکر زندگی گذارے، اس بنا پر بیمار کی عیادت، مرنے والوں کی تعزیت اور تقریبات کی دعوت قبول کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور اس کو بھی موجب اجر وثواب قرار دیا گیا ہے، جس کی تفصیلات کُتبِ حدیث میں موجود ہیں، گویا کہ بہ الفاظِ دیگر معاشرتی میل جول بھی دین ہی کا ایک جز ہے، جس سے ایک مسلمان کے درجات بے حد بلند ہوتے ہیں، جیسا کہ ایک حدیث میں نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''وہ مسلمان، جو لوگوں کے ساتھ میل جول رکھے اور اُن کی طرف سے پیش آمدہ ناگواریوں پر صبر کرے، وہ اُس مسلمان سے بہت بہتر ہے، جو نہ تو لوگوں سے میل جول رکھے اور نہ اُن کی تکلیفوں کو برداشت کرے۔ عَنْ شَيْخٍ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ، أُرَاهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: الْمُسْلِمُ إِذَا كَانَ يُخَالِطُ النَّاسَ وَيَصْبِرُ عَلَى أَذَاهُمْ، خَيْرٌ مِنَ الْمُسْلِمِ الَّذِي لَا يُخَالِطُ النَّاسَ وَلَا يَصْبِرُ عَلَى أَذَاهُمْ. (سنن الترمذي، أبواب صفة القيامة رقم: ۲۵۰۷)

اللہ ہمیں عمل کرنے کی توفیق نصیب فرمائے۔ آمین۔

❑○❒

طلبہ کے لیے اُستاذ کا کردار

مشفق ومُربّی اُستاذ کا کردار

علماء ربانیین کا یہ مقولہ مشہور ہے: کہ ''اَلْفَاسِقُ ضَالَّةُ کُلِّ دَاعِیَةٍ إِلَی اللّٰهِ تَعَالَی (یعنی بے عمل شخص، ہر اللہ کی دعوت دینے والے کے لیے ایک گم شدہ سامان کی حیثیت رکھتا ہے، کہ جہاں بھی کوئی بدکار شخص ملے، اُسے سیدھا راستہ دکھانے کی محنت کی جائے۔)''

اسی طرح یہ کہا جاسکتا ہے کہ ایک عالم اور معلّم کے لیے اَن پڑھ اور جاہل شخص بھی ''گم شدہ متاع'' کی حیثیت رکھتا ہے، لہٰذا معلّم کی ذمیداری ہے کہ وہ اَن پڑھوں کو تلاش کر کے اُنہیں علم سے آراستہ کرنے کی کوشش کرے، خاص کر جب کہ کوئی جاہل شخص خود طالب بن کر آئے اور عالم کی حیثیت ایک مطلوب کی ہو، تو ایسی صورت میں عالم پر لازم ہے کہ وہ ایسے طالب علم کا، دل کی گہرائی، وُسعتِ قلبی، نرمی اور شفقت کے ساتھ استقبال کرے اور اُس پر اپنا وقت بھی لگائے یا اور اُسے علم سے بھی نوازے۔

چناں چہ سراج الاُمّت حضرت امام ابوحنیفہؒ نے اپنے خصوصی شاگرد حضرت امام ابو یوسفؒ کو خاص نصیحت کرتے ہوئے فرمایا تھا: ''وَاَقْبِلْ عَلَی مُتَفَقِّهٍ کَأَنَّکَ اتَّخَذْتَ کُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُم اِبْنًا وَوَلَدًا لِتَزِیْدَهُمْ رَغْبَةً فِي الْعِلْمِ. ''(یعنی اپنے پاس پڑھنے کے لیے آنے والوں پر ایسے متوجہ ہوا کرو، گویا کہ تم نے اُن میں سے ہر ایک کو اپنا بیٹا بنالیا ہے؛ تا کہ اُن کے اندر علم کی رغبت میں اضافہ ہوسکے)۔ (معالم ارشاد: ۲۲۷)

طالبِ علم، اللہ کی عطا کردہ نعمت ہے، اُستاذ کو چاہیے کہ جب اُس کی نظر کسی طالبِ علم پر پڑے، تو اُسے اُس علم بیزاری کے دور میں اللہ تعالیٰ کی عطا سمجھے، جسے اللہ تعالیٰ نے اُس کے پاس بھیجا ہے؛ تا کہ وہ اُستاذ، اُس طالبِ علم کو علمی و دینوی وراثت منتقل کر سکے، جو اللہ تعالیٰ نے اُسے عطا فرمائی اور جو دورِ نبوت سے منتقل ہوتی آرہی ہے۔

علامہ ابنِ عبدالبرؒ فرماتے ہیں: کہ ''لَا یَزَالُ النَّاسُ بِخَیْرٍ مَا بَقِیَ الْأَوَّلُ حَتَّی یَتَعَلَّمَ مِنْهُ الْآخِرُ. (یعنی اُس وقت تک لوگ خیر میں رہیں گے جب تک کہ بعد کے لوگ

پہلے لوگوں سے علم سیکھنے کا سلسلہ جاری رکھیں گے۔)(معالمِ ارشاد:۲۷۵/۳)

نیت کریں کہ جیسے بھی حالات ہوں، یہ سلسلہ قیامت تک قائم رکھیں گے۔ان شاء اللہ تعالیٰ۔

اللہ ہمیں عمل کی توفیق عطا فرمائے۔آمین۔

ہر شخص اپنی اصلاح کی فکر کرے

حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے ایک مرتبہ ارشاد فرمایا:''آج کل یہ مرض بھی عام ہوگیا ہے کہ اکثر لوگ دوسروں کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں، اپنی مطلق فکر نہیں اور میں چاہتا ہوں کہ ہر شخص اپنی فکر میں لگے،تو بہت جلد سب کی اصلاح ہو جائے اور بہت سے بیکار اور فضول کاموں سے نجات ہو جائے۔(ملفوظاتِ حکیم الامتؒ:۳۹۹/۶)

آج دنیا میں جتنی اصلاح کی کوششیں ہو رہی ہیں، اُتنی ہی بُرائیاں عام ہوتی جا رہی ہیں،لوگوں کی اصلاح نہیں ہو رہی ہے،آخر اِس کی وجہ اِس کے علاوہ اور کیا ہو سکتی ہے کہ ہم میں سے ہر شخص دوسروں کی ذات کی پرواہ کر رہا ہے اور اپنی ذات سے غافل ہے۔

ہم میں کا ہر انسان خواہ مرد ہو یا عورت اپنی ذات کی اصلاح پر توجہ کم دیتا ہے،اپنے اندر کی بُرائیوں اور خباثت کو دور کرنے کی فکر کم کرتا ہے اور صرف دوسروں کی اصلاح کی فکر میں زیادہ رہتا ہے،اپنی کوتاہیوں کے بارے میں سوچتا اور احتساب نہیں کرتا اور دوسروں کی برائیوں پر تنقید اور تبصرے خوب کرتا ہے اور اب بات صرف تنقید کی بھی کہاں رہ گئی ہے،اب تو ہم میں سے ہر شخص دوسروں کو جج کرتا ہے،اگر کسی میں کوئی بُرائی دیکھتا ہے،تو اس کے چرچے خوب کرتا ہے؛لیکن جب کوئی اچھائی دیکھتا ہے تو وہ اسے منافقت لگتی ہے۔

ہماری خود کی ذات احتساب کا تقاضا کر رہی ہے،ہم خود اصلاح کے محتاج ہیں۔

ایک اچھے سماج کے لیے ایسے افراد کی ضرورت ہے،جن کا ذہن عالمی اصلاحات کو قبول کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے،ضرورت ہے ایسے افراد کی، جو میدانِ علم کے شہسوار ہو، اَفکار میں گہرائی ہو،دل میں وُسعت ہو کہ دشمن کو بھی جگہ مل سکے،ضمیر زندہ اور بیدار ہو،اخلاق

ومُروّت کے پرستار ہوں، ایسے افراد کی ضرورت ہے، جو تنگ نظر نہ ہوں، چھوٹی سوچ والے اور بداخلاق نہ ہوں، کینہ وحسد سے دور ہوں، اختلاف کی سوزِ آگ کو صُلح وصفائی اور بھائی چارگی کے پانی سے بُجھا چکے ہوں۔

تب جا کر اچھا سماج وجود میں آئے گا، اسی لیے ہر ایک اپنی اصلاح کی فکر کرے اور دوسروں کی اصلاح کا ذریعہ بنے۔

اللہ ہمیں عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

دنیا کی ہر مخلوق پر حکمرانی

پورا مصر حضرت عمر فاروقؓ کی خلافت کے زمانے میں حضرت عمرو بن العاصؓ کے ہاتھوں فتح ہوا، جب مصر فتح ہو گیا، تو باشندگانِ مصر نے حضرت عمرو ابن العاصؓ کی خدمت میں آکر عرض کیا: ''اے امیر محترم! ہمارے اِس دریائے نیل کا ہمیشہ سے ہی یہ معمول رہا ہے کہ جب ''ماہ بونہ (عجم کے ایک مہینے)'' کی بارہ تاریخ ہوتی ہے، تو ہم کسی کنواری لڑکی کو اُس کے والدین کی رضامندی سے خوب سجا سنوار کر اور بہترین جوڑے اور زیورات پہنا کر تیار کرتے ہیں اور پھر اُس لڑکی کو دریائے نیل میں ڈال دیتے ہیں (کنواری لڑکی کی بلی چڑھا کر ہی دریائے نیل کا پانی جاری ہوتا ہے۔)

یہ سُن کر حضرت عمرو بن العاصؓ نے فرمایا: کہ ''یہ انسانیت سوز رسم اسلام میں ہرگز قابل قبول نہیں ہو سکتی، مسلمانوں کے مصر کی فتح والے سال میں یہ رسم نہیں کی گئی تین ماہ تک دریائے نیل نہ کم بہتا نہ زیادہ اِن حالات سے پریشان ہو کر باشندگانِ مصر نے جلاوطن ہونے کا ارادہ کر لیا، یہ صورتِ حال دیکھ کر عمرو ابن العاصؓ نے حضرت عمر فاروقؓ کے پاس خط روانہ کیا، تو حضرت عمر فاروقؓ نے یہ پرچہ لکھ کر عمرو ابن العاصؓ کی جانب روانہ کیا، جس میں لکھا ہوا تھا: کہ ''اللہ کے بندے امیر المومنین عمر کی جانب سے مصر کے دریائے نیل کے نام، امابعد! اگر تو اپنی مرضی سے بہتا ہے، تو مت جاری ہو اور اگر تو ایک اللہ کے حکم سے بہتا ہے، تو میں

دعا کرتا ہوں کہ وہ تجھے جاری کردے۔'' اہلِ مصر جلاوطن ہونے کی تیاری ہی کر رہے تھے کہ حضرت عمرو بن العاصؓ نے یہ پرچہ دریائے نیل میں ڈال دیا، اگلی صبح ہی دریائے نیل بہنا شروع ہوا اور پھر آج تک جاری ہے۔

اللہ اکبر! شیخ الادب مولانا اعزاز علی امروہویؒ نے اِس واقعہ کو اپنی کتاب ''نفحۃ العرب'' میں اس عنوان کے تحت ذکر کیا ہے ''مَنْ أَطَاعَ اللهَ أَطَاعَهُ كُلُّ شَيْءٍ'' کہ ''جو شخص اللہ کی سچی اطاعت کرتا ہے تو دنیا کی ہر چیز اس کی اطاعت کرتی ہے۔'' قال ابن کثیرؒ:

''روينا من طريق ابن لهيعة عن قيس بن الحجاج عمن حدثه قال: لما افتتحت مصر أتى أهلها عمرو بن العاص – حين دخل بؤونة من أشهر العجم – فقالوا: أيها الأمير، لنيلنا هذا سنة لا يجرى إلا بها .قال: وما ذاك؟ قالوا: إذا كانت اثنتى عشرة ليلة خلت من هذا الشهر عمدنا إلى جارية بكر من أبويها، فأرضينا أبويها وجعلنا عليها من الحلي والثياب أفضل ما يكون، ثم ألقيناها فى هذا النيل. فقال لهم عمرو: إن هذا مما لا يكون فى الإسلام، إن الإسلام يهدم ما قبله .قال: فأقاموا بؤونة وأبيب ومسرى والنيل لا يجرى قليلا ولا كثيرا، حتى هموا بالجلاء، فكتب عمرو إلى عمر بن الخطاب بذلك، فكتب إليه: إنك قد أصبت بالذى فعلت، وإنى قد بعثت إليك بطاقة داخل كتابى، فألقها فى النيل. فلما قدم كتابه أخذ عمرو البطاقة فإذا فيها.'' من عبد الله عمر أمير المؤمنين إلى نيل أهل مصر: أما بعد، فإن كنت إنما تجرى من قبلك ومن أمرك فلا تجر فلا حاجة لنا فيك، وإن كنت إنما تجرى بأمر الله الواحد القهار، وهو الذى يجريك فنسأل الله تعالى أن يجريك.'' قال: فألقى البطاقة فى النيل، فأصبحوا يوم السبت وقد أجرى الله النيل ستة عشر ذراعا فى ليلة واحدة، وقطع الله تلك السنة عن أهل مصر إلى اليوم.'' انتهى من''البداية والنهاية.'' (7/114-115)

حقیقت ہے کہ جو اللہ کا سچا فرمابردار بنے گا پوری کائنات اُس کی فرمابردار بن جائے گی ماحول اس کی دل لگی کرے گا نامساعد حالات موافق بن جائیں گے،بس شرط ہے تو فقط اتنی کہ اطاعت سچی ہو جیسی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی تھی!

اللہ ہمیں اپنا سچا مطیع اور فرمابردار بنائے۔

محبت بانٹیں

انسانی تعلقات کی کامیابی، حسن سلوک، خیر خواہی اور میٹھے بول کے بغیر ممکن نہیں ہے؛ کیونکہ یہی وہ چیزیں ہیں، جن سے معاشرے کے درمیان پیار محبت اور آپسی احترام کے جذبات جنم لیتے ہیں، اِسے بہتر معاشرہ بنانے کے لیے ہم میں سے ہر شخص کو خوش اخلاق، نرم گفتار اور شیریں کلام ہونا ضروری ہے۔

ایک ایمان والے کو محبت والا ہونا چاہیے بد اخلاقی، اور کڑواہٹ، ایمان والوں کے چہروں پر نہیں جچتی؛ چناں چہ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا: مومن سراپا محبت کا مرکز ہے اور اُس شخص میں کوئی بھلائی نہیں، جو نہ خود دوسروں سے محبت کرتا ہے اور نہ دوسرے اُس سے محبت کرتے ہیں۔عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "الْمُؤْمِنُ مَأْلَفٌ، وَلَا خَيْرَ فِيمَنْ لَا يَأْلَفُ وَلَا يُؤْلَفُ." (مسند احمد رقم:۹۱۹۸-عن أبي هريرةؓ)

اسی لیے ہمیں چاہیے کہ ہم محبت کرنے والے بنیں، دنیا میں آج اکثریت نفرتیں پھیلانے والوں کی ہے، ہمارا پیغام محبت ہے جہاں تک پہنچے!

اللہ رب العزت ہمیں آپس میں محبت کرنے والا بنائے۔آمین۔

لوگوں کے دلوں کو فتح کرنا

دینِ اسلام کی اساس اور بنیاد، اُلفت، محبت اور معاشرتی ربط اور جوڑ پر قائم ہے، دینِ اسلام یہ پسند نہیں کرتا کہ مسلمان، لوگوں سے ہٹ کر زندگی گذارے؛ بلکہ وہ لوگوں میں رہ کر زندگی گذارنے کی ترغیب دیتا ہے، رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: کہ ''وہ مسلمان، جو لوگوں

سے میل جول رکھتا ہے اور اُن کی اذیت رسانی پر صبر کرتا ہے، وہ اُس مسلمان سے افضل ہے، جو لوگوں سے ہٹ کر زندگی گذارتا ہیا اور اُن کی اذیت پر صبر نہیں کرتا۔‘‘عَنْ شَيْخٍ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أُرَاهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: " الْمُسْلِمُ إِذَا كَانَ يُخَالِطُ النَّاسَ وَيَصْبِرُ عَلَى أَذَاهُمْ، خَيْرٌ مِنَ الْمُسْلِمِ الَّذِي لَا يُخَالِطُ النَّاسَ وَلَا يَصْبِرُ عَلَى أَذَاهُمْ. (ترمذی:۲۵۰۷)

اس لیے ہم لوگوں کے ساتھ محبت بھرا میل ملاپ رکھیں، اُن کے احساسات کی قدر کریں، اُن کے جذبات کو مجروح نہ کریں اور اگر کوئی خلافِ شرع کام نہ ہو رہا ہو، تو اُن کی خوشی اور غمی میں برابر کے شریک ہوں؛ کیوں کہ ایسی جگہ شرکت کرنے سے منع فرمایا گیا ہے۔

اللہ رب العزت کا فرمان ہے: کہ ’’نیکی اور پرہیزگاری کے کاموں میں ایک دوسرے کا تعاون کرو اور گناہ اور زیادتی کے کاموں میں ایک دوسرے کا ساتھ نہ دو۔‘‘ وَ تَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَ التَّقْوٰى وَ لَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَ الْعُدْوَانِ. (سورۃ المائدۃ:۲)

لوگوں سے محبت کا تقاضا یہ ہے کہ ہم اپنے دل میں کسی کے بارے میں خواہ وہ کوئی بھی ہو، کسی طرح کی کوئی نفرت، عداوت اور بدگمانی نہ رکھیں اور نہ اُن کو مذاق اور استہزاء کا نشانہ بنائیں اور نہ اپنے قول وفعل کے ذریعے اُن کو اذیت پہنچائیں؛ بلکہ اپنی استطاعت کے مطابق اُن کی ہر اعتبار سے مدد کرتے رہیں، اُن کی غلطیوں کو معاف کرتے رہیں، اچھے اور خوب صورت ناموں سے اُنھیں پکاریں اور جو چیزیں اپنے لیے پسند کرتے ہیں، وہی اُن کے لیے پسند کرتے رہیں، یہ وہ نبوی اصول ہیں، جن کے ذریعے ہم لوگوں کے دلوں کو فتح کر سکتے ہیں اور دنیا اور آخرت میں سکون کی زندگی گذار سکتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کے دلوں میں آپسی محبت پیدا فرمائے اور نفرت وعداوت سے پوری امت کی حفاظت فرمائے۔ آمین۔

❑○❑

آج کل کا ننگا پہناوا

اسلام نے لباس کے بارے میں چار بنیادی اصولوں کی تعلیم دی ہے، جن کی رعایت رکھنا ہر مسلمان مرد وعورت پر فرض ہے:

(۱) لباس ایسا ہو جو شریعت کے مقرر کیے ہوئے ''ستر'' کو چھپالے، لہٰذا ہر مرد وعورت کو چاہیے کہ لباس ایسے موٹے کپڑے کا پہنے کہ اندر کا جسم ظاہر نہ ہو اور اتنا ڈھیلا ڈھالا پہنے کہ اعضائے جسم نمایاں نہ ہوں۔

(۲) لباس، زینت وخوبصورتی کی چیز ہے، لہٰذا ایسے لباس سے بچنا چاہیے، جو بدہیئت و بے ڈھنگا ہو، جسے دیکھ کر دوسروں کو نفرت اور کراہت ہو۔

(۳) ایسے لباس سے بھی بچنا چاہیے، جسے دیکھ کر ایک مسلمان دوسری قوم کا فرد نظر آئے، لہٰذا ایک مسلمان کو کسی غیر قوم کی نقّالی کی نیت سے لباس نہیں پہننا چاہیے۔

(۴) ایسا لباس پہننا حرام ہے کہ جسے پہن کر دل میں تکبر و بڑائی پیدا ہو۔

موجودہ دور کے فیشن نے لباس کے مقصد کو ہی مجروح کر دیا ہے، آج کل مرد و عورتوں میں ایسے لباس رائج ہو گئے ہیں، جس میں اِس کی پرواہ ہی نہیں کہ جسم کا کون سا حصہ کھل رہا ہے اور کون سا ڈھکا ہوا ہے، شریعت کی نگاہ میں وہ لباس، لباس ہی نہیں، جو خواتین بہت باریک اور بہت چست لباس پہنتی ہیں، جس کی وجہ سے کپڑا پہننے کے باوجود جسم کی بناوٹ دکھائی دیتی ہے، ایسی خواتین کے بارے میں حضورِ اقدس ﷺ نے فرمایا: کہ ''وہ خواتین لباس پہننے کے باوجود ننگی ہوں گی۔ ''وَنِسَآءٌ کَاسِیَاتٌ عَارِیَاتٌ.''

(مسلم:۸۲۱۲، کتاب اللباس، باب النساء الکاسیات)

اس لیے کہ ایسے کپڑے سے لباس کا وہ مقصد حاصل نہ ہوا، جس کے لیے اللہ نے لباس کو اُتارا ہے، آج کل لوگوں میں یہ وبا اِس کثرت سے پھیل چکی ہے کہ جس کی کوئی حد نہیں، شرم وحیا سب بالائے طاق ہو کر رہ گئی ہے، خدا کے لیے ہم اس بات کو سمجھیں اور اپنے

اندر فکر پیدا کریں اور اپنے گھروں میں ایسے لباسوں پر پابندی عائد کریں، جو شریعت کے بتائے گئے اصولوں کے خلاف ہوں۔

اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے ہمارے دلوں میں یہ احساس اور فکر پیدا کرے۔ آمین۔

(اخذ و استفادہ: اصلاحی خطبات: ۵/۲۶۰، از مفتی تقی عثمانی دامت برکاتہم العالیہ)

❑❍❒

شراب تمام برائیوں کی جڑ

ہر گناہ کی جڑ

اسلام نے انسان کو پاکیزہ زندگی گذارنے کی تعلیم دی اور صالح معاشرے کو تشکیل دینے اور تعمیر کرنے کی ترغیب دی، حلال وحرام کی تمیز سکھائی، مُفید اور مُضِر کے فرق کو واضح کیا، جو چیزیں انسان کی صحتِ ظاہری اور باطنی کے لیے نہایت خطرناک ہیں، اُن کی حقیقتوں کو اُجاگر کیا، جن چیزوں سے صرف ایک فرد نہیں؛ بلکہ پورا معاشرہ بربادی اور تباہی کے گڑھے میں چلا جاتا ہے، اُن میں سے ایک چیز شراب نوشی بھی ہے، جس سے اسلام میں بڑی سختی سے منع فرمایا ہے، اگر ہم اپنے معاشرے کو ظلم و جور، بغض وعداوت، قتل و غارت گری، لُوٹ کھسوٹ، چوری اور ڈکیتی، زناکاری اور فحاشی اور بیغیرتی اور بدتہذیبی کا اگر خاتمہ کرنا ہے، تو یقیناً ہمیں اپنے معاشرے کو شراب نوشی سے لازمی طور پر بچانا ہوگا؛ کیوں کہ یہ تمام گناہوں کی جڑ ہے، رسول اکرم ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے: کہ ''تم شراب کو ہرگز ہرگز نہ پینا؛ کیوں کہ شراب، تمام فواحش اور گناہوں کی جڑ ہے۔'' لَا تَشْرَبَنَّ خَمْرًا فَاِنَّهٗ رَأْسُ كُلِّ **فَاحِشَةٍ**. (مسند احمد:۲۵۰۱۰؛ مشکوٰۃ:۶۱-عن معاذ بن جبلؓ)

اللہ ہمیں اور ہمارے معاشرے کو شراب نوشی سے محفوظ فرمائے۔ آمین۔

شراب، سب برائیوں کی جڑ ہے

اِس میں کوئی شک نہیں کہ شراب ''اُمُّ الخبائث'' یعنی سب گناہوں کی جڑ ہے؛ کیوں کی عقل ٹھکانے ہوگی، تبھی تو آدمی بُرائی سے بچے گا اور جب عقل ہی جاتی رہے اور آدمی نشے میں مدہوش ہو جائے، تو پھر اُس سے کوئی بھی گناہ کرایا جاسکتا ہے، اس کی وضاحت کرتے ہوئے امیر المؤمنین سیدنا حضرت عثمان نے ارشاد فرمایا: کہ ''شراب سے بچتے رہو؛ کیوں کہ وہ ''اُمُّ الخبائث'' ہے، تم سے پہلے زمانہ میں ایک عبادت گذار شخص تھا، تو ایک فاحشہ عورت اُس پر فریفتہ ہوگئی اور اُس نے آدمی کے پاس اپنی باندی کو بھیجا کہ ہم تمہیں کسی معاملے میں گواہ بنانے کے لیے بُلاتے ہیں؛ چناں چہ وہ شخص باندی کے ساتھ چل دیا، جب

وہ مکان پر پہنچا، تو وہ جس دروازے سے داخل ہوتا رہا، باندی وہ دروازہ بند کرتی رہی یہاں تک کہ وہ ایک خوبصورت عورت کے سامنے پہنچ گیا، جس کے پاس ایک نوعمر بچہ اور ایک شراب کی مٹکی تھی، وہ عورت بولی کہ اللہ کی قسم میں نے تجھے گواہی کے لیے نہیں بلایا؛ بلکہ تجھے بدکاری کے لیے بلایا ہے، یا تو میرے ساتھ بدکاری کر یا اِس شراب کا ایک جام پی، یا اِس بچے کو قتل کر (یعنی تین میں سے ایک کام ضرور کرنا پڑے گا)، اُس شخص نے شراب کو ہلکا سمجھتے ہوئے کہا کہ بس شراب کا ایک جام پلا دو؛ چنانچہ جب اُس نے ایک جام پلایا، تو کہنے لگا کہ اور پلاؤ، اور پلاؤ وہ برابر پیتا رہا اور اسی حالت میں اُس نے اُس عورت سے زنا بھی کرلیا اور بچے کو قتل کرنے کا بھی ارتکاب کربیٹھا، یہ فرما کر نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''لہٰذا شراب سے بچو؛ کیوں کہ قسم بخدا! کہیں بھی ایمان اور شراب کی عادت جب بھی جمع ہوتے ہیں، تو اُن میں سے ایک دوسرے کو باہر نکال کر ہی چھوڑتا ہے۔ عَنْ أَبِي بَكْرِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْحَارِثِ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: سَمِعْتُ عُثْمَانَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يَقُولُ: اجْتَنِبُوا الْخَمْرَ؛ فَإِنَّهَا أُمُّ الْخَبَائِثِ، إِنَّهُ كَانَ رَجُلٌ مِمَّنْ خَلَا قَبْلَكُمْ تَعَبَّدَ فَعَلِقَتْهُ امْرَأَةٌ غَوِيَّةٌ، فَأَرْسَلَتْ إِلَيْهِ جَارِيَتَهَا فَقَالَتْ لَهُ: إِنَّا نَدْعُوكَ لِلشَّهَادَةِ، فَانْطَلَقَ مَعَ جَارِيَتِهَا فَطَفِقَتْ كُلَّمَا دَخَلَ بَابًا أَغْلَقَتْهُ دُونَهُ، حَتَّى أَفْضَى إِلَى امْرَأَةٍ وَضِيئَةٍ، عِنْدَهَا غُلَامٌ وَبَاطِيَةُ خَمْرٍ، فَقَالَتْ: إِنِّي وَاللَّهِ مَا دَعَوْتُكَ لِلشَّهَادَةِ، وَلَكِنْ دَعَوْتُكَ لِتَقَعَ عَلَيَّ، أَوْ تَشْرَبَ مِنْ هَذِهِ الْخَمْرَةِ كَأْسًا، أَوْ تَقْتُلَ هَذَا الْغُلَامَ، قَالَ: فَاسْقِينِي مِنْ هَذَا الْخَمْرِ كَأْسًا، فَسَقَتْهُ كَأْسًا، قَالَ: زِيدُونِي، فَلَمْ يَرِمْ حَتَّى وَقَعَ عَلَيْهَا، وَقَتَلَ النَّفْسَ، فَاجْتَنِبُوا الْخَمْرَ؛ فَإِنَّهَا وَاللَّهِ لَا يَجْتَمِعُ الْإِيمَانُ وَإِدْمَانُ الْخَمْرِ إِلَّا لَيُوشِكُ أَنْ يُخْرِجَ أَحَدُهُمَا صَاحِبَهُ. (نسائی شریف:۲/ ۳۳۰،رقم:۵٦٦٦)

یعنی یا تو شراب کی عادت نعوذ باللہ، ایمان سے محرومی کا سبب بن جائے گی یا اگر توبہ کرلی، تو ایمان اُس شراب کی لعنت سے بچانے کا ذریعہ بن جائے گا۔

اللہ تعالیٰ، شراب کی لعنت سے پوری اُمت کی حفاظت فرمائے۔ آمین۔

شراب اور نشے والی چیزوں کی اشاعت، قابلِ لعنت عمل

اسلام نے صرف شراب پینے ہی کو حرام نہیں کہا؛ بلکہ اُس کے پھیلانے میں جو لوگ کسی بھی طرح حصہ لیں، اُن سب کے بارے میں لعنت فرمائی ہے؛ چناں چہ حضرت عبداللہ بن عباس فرماتے ہیں کہ میں نے نبی اکرم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا: کہ ''میرے پاس حضرت جبرئیل تشریف لائے اور یہ فرمایا: اے محمد! بے شک اللہ تعالیٰ نے شراب پر، اُس کے بنانے والے پر، اُس کو بنوانے والے پر اور اُس کے پینے والے اور اُسے اٹھانے والے اور جس کے پاس اُسے اٹھا کر لے جایا گیا ہو اور اُس کے بیچنے والے پر اور اُس کے خریدار پر اور اُس کے پلانے والے اور پینے والے پر سب پر لعنت اور پھٹکار فرمائی ہے۔ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ يَقُولُ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: "أَتَانِي جِبْرِيلُ فَقَالَ: يَا مُحَمَّدُ، إِنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ لَعَنَ الْخَمْرَ، وَعَاصِرَهَا وَمُعْتَصِرَهَا، وَشَارِبَهَا، وَحَامِلَهَا وَالْمَحْمُولَةَ إِلَيْهِ، وَبَائِعَهَا وَمُبْتَاعَهَا، وَسَاقِيَهَا وَمُسْتَقِيَهَا. (مسند أحمد:۲۸۹۷)

اسلام، بُرائی کو مٹانے میں صرف نعرے بازی اور ظاہری شور شرابے پر بھروسہ نہیں رکھتا؛ بلکہ وہ بُرائی کو جڑ سے مٹانے پر یقین رکھتا ہے؛ چناں چہ شراب اور نشے والی چیزوں کے بارے میں بھی اِس کا یہی کردار روشن ہے کہ اسلام کی نظر میں شراب بنانا یا شراب کی فیکٹریاں لگانا یا اُس کی خرید و فروخت کرنا سب ممنوع اور قابلِ تعزیر جُرم ہے، اسلام اِس منافقت کو بھی برداشت نہیں کرسکتا کہ ایک طرف باقاعدہ شراب بنانے اور فروخت کرنے کے لائسنس دئے جائیں اور دوسری طرف شراب کی بوتلوں پر اُس کے نقصان دہ ہونے کی تنبیہ لکھ دی جائے یا اَخبارات میں اُس کے خلاف اشتہارات چھاپ دئے جائیں، اِس طریقے سے کبھی بھی شراب کا رواج ختم نہیں ہوسکتا؛ بلکہ یہ کھلا ہوا مذاق ہے، جس کی جس قدر بھی مذمت کی جائے کم ہے۔ (ماخوذ از ایک جامع قرآنی وعظ:۶۲۹)

شراب کے اِس عمل میں کسی طرح بھی حصے دار بننے سے اللہ ہماری حفاظت فرمائے۔ آمین۔ ❐○❐

شراب نوشی، ایمان کے لیے خطرہ ہے

اللہ کی نعمتوں میں سے سب سے بڑی نعمت ایمان ہے اور شراب نوشی اِس قدر سنگین گناہ ہے کہ اِس کا اثر سیدھا ایمان پر پڑتا ہے، حدیث میں آتا ہے کہ شرابی، شراب پیتے وقت مومن نہیں رہتا۔ لَا يَشْرَبُ الْخَمْرَ حِيْنَ يَشْرَبُهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ.

(بخاری:۵۵۷۸-عن أبی ھریرۃؓ)

ایک روایت میں آتا ہے کہ جو زنا کرتا ہے اور شراب پیتا ہے، اللہ اُس سے ایمان کو اِس طرح نکال دیتا ہے کہ جیسے انسان اپنے سَر سے کپڑا اُتارتا ہے۔ مَنْ زَنَا وَشَرِبَ الْخَمْرَ نَزَعَ اللّٰهُ مِنْهُ الْإِيْمَانَ كَمَا يَخْلَعُ الْإِنْسَانُ الْقَمِيْصَ مِنْ رَأْسِهِ. (حاکم:۱/۲۲؛ الترغیب و الترھیب:۳/۲۴۸-عن أبی ھریرۃؓ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے: کہ ''جو شراب پیتا ہے، اُس کے اندر سے ایمان کا نور نکل جاتا ہے۔'' مَنْ شَرِبَ خَمْرًا خَرَجَ نُوْرُ الْإِيْمَانِ مِنْ جَوْفِهِ. (کنز العمال:۵/۱۳۸)

شراب نوشی اتنا بدترین گناہ ہے کہ اسلام نے اِسے شرک کے مانند اور اُس کے برابر کا گناہ قرار دیا ہے، حدیث میں ارشاد فرمایا گیا: کہ ''شراب کا عادی مُجرم، بُت پرست کے مانند ہے۔'' مُدْمِنُ الْخَمْرِ كَعَابِدِ وَثَنٍ. (ابن ماجہ:۳۳۷۵-عن أبی ھریرۃؓ)

حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کہ ''جب شراب کی حُرمت کا حکم آیا، تو صحابہ کی آپس میں ملاقات ہوئی اور وہ کہنے لگے شراب حرام کی جا چکی ہے اور اُسے شرک کے برابر جُرم قرار دیا ہے۔'' لَمَّا حُرِّمَتِ الْخَمْرُ مَشَى أَصْحَابُ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ بَعْضُهُمْ إِلَى بَعْضٍ وَقَالُوْا حُرِّمَتِ الْخَمْرُ وَجُعِلَتْ عِدْلًا لِلشِّرْكِ.

(الترغیب و الترھیب للمنذری:۳/۲۶؛مجمع الزوائد:۵/۵۵-عن عبد اللہ ابن عباسؓ)

حضرت عبد اللہ بن ابی اوفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: کہ ''جو شراب کا عادی ہو اور

اِسی حال میں مرجائے، اُس کی موت لات وعُزّیٰ بُتوں کی پُوجا کرنے والے کی موت جیسی ہوگی۔''مَنْ مَاتَ مُدْمِنًا لِلْخَمْرِ مَاتَ کَعَابِدِ الّٰاتِ وَالْعُزّٰی. (الکبائر للذھبی:۸۲)

اِن احادیث وآثار سے شراب نوشی کی سنگینی کا پتہ چلتا ہے، اِس لیے کوشش کرنی چاہیے کہ ہمارا مومن بھائی تو اِس میں مبتلا نہ ہو اور برادرانِ وطن کو بھی اِس میں مبتلا ہونے سے بچایا جائے۔

اللہ ہمیں عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

شرابی کی اصلاح میں تدریج کا پہلُو اختیار کریں!

میڈکل تحقیقات، شراب اور دیگر نشہ آور چیزوں کے نقصان دہ ہونے پر متفق ہیں اور یہ بھی حقیقت ہے کہ معاشرے میں آدھے سے زیادہ جرائم، شراب کے استعمال سے ہوتے ہیں، اسی لیے کوشش کرنی چاہیے کہ ہمارے معاشرے کا کوئی ایک فرد بھی اِس بُرائی میں مبتلا نہ ہو اور جو لوگ مبتلا ہو چکے ہیں، اُن کی اصلاح ہو جائے، یاد رہے کہ اسلام میں شراب پینا، قابلِ تعزیر جُرم ہے؛ لیکن ہمارے ملک میں شراب پینے پر کوئی سزا نہیں ہے، اِسی وجہ سے تعزیر کے ذریعے شراب نوشی پر بندش لگانے کا کوئی راستہ نہیں ہے؛ لیکن ہم شراب پینے کی بُرائی کو اپنی کوششوں سے ختم کر سکتے ہیں، جس وقت اسلام آیا، اُس وقت عرب معاشرہ، شراب نوشی میں آخری حد تک غرق تھا، تقریباً ہر گھر ہی شراب خانہ بن چکا تھا، قرآن نے اپنے حکیمانہ اندازِ تربیت سے عرب معاشرے کو اِس بُرائی سے نکالا؛ چناں چہ مرحلہ وار (Step by step) شراب کو قطعی حرام کیا گیا۔

(۱) پہلے مرحلے میں شراب اور نشے کو اِشارتاً قبیح اور بُری چیز بتایا گیا۔

وَ مِنْ ثَمَرٰتِ النَّخِیْلِ وَ الْاَعْنَابِ تَتَّخِذُوْنَ مِنْهُ سَكَرًا وَّ رِزْقًا حَسَنًا اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً لِّقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ. (سورۃ النحل:۶۷)

(۲) دوسرے مرحلے میں بتایا گیا کہ شراب اور نشے میں بڑی خرابی ''اِثْمٌ کَبِیْرٌ'' اور کثیر نقصانات ہیں اور یہ پسندیدہ چیز نہیں ہے۔ یَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَ الْمَیْسِرِ قُلْ فِیْهِمَآ

اِثْمٌ كَبِيْرٌ وَّ مَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَ اِثْمُهُمَا اَكْبَرُ مِنْ نَّفْعِهِمَا وَ يَسْئَلُوْنَكَ مَا ذَا يُنْفِقُوْنَ قُلِ الْعَفْوَ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُوْنَ. (سورة البقرة: ٢١٩)

گویا دل ودماغ میں شراب کے نقصانات بیٹھادیے گئے۔

(۳) تیسرے مرحلے میں نشے کی حالت میں نماز نہ پڑھنے کا حکم آیا۔ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَ اَنْتُمْ سُكٰرٰى. (سورة النسآء: ٤٣)

یعنی تین مرحلوں میں دھیرے دھیرے شراب پینے کے نقصانات دلوں میں راسخ کردیے گئے اور شراب کے تعلق سے عرب معاشرے کے دلوں میں نفرت بیٹھادی گئی۔

جب یہ سب کچھ ہوگیا، تو اگلے مرحلے میں شراب کو قطعی طور پر حرام کردیا گیا۔ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَ الْمَيْسِرُ وَ الْاَنْصَابُ وَ الْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ. اِنَّمَا يُرِيْدُ الشَّيْطٰنُ اَنْ يُّوْقِعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَ الْبَغْضَآءَ فِي الْخَمْرِ وَ الْمَيْسِرِ وَ يَصُدَّكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَ عَنِ الصَّلٰوةِ ؟ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّنْتَهُوْنَ. وَ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَ احْذَرُوْا فَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا عَلٰى رَسُوْلِنَا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ. (سورة المآئدة: ٩٠ تا ٩٢)

''اے ایمان والو! بے شک شراب، جُوا، مُورتیاں (بُت) اور فال نکالنے کے تیر، گندی باتیں اور شیطانی کام ہیں، اِن سے بچو؛ تاکہ تمہارا بھلا ہو۔ شیطان تو یہی چاہتا ہے کہ تمہارے درمیان شراب اور جُوے کے ذریعے دُشمنی اور نفرت پیدا کردے، نیز تم کو اللہ کے ذِکر اور نماز سے بَاز رکھے، تو کیا تم (شراب اور جُوے سے) بَاز آجاؤ گے؟ اور ا? کی فرمانبرداری کرو، رسول کی فرمانبرداری کرو، نیز (گناہوں سے) بچتے رہو، اگر تم نے اس سے بے رُخی بَرتی تو ہمارے رسول پر تو صرف اچھی طرح پہنچادینے کی ذمے داری ہے۔''

قرآن کے اِس اندازِ تربیت میں ہمارے لیے یہ رہنمائی ہے کہ ہم کسی کی اصلاح کی جانب قدم بڑھائیں، تو تدریج کو ملحوظ رکھیں۔ اللہ ہمیں عمل کی توفیق عطاء فرمائے۔ آمین۔

❑○❑

تین قسم کے لوگوں کی نیکیاں آسمانوں تک نہیں پہنچتیں

حضرت امام طبرانیؒ نے المعجم الاوسط میں ایک حدیث شریف نقل فرمائی ہے جس میں حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ تین قسم کے لوگوں کے نیک اعمال، اللہ کے دربار میں قبول نہیں ہوں گے:

(۱) اَلسَّکْرَانُ حَتّٰی یَصِحُّوْ: شرابی جب تک شراب میں مست رہتا ہے، اُس کی نیکیاں معتبر نہیں ہوتیں، مثلاً: شرابی نے شراب پی کر مستی کی حالت میں اپنا مال، کارِ خیر میں لگا دیا، تو یہ عمل فی نفسہٖ بہت مقبول ترین عمل ہے؛ لیکن شراب کی حالت میں یہ عمل ہوا ہے، اِس لیے اللہ کے یہاں اِس کو شرفِ قبولیت حاصل نہیں ہوگا، ہاں! اگر اِفاقے کے بعد سچے دل سے توبہ کر لیتا ہے، پھر اُس کے بعد ایسا نیک عمل کرتا ہے، تو شرفِ قبولیت حاصل ہوگا۔

(۲) اَلْمَرْأَۃُ السَّاخِط عَلَیْھَا زَوْجُھَا: وہ عورت، جس کا شوہر اُس سے ناراض رہتا ہو، جب تک شوہر کو راضی نہ کرے گی، اُس وقت تک اُس عورت کی عبادت اور نیک اعمال کو اللہ قبول نہیں فرمائیں گے۔

اسی طرح مردوں پر بھی ضروری ہے کہ اپنی بیویوں پر ظلم نہ کریں؛ بلکہ اُن کے ساتھ حسنِ سلوک کرتے رہیں؛ تاکہ اللہ تعالیٰ اُن پر رحم فرمائے۔ (سورۂ نسا: ۹۱) **وَعَاشِرُوْھُنَّ بِالْمَعْرُوْف.** (سورۃ النسآء: ۱۹)

(۳) اَلْعَبْدُ الْاٰبِقُ حَتّٰی یَرْجِعَ: وہ غلام، جو مالک کی نافرمانی کر کے اُس کے یہاں سے بھاگ جاتا ہے۔

دورِ اوّل میں غلام اور باندیوں کا سلسلہ جاری تھا؛ لیکن اب دنیا سے یہ سلسلہ ختم ہو چکا ہے، ہاں! البتہ اِس زمانے میں وہ ملازم اِس حدیث کے دائرے میں داخل ہوں گے، جو پوری اُجرت لیتے ہیں اور مالک کے کام میں خیانت اور کمی کرتے ہیں۔ عن جابر بن عبد الله قَال: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: ثلاثۃٌ لا یقبَلُ اللّٰہُ لَھم صلاۃً ولا یَصْعَدُ لَھُم إلَی السَّماءِ حَسَنَۃٌ:

السَّکرانُ حتَّی یَصحُو، وَالْمَرْأَۃُ السَّاخطُ علیها زَوْجُھا والعبدُ الآبِقُ حتَّی یرجعَ فیضعُ یدَہُ فِی یَدِ مَوَالِیْہِ. (المعجم الأوسط للطبرانی:۹۲۳۱؛ ابن حبان:۵۳۵۵)

اللہ اپنی ناراضگی سے ہم سب کو محفوظ فرمائے اور رضا والے کام کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

شراب کی حرمت کا اعلان اور صحابہ کی بے مثال فرماں برداری

نبی کریم ﷺ کے دور میں بعض ایسے واقعات پیش آئے کہ نشے کی وجہ سے لڑائیاں رُونما ہوئیں، مثلاً: سیدنا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نشے کی حالت میں سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ کی دو اُونٹیاں کاٹ ڈالیں۔ (تفسیر قرطبی:۲۱۵/۳)

اسی طرح ایک مجلس میں نشے کی وجہ سے انصار و مہاجرین میں لڑائی ہوئی اور مار پیٹ میں سر زخمی ہو گئے، جس کی وجہ سے بڑا انتشار برپا ہوا اور لوگوں کو اچھی طرح یہ بات سمجھ میں آ گئی کہ نشہ کرنا، دینی و دنیوی ہر اعتبار سے سخت نقصان دہ ہے، جس کے ذریعے سے شیطان انسان پر مُسلّط ہونا چاہتا ہے اور خواہ مخواہ لڑائی کی نوبت آجاتی ہے؛ چناں چہ اب واضح طور پر شراب اور نشے کی حُرمت کا اعلان کر دیا گیا اور اِس سلسلے میں درجِ ذیل آیات نازل ہوئیں، اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا: کہ ''اے ایمان والو! یہ شراب، جُوا اور بت اور (سٹے کے) تیر، یہ سب شیطان کے گندے کام ہیں، تم اِن سے بچتے رہو؛ تاکہ نجات پاؤ، شیطان تو یہی چاہتا ہے کہ تمھارے درمیان شراب اور جُوئے کے ذریعے دُشمنی اور بغض ڈال دے اور تم کو اللہ کی یاد سے اور نماز سے روک دے، لہٰذا اَب تم اِس سے باز آجاؤ۔ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَ الْمَیْسِرُ وَ الْاَنْصَابُ وَ الْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّیْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْہُ لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ. اِنَّمَا یُرِیْدُ الشَّیْطٰنُ اَنْ یُّوْقِعَ بَیْنَکُمُ الْعَدَاوَۃَ وَ الْبَغْضَآءَ فِی الْخَمْرِ وَ الْمَیْسِرِ وَ یَصُدَّکُمْ عَنْ ذِکْرِ اللّٰہِ وَ عَنِ الصَّلٰوۃِ ؟ فَھَلْ اَنْتُمْ مُّنْتَھُوْنَ. وَ اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَ اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَ احْذَرُوْا فَاِنْ تَوَلَّیْتُمْ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا عَلٰی رَسُوْلِنَا الْبَلٰغُ الْمُبِیْنُ. (سورۃ المآئدۃ:۹۰ تا ۹۲)

صحابہ کا ذہن تو پہلے ہی بن چکا تھا، اِس آیت کے نازل ہوتے ہی فوری طور پر عمل شروع ہوگیا اور جس شخص تک یہ حکم پہنچا، اُس نے شراب کو نہ صرف قطعی طور پر چھوڑ دیا؛ بلکہ شراب کے مٹکے پھوڑ ڈالے اور مشکیزوں کے منہ کھول دیے؛ چناں چہ مدینہ منورہ کی گلی کُوچوں اور نالیوں میں شراب بہہ پڑی۔ (مستفاد تفسیر قرطبی: ۳/۲۱۵؛ الجامع المہلکات: ۲۵۲)

جیسا کہ صحابیء رسول سیدنا حضرت انس اس طرح کی ایک مجلس کا نقشہ کھینچتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں: کہ ”میں حضرت ابوطلحہ کے گھر میں شراب پلا رہا تھا اور اُن کی شراب اُس وقت ”فضیخ“ تھی (جو کھجور سے بنائی جاتی تھی)، پس نبی اکرم ﷺ نے ایک اعلان کرنے والے کو حکم دیا کہ وہ اعلان کردے کہ ”لوگ خبردار ہوجائیں، شراب حرام کردی گئی ہے۔“

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ یہ اعلان سُن کر حضرت ابوطلحہ نے فرمایا: کہ ”جاؤ! اِس شراب کو باہر لے جاکر بہادو“؛ چناں چہ میں نے باہر نکل کر وہ شراب بہادی، پس مدینے کی گلی کوچوں میں شراب بہہ پڑی۔ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، أَنَّ الْخَمْرَ الَّتِي أُهْرِيقَتِ الْفَضِيخُ .وَزَادَنِي مُحَمَّدٌ، عَنْ أَبِي النُّعْمَانِ، قَالَ: كُنْتُ سَاقِيَ الْقَوْمِ فِي مَنْزِلِ أَبِي طَلْحَةَ، فَنَزَلَ تَحْرِيمُ الْخَمْرِ، فَأَمَرَ مُنَادِيًا، فَنَادَى، فَقَالَ أَبُو طَلْحَةَ: اخْرُجْ فَانْظُرْ مَا هَذَا الصَّوْتُ؟ قَالَ: فَخَرَجْتُ، فَقُلْتُ: هَذَا مُنَادٍ يُنَادِي أَلَا إِنَّ الْخَمْرَ قَدْ حُرِّمَتْ. فَقَالَ لِي: اذْهَبْ فَأَهْرِقْهَا .قَالَ: فَجَرَتْ فِي سِكَكِ الْمَدِينَةِ. (بخاری شریف: ۲/۶۶٤، رقم: ٦٤٢٠؛ مسلم: ۲/۱٦٢، رقم: ۲۰۹٥)

اس واقعے سے صحابہ کرام کی سلامت رَوی اور اطاعتِ خدا و رسول میں سبقت کا بہ آسانی اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

اللہ ہم سب کو بھی اطاعت کا یہی جذبہ نصیب فرمائے۔ آمین۔

شراب کی تباہ کاریاں!

عرب کے ایک بڑے سردار عباس بن مرداس اسلمی، جو فتح مکّہ کے موقع پر اپنی قوم

کے سات سو (۷۰۰) افراد کے ساتھ اسلام سے مُشرّف ہوئے اور غزوۂ حُنین میں بھی شریک رہے۔ (الاصابہ:۵۳۴)

اپنی دانش مندی کی وجہ سے زمانۂ جاہلیت میں بھی شراب اور نشے سے پرہیز کرتے تھے، اُن سے پوچھا گیا کہ آخر آپ شراب کیوں نہیں پیتے اِس سے تو آپ کی جسمانی حرارت میں اضافہ ہی ہوگا؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ میں یہ نہیں کرسکتا کہ اپنے ہی ہاتھ سے اپنی تباہی اور جہالت والی چیز اپنے منہ میں داخل کروں اور میں اُس پر ہرگز راضی نہیں ہوں کہ صبح تو اِس حالت میں کروں کہ لوگ مجھے قوم کا سردار کہیں اور شام کو لوگ مجھے بے وقوف قرار دیں (یعنی یہ مجھے منظور نہیں کہ صبح جب میں لوگوں کے درمیان فیصلہ کرنے بیٹھوں، تو سردار کہلاؤں اور شام کو جب شراب پی کر بے ہودہ حرکتیں کروں، تو مجھے بے وقوف کہا جائے، اِس لیے میں ایسا کام کرتا ہی نہیں۔) (جامع المھلکات:۱۷۲)

لیکن افسوس ہے کہ آج انسانیت کی ٹھیکے دار کہی جانے والی قومیں شراب اور منشیات کو عام کر کے انسانیت کو تار تار کر رہی ہیں، آج کے جدید معاشرے میں شراب پینا، عیب نہیں رہا؛ بلکہ فیشن بن گیا ہے، جابجا شراب کے اڈّے قائم ہیں، ہوٹلوں میں شرابیں بہ آسانی دستیاب ہیں، حتیٰ کہ چائے کی دوکانوں اور اِسٹوروں پر شراب کی خرید وفروخت کی قانوناً اِجازت دے دی گئی ہے اور مزید افسوس اور خطرے کی بات یہ ہے کہ دیگر قوموں کی دیکھا دیکھی مسلمانوں میں بھی منشیات کا رجحان روز بہ روز بڑھتا جارہا ہے اور اِس میں خاص طور پر فلمیں بڑا کردار ادا کر رہی ہیں؛ کیوں کہ کوئی بھی فلم آج ایسی نہیں ہے، جو شراب خانوں کے مناظر سے خالی ہو، گویا کہ یہ فلمیں نہ صرف یہ کہ فحاشی اور عُریانیت پھیلانے میں مصروف ہیں؛ بلکہ پوری قوم کو نشے باز اور منشیات کی لت میں مبتلا کرنے کا سبب بھی بن رہی ہیں۔

(ماخوذ از ایک جامع قرآنی وعظ:۶۲۲)

اللہ ہم سب کو محفوظ فرمائے۔ آمین۔

❑○❑

زانیہ عورتوں کی شرمگاہوں سے نکلنے والی غلاظت، شرابیوں کو پلائی جائے گی

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشادفرمایا: کہ تین قسم کے لوگوں کو جنت نصیب نہیں ہوگی:

(۱) شراب کا عادی، (۲) قرابت داروں سے رشتہ ناتا توڑنے والا اور (۳) جادُو کی تصدیق کرنے والا، یعنی جادُوگر کو سچّا سمجھنے والا اور جو شخص شراب کا عادی ہوکر مریگا، اللہ تعالی اس کو ''نہرغوطہ'' کی غلاظت پلائے گا۔حضور ﷺ سے سوال کیا گیا: کہ ''نہرغوطہ'' کیا چیز ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: کہ ''نہرغوطہ'' اُس نہر کو کہا جاتا ہے، جوزانیہ عورتوں کی شرمگاہوں کی غلاظتوں سے جاری ہوگی اور اُس کی بدبو ایسی خطرناک ہوگی کہ جہنمی لوگ بھی اُس کی بدبُو سے پریشان ہوں گے۔عن أبی موسی الأشعری: ثلاثةٌ لا یدخُلون الجنَّةَ مدمنُ الخمرِ، وقاطعُ الرَّحِمِ، ومُصدِّقٌ بالسِّحرِ، ومن مات مُدمِنَ الخمرِ سقاه اللهُ جلَّ وعلا من نهرِ الغُوطةِ، قیل: وما نهرُ الغُوطةِ قال: نهرٌ یجری من فُرُوجِ المُومِساتِ، یُؤذی أهلَ النّارِ ریحُ فُروجِهم. (مستدرک حاکم:۷/۴ ۷۲۳،کتاب الاشربہ؛ مسند امام احمد بن حنبل:۳۹۹/۴ -الترغیب والترھیب:۱۷۶/۳)

ایک روایت میں ہے حضرت ابودردارضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میرے خلیل نبی کریم ﷺ نے مجھے یہ وصیت فرمائی ہے کسی چیز کو اللہ کا ہمسَر اور شریک نہ ٹھہرانا، اگر چہ تمہارے ٹکڑے ٹکڑے کردئے جائیں یا جلاکرراکھ کردیا جائے اور کسی فرض نماز کو جان کرمت چھوڑنا، اِس لیے کہ جو شخص جان بوجھ کرفرض نماز چھوڑ دیتا ہے، اللہ اور رسول کی ذمیداری سے نکل جاتا ہے اور کبھی شراب نہ پینا، اس لیے کہ شراب ہر فتنے اور ہرشر کی کنجی اور جڑ ہے۔عَنْ أَبِی الدَّرْدَاءِ قَالَ: أَوْصَانِی خَلِیلِی صَلَّى اللَّهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ أَنْ: " لَا تُشْرِكْ

بِاللّٰهِ شَيْئًا، وَإِنْ قُطِّعْتَ وَحُرِّقْتَ، وَلَا تَتْرُكْ صَلَاةً مَكْتُوبَةً مُتَعَمِّدًا، فَمَنْ تَرَكَهَا مُتَعَمِّدًا فَقَدْ بَرِئَتْ مِنْهُ الذِّمَّةُ، وَلَا تَشْرَبِ الْخَمْرَ فَإِنَّهَا مِفْتَاحُ كُلِّ شَرٍّ. (الترغيب والترهيب ۳/۱۷۸؛ ابن ماجه: ٤٠٣٤)

اللہ رب العزت پوری امت محمدیہ کو نماز چھوڑنے سے محفوظ فرمائے اور شراب جیسی غلاظت سے حفاظت فرما۔ آمین۔

شراب، تمام بُرائیوں کی جڑ

قیس بن عامر منتصری عرب کے ایک سردار تھے، جو شراب کے بڑے شوقین تھے، پھر بعد میں انہوں نے شرمندہ ہو کر شراب اپنے اوپر حرام کرلی تھی اور اِس کا سبب یہ ہوا کہ ایک مرتبہ شراب کی مدہوشی میں خود اپنی سگی بیٹی کے ساتھ چھیڑ خانی کی اور اپنے والدین کو گالی دی اور شراب پلانے والے کی زبانی چاند کی تعریف سُن کر نشے کی حالت ہی میں اُس پر بہت سا سامان لُٹا بیٹھے، جب ہوش آیا تو مذکورہ باتیں معلوم ہو کر سخت ندامت ہوئی اور جیتے جی شراب نہ پینے کا عہد کیا اور کچھ اشعار کہے، جس کا ترجمہ پیش کیا جاتا ہے:

(۱) میں نے شراب میں کچھ اچھی بات دیکھی؛ لیکن اِس میں کچھ ایسی تاثیر ہے، جو عقل مند اور بُردبار شخص تک کو برباد کردیتی ہے۔

(۲) لہٰذا اَب اللہ کی قسم نہ تو میں اِسے کبھی تندرُستی کے زمانے میں پیوں گا اور نہ کبھی بیماری کے زمانے میں اِس سے شفا حاصل کروں گا۔

(۳) اور نہ زندگی بھر کبھی اِسے خریدوں گا اور نہ کبھی اِس کے لیے مجلس جماؤں گا۔

(۴) اس لیے کہ شراب اپنے پینے والوں کو رُسوا کرکے چھوڑتی ہے اور شراب کی بدولت شرابیوں کو کسی بڑی مصیبت سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔ (جامع المھلکات:۱۷۲)

اللہ ہمیں شراب جیسی بڑی بیماری سے محفوظ فرمائے۔ آمین۔

❑○❑

شراب کو حلال سمجھنے والوں کو بندر اور خنزیر بنادیا جائے گا

بخاری شریف میں حضرت ابو مالک اشعری سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: کہ ”میری اُمّت میں ایسے بُرے لوگ پیدا ہو جائیں گے، جو زِنا کاری، ریشمی کپڑا پہننے، شراب پینے اور گانے بجانے کو حلال بنالیں گے اور کچھ مُتکبّر قسم کے لوگ پہاڑ کی چوٹی پر (اپنے بنگلوں میں رہائش کرنے کے لیے) چلے جائیں گے، جہاں اُن کے چرواہے صبح وشام اُن کے جانور چراتے ہوں گے، اُن کے پاس ایک فقیر آدمی اپنی ضرورت لے کر جائے گا، تو وہ ٹالنے کے لیے اُس سے کہیں گے کہ کل آنا؛ لیکن اللہ تعالیٰ رات کو اُن کو (اُن کی سرکشی کی وجہ سے) ہلاک کردے گا، پہاڑ کو (اُن پر) گرادے گا اور اُن میں سے بہت سوں کو قیامت تک کے لیے بندر اور خنزیر بنادے گا۔ حَدَّثَنِی أَبُو عَامِرٍ أَوْ أَبُو مَالِكٍ الْأَشْعَرِيُّ ??، وَاللَّهِ مَا كَذَبَنِی سَمِعَ النَّبِیَّ ﷺ، يَقُولُ: لَيَكُونَنَّ مِنْ أُمَّتِی أَقْوَامٌ يَسْتَحِلُّونَ الْحِرَ، وَالْحَرِيرَ، وَالْخَمْرَ، وَالْمَعَازِفَ وَلَيَنْزِلَنَّ أَقْوَامٌ إِلَى جَنْبِ عَلَمٍ يَرُوحُ بِسَارِحَةٍ لَهُمْ يَأْتِيهِمْ يَعْنِی الْفَقِيرَ لِحَاجَةٍ، فَيَقُولُونَ ارْجِعْ إِلَيْنَا غَدًا، فَيُبَيِّتُهُمُ اللَّهُ وَيَضَعُ الْعَلَمَ وَيَمْسَخُ آخَرِينَ قِرَدَةً، وَخَنَازِيرَ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ. (بخاری:۲/۸۳۷، رقم: ۵۵۹۰؛ جامع المهلكات:۲۷۰۷)

شراب کا نام بدل بدل کر پینے والوں کے لیے اِس حدیث میں بہت سخت تنبیہ ہے، ڈرنا چاہیے کہ اُن کی صورتوں کو اللہ بندر اور خنزیر میں تبدیل نہ کردے۔

اے اللہ! ہم سب کی ہر طرح کی بُرائیوں سے حفاظت فرما۔ آمین۔

شراب کے دینی وسماجی نقصانات

شراب کے نقصانات ناقابلِ بیان ہیں، قرآنِ کریم میں خاص طور پر تین نقصانات کا ذکر کیا گیا ہے:

(۱) شراب کے نشے میں آدمی عموماً مدہوش ہو کر لڑائی جھگڑا کرتا ہے، جس کی وجہ سے دلوں میں بغض وعناد کے جذبات رونما ہوتے ہیں اور خاندانوں تک فتنہ وفساد برپا ہو جاتا ہے؛ چناں چہ آج کتنے ہی طلاق کے واقعات، شراب نوشی کی وجہ سے ہی پیش آتے ہیں۔

(۲) نشے کی وجہ سے آدمی خدا کی یاد سے غافل ہو جاتا ہے اور اپنی زندگی کے قیمتی لمحات مدہوشی میں گذار دیتا ہے۔

(۳) خاص طور پر نماز کی اہم ترین عبادت سے غفلت ہوتی ہے۔

شراب کی انہیں خرابیوں کی طرف توجہ دلاتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: کہ ’’اے ایمان والو! یہ شراب، جُوا، بُت اور (سٹے کے) تیر، یہ سب شیطان کے گندے کام ہیں، تم اِن سے بچتے رہو؛ تاکہ نجات پاؤ، شیطان تو یہی چاہتا ہے کہ تمہارے درمیان شراب اور جوئے کے ذریعے دُشمنی اور بغض ڈال دے اور تم کو اللہ کی یاد سے اور نماز سے روک دے، کیا ابھی بھی تم باز نہیں آؤ گے۔ یٰآیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَ الْمَیْسِرُ وَ الْاَنْصَابُ وَ الْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّیْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْہُ لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ. اِنَّمَا یُرِیْدُ الشَّیْطٰنُ اَنْ یُّوْقِعَ بَیْنَکُمُ الْعَدَاوَۃَ وَ الْبَغْضَآءَ فِی الْخَمْرِ وَ الْمَیْسِرِ وَ یَصُدَّکُمْ عَنْ ذِکْرِ اللّٰہِ وَ عَنِ الصَّلٰوۃِ ؟ فَھَلْ اَنْتُمْ مُّنْتَھُوْنَ. وَ اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَ اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَ احْذَرُوْا فَاِنْ تَوَلَّیْتُمْ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا عَلٰی رَسُوْلِنَا الْبَلٰغُ الْمُبِیْنُ. (سورۃ المائدۃ: ۹۰ تا ۹۲)

یہ تینوں مفاسد انتہائی خطرناک ہیں، جن کی وجہ سے آدمی کی معاشرت، تباہ ہو جاتی ہے، خاص کر گھریلو نظام اور ازدواجی زندگی پر اِس کے نہایت منفی اثرات ظاہر ہوتے ہیں اور آدمی کی فکر اور سوچ نہایت غلیظ اور بے کار ہو جاتی ہے۔

دعا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ پوری انسانیت کو شراب اور منشیات سے پوری طرح محفوظ رکھیں اور ہم سب کو عقلِ سلیم عطا فرمائیں۔ آمین۔

❑❍❑

شراب، انسانی جسم کے لیے زہر ہے

''سنت نبوی اور جدید سائنس'' میں شراب کے جسمانی نقصانات بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ طبّی اور سائنسی اعتبار سے بھی شراب انسانی جسم کے لیے سخت نقصان دہ ہے، جدید تحقیقات سے بھی یہ بات ثابت ہے کہ شراب کے اندر ہر چیز کو گلانے اور پگھلانے کی صلاحیت ہوتی ہے، یہ جسم کے اندر پہنچ کر ضروری رطوبات کو تحلیل (گھلا) دیتی ہے، جس سے جسمِ انسانی، مجموعہ امراض بن جاتا ہے اور خاص طور پر درجِ ذیل جان لیوا اور تکلیف دہ بیماریاں رُونما ہو جاتی ہیں:

(۱) نشے کی وجہ سے قوّتِ یادداشت بہت زیادہ متأثر ہوتی ہے۔

(۲) نشے باز کو اکثر سَر کے درد کی شکایت بھی ہو جاتی ہے۔

(۳) نشے کی وجہ سے اکثر رگیں اور پٹّھے، ڈھیلے پڑ جاتے ہیں اور ''رعشہ'' کی بیماری میں آدمی مبتلا ہو جاتا ہے۔

(۴) شراب کا اثر انسانی جگر پر سب سے زیادہ پڑتا ہے اور اِس کی وجہ سے جگر سکڑنے لگتا ہے، جس کا نتیجہ موت کے سوا کچھ نہیں نکلتا۔

(۵) شراب کے عادی لوگوں کے دانت بہت جلدی خراب ہو جاتے ہیں۔

(۶) شراب کثرت سے پینے سے اکثر گلے میں کینسر کا مرض پیدا ہو جاتا ہے۔

(۷) شراب کی وجہ سے نظامِ ہضم خراب ہو جاتا ہے اور شرابی شخص عموماً بدہضمی اور گیس کے مرض میں مبتلا ہو جاتا ہے۔

(۸) شراب، دورانِ خون کے نظام کو بھی متأثر کرتی ہے، جس کی وجہ سے خون کی نسیں سخت ہو جاتی ہیں اور اکثر ''بلڈ پریشر'' کا عارضہ لاحق ہو جاتا ہے۔

(۹) اکثر دل کے امراض کا سبب شراب ہی بنتی ہے اور عموماً شرابی شخص، حرکتِ قلب بند ہونے سے وفات پاتا ہے۔

(۱۰) شراب کی کثرت انسانی گُردے کے فعل کو بھی تباہ و برباد کر دیتی ہے۔

(۱۱) اور شراب کے اثرات صرف شرابی تک ہی محدود نہیں رہتے؛ بلکہ اس کی نسلوں پر بھی منفی اثرات ظاہر ہو کر رہتے ہیں، چناں چہ دیکھا گیا ہے کہ شراب پینے والی عورتوں کے بچے اکثر دماغی امراض کا شکار ہوتے ہیں۔ (مزید تفصیل کے لیے دیکھیں: سنت نبوی اور جدید سائنس: ص۲۴۶/تا۲۶۶)

اللہ تعالیٰ ہر طرح کے نقصانات سے ہم سب کی حفاظت فرمائے۔ آمین۔

❑❍❑

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مساجد فیڈریشن (Masaajid Federation)

موجودہ حالات میں ائمۂ مساجد اور ذمے دارانِ مساجد دین کی حفاظت اور لوگوں کی خدمت کا جتنا بڑا رول ادا کر سکتے ہیں وہ کوئی اور اتنی آسانی کے ساتھ ادا نہیں کر سکتا، اِس لیے بطور مشورہ چند کام آپ کی خدمت میں پیش کیے جا رہے ہیں، جو بہت آسانی کے ساتھ ہر محلے میں انجام دیے جا سکتے ہیں:

وفاق المساجد: ہر محلے میں جتنی مساجد ہیں، اُن مساجد کے ذمیداران کا ایک ایسا گروپ تشکیل دے دیا جائے، جو آپس میں مشورے کے بعد اِن تمام مساجد کا نظام دیکھے۔

منظّم مکاتب: ہر مسجد کے اندر منظّم مکاتب کا نظام قائم کیا جائے۔

مستورات منظّم مکاتب: ذمیداران حضرات محلے میں کوئی محفوظ جگہ کا انتظام کر کے بچیوں اور عورتوں کے لیے بھی منظّم مکاتب کا نظام بنائیں۔

ٹین ایج گروپ پروگرام: اپنے محلے کے ۱۳ر سے ۱۹ر سال کے بچوں کا خاص خیال رکھیں۔

کیریر گائڈلائنس: وقتاً فوقتاً علماء کو بُلا کر "کیریر گائڈلائنس (Career guidelines)" ذمے داران حضرات بچوں کی اسکولی تعلیمی سلسلے میں صحیح نظام بنائیں اور اُن کی صحیح رہبری کریں۔

اسلامی ماحول میں اسکول کا قیام: مساجد کے ذمیداران اپنے محلے میں اسلامی ماحول کے مطابق اسکول کے قیام کی فکر کریں اور جو اسکول پہلے سے محلے میں چل رہے ہیں، اُن کو اسلامی ماحول میں ڈھالنے کی محنت کریں۔

ٹیوشن کا نظام: ذمیداران حضرات ہر محلے میں اپنے بچوں اور بچیوں کے لیے الگ الگ

شرعی حدود میں رہتے ہوئے مضبوط ٹیوشن کا نظام بنائیں۔

خدمتِ خلق: ہر محلے کے ذمیداران محلے کے اندر چند نوجوانوں کی ایک بغیر عہدے کی کمیٹی بنا کر خدمتِ خلق یا پیامِ انسانیت کے عنوان سے محلے کے مسلم اور غیر مسلم سب کی خدمت کریں۔

ورزش کا نظام: کوشش کریں کہ ہر محلے میں مردوں اور عورتوں کے لیے ورزش کا اور بچوں کے لیے کھیلنے کا محفوظ انتظام ہو۔

پولی کلِنک: کوشش کریں کہ ہر محلے کے اندر ایک چھوٹا سا ''پولی کلِنک (Poly clinic)'' بنایا جائے۔

مرتب کی علمی واصلاحی کاوشیں

نمبر شمار	نام کتاب	صفحات	اشاعت اوّل
۱	سیرتِ مقدسہ کی چند جھلکیاں	۶۴	۱۴۲۸ھ/۲۰۰۷ء
۲	تحفۂ نکاح	۱۸۰	۱۴۲۸ھ/۲۰۰۷ء
۳	اصلاحِ معاشرہ! وقت کی اہم ضرورت	۸۰	۱۴۲۸ھ/۲۰۰۸ء
۴	عظمتِ صحابہ رضی اللہ عنہم	۱۰۰	۱۴۲۹ھ/۲۰۰۸ء
۵	روشن چراغ	۲۷۰	۱۴۳۰ھ/۲۰۰۹ء
۶	جامعہ اکابر کی نظر میں	۴۰	۱۴۳۰ھ/۲۰۰۹ء
۷	اسلامی زندگی	۶۴	۱۴۲۹ھ/۲۰۰۸ء
۸	جمعیۃ علماء ہند ایک نظر میں	۴۰	۱۴۲۹ھ/۲۰۰۸ء
۹	پیغمبرِ اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کی ترتیبِ جدید	۶۷۰	۱۴۳۳ھ/۲۰۱۲ء
۱۰	پیغمبرِ اعظم صلی اللہ علیہ وسلم (ہندی)	۶۷۲	۱۴۳۳ھ/۲۰۱۲ء
۱۱	مرقات	۱۱۹	۱۴۳۴ھ/۲۰۱۳ء

عرضِ ناشر

حامداً و مصلیاً، أما بعد!

نبی آخر الزمان محمد مصطفی ﷺ کے لسانی گہر بار سے جو موتی نکلے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی شان عشق نے بڑے اہتمام کے ساتھ اسے ضبط فرمایا اور پوری امانت و دیانت کے ساتھ آنے والی نسلوں کے سپرد کیا جو قرآن کریم کی علمی اور عملی تشریح بھی ہیں اور اسلامی اصولوں میں سے قرآن کریم کے بعد دوسری بڑی بنیاد بھی ہے۔

رسول اللہ ﷺ کے بعد سے تابعین، تبع تابعین، محدثین عظام، فقہاء کرام اور اولیاء اللہ اسلام کی دعوت کو نئے نئے اسلوب کے ذریعہ لوگوں تک پہنچاتے رہے۔ ان کی پراثر باتوں سے دلوں کا زنگ ڈھلتا رہا، ان کی بدولت مسلمانوں کی تعلیم و تربیت اور ان کے تزکیۂ نفوس میں بہت گہرے اور دور رس اثرات و نتائج مرتب ہوئے اور یہ انہیں صاحبِ دل، صاحب علم و عمل اور وارثین انبیاء کی باتوں کا اثر ہے کہ مرور زمانہ کے باوجود دین کی علمی اور عملی شکل بالکل نکھری ہوئی ہے اور دین پوری طرح واضح ہے۔

آج کل لوگ دینی مجلسوں میں جانے، دینی کتابیں پڑھنے اور طویل وعظ سننے سے گھبراتے ہیں جس کی وجہ سے ان کا دینی علم کم ہوتا جا رہا ہے۔ زیر نظر کتاب (مسجد کورس) ایمان و عبادات، معاملات و معاشرت، دعوت و تبلیغ، سماج و سیاست اور اعتقادی امور پر مشتمل قرآن و حدیث اور اکابر واسلاف کے ملفوظات و تجربات کی روشنی میں مختصر پر اثر اور عام و فہم زبان میں ترتیب دی گئی ہے۔ مساجد کے ائمہ حضرات اگر فجر یا عصر کی نماز کے بعد اس کتاب کا درس دیں یا پڑھ کر سنائیں تو کم وقت میں کافی قیمتی باتیں عوام تک پہنچ جائیں گی۔ ان شاءاللہ

الحمدللہ! "الفلاح اکیڈمی" کا قیام جن اغراض و مقاصد کو سامنے رکھتے ہوئے

عمل میں آیا تھا اسی سلسلے کی ایک اور کڑی قارئین کرام کے سامنے زیور طبع سے آراستہ ہوکر پیش خدمت ہے، اس سے قبل بھی الفلاح اکیڈمی سے شائع ہونے والی کتابیں منصہ شہود پر آکر قارئین سے داد و تحسین حاصل کرچکی ہیں۔

ہم یہ کتاب شائع کرتے ہوئے اللہ رب العزت کا شکر ادا کرتے ہیں کہ اس نے ہمیں یہ توفیق بخشی۔ دعا ہے کہ اللہ تعالی اس کتاب کو ناشر، مرتب اور تمام معاونین کے لیے ذخیرۂ آخرت کے طور پر قبول فرمائے اور امت کے لئے نافع بنائے۔ آمین

آصف محمود قاسمی

ڈائریکٹر الفلاح اکیڈمی

دہلی ۵۳

۲۲/شعبان المعظم ۱۴۴۳ھ

۲۶/مارچ ۲۰۲۲ء

الفلاح اکیڈمی

اغراض ومقاصد

۱) امت کے سامنے قرآن وسنت کی صحیح تعبیر وتشریح کے ساتھ مستند تحریری مجموعہ پیش کرنا۔

۲) علوم اسلامیہ کی ترویج واشاعت آسان اور عام فہم زبان میں کرنا۔

۳) علماءِ حق کے اردو زبان میں موجود علمی ذخائر کی تعریب پر خصوصی توجہ دینا۔

۴) اکابر علماءِ دین کے دورِ حاضر کے تقاضوں کے مطابق نایاب ومشکل علمی سرمائے کی ترتیب وتسہیل کا اہتمام کرنا۔

۵) مذہب اسلام کی تعلیمات وہدایات سے روشناس کرانے کے لئے اردو، ہندی اور انگریزی تینوں زبانوں میں رسالے اور کتابچہ شائع کرنا۔

۶) وقتی اور عصری تقاضوں کے پیش نظر مختصر تحریرات اور پمفلٹ جاری کرنا۔

۷) اردو زبان وادب کے فروغ کے لئے سالانہ تحریری مسابقہ منعقد کرنا۔

۸) بزم اردو شاعری کے تحت حمد ونعت اور دیگر موضوعات پر منظوم کلام کا تحریری مقابلہ منعقد کرنا۔

۹) تحریری ذوق رکھنے والے فضلاء کی خدمات کو حاصل کرکے ان کی حوصلہ افزائی کرنا۔

۱۰) ہر ممکن سعی وسہولت کے ساتھ تحریری خدمات انجام دینے والے نوجوان علماء اور فضلاء کی ٹیم تیار کرنا۔

PUBLISHED BY

AL-FALAH ACADEMY

Street No. 20, Brahampuri, New Seelampur, Delhi-110053

+91-9899215518

jamiafalaherabbani@gmail.com